دورِ درویشی

اور درویش

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدیٔ آخر زماں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے الدّار کی نگہبانی
اُسی کے حفظ و اماں میں رہتے ہو

مؤلّفہ
برہان احمد ظفر درّانی

دَورِ

درویشی اور درویش

حصہ اوّل

مؤلفہ

برہان احمد ظفر درّانی

نام کتاب	دورِ درویشی اور درویش حصّہ اوّل
مؤلفہ	برہان احمد ظفر درّانی قادیان
سن اشاعت	جنوری 2007
تعداد	2000 (دو ہزار)
شائع کردہ	ظفر اینڈ سنز قادیان
مطبع	پرنٹ ویل امرتسر
قیمت	250 روپے

ملنے کا پتہ


ظفر اینڈ سنز

محلّہ احمدیہ قادیان

ضلع گورداسپور پنجاب

بھارت۔ 143516

فون نمبر: 00911872220657



شبیہ مبارک سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا
جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ میں
ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان
اس نے مجھے دیا اور کہا کہ
یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔''

(''نزول المسیح'' روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ: ۵۸۴-۵۸۵، سن اشاعت ۲۰ رنومبر ۱۹۸۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ناشر

تاریخ احمدیت ''دورِ درویشی'' کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ قادیان سے دور رہنے والا ہر شخص درویشی دور کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے کہ کن حالات میں اس دور کا آغاز ہوا اور درویشوں نے کن حالات میں یہاں زندگی بسر کی۔

محترم مولوی برہان احمد صاحب ظفرؔ درّانی نے درویشی دور کے حالات کو جمع کیا ہے جسے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت سے ظفر اینڈ سنز شائع کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ یہ کتاب جہاں درویشی دور کے حالات کو ظاہر کرے گی وہاں قربانی کی روح رکھنے والوں کے ایمان اور جذبہ کو بھی بڑھائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس کتاب کو ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت کرے۔ آمین

والسلام

خاکسار

فرحان احمد ظفر

محلّہ احمدیہ قادیان دارالامان

فون نمبر 0091-1872-220657

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض حال

قادیان دارالامان جماعت احمدیہ عالمگیر کا دائمی مرکز ہے اور ہر احمدی کی نظر قادیان پر رہتی ہے۔ ملک کی تقسیم نے قادیان میں مقیم احمدیوں کو یہاں سے ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایسے حالات میں مقامات مقدسہ کی حفاظت اور تقدس کا سوال سب سے اہم تھا۔ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حسنِ تدبیر اور اولوالعزمی نے نامساعد حالات کے باوجود ایسے سامان پیدا کئے کہ قادیان کی حفاظت کی غرض سے تین صد تیرہ افراد قادیان میں ٹھہرے جن کو ''درویشانِ قادیان'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور جماعت احمدیہ میں ''درویش'' نام اِن کے لئے خاص ہو گیا۔

قادیان جو جماعت احمدیہ عالمگیر کا فعّال مرکز تھا تقسیم ملک کی وجہ سے باقی دُنیا سے بالکل کٹ گیا۔ قادیان کے سب محلوں میں مساجد موجود تھیں اُن سے بلند ہونے والی آذان کی آوازیں خاموش ہو گئیں۔ سوائے حلقہ مسجد مبارک الحکم اسٹریٹ کے کچھ حصہ باب الانوار محلّہ دارالفضل اور محلّہ ناصر آباد کے تمام محلوں میں پاکستان سے اٹھ کر آنے والے پناہ گزین قابض ہو چکے تھے۔ احمدی آبادی عورتوں اور بچوں سے پوری طرح خالی ہو چکی تھی ہر طرف ہُو کا عالم تھا اس وقت چند جانثاروں نے اپنی زندگی مرکزِ احمدیت قادیان کی حفاظت کی غرض سے پیش کی جن کی منظور شدہ ابتدائی تعداد تین صد تیرہ تھی۔ یہ درویش کن حالات میں قادیان میں رہے کیسے کیسے حالات پیش آئے وہ تاریخ کے مختلف اوراق میں پھیلے پڑے ہیں ان تمام حالات کو اس کتاب میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ نئی نسل درویشی دور کے حالات سے واقف ہو سکے۔

خاکسار نے اس کتاب میں عمومی حالات پیش کئے ہیں اس میں ابھی کئی پہلو تشنہ ہیں۔ انشاءاللہ اس کے حصہ دوم میں اُن کو جمع کیا جائے گا جو شنید اور پیش آمدہ حالات سے تعلق رکھتے ہیں۔ درویشوں نے جو قربانیاں پیش کیں۔ وہ کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں نظر انداز نہیں کی جاسکتیں کہ خلیفۂ وقت کی ایک آواز پر اپنا سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے بیٹھ گئے اور کبھی بھی کسی بھی چیز کا مطالبہ نہیں کیا۔ بس ایک ہی مطمحِ نظر تھا کہ میرا جینا میرا مرنا میرا اُٹھنا میرا بیٹھنا میرا ہنسنا میرا رونا سب خدا ہی کی خاطر ہے۔ مساجد کی آبادی، دُعاؤں کا شغف، عبادت کی چاشنی، شب بیداری ان کی زندگی کا خلاصہ تھا۔ مختلف علاقوں، صوبوں کے رہنے والے زبانوں کے اختلاف کے باوجود بھائی بھائی تھے۔ دوسرے کے دُکھ درد کو اپنا خیال

کرتے دوسرے کی خوشی میں خوش ہوتے۔سب حقیقی رشتے درویشی رشتوں کے آگے ہیچ تھے۔

اطاعت وفرمانبرداری کے پیکر جان ہتھیلی پر رکھ کر ہر وہ کام کر گزرتے جس کا حکم ہوتا کسی بات سے انکار کا سوال ہی نہ تھا۔نہ دِن دیکھتے نہ رات نہ کھانے کی پرواہ کرتے نہ پانی کی خالی ہاتھ ہونے کے باوجود بادشاہ تھے۔اسی لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ:

''بادشاہوں سے بھی افضل ہے گدائے قادیاں''

پس درویشوں کی قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا ان کے حالات سنہری حروف میں لکھے جانے کے لائق ہیں۔آج چند درویش زندہ ہیں جن کی تعداد اس تحریر کے لکھنے کے وقت تک ۲۸ ہے اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان کی عمر اور صحت میں برکت عطا کرے۔اور قادیان میں موجود نئی نسل جن میں سے اکثر درویشوں کی اولاد ہیں اُن کو چاہئے کہ وہ بھی عملی طور پر اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو زندہ رکھیں تا اُن کی قربانیاں بھی یادرکھی جائیں۔

خاکسار اِن چند کلمات کے ساتھ اپنے پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کا بے حد ممنون احسان ہے کہ آپ نے ازراہِ شفقت اس کتاب کی اشاعت کی اجازت عنایت فرمائی۔اس کے ساتھ ہی ان بزرگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے اس مسودہ کے سلسلہ میں خاکسار کی راہنمائی کی۔سب سے پہلے محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مرحوم مؤلف اصحاب احمد کا شکرگزار ہوں کہ آپ نے نہ صرف راہنمائی کی بلکہ میرے اس مسودہ کو پڑھا بھی اور بہت سی باتوں کا اضافہ بھی کیا۔نیز محترم چوہدری بدرالدین صاحب عامل مرحوم اور مکرم مولوی محمد حمید صاحب کوثر کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے بھی اس مسودہ کو ملاحظہ کیا۔

اسی طرح محترم سید عبدالحیٔ صاحب ناظر اشاعت ربوہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ موصوف نے نہ صرف مسودہ کو پڑھا اور اسکی اشاعت کی منظوری عنایت کی فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ ناظر اعلیٰ وامیر مقامی قادیان کا بھی خاکسار ممنونِ احسان ہے کہ آپ نے ہر وقت خاکسار کے ساتھ تعاون فرمایا اور جس وقت بھی کسی کتاب یا ریکارڈ کی ضرورت محسوس ہوئی آپ نے عنایت فرمایا اور کتاب کی اجازت کے مرحلہ تک آپ کا تعاون رہا اور اس کتاب کے لئے پیشِ لفظ بھی تحریر فرمایا۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔آمین

والسلام

خاکسار

برہان احمد ظفر درانی

۱۱رجنوری ۲۰۰۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

اللہ تعالیٰ کا بے حد فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں درویشی کی نعمت سے نوازا اور ہمیں بھی اُن لوگوں میں شامل کیا جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام تھا کہ:

''یہ نان تیرے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے''

تقسیم ملک کے وقت مشرقی پنجاب سے تمام مسلمان ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے اس وقت جماعت کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ مرکزِ احمدیت قادیان کے اُن شعائر اللہ کی حفاظت کا تھا جس سے ہر احمدی کا دِل جُڑا ہوا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت پنجاب کے مخدوش حالات نے مذہبی اور قومی لحاظ سے مسلمانوں کے خلاف شدید نفرت کا ماحول پیدا کر دیا تھا۔ ایسے وقت میں قادیان میں رہ کر مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کرنا کوئی معمولی کام نہ تھا۔ ایسے وقت میں اولوالعزم خلیفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک پر شمعِ احمدیت کے پروانے حفاظت مرکز کے لئے قادیان آنے شروع ہوئے اور قادیان کے مقیم احمدیوں نے بھی اپنے آپ کو اس کام کے لئے پیش کیا۔ لوگ حیران تھے کہ مسلمان خوف کے مارے پاکستان کی طرف بھاگ رہے ہیں جو کہ مسلمانوں کے لئے ایک جائے پناہ بن چکا تھا لیکن احمدی تھے کہ بھاگ بھاگ کر قادیان کی طرف آ رہے تھے۔ جب بھی کسی درویش سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ ہم تو اپنے آقا کی آواز پر مرنے کے لئے آ رہے تھے لیکن خدا نے ہمیں زندہ رکھا۔

درویشوں نے اِن مخدوش حالات میں کس طرح زندگیاں گزاریں کس طرح یہ مشکل وقت گزارا یہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ مولوی برہان احمد صاحب ظفر ناظر نشر و اشاعت قادیان نے اِن پر مجموعی لحاظ سے روشنی ڈالی ہے اور حالات جمع کئے ہیں یہ بڑی محنت کا کام ہے۔ درویشوں کی قربانیوں کا نئی نسل کو علم ہونا چاہئے تا کہ وہ بھی ان کے نقشِ قدم پر چل کر زندگیاں گزار سکیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور نئی نسل کو درویشوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

خاکسار

(مرزا وسیم احمد)

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

''درویش''

درویش کا لفظ بہت پہلے سے مستعمل ہے لغوی معنوں کی رو سے اس کا اطلاق اُن لوگوں پر ہوتا ہے جو دُنیا سے اپنا منہ موڑ کر کلیتہً خدا تعالیٰ کے آستانہ سے اپنا تعلق جوڑ لیتے ہیں۔اور صرف اور صرف اسی خدا کی خاطر دھونی رما کر بیٹھ جاتے ہیں۔ایسے خدا رسیدہ لوگوں کا کام اور اُن کی زندگی کا صرف ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ وہ ہر تکلیف برداشت کریں ہر دُکھ اُٹھائیں اور خدا تعالیٰ کا نام بلند کریں۔ ایسے لوگ دُنیا کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کسی لعنت کرنے والے کی لعنت سے غمزدہ نہیں ہوتے۔اگر اُنہیں دُنیا کی لالچ بھی دی جائے تو صرف خدا کے پیار کی خاطر دُنیا کی دولتوں کو ٹھوکریں مار دیتے ہیں۔

دُنیا میں مختلف وقتوں میں خدا تعالیٰ سے پیار کرنے والے پیدا ہوتے رہے ہیں۔جن کو لوگ ''درویش'' کے نام سے یاد کرتے رہے اور کرتے ہیں۔لیکن مذہبی تاریخ میں ایسا نہیں ہوا کہ ایک گروہ کا گروہ اس نام سے یاد کیا جاتا ہو۔اس آخری دور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق اور روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیض سے جو آپ نے اپنے آقا سے حاصل کر کے آگے ایک جماعت میں جاری کر دیا اسی جماعت سے ایک گروہ نے لفظ ''درویش'' کو اپنی زندگیوں میں جاری کرتے ہوئے آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے ایک اسوہ چھوڑا۔اور خدا کی نظروں میں ''اصحاب الصفہ'' بن گئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں ایک فرشتہ ایک لڑکے کی صورت میں دیکھا جو ایک اونچے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پاکیزہ نان تھا جو نہایت چمکیلا تھا وہ نان اُس نے مجھے دیا اور کہا
یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸، صفحہ:۵۸۴،۵۸۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ خواب کتاب نزول المسیح کے شائع ہونے سے بہت پہلے تقریباً

۱۸۷۴ء کا ہے (بحوالہ تذکرہ صفحہ ۱۸، طبع شدہ ۱۹۵۶ء)۔لیکن اصل میں اس پیشگوئی کا ظہور خلافت ثانیہ کے دور میں ہوا۔جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی ایک پیشگوئی ''داغ ہجرت'' کے مطابق حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور افراد جماعت احمدیہ قادیان کو اپنی پیاری بستی قادیان دارالامان سے ہجرت کر کے پاکستان جانا پڑا۔ اور قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے صرف تین سو تیرہ احمدی قادیان میں رہ گئے۔ یہی تین سو تیرہ احمدی احباب خدا کی خاطر کسی خوف کی پرواہ کئے بغیر خدا کے پیارے کی پیاری بستی کی محبت کی وجہ سے اس بستی میں بیٹھ گئے اور وہی درویش کہلائے۔اور ان کی درویشی کا آغاز ۱۶رنومبر ۱۹۴۷ء سے آخری مہاجرین کا قافلہ جانے کے ساتھ ہوا۔ یہ دور درویشی کیسے حالات میں شروع ہوا اور کیا کچھ دیکھتے ہوئے درویشوں نے اپنے آپ کو قربانیوں کے لئے پیش کیا اس کا میں اختصار سے ذکر کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام **''داغ ہجرت''** جو کہ سن ۱۸۹۴ء کا ہے اس کا ''درویشی'' دور سے بڑا گہرا تعلق ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب یہ الہام ہوا اس وقت کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی کہ ہندوستان کا کئی سال بعد اس طرح بٹوارہ ہوگا۔اور تباہی و بربادی کے ساتھ ساتھ لاکھوں انسانوں کے خون سے ہولی کھیلی جائے گی۔ اور ایسے ناگزیر حالات میں ہجرت کرنی پڑے گی۔قادیان سے خلیفۂ وقت اور افراد جماعت کی ہجرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ برطانوی حکومت جب ہندوستان پر برسر اقتدار ہوئی تو اسکی سیاسی پالیسی یہ تھی کہ باشندگان کو باہم تقسیم کر کے ان پر حکومت کرو۔ سیاسی جنگ کے ساتھ ساتھ منافرت کے بیج ہندوستان کی آزادی کے وقت تناور درختوں کی شکل اختیار کر چکے تھے جس کو ملیا میٹ کرنا ناممکن ہو رہا تھا۔ایسے حالات میں ہر صاحب اقتدار ایک دوسرے کو لڑوا کر زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ادھر صاحب بصیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات کی روشنی میں آنے والے حالات کو بہت پہلے ہی سے دیکھ کر اس سے لوگوں کو آگاہ کر رہے تھے۔ جس کی عکاسی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ۱۹۳۸ء کی خط و کتابت سے بخوبی ہو جاتی ہے۔جبکہ ملک کے بٹوارے کا ابھی سوال بھی نہ اُٹھا تھا۔حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ خط و کتابت حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیدنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج کل میں تذکرہ کا کسی قدر بغور مطالعہ کر رہا ہوں مجھے بعض الہامات وغیرہ سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید جماعت احمدیہ پر یہ وقت آنے والا ہے کہ اسے عارضی طور پر مرکز سلسلہ سے نکلنا پڑے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورتحال غالباً گورنمنٹ کی طرف سے پیدا کی جائیگی۔ اگر میرا یہ خیال درست ہو تو اس وقت کے پیش نظر ہمیں کچھ تیاری کرنی چاہئے مثلاً مذہبی اور قومی یادگاروں اور شعائر اللہ کی حفاظت کا انتظام وغیرہ تا کہ ایسا وقت مقدر ہے تو جماعت کے پیچھے ان کی حفاظت رہے اور نشانات محفوظ رہیں اسی طرح دوسری باتیں سوچ رکھنی چاہئیں۔

فقط۔ والسلام

(دستخط) خاکسار مرزا بشیر احمد ۲۶-۴-۳۸ء

اس خط کے جواب میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے قلم مبارک سے حسب ذیل نوٹ تحریر فرمایا:

عزیزم مکرم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں تو بیس سال سے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ حق یہ ہے کہ جماعت اب تک اپنی پوزیشن کو نہیں سمجھی ابھی ایک ماہ ہوا میں اس سوال پر غور کر رہا تھا کہ مسجد اقصیٰ وغیرہ کے لئے گہرے زمین دوز نشان لگائے جائیں جن سے دوبارہ مسجد تعمیر ہو سکے۔ اسی طرح چاروں کونوں پر دور دور مقامات پر مستقل زمین دوز نشانات رکھے جائیں۔ جن کا راز مختلف ممالک میں محفوظ کر دیا جائے تا کہ اگر ان مقامات پر دشمن حملہ کرے تو ان کو از سر نو اپنی اصل جگہ پر تعمیر کیا جا سکے۔ پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا۔

(دستخط) مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)

اس میں جو یہ فقرہ ہے پاسپورٹوں کا سوال بھی اسی پر مبنی تھا اس کا اشارہ اس طرف ہے کہ انہیں پیشگوئیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے حکم دیا تھا کہ تمام خاندان کے اور سلسلہ کے بڑے بڑے کارکنوں کے غیر ممالک کے پاسپورٹ بروقت تیار رہنے چاہئیں۔ تا کہ جب ہجرت کا وقت آئے پاسپورٹ بنوانے پر

وقت نہ لگے۔اس طرح اس وقت میں نے یہ حکم دیا ہوا تھا کہ ایک ایک سیٹ سلسلہ کی کتب سات آٹھ مختلف ملکوں میں بھجوا کر سلسلہ کا لٹریچر محفوظ کر لیا جائے۔

(دستخط) مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)

(الفضل ۲۵ر مئی ۱۹۴۸ء صفحہ:۳ کالم۲)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کے مدنظر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو پہلے سے ہی آئندہ آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر دیا تھا۔آپ جماعت کو مختلف وقتوں میں مختلف ہدایات سے نوازتے رہتے تھے۔

ہندوستان کے بگڑتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں ہندوستان کے دیگر شہروں میں بسنے والے احمدیوں کو بعض ہدایات دیں وہاں قادیان کے احمدیوں کو بھی بہت سی ہدایات سے نوازا تا کہ آنے والے حالات کا مقابلہ کیا جا سکے۔قادیان میں بسنے والے احمدیوں کو حضور نے تحریک فرمائی کہ ہر احمدی اپنے گھر میں کم از کم دو سال کے لئے اناج کا ذخیرہ کرے جس میں ہر وہ چیز ہو جو ذخیرہ کی جا سکتی ہے۔تا کہ نا مساعد حالات میں خوراک کی تکلیف نہ ہو۔اسی طرح باہر سے حملہ کی صورت میں کیا دفاعی تدابیر اختیار کی جائیں تا کہ کم سے کم نقصان ہو۔

ابھی نہ تو پاکستان کا اعلان ہی ہوا تھا اور نہ ہی ہندوستان کی آزادی کا اعلان کیا گیا تھا لیکن ماحول انتہائی منافرت سے بھرپور ہو چکا تھا۔ایک دوسرے پر حملے شروع ہو گئے تھے اور یہ خطرہ صاف نظر آ رہا تھا کہ اب قادیان بھی ان حملوں کی زد سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرکز احمدیت کی حفاظت کی غرض سے قادیان سے باہر کے خدام کو جو مختلف عسکری کاموں سے ریٹائر ہو چکے تھے قادیان آنے کی تحریک فرمائی۔جسکے نتیجہ میں باہر کی جماعتوں سے بہت سے خدام نے اس کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کیا۔

قادیان کے ماحول میں فساد کا پہلا واقعہ

قادیان چونکہ جماعت احمدیہ کا مرکز تھا اس لئے مشرقی پنجاب میں ملت اسلامیہ کی پناہ گاہ بنتا گیا۔ قادیان کے گردونواح کے مسلمان حملہ آوروں سے بچ کر قادیان میں جمع ہونے شروع ہوئے اور لوگوں کو یہ خیال تھا کہ اس علاقہ میں اگر کوئی آخری پناہ گاہ ہے تو وہ قادیان ہے اور ہر آنے والا یہی امید لیکر قادیان میں

داخل ہوتا کہ یہاں کچھ نہ ہوگا۔ اس کی وجہ بھی تھی وہ یہ کہ جماعت احمدیہ ہر میدان میں بنی نوع انسان کی خدمت میں پیش پیش تھی اس سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں تھا تو پھر جماعت کو بھی کیوں خطرہ لاحق ہوتا اور یہ بات جماعت کے لائحہ عمل سے روشن تھی۔ لیکن یہ سارے خواب اس وقت ٹوٹ گئے جب ۲۴، ۲۵ر جولائی ۱۹۴۷ء کی درمیانی شب قادیان کے ماحول میں فساد کا پہلا واقعہ پیش آیا کہ قادیان آنے والی گاڑی کو اس سے پہلے اسٹیشن وڈالہ گرنتھیاں میں روک کر اس پر حملہ کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں ڈرائیور اور پانچ چھ افراد زخمی ہو گئے (الفضل ۲۸ر جولائی ۱۹۴۷ء، صفحہ: ۴)۔ اس بناء پر حالات بڑی تیزی سے بگڑے اور خطرناک سے خطرناک صورت اختیار کرتے گئے۔ اسی دوران ۱۴ر اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کا قیام عمل میں آیا اس کے ساتھ ہی پورے ہندوستان خصوصاً مشرقی پنجاب ہندو مسلم فسادات کی آماجگاہ بن گیا۔ ایک دوسرے پر حملے تیز ہو گئے ہندوؤں اور مسلمانوں میں علاقائی تبادلہ شروع ہو گیا۔ پھر بھی قادیان کا علاقہ بڑی حد تک فسادات کی زد سے بچا رہا۔ چونکہ قادیان میں فساد کا خدشہ نہ تھا اس لئے اِدھر اُدھر سے آکر کم و بیش ایک لاکھ افراد نے قادیان میں پناہ لے لی۔ اس وقت سب سے بڑی ذمہ داری اُن کو خوراک مہیا کرنے کی تھی لنگر خانوں میں کھانے کا انتظام ہوتا رہا لیکن جب تعداد حد سے بڑھ گئی تو گندم اُبال اُبال کر اُسکی گھنگنیاں لوگوں کو دی جانے لگیں۔ ایسی خوراک کے عادی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بیمار ہونا شروع ہو گئے اور پھر صحت پر سب سے بُرا اثر صفائی کا معقول انتظام نہ ہونے سے پڑا حالانکہ خدام رات دن ان پناہ گزینوں کی خدمت میں اور صفائی وغیرہ کے انتظامات میں مصروف تھے۔ اور اس وقت کسی شخص نے بھی غلاظت اُٹھانے میں عار نہیں سمجھی۔ دوسروں کی تو بات ہی اور تھی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افرادِ خاندان نے بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جسکی گواہی خود میری والدہ محترمہ نے بھی دی۔

قادیان کا دوسرے علاقوں سے انقطاع

ٹرین کی آمد و رفت کا سلسلہ ۱۲ر اگست ۱۹۴۷ء کو بند ہو گیا۔ اس وجہ سے ڈاک کا سلسلہ بھی منقطع ہو گیا۔ اب قادیان کا باہر کی دُنیا سے تعلق صرف تار کے ذریعہ سے ہی تھا چند دنوں بعد یہ سلسلہ بھی کٹ گیا۔ ایسے حالات میں یہ جان پانا بڑا ہی مشکل تھا کہ باہر کی دُنیا میں کیا ہو رہا ہے ادھر فساد قادیان کے قریب تک آچکا تھا۔ مسلمانوں کا ایک ایک گاؤں خالی کروایا جا رہا تھا خون کی ندیاں بہائی جا رہی تھیں۔ ہر طرف چیخ و پکار بس ایک قیامت کا نمونہ تھا۔

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خداداد فراست نے ان سب باتوں کو پہلے سے ہی بھانپا ہوا تھا۔ایسی حالت میں جب کہ باہر کی دُنیا سے قادیان کٹ چکا تھا باہر کی خبریں صرف لوگوں کے ذریعہ ہی پہنچ سکتی تھیں۔قادیان سے متعلق لوگوں کے خیالات کو جاننا بھی نہایت ضروری امر تھا۔اس کام کے لئے بھی بعض خدام کو مقرر کیا گیا۔جو مختلف صورتوں میں گاؤں گاؤں جا کر وہاں سے خبریں لاتے بعض شک کی بناء پر پکڑے بھی جاتے جو بہت تکلیف دیئے جاتے۔یا شہادت کے جام نوش کرتے۔میرے چچا مکرم فیض احمد صاحب بھی جو دیہاتی مبلغین کلاس میں پڑھا کرتے تھے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے شک کی بناء پر پکڑے گئے پہلے خوب زدوکوب کیا گیا بعد میں جسم پر گڑھ لگا کر چونٹوں کے بؤن (گھر) پر ہاتھ پیر باندھ کر ڈال دیا گیا۔لیکن آپ تو کسی کے لئے خطرہ نہ تھے اس بات کی تسلی کر لینے کے بعد آپ کو چھوڑ اگیا۔

حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان فسادات کے تدارک کی خاطر اس وقت ایک اشتہار بھی شائع کروایا جو کہ پورے ضلع گورداسپور میں جہاز کے ذریعہ ڈلوایا گیا تھا۔جس میں سب قوموں سے یہ درخواست کی گئی تھی کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں ہی رہیں اور بلاوجہ ہجرت نہ کریں کیونکہ اس سے فساد کا خطرہ تھا اور آپ کا بھی قادیان سے ہجرت کا کوئی ارادہ نہ تھا لیکن حملے اس قدر تیزی سے ہوئے کہ قادیان پوری طرح حملہ آوروں کے گھیرے میں آ گیا اور اب حالات اس بات کی اجازت نہ دیتے تھے کہ خلیفۂ وقت اور خواتین مبارکہ ایسے حالات میں قادیان میں رہیں۔اس بات کو دیکھتے ہوئے حضرت مولوی جلال الدین صاحب شمسؓ نے ۲۳ راگست ۱۹۴۷ء کو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا کہ:

"حضرت امّ المومنینؓ اور خواتین مبارکہ کے کسی محفوظ مقام پر پہنچانے کے لئے میں نے اپنے محلّہ (دارالرحمت) کے ۲۴ اصحاب سے اپنی طرف سے تجویز پیش کر کے آج بعد نماز ظہر مشورہ کیا تھا ان سب نے بالاتفاق یہی مشورہ دیا کہ حضرت سیدة النساءؓ اور خواتین مبارکہ کو کسی محفوظ جگہ پہنچانا مناسب ہے میرا ارادہ تھا کہ اس مشورہ کے بعد دوسرے اشخاص سے بھی مشورہ کروں لیکن بھائی عبدالرحیم صاحب نے فرمایا میرا مشورہ یہ ہے کہ اس کے متعلق مشورہ کی بجائے صرف حضور ہدایت دے دیں اسے اشاعت دینے کی ضرورت نہیں۔"

اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے فیصلہ فرمایا کہ خواتین کو جلد سے جلد قادیان سے پاکستان پہنچانے کا انتظام کیا جائے۔چنانچہ ۲۵ رظہور اگست کو یہ انتظام ہو گیا اور حضرت ام المومنینؓ اور دوسری خواتین مبارکہ و بالاستثناء حضرت سیدہ ام المومنین صاحبہ و حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ لاہور تشریف لے گئیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ:۷۲۹،۷۳۰)

قادیان کے حالات کی عکاسی کراچی کے ایک اخبار ''ڈان'' سے بخوبی ہو جاتی ہے۔اس نے لکھا:

''قادیان.....گھیرے میں سربراہ کی زندگی خطرے میں'' (ڈان کے اسٹاف رپورٹ سے)

گزشتہ چند دنوں سے جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان کو...ایک مخالف گروہ نے محاصرہ میں لیا ہوا ہے۔باہر کی دُنیا سے سلسلہ مواصلات بالکل منقطع ہے کسی گھڑی بھی حملہ ہوسکتا ہے گردونواح کے دو ہزار مسلمانوں نے یہاں پناہ لی ہوئی ہے۔جماعت احمدیہ قادیان کے سربراہ نے ڈاکٹر احمد امیر جماعت کراچی کو بذریعہ تار اطلاع دی ہے کہ خطرے کے پیش نظر تجویز ہے کہ عورتوں اور بچوں کو کسی محفوظ مقام پر بھجوادیا جائے۔

ڈاکٹر احمد نے ایک بیان میں کہا کہ ممبران جماعت کراچی و دیگر مقامات تشویش میں ہیں کہ مبادا حضرت امام جماعت احمدیہ کو کوئی گزند پہنچے۔جماعت کے سینکڑوں نوجوانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ خطرات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ قادیان ضرور جائیں گے۔'' (تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ:۷۳۶)

اہل قادیان کو حضرت مصلح موعودؓ کی چند ضروری ہدایات

قادیان کا تعلق باہر کی دُنیا سے بالکل کٹ چکا تھا باہر کی خبریں قادیان میں نہ آسکتی تھیں اور نہ ہی قادیان کی خبریں باہر جاسکتی تھیں۔

ایسے حالات میں اہالیانِ قادیان تو تھے ہی، اس پر پناہ گزینوں کا بوجھ بھی دن بدن بڑھتا جاتا تھا ایسے حالات میں اولوالعزم خلیفہ نے ۲۹ ظہور/ اگست ۱۹۴۷ء/ ۱۳۲۶ ہش کو مسجد مبارک میں خطبہ جمعہ پڑھایا یہ آپ کا قادیان میں آخری خطبہ جمعہ تھا جس میں آپ نے اہل قادیان کو چند ہدایات دیں جو حسب ذیل تھیں:

''ا۔حالات خواہ کچھ ہوں مومن کو بہر حال انصاف، انکسار، محبت شفقت اور رحم پر قائم رہنا چاہئے اور اپنے دلوں کو بغضوں اور کینوں سے پاک رکھنا چاہئے کہ نیک نمونہ دشمن کو بھی خیر خواہ بنا سکتا ہے ہمیں ہر ہندو اور سکھ عورت اور بچے کی اپنی بہن اور بچے کی طرح حفاظت کرنی چاہئے۔

۲۔ایک خاص حد تک ظلم برداشت کرنے کے بعد اسلام نے ظلم کا مقابلہ کرنے کی اجازت دی اور دنیا کی کوئی حکومت اسے ناجائز قرار نہیں دے سکتی۔ظالم کے مقابلہ کے وقت ایک مومن دس دس اشخاص پر بعض اوقات ساٹھ ساٹھ، ستر ستر اشخاص پر غالب ہوتا ہے اس ظلم کا بہادری کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہئے۔خطرے کے وقت بھاگنا خود ہلاکت کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔

۳۔قادیان میں پناہ گزینوں کی کثرت ہے اس لئے ضروریات زندگی۔گندم، لکڑی مٹی کے تیل کو

چاندی کی طرح سنبھال کر رکھنا چاہئے اور کم سے کم استعمال کرنا چاہئے۔

۴-دعاؤں میں کمی نہیں آنے دینی چاہئے حالات خواہ کچھ ہوں لیکن بندے کا کام یہی ہے کہ وہ دعا مانگتا چلا جائے اور پھر خدا تعالیٰ جو کچھ کرے اُسی پر راضی رہے۔" (الفضل یکم تبوک/ستمبر ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سفر ہجرت اور الوداعی پیغام

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطرناک حالات کے پیش نظر افراد جماعت کے مشورہ اور اصرار پر ۳۱ ظہور/ اگست ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کو قادیان سے ہجرت فرمائی۔ ہجرت سے ایک روز قبل آپ نے جماعت احمدیہ قادیان کے نام ایک الوداعی پیغام رقم فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو اپنے پیچھے ضلع گورداسپور بشمول قادیان کا امیر مقرر کرتے ہوئے ہدایت فرمائی کہ میرے قادیان سے چلے جانے کے بعد میرے اس پیغام کو افراد جماعت تک پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ آپ نے حضورؓ کے چلے جانے کے بعد اس پیغام کی نقلیں کروا کر تمام مساجد میں بھجوا دیں جو کہ نماز مغرب وعشاء کے بعد تمام مساجد میں احباب جماعت کو پڑھ کر سنائی گئیں۔ وہ پیغام حسب ذیل تھا:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی تمام پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ قادیان و محلہ جات و دیہات ملحقہ قادیان و دیہات تحصیل بٹالہ و تحصیل گورداسپور کو اطلاع دیتا ہوں کہ متعدد دوستوں کے متواتر اصرار اور لمبے غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قیام امن کے اغراض کے لئے مجھے چند دن کے لئے لاہور ضرور جانا چاہئے۔ کیونکہ قادیان سے بیرونی دنیا کے تعلقات منقطع ہیں اور ہم ہندوستان کی حکومت سے کوئی بھی بات نہیں کر سکتے۔ حالانکہ ہمارا معاملہ اس سے ہے لیکن لاہور اور دہلی کے تعلقات ہیں تار اور فون بھی کیا جا سکتا ہے۔ ریل بھی جاتی ہے اور ہوائی جہاز بھی جا سکتا ہے میں مان نہیں سکتا کہ اگر ہندوستان کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو پر یہ امر کھولا جائے کہ ہماری جماعت مذہباً حکومت کی وفادار جماعت ہے تو وہ ایسا انتظام نہ کریں کہ ہماری جماعت اور دوسرے لوگوں کو جو ہمارے ارد گرد رہتے ہیں۔ حفاظت نہ کیجائے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ حکام پر یہ اثر ڈال رہے ہیں کہ مسلمان جو ہندوستان میں آئے ہیں ہندوستان سے دشمنی رکھتے ہیں حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ ادھر اعلان ہوا



شبیہ مبارک سیدنا حضرت مرزا البشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور ادھر فساد شروع ہو گیا۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ مسلمان مسٹر جناح کو اپنا سیاسی لیڈر تسلیم کرنے کے باوجود ان کے اس مشورہ کے خلاف جاتے کہ اب جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے ہیں انہیں ہندوستان کا وفادار رہنا چاہئے غرض ساری غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی کہ یکدم فسادات ہو گئے اور صوبائی حکام اور ہندوستان کے حکام پر حقیقت نہیں کھلی ان حالات میں میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی جگہ جانا چاہئے جہاں سے دہلی وشملہ سے تعلقات آسانی سے قائم کئے جاسکیں۔ اور ہندوستان کے وزراء اور مشرقی پنجاب کے وزراء پر اچھی طرح سب معاملہ کھولا جاسکے اگر ایسا ہو گیا تو وہ زور سے ان فسادات کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

اس طرح لاہور میں سکھ لیڈروں سے بھی بات چیت ہو سکتی ہے جہاں وہ ضرورتاً آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور اس سے بھی فساد دور کرنے میں مدد ملے گی۔

ان امور کو مدنظر رکھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں چند دن کے لئے لاہور جا کر کوشش کروں شاید اللہ تعالیٰ میری کوشش میں برکت ڈالے اور یہ شور وشر جو اس وقت پیدا ہو رہا ہے دور ہو جائے۔ میں نے اس امر کے مدنظر آپ لوگوں سے پوچھا تھا کہ ایسے وقت میں اگر میرا جانا عارضی طور پر زیادہ مفید ہو تو اس کا فیصلہ آپ لوگوں نے کرنا ہے یا میں نے۔ اگر آپ نے کرنا ہے تو پھر آپ لوگ حکم دیں تو میں اسے مانوں گا۔ لیکن میں ذمہ داری سے سبکدوش ہوں گا اور اگر فیصلہ میرے اختیار میں ہے تو پھر آپ کو حق نہ ہوگا کہ چوں چراں کریں۔ اس پر آپ سب لوگوں نے لکھا کہ فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے۔ سو میں نے چند دن کے لئے اپنی اسکیم کے مطابق کوشش کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ لوگ دعائیں کرتے رہیں اور حوصلہ نہ ہاریں۔ دیکھو مسیح کے حواری کتنے کمزور تھے مگر مسیح انہیں چھوڑ کر کشمیر کی طرف چلا گیا۔ اور مسیحیوں پر اس قدر مصائب آئے کہ تم پر ان دنوں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں آئے لیکن انہوں نے ہمت اور بشاشت سے اس کو برداشت کیا ان کی جدائی تو دائمی تھی مگر تمہاری جدائی تو عارضی ہے۔ اور خود تمہارے اور سلسلہ کے کام کے لئے ہے۔ مبارک وہ جو بدظنی سے بچتا ہے اور ایمان پر سے اس کا قدم لڑکھڑاتا نہیں وہی جو آخر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کا انعام پاتا ہے۔ بس صبر کرو اور اپنی عمر کے آخری سانس تک خدا تعالیٰ کے وفادار رہو۔ اور ثابت قدمی اور نرمی اور عقل اور سوجھ بوجھ اور اتحاد و اطاعت کا ایسا نمونہ دکھاؤ کہ دنیا عش عش کر اٹھے جو تم میں سے مصائب سے بھاگے گا وہ یقیناً دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب بنے گا۔ اور خدا تعالیٰ کی لعنت کا مستحق ہوگا۔ تم نے نشان پر نشان دیکھے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا منور جلوہ دیکھا ہے اور تمہارا دل دوسروں سے زیادہ بہادر ہونا چاہئے۔ میرے سب لڑکے اور داماد دونوں بھائی اور بھتیجے قادیان میں ہی رہیں گے اور میں اپنی غیر حاضری

کے ایام میں عزیز مرزا بشیر احمد صاحب کو اپنا قائم مقام ضلع گورداسپور اور قادیان کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ ان کی فرمانبرداری اور اطاعت کرو اور ان کے ہر حکم پر اس طرح قربانی کرو جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصٰی امیری فقد عصانی''، یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ بس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا۔ اور جو حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کرے گا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا اور وہی مومن کہلا سکتا ہے دوسرا نہیں....

اے عزیزو! احمدیت کی آزمائش کا وقت اب آئے گا اور اب معلوم ہوگا کہ سچا مومن کون سا ہے پس اپنے ایمانوں کا ایسا نمونہ دکھاؤ کہ پہلی قوموں کی گردنیں تمہارے سامنے جُھک جائیں اور آئندہ نسلیں تم پر فخر کریں۔

شاید مجھے تنظیم کی غرض سے کچھ اور آدمی قادیان سے باہر بھجوانے پڑیں۔ مگر وہ میرے خاندان میں سے نہ ہوں گے بلکہ علماء سے ہوں گے۔ اس سے پہلے بھی کچھ علماء باہر بھجوا چکا ہوں تم ان پر بدظنی نہ کرو۔ وہ بھی تمہاری طرح اپنی جان کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن خلیفۂ وقت کا حکم انہیں مجبور کر کے لے گیا۔ پس وہ ثواب میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ اور قربانی میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ ہاں وہ لوگ جو آنوں بہانوں سے اجازت لیکر بھاگنا چاہتے ہیں وہ یقیناً کمزور ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کے گناہ بخشے اور سچے ایمان کی حالت میں جان دینے کی توفیق دے۔

اے عزیزو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ رہے اور مجھے جب تک زندہ ہوں سچے طور پر اور اخلاص سے تمہاری خدمت کی توفیق بخشے اور تم کو مومنوں والے اخلاص اور بہادری سے میری رفاقت کی توفیق بخشے۔

خدا تعالیٰ تمہارے ساتھ ہو اور آسمان کی آنکھ تم میں سے ہر مرد ہر عورت اور ہر بچہ کو سچا مخلص دیکھے اور خدا تعالیٰ میری اولاد کو بھی اخلاص اور بہادری سے سلسلہ کی خدمت کرنے کی توفیق بخشے۔

والسلام

خاکسار

(دستخط) مرزا محمود احمد

خلیفۃ المسیح ۳۰-۸-۱۹۴۷ء

(الفضل ۱۸/احسان/جون ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء)

''اگلے روز ۳۱ ظہور اگست سنہ ۱۳۲۶ ھش سنہ ۱۹۴۷ء کو حضرت امیر المومنین المصلح الموعودؓ نے روانگی سے قبل اپنے لخت جگر صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب کو قصر خلافت کا بالائی کمرہ سپرد فرمایا انہیں اپنے بعد اس میں قیام پذیر ہونے کی ہدایت فرمائی۔ ازاں بعد حضور کیپٹن ملک عطاء اللہ صاحب آف دوالمیال کی اسکورٹ میں قریباً ایک بجے احمدیہ چوک قادیان میں موٹر پر سوار ہوئے اور پھر سوا ایک بجے کوٹھی دارالسلام قادیان میں پہنچے جہاں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب اور نواب زادہ میاں عباس احمد خان صاحب (جو حضور کے ساتھ ہی کوٹھی دارالسلام میں آئے تھے) اور ان کے علاوہ خاندانِ مسیح موعود کے بعض اور افراد نے حضور کو الوداع کہا اور حضور یہاں سے بذریعہ موٹر روانہ ہو کر ساڑھے چار بجے کے قریب شیخ بشیر احمد صاحب امیر مقامی جماعت احمدیہ لاہور کے مکان پر بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اس تاریخی سفر میں حضرت سیّدہ ام متین صاحبہ اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ (حرم حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) بھی حضور کے ہمراہ تھیں۔''

(الفضل ۱۸/احسان/ جون ۱۳۲۶ ھش ۱۹۴۷ء صفحہ:۳، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد دہم صفحہ: ۷۴۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت قادیان سے لاہور ہجرت فرمائی اس وقت محافظ خاص کے طور پر جہاں اور لوگ موجود تھے وہاں مکرم محمد شریف صاحب گجراتی درویش مرحوم (والد محترم مولوی محمد حمید صاحب کوثر پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان) بھی ان میں شامل تھے۔ چونکہ قادیان میں کافی عرصہ تک انکے ساتھ مل کر میرے والد صاحب نے کھیتی باڑی کی ہے اُن سے بھی کئی باتوں کا ہمیں علم ہوتا رہا۔ آپ نے ایک مرتبہ ہجرت کا واقعہ بھی بتایا تھا کہ ہمیں بنا کچھ بتائے کوٹھی دارالسلام پہنچایا گیا تھا اور وہ بھی ہجرت سے ایک دن پہلے۔ ہمارا قافلہ کوٹھی دارالسلام سے جس وقت روانہ ہوا ہے اس وقت ہی ہمیں اس بات کا علم ہوا کہ ہم حضورؓ کے ساتھ لاہور جائیں گے۔ آپ چند دن بعد حضور کے ارشاد پر واپس قادیان تشریف لے آئے تھے اس کے بعد آپ یہیں قادیان ہی میں رہے۔

قادیان پر حملے

ملک کے بٹوارے نے لوگوں کی نظروں کو بالکل بدل دیا تھا ہر شخص دوسرے کو دُشمن کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ قادیان کے اردگرد کا سارا علاقہ مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا کیونکہ وہ یا تو پاکستان کا رُخ کر چکے تھے یا جامِ شہادت نوش کر چکے تھے۔ یا پھر اپنے علاقہ کو چھوڑ کر قادیان آ چکے تھے کیونکہ مشرقی پنجاب میں سوائے

قادیان کے اور کوئی پناہ کی جگہ نہ تھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے روز نامچہ قادیان کے مطابق ۱۱-۱۲ر ستمبر ۱۹۴۷ء تک ہی قادیان میں پناہ گزینوں کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اور قادیان کا ہر مکان ہر باغ اور میدان اور ہر راستہ عملاً پناہ گزینوں کا کیمپ بن گیا تھا۔ ان پناہ گزینوں کی رہائش سے نصرت گرلز ہائی سکول۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول، تعلیم الاسلام پرائمری سکول۔ دارالانوار کے بعض مکانات برآمدہ تعلیم الاسلام کالج بھرے ہوئے تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ:۱۵۹)

قادیان جماعت احمدیہ کا مرکز بھی تھا اور اردگرد کے مسلمان بھی یہاں جمع ہو چکے تھے اب غیروں کی نظروں میں صرف قادیان ہی کھٹک رہا تھا کہ یہ بھی جلد از جلد خالی ہونا چاہئے اور پورے علاقہ کے غیر مسلم چاروں طرف سے قادیان کی طرف نظریں اُٹھائے ہوئے تھے۔ لیکن اس معاملہ میں بھی پہل پولیس اور ملٹری نے کی وہ اس طرح کہ جو پناہ گزین تھے ان کے سامانوں کی تلاشی کا کام جاری ہوا جو چیز اچھی لگتی وہ تو لے ہی لیتے۔ اس کے ساتھ ہی وہ لائسنس والا اسلحہ جو انہوں نے خود حفاظتی نقطہ نظر سے رکھا ہوا تھا وہ بھی چھین لیتے اس طرح لوگوں کو بالکل نہتّہ کر دیا گیا۔ اس کے بعد قادیان کے مقامی لوگوں کے گھروں اور خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھروں کی تلاشی کا کام شروع کر دیا اور اس تلاشی کے کام میں اس بات کا لحاظ بھی نہ رکھا جاتا کہ پردے والے مکان ہیں بتا کر اندر داخل ہوا جائے بلکہ بغیر اطلاع کے جب پولیس چاہتی زنانہ مکانوں میں گھس کر خانہ تلاشی کا کام کرتی۔ اس سے ان کی غرض صرف ایک ہی تھی کہ اس بات کا پورا جائزہ لیا جائے کہ اگر باہر سے حملہ ہو تو سامنے سے دفاع کی کوئی صورت ایسی پیدا نہ ہو کہ حملہ آوروں کو نقصان اُٹھانا پڑے۔ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ لائسنس والے اسلحہ کو بھی لے لیا جاتا جس میں خود حضورؓ کے خاندان کے افراد کا لائسنس شدہ اسلحہ بھی ضبط کر لیا گیا۔

قادیان کے پناہ گزینوں اور مقامی احمدیوں کو پریشان اور قادیان کو خالی کرنے پر مجبور کرنے کے لئے ۳۰ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو پولیس نے خاکروبوں کو احمدی گھروں کی صفائی کرنے سے حکماً روک دیا جس سے گھر نجاست سے اَٹ گئے اور احمدیوں کو اپنے ہاتھوں سے صفائی کرنی پڑی۔

۳ر اکتوبر ۱۹۴۷ء کو پولیس نے احمدیوں کی آٹا پیسنے کی چکیاں حکماً بند کروا دیں جس وجہ سے آٹا ملنا ہی مشکل ہو گیا اور لوگوں کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔ اسی دوران پاکستان سے جماعت نے کچھ ٹرکوں کا انتظام کیا تھا جس کے ذریعہ قادیان سے عورتوں اور بچوں کو لاہور لیجانا مقصود تھا اُن کو بٹالہ میں روک لیا اور قادیان آنے کی اجازت نہ دی اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ انہیں دنوں میں قادیان پر حملہ کا پروگرام بنایا گیا تھا اور قادیان

کو باہر کی دُنیا سے بالکل کاٹ کر رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا قادیان پر پہلا حملہ ۳ر اکتوبر ہی کو ہوا جبکہ بعض حملہ آوروں نے محلّہ دارالصحت کی جانب پرانی آبادی سے حملہ کر دیا اور حملہ آور حلقہ مسجد فضل تک اندر آ گئے۔

میری والدہ بیان کرتی ہیں کہ ہم اس حملہ کے وقت اپنے گھر میں ہی موجود تھے حملہ آوروں نے دارالصحت کی جانب سے جب حملہ کیا اور لوٹ مار شروع کی تو ایک کہرام مچ گیا۔ حملہ آور نیزوں تلواروں سے لیس تھے اس کے علاوہ اینٹ پتھر بڑی تیزی سے چلائے جا رہے تھے اور وہ پتھر حلقہ مسجد فضل کے مکانوں تک پہنچ رہے تھے جن میں ہم رہائش پذیر تھے۔ اس حملہ کے بعد ہی ہماری والدہ کو ہمارے ماموں نے حلقہ الدّار میں پہنچایا۔

جو حملہ دارالصحت کی طرف سے ہوا تھا اس کو پسپا کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ حملہ دارالرحمت کی طرف بھی ہوا تھا ان حملوں کی وجہ سے احمدیوں نے بھرے گھر چھوڑ کر تعلیم الاسلام اسکول اور بورڈنگ تعلیم الاسلام میں پناہ لے لی۔ پرانی آبادی کے لوگوں نے الدار، مسجد اقصیٰ، مسجد مبارک احاطہ مرزا گل محمد صاحب مدرسہ احمدیہ، بورڈنگ مدرسہ احمدیہ اور اردگرد کے مکانوں میں پناہ لی۔ حملہ آوروں کا اصل مقصد قتل وغارت اور لوٹ مار تھا۔ جب محلے خالی ہو گئے تو حملہ آور کوّوں اور جیلوں کی طرح محلوں پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ ۱۳ اکتوبر کو ہوا تھا۔ اس تعلق سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

''۱۳ اکتوبر کو جب محلّہ دارالرحمت کے قریب کے کھیت میں ایک بوڑھے بیمار پاخانہ بیٹھے ہوئے پناہ گزین مسلمان کو قتل کر دیا اور بعض اور کو قتل کرنے کے لیے ان کے پیچھے بھاگے تو اس سے ان کی غرض یہ تھی کہ شرارت کا آغاز کریں اور لوگوں کو خوفزدہ کر کے مکانات خالی کر دینے پر مجبور کر دیں۔ لیکن جب حملہ آوروں نے دیکھا کہ احمدی نوجوان آبادی کے اندر مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں تو بھاگ کر اسی مجمع میں چلے گئے جس سے نکل کر آئے تھے اور وہاں کچھ دیر ہلچل مچی رہی۔ اس دوران میں پولیس اور ملٹری دوسری طرف سے محلّہ میں داخل ہوگئی اور کثرت سے گولیاں چلانے لگی۔ ادھر محلّہ کی گلیوں میں اور پناہ گزینوں کے آس پاس ملٹری اور پولیس گولیاں چلا رہی تھی ادھر میں نے دیکھا کہ..... غنڈوں کے مجمع سے قطاریں باندھ کر..... مختلف اطراف سے محلّہ کی طرف بڑھنے لگے یہ لوگ مختلف قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے جن میں سے تلواریں اور برچھیاں خاص طور پر نمایاں تھیں۔ سوار اور پیدل پولیس ان کے پاس کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ بھی چونکہ کلیتہ..... پر مشتمل تھی اس لیے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ حملہ آوروں کو لُوٹ مار کے

متعلق ضروری اوگھات بتا کر روانہ کر رہی ہے اور غنڈے پولیس وملٹری کے گولیاں چلانے کے اشارہ پر آگے بڑھ رہے ہیں۔اس دوطرفہ حملہ کو دیکھ کر پناہ گزین مسلمان جو گھروں میں اور کھلی جگہوں میں پڑے تھے، تھوڑا بہت اسباب سمیٹ کر بے تحاشا بھاگنے لگے مگر ان کو بتایا گیا کہ آبادی سے باہر نہ جائیں ورنہ غنڈے.....ان سے سب کچھ چھین لینگے اور ان کی جان کے علاوہ عزّت وآبرو پر بھی ڈاکہ ڈالیں گے بلکہ بورڈنگ کی عمارت کی طرف جائیں اور وہاں جا کر پناہ لیں۔چونکہ محلّہ میں ابھی تک بہت سی احمدی عورتیں اور بچّے موجود تھے اور غنڈے ملٹری اور پولیس کی پناہ میں آبادی میں داخل ہو رہے تھے اس لیے ہمارے نوجوان ان کی حفاظت کے لیے ملٹری اور پولیس کی گولیوں اور..... کرپانوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے ضروری مقامات پر پہنچ گئے۔ان نوجوانوں کو جہاں یہ ہدایت تھی کہ کسی موقع پر بھی پولیس اور ملٹری سے نہ ٹکرائیں خواہ وہ کتنا ہی ظلم و ستم کرے وہاں یہ بھی حکم تھا کہ اگر کسی عورت کی عصمت پر حملہ کیا جائے تو خواہ حملہ کرنے والا کوئی ہو اس کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور کسی قسم کے خطرہ کی کوئی پرواہ نہ کریں بلکہ مردانہ وار دادِ شجاعت دیں۔اس فرض کی ادائیگی کے لیے ہمارے عزیز بچّے برستی گولیوں اور چمکتی کرپانوں کے دوران اپنی اپنی مقررہ جگہ پر جم کر کھڑے ہو گئے اور اس طرح انہوں نے عورتوں اور بچوں اور نہتے مردوں کی جو ہزاروں کی تعداد میں محصور ہو چکے تھے گھروں سے نکلتے وقت قابلِ تعریف شجاعت کے ساتھ حفاظت کی۔سارے محلّہ میں ملٹری اور پولیس کی گولیوں اور وحشی کرپانوں نے قیامت برپا کر رکھی تھی۔انہوں نے خالی مکانوں میں گھس کر اور تالے توڑ کر لوٹ مار شروع کر دی تھی۔کئی لوگوں کو زخمی کر چکے تھے اور بہت بڑی تعداد میں جنگلی درندوں کی طرح شور مچاتے ہوئے اِدھر اُدھر دوڑ رہے تھے۔مگر احمدی عورتیں اور بچے پوری احتیاط اور حفاظت کے ساتھ گھروں سے نکل کر بورڈنگ میں پہنچائے جا رہے تھے۔اس وقت ہماری خواتین اور بچوں نے بھی بڑے حوصلے اور وقار کا اظہار کیا باوجودیکہ انتہائی خطرات ہر طرف سے انہیں گھیرے ہوئے تھے اور دیہاتی پناہ گزین عورتوں اور بچوں کی چیخ وپکار ہر چہار اطراف سے سنائی دے رہی تھی۔مگر کیا مجال کہ کسی احمدی عورت اور بچے نے کسی قسم کے خوف دوہراس کا اظہار کیا، یا اضطراب اور بیچینی کا کوئی کلمہ مُنہ سے نکالا۔ہمارا ہر مرد، ہر عورت بلکہ ہر بچہ رضا بالقضا کا بچہ نظر آرہا تھا اور چپ چاپ اس ہدایت پر عمل کرتے ہوئے کہ ملٹری اور فوج کا مقابلہ نہیں کرنا بھرے گھروں کو خالی کیا جا رہا تھا کیونکہ ملٹری اور مسلح پولیس ایک ایک مکان پر جا کر کہہ رہی تھی کہ فوراً مکان خالی کر دو ورنہ گولی چلا دی جائے گی اور جن.... کو ہم نے روک رکھا ہے قتل وغارت کا بازار گرم کر دیں گے۔اس ظالمانہ اور وحشیانہ حکم کو بعض جگہ پولیس اور ملٹری نے عملی جامہ بھی پہنایا۔چنانچہ میرے مکان کے

بالکل قریب مرزا احمد شفیع صاحب بی۔اے کو گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جب ظلم وستم اور جبر وتشدد کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو اکثر لوگ مکان خالی کر دینے پر مجبور ہو گئے اور ایسی حالت میں خالی کرنے پر مجبور ہو گئے کہ اکثر احباب بالکل خالی ہاتھ نکلے کیونکہ اگر کوئی کچھ لے کر نکلتا تو پولیس اور ملٹری کی موجودگی میں.....لوٹ لیتے اور ملٹری والے بھی اس میں حصہ دار ہوتے۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱،صفحہ:۲۰۶ تا ۲۰۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوری کوشش اس بات کی تھی کہ کسی نہ کسی طرح حالات کو قابو میں لایا جائے اور قادیان سے ہجرت نہ کرنی پڑے لیکن کوئی بات بنتی نظر نہ آتی تھی۔ایسی حالت میں جبکہ پورا مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا قادیان کے چند بے بس اور نہتے احمدی کیا کر سکتے تھے۔ انہیں اپنی موت کا خوف نہ تھا لیکن ایسے جب حکومت بھی یہ چاہتی تھی کہ قادیان احمدیوں سے خالی کروا لیا جائے اور اس کا لفظاً اظہار پہلی مرتبہ ۸ر ستمبر ۱۹۴۷ء کو کیا گیا۔''جبکہ قادیان کی پولیس چوکی کے انچارج ہزارہ سنگھ صاحب اور دوسرے سکھ سپاہیوں نے بٹالہ میں بعض ذمہ دار احمدیوں سے پوچھا کہ آپ کا قادیان خالی کرنے کے متعلق کیا ارادہ ہے؟ کیا اسے خالی نہیں کرنا؟'' (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۱،صفحہ:۳۴۱)

ایسی حالت میں جب کہ حکومت کی نظروں میں بھی قادیان کے احمدی کھٹک رہے تھے تو احمدیوں کی حملہ آوروں سے حفاظت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔اس پر یہ ضروری ہوا کہ فوری طور پر قادیان سے عورتوں اور بچوں کو باہر نکالا جائے جبکہ قادیان پوری طرح حملہ آوروں کے گھیرے میں تھا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت سے بات کر کے اور بعض پرائیویٹ لوگوں سے ٹرکوں کا انتظام کیا تا کہ کانوائے کی صورت میں یہ ٹرک قادیان جائیں اور وہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکال کر لائیں۔ایک کنوائے اسی غرض کے لئے لاہور سے قادیان کے لئے روانہ ہوا تھا۔لیکن اسکو بٹالہ میں ہی روک دیا گیا۔اور یہ کہا گیا کہ قادیان کی سڑک خراب ہے اس لئے وہاں کنوائے نہیں جا سکتا ہے۔جبکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔کنوائے کے ساتھ آنے والوں نے دو ٹرک اپنی آنکھوں سے قادیان سے آتے ہوئے دیکھے اس طرح ہر روز ملٹری کے ٹرک ملٹری کے تبادلوں کے لئے قادیان سے آتے جاتے تھے۔کنوائے کو قادیان نہ جانے دینے کا یہ صرف ایک بہانہ ہی تھا۔اس جگہ میں اپنی طرف سے کچھ نہ لکھتے ہوئے تاریخ احمدیت سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک مضمون پیش کرتا ہوں جس سے پہلی بار حملہ کی تفصیلات دنیا والوں کے سامنے آئیں۔اس کا مکمل متن یہ ہے۔

''اکتوبر کی پہلی تاریخ کو جب گورداسپور کی ملٹری نے قادیان میں کنوائے جانے کی ممانعت کردی تو میں اس وقت سمجھ گیا تھا کہ اب قادیان پر ظلم توڑے جائیں گے۔ لاہور میں کئی دوستوں کو میں نے یہ کہہ دیا تھا اور مغربی پنجاب کے بعض حکام کو بھی اپنے اس خیال کی اطلاع دے دی تھی۔ اس خطرہ کے مدنظر ہم نے کئی ذرائع سے مشرقی پنجاب کے حکام سے فون کر کے حالات معلوم کئے۔ لیکن ہمیں یہ جواب دیا گیا کہ قادیان میں بالکل خیریت ہے اور احمدی اپنے محلوں میں آرام سے بس رہے ہیں۔ صرف سڑکوں کی خرابی کی وجہ سے کنوائے کو روکا گیا۔ لیکن جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ لاہور ایویکوایشن کمانڈر کی طرف سے مشرقی پنجاب کے ملٹری حکام کو بعض کنوائز کی اطلاع دی گئی اور انہیں کہا کہ اگر قادیان کی طرف کنوائے جانے میں کوئی روک ہے تو آپ ہم کو بتا دیں۔ میجر چمنی سے بھی پوچھا گیا اور برگیڈیر پرنج پائے متعینہ گورداسپور سے بھی پوچھا گیا تو ان سب نے اطلاع دی کہ قادیان جانے میں کوئی روک نہیں۔ باوجود اس کے جب کنوائے گئے تو اُن کو بٹالہ اور گورداسپور سے واپس کر دیا گیا۔ یہ واقعات پہلے شائع ہو چکے ہیں۔ ان واقعات نے میرے شبہات کو اور بھی قوی کر دیا۔ آخر ایک دن ایک فون جو قادیان سے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے نام کیا گیا تھا اتفاقاً سیالکوٹ میں بھی سنا گیا۔ معلوم ہوا کہ قادیان پر دو۲ دن سے حملہ ہو رہا ہے اور بے انتہا ظلم توڑے جا رہے ہیں۔ پولیس حملہ آوروں کے آگے آگے چلتی ہے اور گولیاں مار مار کر احمدیوں کا صفایا کر رہی ہے۔ تب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔

دوسرے دن ایک سب انسپکٹر پولیس جو چھٹی پر قادیان گیا ہوا تھا کسی ذریعہ سے جس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں لاہور پہنچا اور اس نے بہت سی تفاصیل بیان کیں۔ اس کے بعد ایک ملٹری گاڑی میں جو قادیان بعض مغربی پنجاب کے افسروں کو قادیان کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی میں بعض اور لوگ تھے جنہوں نے اور تفصیل بیان کی ان حالات سے معلوم ہوا کہ حملہ سے پہلے کرفیو لگا دیا گیا تھا۔ پہلے قادیان کی پرانی آبادی پر جس میں احمدیہ جماعت کے مرکزی دفاتر واقع ہیں حملہ کیا گیا۔ اس حصہ کے لوگ اس حملہ کا مقابلہ کرنے لگے۔ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ باہر کے محلّوں پر بھی تھوڑی دیر بعد حملہ کر دیا گیا ہے۔ یہ لوگ سات گھنٹہ تک لڑتے رہے اور اس خیال میں رہے کہ یہ حملہ صرف مرکزی مقام پر ہے۔ باہر کے مقام محفوظ ہیں۔ چونکہ جماعت احمدیہ کا فیصلہ تھا کہ ہم نے حملہ نہیں کرنا بلکہ صرف دفاع کرنا ہے اس لئے تمام محلوں کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب تک ایک خاص اشارہ نہ کیا جائے کسی محلہ کو باقاعدہ لڑائی کی اجازت نہیں۔ جب افسر یہ تسلّی کر لیں کہ حملہ اتنا لمبا ہو گیا ہے کہ اب کوئی شخص یہ الزام نہیں لگا سکتا کہ احمدیت نے مقابلہ میں ابتدا کی

ہے، وہ مقررہ اشارہ کریں گے اس وقت جماعت منظّم طور پر مقابلہ کرے گی۔ اس فیصلہ میں ایک کوتاہی رہ گئی وہ یہ کہ اس بات کو نہیں سوچا گیا کہ اگر پولیس بیرونی شہر اور اندرونی شہر کے تعلقات کو کاٹ دے تو ایک دوسرے کے حالات کا علم نہ ہو سکے گا۔ پس ان حالات میں ہر محلّہ کا الگ کمانڈر مقرر ہو جانا چاہیئے جو ضرورت کے وقت آزادانہ کارروائی کر سکے۔ یہ غلطی اس وجہ سے ہوئی کہ قادیان کے لوگ فوجی تجربہ نہیں رکھتے وہ تو مبلغ، مدرّس، پروفیسر، تاجر اور زمیندار ہیں۔ ہر قسم کے فوجی نقطہ نگاہ پر حاوی ہونا ان کے لئے مشکل ہے۔ بہر حال یہ غلطی ہوئی اور باہر کے محلوں نے اس بات کا انتظار کیا کہ ہم کو وہ اشارہ ملے گا۔ تب ہم مقابلہ کریں گے۔ لیکن اس وقت اتفاق سے سب ذمہ دار کارکن مرکزی دفاتر میں تھے اور باہر کے محلوں میں کوئی ذمہ دار افسر نہیں تھا۔ اور مرکز کے لوگ غلطی سے یہ سمجھ رہے تھے کہ حملہ صرف مرکزی مقام پر ہے باہر کے محلّوں پر نہیں اور باہر کے محلے یہ سمجھ رہے تھے کہ ہمارے حالات کا علم مرکزی محلّوں کو ہوگا کسی مصلحت کی وجہ سے انہوں نے ہمیں مقابلہ کرنے کا اشارہ نہیں کیا۔ سات گھنٹہ کی لڑائی کے بعد جب مرکزی محلّہ پر زور بڑھا تو مرکزی محلّہ کی حفاظت کے لئے معین اشارہ کیا گیا مگر اس وقت تک بہت سے بیرونی محلوں کو پولیس اور ایک حد تک ملٹری کے حملے صاف کروا چکے تھے۔ حملہ آوروں کی بہادری کا یہ حال تھا کہ سات گھنٹہ کے حملہ کے بعد جب جوابی حملہ کا بگل بجایا گیا تو پانچ منٹ کے اندر پولیس اور حملہ آور جتھے بھاگ کر میدان خالی کر گئے۔ ان حملوں میں دو سو سے زیادہ آدمی مارے گئے لیکن ان کی لاشیں جماعت کو اُٹھانے نہیں دی گئیں تا ان کی تعداد کا بھی علم نہ ہو سکے اور ان کی شناخت بھی نہ ہو سکے۔ بغیر جنازہ کے اور بغیر اسلامی احکام کی ادائیگی کے یہ لوگ ظالم مشرقی پولیس کے ہاتھوں مختلف گڑھوں میں دبا دیئے گئے تا کہ دنیا کو اس ظلم کا اندازہ نہ ہو سکے جو اس دن قادیان میں مشرقی پنجاب کے حکام سے جو ہمیں اطلاع ملی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقامی حکام نے مرکزی حکام کو صرف یہ اطلاع دی کہ..... جتھوں نے احمدی محلوں پر حملہ کیا۔ تیس آدمی..... جتھوں کے مارے گئے اور تیس آدمی احمدیوں کے مارے گئے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دو سو سے زیادہ قادیان میں احمدی مارے گئے جن میں کچھ غیر احمدی بھی شامل تھے جیسا کہ آگے بتایا جائے گا اور..... بھی تیس سے زیادہ مارے گئے کیونکہ گو اس غلطی کی وجہ سے جو اوپر بیان ہو چکی ہے منظّم مقابلہ نہیں کیا۔ لیکن مختلف آدمی بھی حفاظتی چوکیوں پر تھے، انہوں نے اچھا مقابلہ کیا اور بہت سے حملہ آوروں کو مارا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب باہر سے پولیس اور..... حملہ کر رہے تھے اور ملٹری بھی ان کے ساتھ شامل تھی (گو کہا جاتا ہے کہ ملٹری کے اکثر سپاہیوں نے ہوا میں فائر کئے ہیں) اس وقت کچھ پولیس کے سپاہی محلوں کے اندر گھس گئے اور انہوں نے احمدیوں کو مجبور کیا کہ یہ

کرفیو کا وقت ہے اپنے گھروں میں گھس جائیں چنانچہ ایک احمدی گریجوایٹ[1] جو اپنے دروازے کے آگے کھڑا تھا اسے پولیس مین نے کہا کہ تم دروازے کے باہر کیوں کھڑے ہو۔ جب اس نے کہا کہ یہ میرا گھر ہے، میں اپنے گھر کے سامنے کھڑا ہوں تو اسے شوٹ کر دیا گیا اور جب وہ تڑپ رہا تھا تو سپاہی نے سنگین سے اس پر حملہ کر دیا اور تڑپتے ہوئے جسم پر سنگین مار مار کر اسے مار دیا۔ اس کے بعد بہت سے محلوں کو لوٹ لیا گیا اور اب ان کے اندر کسی ٹوٹے پھوٹے سامان یا بے قیمت چیزوں کے سوا کچھ باقی نہیں۔ مرکزی حصہ پر جو حملہ ہوا اس میں ایک شاندار واقعہ ہوا ہے جو قرونِ اولیٰ کی قربانیوں کی یاد دلاتا ہے۔ جب حملہ کرتے ہوئے پولیس اور..... شہر کے اندر گھس آئے اور شہر کے مغربی حصہ کے لوگوں کو مار پیٹ کر خالی کرانا چاہا اور وہ لوگ مشرقی حصہ میں منتقل ہو گئے تو معلوم ہوا کہ گلی کے پار ایک گھر میں چالیس عورتیں جمع تھیں وہ وہیں رہ گئی ہیں۔ بعض افسران کو نکلوانے کے لئے گلی کے سرے پر جو مکان تھا وہاں پہنچے اور ان کے نکالنے کے لئے دو نوجوانوں کو بھیجا یہ نوجوان جس وقت گلی پار کرنے لگے تو سامنے کی چھتوں سے پولیس نے ان پر بے تحاشا گولیاں چلانی شروع کیں اور وہ لوگ واپس گھر میں آنے پر مجبور ہو گئے۔ تب لکڑی کے تختے منگوا کر گلی کے مشرقی اور مغربی مکانوں کی دیواروں پر رکھ کر عورتوں کو وہاں سے نکالنے کی کوشش کی گئی۔ جو نوجوان اس کام کے لئے گئے ان میں ایک غلام محمد صاحب ولد مستری غلام قادر صاحب سیالکوٹ تھے اور دوسرے عبدالحق نام قادیان کے تھے جو احمدیت کی طرف مائل تو تھے مگر ابھی جماعت میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ یہ دونوں نوجوان برستی ہوئی گولیوں میں سے تختے پر سے کودتے ہوئے اس مکان میں چلے گئے جہاں چالیس[2] عورتیں محصور تھیں انہوں نے ایک ایک عورت کو کندھے پر اُٹھا کر تختے پر ڈالنا شروع کیا اور مشرقی مکان والوں نے انہیں کھینچ کھینچ کر اپنی طرف لانا شروع کیا۔ جب وہ اپنے خیال میں سب عورتوں کو نکال چکے اور خود واپس

---

[1] مرزا احمد شفیع صاحبؓ بی۔اے (ناقل)

[2] بعض احمدی عورتوں نے بھی اس دن شجاعت اور بہادری کا شاندار نمونہ دکھایا۔ چنانچہ سیدنا المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جب قادیان میں..... حملہ کیا تو شہر کے باہر کے ایک محلہ میں ایک جگہ پر عورتوں کو اکٹھا کیا گیا اور ان کی سردار بھی ایک عورت ہی بنائی گئی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی اس عورت نے مردوں سے بھی زیادہ بہادری کا نمونہ دکھایا۔ ان عورتوں کے متعلق یہ خبریں آئی تھیں کہ جب..... حملہ کرتے تو وہ عورتیں ان دیواروں پر چڑھ جاتیں جو حفاظت کی غرض سے بنائی گئی تھیں اور ان..... اور ہندوؤں کو جو تلواروں اور بندوقوں سے ان پر حملہ آور ہوتے تھے بھگا دیتی تھیں اور سب سے آگے وہ عورت ہوتی تھی جو بھیرہ کی رہنے والی تھی۔ اور ان کی سردار بنائی گئی تھی۔“ (رسالہ مصباح ماہ صلح/جنوری ۱۳۳۶ھ الازھار لذوات الخمار صفحہ ۱۷ ا بار دوم حصہ دوم)

آ گئے تو معلوم ہوا کہ انتالیس عورتیں آئی ہیں اور ایک بڑھیا عورت جو گولیوں سے ڈر کے مارے ایک کونے میں چھپی ہوئی تھی رہ گئی ہے اب ارد گرد کی چھتوں پر پولیس جتھوں کا ہجوم زیادہ ہو چکا تھا گولیاں بارش کی طرح گر رہی تھیں اور بظاہر اس مکان میں واپس جانا ناممکن تھا مگر میاں غلام محمد صاحب ولد میاں غلام قادر صاحب سیالکوٹی نے کہا جس طرح بھی ہو میں واپس جاؤں گا اور اس عورت کو بچا کر لاؤں گا اور وہ برستی ہوئی گولیوں میں جو نہ صرف درمیانی راستہ پر برسائی جا رہی تھیں بلکہ اس گھر پر بھی برس رہی تھیں جہاں احمدی کھڑے ہوئے بچاؤ کی کوشش کر رہے تھے کود کر اس تختے پر چڑھ گئے جو دونوں مکانوں کے درمیان پُل کے طور پر رکھا گیا تھا۔ جب وہ دوسرے مکان میں کود رہے تھے تو رائفل کی گولی ان کے پیٹ میں لگی اور وہ مکان کے اندر گر پڑے۔ مگر اس حالت میں بھی اس بہادر نوجوان نے اپنی تکلیف کی پروا نہ کی اور اس بڑھیا کو تلاش کر کے تختے پر چڑھانے کی کوشش کی لیکن شدید زخموں کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا اور دو تین کوششوں کے بعد نڈھال ہو کر گر گیا۔ اس پر میاں عبدالحق صاحب نے کہا کہ میں جا کر ان دونوں کے بچانے کی کوشش کرتا ہوں اور وہ کود کر اس تختہ پر چڑھ گئے۔ ان کو دیکھتے ہی ایک پولیس مین دوڑا ہوا آیا اور ایک پاس کے مکان سے صرف چند فٹ کے فاصلہ پر سے ان کی کمر میں گولی ماردی اور وہ وہیں فوت ہو گئے۔ جب حملہ آور بگل بجنے پر دوڑ گئے تو زخمی غلام محمد صاحب اور اس بڑھیا کو اس مکان سے نکالا گیا۔ چونکہ ہسپتال پر پولیس نے قبضہ کر لیا ہے اور وہاں سے مریضوں کو زبردستی نکال دیا ہے اور تمام ڈاکٹری آلات اور دوائیاں وہاں ہی پڑی ہیں، مریضوں اور زخمیوں کا علاج نہیں کیا جا سکتا اور یوں بھی غلام محمد صاحب شدید زخمی تھے معمولی علاج سے بچ نہ سکے اور چند گھنٹوں میں فوت ہو گئے مرنے سے پہلے انہوں نے ایک دوست کو بُلایا اور اسے یہ باتیں لکھوائیں کہ ''مجھے اسلام اور احمدیت پر پکا یقین ہے۔ میں اپنے ایمان پر قائم جان دیتا ہوں۔ میں اپنے گھر سے اسی لئے نکلا تھا کہ میں اسلام کے لئے جان دوں گا۔ آپ لوگ گواہ رہیں کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور جس مقصد کے لئے جان دینے کے لئے آیا تھا میں نے اس مقصد کے لئے جان دے دی جب میں گھر سے چلا تھا تو میری ماں نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا دیکھنا پیٹھ نہ دکھانا۔ میری ماں سے کہہ دینا کہ تمہارے بیٹے نے تمہاری وصیّت پوری کر دی اور پیٹھ نہیں دکھائی اور لڑتے ہوئے مارا گیا۔''

چونکہ ظالم پولیس نے سب راستوں کو روکا ہوا ہے مقتولین کو مقبروں میں دفن نہیں کیا جا سکا اس لئے جو لوگ فوت ہوتے ہیں یا قتل ہوتے ہیں انہیں گھروں میں ہی دفن کیا جاتا ہے۔ ان نوجوانوں کو بھی گھروں میں ہی دفن کرنا پڑا۔ اور میاں غلام محمد اور عبدالحق دونوں کی لاشیں میرے مکان کے ایک صحن میں پہلو بہ پہلو سپرد

خاک کردی گئیں۔

یہ دونوں بہادر اور سینکڑوں اور آدمی اس وقت منوں مٹی کے نیچے دفن ہیں لیکن انہوں نے اپنی قوم کی عزت کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ مرنے والے مر گئے۔ انہوں نے بہر حال مرنا ہی تھا۔ اگر اور کسی صورت میں مرتے تو ان کے نام کو یاد رکھنے والا کوئی نہ ہوتا اور وہ اپنے دین کی حفاظت اور اسلام کا جھنڈا اُونچا رکھنے کے لئے مرے ہیں۔ اس لئے حقیقتاً وہ زندہ ہیں۔ اور آپ ہی زندہ نہیں بلکہ اپنے بہادرانہ کاموں کی وجہ سے آئندہ اپنی قوم کو زندہ رکھتے چلے جائیں گے۔ ہر نوجوان کہے گا کہ جو قربانی ان نوجوانوں نے کی وہ ہمارے لئے کیوں ناممکن ہے۔ جو نمونہ انہوں نے دکھایا وہ ہم کیوں نہیں دکھا سکتے۔ خدا کی رحمتیں ان لوگوں پر نازل ہوں اور ان کا نیک نمونہ مسلمانوں کے خون کو گرماتا رہے اور اسلام کا جھنڈا ہندوستان میں سرنگوں نہ ہو۔

اسلام زندہ باد! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ باد!

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۱۱، صفحہ: ۱۸۵ تا ۱۹۱)

خدا تعالیٰ کا یہ خاص فضل اور احسان تھا کہ جماعت کو ایک اولوالعزم خلیفہ ملا ہوا تھا۔ اور جماعت بھی ایسی اولوالعزم تھی کہ اس کی ایک آواز پر جانیں فدا کر دے۔ قادیان میں لوٹ مار کا دور دورہ تھا اس پر بس نہ تھی اگر کوئی بیچارہ یہاں سے جاتے ہوئے کچھ سامان اپنے ساتھ لیجانا چاہتا تو اس کی بھی اجازت نہ دی جاتی اگرچہ افراد جماعت ایک نظام کے تحت ہی قادیان سے ہجرت کر کے لاہور جا رہے تھے تب بھی قزاقوں کے ہاتھوں بچنا بڑا مشکل امر تھا۔ پیدل چلنے والوں کا تو خدا ہی حافظ اس کی روئیداد بیان کرنے کی بھی طاقت نہیں۔ پیدل چلنے والا سامان اپنے ساتھ کیا لیجائے گا۔ خود کو لیکر چلنا بھی اس پر بھاری تھا۔ اگرچہ ملٹری ساتھ ہوتی مگر وہ بھی لوٹتی حملہ آور تو حملہ ہی لوٹنے کے لئے کرتے تھے نہتھے نوجوانوں کو تہہ تیغ کر دیا جاتا جوان عورتیں اُٹھالی جاتیں اور بوڑھوں کو مارتے پیٹتے پاکستان کی طرف دھکیل دیا جاتا۔ لاشوں کو اُٹھانے اور دبانے والا کوئی نہ ملتا تھا۔

سردار گورچرن سنگھ صاحب کاہلوں جو خود سیالکوٹ کے علاقہ سے مشرقی پنجاب آئے تھے اور اوّل قادیان میں آکر ہی رہائش اختیار کی بعد میں قادیان کے مشرقی جانب بسراواں میں بس گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم قادیان کے قریب قریب پہنچے تو ایک قافلہ قادیان کی جانب سے ہی نکل کر پاکستان کی طرف جا رہا تھا جس پر حملے ہوتے میں نے خود دیکھے اس وقت میں بھی جوان تھا اور میرا بھائی بھی ہم نے بھی اس

موقعہ سے کچھ فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کی قافلہ نہر کے قریب سے گزر رہا تھا قتل وغارت کا بازار گرم تھا کہ ایک ملٹری جیپ نہر کی پٹڑی پر آ گئی اس نے یہ کشت وخون ہوتے دیکھا اور حملہ آوروں پر گولی چلانی شروع کر دی ملٹری جیپ میں بیٹھا گولی چلانے والا کوئی انگریز تھا۔ اس سے بڑی بھگدڑ مچی اور کئی حملہ آور مارے بھی گئے۔ اسی اثناء میں ہم دونوں بھائی بچھڑ گئے۔ بھاگتے ہوئے دیکھا کہ بہت سے سکھ بھی مارے گئے تھے اس غم میں کہ کہیں میرے بھائی کو بھی گولی نہ لگ گئی ہو میں نڈھال ہو کر ہر سکھ کی لاش کے پاس جاتا اور اسکو پہچاننے کی کوشش کرتا لیکن پرماتما کا شکر ہوا کہ وہ جلد ہی مجھ سے آن ملا اور ہم دونوں بھائی خالی ہاتھ وہاں سے اپنی جان بچا کر واپس آ گئے۔ البتہ راستہ میں ایک بھینس مل گئی وہ ساتھ لے آئے۔

لوٹ کھسوٹ کے ایسے واقعات پنجاب میں ہر جگہ ہوئے۔ کسی واقعہ کو تاریخ نے نوٹ کیا اور کسی واقعہ کے چشم دید گواہ ایسے واقعات کی نذر ہو کر اس دارفانی سے کوچ کر گئے۔ قادیان میں بسنے والوں کا اوّل تو قادیان چھوڑ کر کسی اور طرف جانے کا ارادہ ہی نہ تھا اگر کسی کے دل میں کوئی بات آئی بھی تھی تو وہ بھی صرف اس قدر کہ ہم کو چند دنوں کے لئے قادیان سے باہر یا اپنے گھروں سے باہر کسی پناہ گاہ میں رہنا ہوگا اور پھر جلد ہی ہم اپنے گھروں میں واپس آ جائیں گے۔ اس لئے بہت سے گھر والوں نے زمین کھود کھود کر اپنے سامان اُس میں دفن کر دیئے خود ہمارے والد صاحب اور ہمارے چچا نے بھی ایسا ہی کیا گھر کے صحن میں گڑھا کھودا اور سارا سامان پیٹیوں میں ڈال کر دبا دیا لیکن جب گھروں سے نکلے تو واپس اپنے گھروں میں نہ جا سکے اور اگر بعد میں کسی وقت گئے بھی تو گھروں کو اُجڑا ہوا اور خالی پایا۔ چند دنوں میں بارش نے ہر اس جگہ کی نشاندہی کر دی تھی جہاں چند دن قبل ہی سامان دبائے گئے تھے۔

قادیان کے بارے میں اعلیٰ افسران کی نظریں بدل چکی تھیں اور ہر طرف سے دباؤ ڈال کر اس کو کسی نہ کسی طرح جلد خالی کروانا چاہتے تھے۔ ایسے حالات کے پیش نظر جماعت نے چاہا کہ ایسے ریکارڈ جن کو محفوظ رکھنا نہایت ضروری ہے کسی محفوظ جگہ تک پہنچائے جائیں قادیان کے مقامی افسروں نے اس میں بھی روکاوٹیں پیدا کر دیں۔ وقتاً فوقتاً خلیفۂ وقت کی ھدایات جو قادیان تک پہنچتی تھیں وہ ہوائی جہاز کے ذریعہ ہی آتی تھیں۔ شروع شروع میں اُسے قادیان میں اترنے دیا جاتا رہا لیکن بعد میں اس پر بھی پابندی لگا دی تاہم ضروری ہدایات جہاز بنا اتارے یونہی پہنچا دی جاتیں۔ لیکن یہ بات بھی افسران کو کب برداشت ہو سکتی تھی۔ افسران کی جانب سے جہاز کی آمد پر اس پر گولیاں بھی برسائی جانے لگیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہر نقصان سے محفوظ رکھا۔ جلد ہی یہ رابطہ بھی بند کر دیا گیا۔ اس دوران ہی جماعتی اداروں پر قبضہ بھی شروع ہو گیا۔ نور

ہسپتال کی بلڈنگ پر بھی قبضہ کرلیا گیا اور جماعت کو وہاں سے بے دخل کر دیا اور جلد ہی قبضہ کر کے ضیاء الاسلام پریس تک کو فروخت کر دیا گیا۔

حالاتِ قادیان کے متعلق لاہور میں پریس کانفرنس

قادیان میں ہونے والے واقعات کو حکومت کی طرف سے پوری طرح چھپایا جا رہا تھا۔لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ پریس کے ذریعہ قادیان کے حالات سے لوگوں کو مطلع کروایا جائے۔اس کے پیش نظر آپ نے لاہور میں ۱۶/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش ۱۹۴۷ء کو ایک پریس کانفرنس کی۔ جس میں آپ نے قادیان کے حالات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''قادیان کے مقامی افسر اب ہم کو قادیان سے ایسی چیزیں اور سامان بھی نہیں لانے دیتے جس کی ان کو تو ضرورت نہیں مگر ہمارے لئے وہ نہایت ضروری ہے۔مثلاً ہماری لائبریری کو جس میں ہماری مذہبی علمی کتب کا نہایت قیمتی ذخیرہ ہے جن میں بعض عربی کے قلمی نسخے بھی ہیں بند کر کے مہر لگا دی گئی ہے۔نیز ہمارے ضیاء الاسلام پریس کو بھی جس سے الفضل چھپتا تھا سیل کر دیا گیا ہے۔ پھر ہماری ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا سامان ہے۔ڈاکٹر بھٹنا گر نے جب وہ قادیان گئے تھے تو انہوں نے بھی کہا تھا کہ ہندوستان کے بہترین انسٹی ٹیوٹوں میں اس کا شمار ہوسکتا ہے۔لیکن مسلمانوں کا تو یہ واحد سائنس کا ادارہ ہے وہ بھی ضبط ہو گیا ہے۔فسادات کی وجہ سے ہمارا یہ کام دو سال پیچھے جا پڑا۔

آپ نے فرمایا- اب ہمارے ٹرک جو قادیان سے عورتوں اور بچوں کے لینے کے لئے گئے تھے پہلے ان کو باہر ہی روک دیا گیا۔پھر جب وہ باہر سامان اور بچوں اور عورتوں کو لے کر نکلے تو.....اور پولیس نے حملہ کر کے سامان لوٹ لیا۔حالانکہ یہاں سے ہندو اور سکھ پناہ گزین بہت سا سامان ساتھ لے جاتے ہیں مگر اُدھر سے مسلمانوں کا سامان نہیں آنے دیا جاتا۔

آپ نے کہا کہ قادیان کی بڑی آبادی کو نہایت چھوٹی سی جگہ میں مقید کر دیا گیا ہے۔ یہانتک کہ کثرت نفوس کی وجہ سے ٹخنوں ٹخنوں تک غلاظت جمع ہوگئی تھی جس کو ہمارے لڑکوں اور دیگر احمدیوں نے خود صاف کیا۔ہسپتال بھی ہمارے قبضہ سے لے لیا گیا ہے اور زخمیوں اور بیماروں کو وہاں سے نکال دیا گیا ہے جن کا اب علاج کرنا بھی مُشکل ہو گیا ہے۔آپ نے کہا کہ ہمارے ۲۰۰ آدمی وہاں حملوں میں مارے

گئے ہیں۔ قادیان میں دونوں حکومتوں کے نمائندے جنرل کری اپاّ کے حکم سے تحقیقات کے لئے گئے تھے لیکن جنرل تھمایا نے حکومت ہندوستان کو بالکل خلافِ واقعہ رپورٹ دی ہے۔ اتنے بڑے افسر سے اتنی امید نہ تھی۔ آپ کو قادیان میں اس وفد کے سامنے ہمارے لوگوں نے واضح طور پر بتا دیا تھا کہ ۲۰۰ مسلمان شہید ہوئے ہیں اور حملہ کروا کر ہمارے محلوں کو لوٹ لیا اور خالی کرالیا گیا اور بے شمار مال لوٹ لیا گیا اس پر جب جنرل تھمایا نے سوال کیا کہ میری رپورٹ تو یہ ہے کہ صرف تیس آدمی مرے ہیں۔ تو میرے بڑے لڑکے نے بتایا کہ میں آپ کو صرف ایک گڑھا ایسا بتا سکتا ہوں جس میں ۴۰ مسلمان دبے پڑے ہیں اور ابھی اور بھی بہت سے گڑھے ہیں۔ اس پر تھمایا صاحب خاموش ہو گئے مگر پھر بھی بیان اس کے خلاف دیا۔ جن پناہ گزینوں کو قافلوں کی صورت میں قادیان سے بالجبر بھیجا گیا تھا ان کو خوراک نہیں دی گئی۔

ایک عورت کا بیان ہے کہ اس نے چھ دن شیشم کے پتے کھا کر گذارے۔ ہماری جماعت نے قادیان سے قافلے کے لئے ۲۰ بوری گندم اُبال کر افسروں کی خواہش پر بھیجی مگر وہ بھی اُن کو نہ دی گئی اور جانوروں کو کھلا دی گئی۔

پھر کئی دن کے بعد ان کو آدھی آدھی روٹی دی گئی اور ساتھ یہ کہا کہ ہم نے مسٹر جناح اور تمہارے خلیفہ کو تار دی تھی مگر انہوں نے روٹی نہیں دی مگر آج نہرو جی کی طرف سے تم کو کھلائی جاتی ہے۔

ان حالات کے باوجود ہمارا پختہ ارادہ ہے کہ جب تک حکومتِ ہندوستان ہم کو قادیان سے نکل جانے کا حکم نہیں دے گی ہمارے آدمی قادیان کو نہیں چھوڑیں گے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے نوجوان وہاں مارے جائیں گے مگر قومیں قربانی کے بغیر ترقی نہیں کرسکتیں۔ اگر ہم آج قربانیاں نہ دیں گے تو ہماری آئندہ نسلوں کو بھی قربانیاں دینے کی تحریک نہ ہوگی۔

آپ نے فرمایا کہ میرے لڑکے نے بذریعہ فون مجھے بتایا ہے کہ ایک اکالی لیڈر نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر ننکانہ صاحب کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا ہمیں یقین دلایا جائے تو ہم قادیان کے مقدس حصہ کو آباد رہنے دیں گے۔

مگر یہ صرف قادیان کا سوال نہیں بلکہ اسلامی مقدس مقامات کا سوال ہے مثلاً سرہند، درگاہ نظام الدین اولیاء، درگاہ اجمیر شریف وغیرہ۔ ان کے متعلق باعزت سمجھوتہ کی کوشش ہونی چاہئے۔

آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں ہمارے مقدس مقامات جو مشرقی پنجاب اور ہندوستان میں واقع

ہیں ہمیں ان کو بغیر قربانی کے کبھی نہیں چھوڑنا چاہیئے کیونکہ قومی زندگی کے لئے ایسی قربانیاں نہایت ضروری ہوتی ہیں۔" (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۱۹۳ تا ۱۹۵)

قادیان سے لوگوں کی محبت اور مجاہدانہ عزم

مشرقی پنجاب میں ایک طرف قتل و غارت کا بازار گرم تھا لوگوں کے خون سے ہولی کھیلی جارہی تھی بڑے بڑے دل والوں کا بھی پتہ پانی ہوتا تھا وہاں کے حالات جو سنتا اُسکے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہر طرف نفسا نفسی کا عالم تھا۔ قادیان پر حملے جاری تھے۔ ایسی حالت میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جلد سے جلد کسی محفوظ مقام پر پہنچے اور اپنی جان کی خیر منائے۔ ایسے حالات میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعتوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ بذریعہ قرعہ اندازی نوجوانوں کو قادیان کی حفاظت کے لئے بھجوائیں حضورؓ کی اس تحریک پر کئی احمدی جماعتوں نے بڑے جوش وخروش سے اور والہانہ عشق ومحبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس طرح اپنے آپ کو پیش کیا وہ آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے قابل رشک ہوگا۔ حضورؓ کی اس تحریک پر لکھنؤ اور کیرالہ تک سے بھی مخلصین نہایت دشوار گزار راستوں سے محض حفاظت مرکز کے لئے لاہور پہنچے تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کراچی کے احباب جماعت کا ذکر کرتے ہوئے اور پوری جماعت کے لئے قابل تقلید مثال قرار دیتے ہوئے ۱۲ رتبوک ستمبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا۔

"...جیسے کراچی کے دوستوں نے نمونہ دکھایا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ ہم قادیان جائیں گے اور چونکہ وہاں سرکاری محکموں میں احمدی زیادہ ہیں دفتر والوں نے سمجھا کہ اگر سب احمدی چلے گئے تو کام بند ہوجائے گا اس لئے انہوں نے چھٹی دینے سے انکار کردیا۔ اس پر کئی احمدیوں نے اپنے استعفاء نکال کر رکھ دیئے کہ اگر یہ بات ہے تو ہم اپنی ملازمت سے مستعفی ہونے کے لئے تیار ہیں۔ ایک اخبار جو احمدیت کا شدید ترین دشمن تھا میں نے خود اس کا ایک تراشہ پڑھا ہے جس میں وہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ ہوتا ہے ایمان۔

یہ لوگ ہیں جنہوں نے اخلاص کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا عزت سے نام لیا جائے گا اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا احمدیت کی تاریخ میں نام لکھا جائیگا۔"

(الفضل ۳۰ رتبوک رستمبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء صفحہ: ۲ کالم ۳-۴ بحوالہ تاریخ احمدیت)

یہ تو باہر سے قادیان آنے والوں کے اخلاص کا نمونہ تھا اس سے بھی بڑھ کر خود قادیان والوں نے نمونہ پیش کیا اور بہت سے مخلصین نے اپنے آپ کو مرکز کی حفاظت کے لئے پیش کر دیا۔ بلکہ حقیقت یہ تھی کہ کیا مرد اور کیا عورتیں اور کیا بچے سب مجبور کر کے قادیان سے نکالے جا رہے تھے۔ اپنی خوشی سے کوئی ایک بھی قادیان سے جانے کو تیار نہ تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جب قادیان سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کی خاطر کنوائے کا انتظام فرمایا تو ہدایت یہ ہی تھی کہ ان میں مرد نہ آئیں بلکہ صرف عورتیں اور بچے ہی آئیں گے والدہ محترمہ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ یعنی ہماری نانی جو ایسے خطرناک اور مخدوش حالات میں بھی قادیان کو چھوڑ کر بالکل نہ جانا چاہتی تھیں اُن کو ہمارے نانا بابا نور احمد صاحب نے بڑی مشکل سے سمجھا بجھا کر ایک ٹرک میں سوار کروایا اور اپنی طرف سے اطمینان کی سانس لی لیکن ٹرک پر بٹھا آنے کے بعد جب گھر پہنچے تو نانی صاحبہ پہلے سے گھر پر موجود تھیں۔ اور ایک ہی رٹ تھی کہ میں قادیان سے نہیں جاؤنگی یہیں مروں گی۔ یہ صرف اور صرف قادیان سے غیر معمولی محبت کا نتیجہ تھا کہ اس محبت میں کوئی خوف روک نہیں بنا۔ آخر خدا تعالیٰ کو بھی اُن کی یہ ادا پسند آئی اور ہمارے نانا جان کو درویشی ملی اور نانی جان بھی واپس قادیان آگئیں جن کا نام حسین بی بی تھا۔ اور آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی وفات قادیان میں ہی ہوئی آپ موصیہ بھی تھیں اس لئے آپ نے مقبرہ بہشتی میں جگہ پائی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے صبر و استقلال اور بہادری کے وہ نمونے پیش کئے جس سے ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی قربانیوں کی یاد تازہ ہوگئی۔ موت کو سامنے دیکھتے ہوئے بے خوفی سے عزم و استقلال دکھایا وہ رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے۔ ان مجاہدانہ عزم و استقلال کے لبریز نمونے اُن خطوط سے ظاہر ہوتے ہیں جو قادیان کے محافظ شیدائیوں نے اپنے بزرگوں یا عزیز و اقارب کو لکھے۔ ایک مخلص احمدی نوجوان نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعودؓ کی خدمت میں لکھا:

''قسم ہے اس خدا کی جس نے قادیان کو اشاعتِ اسلام کا مرکز بنایا۔ ہماری وہ رات جو پہرہ پر گزرتی ہے اس دن سے زیادہ پرسکون ہوتی ہے جو گھر میں گزرتا ہے۔ ہمارے دل میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ رات لمبی ہو جائے اور دن کم ہو جائے۔ رات کو ہم پہرہ دار خدا کے وعدوں کا ذکر کر کے اور موجودہ نشانات کو یاد کر کے اپنے دلوں کو نہایت مضبوط اور طاقتور بنا لیتے ہیں... حضور ہماری استقامت کے لئے دُعا فرمائیں۔''

(الفضل ۲۷ رتبوک رستمبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء)

ایک اور احمدی جوان نے اپنے والد کی خدمت میں لکھا:

''...اب تک مجھے چار مواقع پیش آ چکے ہیں جن سے محض دستِ قدرت نے مجھے بچا لیا۔ مگر بفضلِ خدا چاروں مواقع پر خوف دو ہراس میرے پاس تک نہیں پھٹکے۔ بلکہ جوں جوں خطرہ بڑھتا جاتا توں توں میرا دل اور مضبوط ہوتا جاتا۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک

الغرض جب میں اللہ تعالیٰ کے انعامات کا خیال کرتا ہوں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ میں خوش وخرم ہوں۔ البتہ جب کبھی ان مقامات مقدسہ اور دیارِ حبیب کے فراق کا خیال کرتا ہوں تو دل سے ایک آہ نکل جاتی ہے اور کہتا ہوں کہ میں اس مقدس بستی ہی کی حفاظت کرتے ہوئے اُس امانت کو جو خدا تعالیٰ نے مجھے ودیعت کر رکھی ہے اس کے حضور پیش کر دوں۔ تا اس منحوس گھڑی کو جو بظاہر قریب سے قریب تر ہوتی نظر آ رہی ہے نہ دیکھوں۔''

''دعاؤں کی ضرورت ہے کہ اللہ کریم مجھے استقلال بخشے۔ علوم ظاہری و باطنی اور نورِ ایمان سے منور کر کے خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین! میرا جینا اور میرا مرنا خدا ہی کے لئے ہو اور اس کی رضا جوئی میرا منتہائے مقصود۔ میرا آقا مجھ سے راضی ہو اور میں اس سے۔ آمین''

''آپ کی طرف خط لکھنے سے پہلے حضرت صاحب کی طرف خط لکھ کے فارغ ہوا ہوں۔ کہ خواہ قرعہ میرے نام نکلے بھی، میں قادیان ہی میں رہنا چاہتا ہوں۔ سچ تو یہ ہے کہ جان وہی ہے جو اسلام اور احمدیت کے کام آئے۔ یوں تو موت ہر کسی کے لئے مقدر ہے کوئی فردِ بشر نہیں جو اس سے بچ سکا ہو تو اس سے ڈرنے کے کیا معنی۔ یہ گھڑی آج نہیں تو کل ضرور آ کر رہے گی۔ پھر کیوں نہ اس جان کو دین کی راہ میں نچھاور کریں۔ ۱۰/اکتوبر ۱۱ بجے شب۔'' (الفضل ۲۴/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ھش ۱۹۴۷ء)

رشید احمد صاحب سیالکوٹی نے ایک خط اپنی والدہ صاحبہ کے نام بھیجا جس میں لکھا:

''جب آپ قادیان سے روانہ ہو رہی تھیں تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے مگر میں نے آپ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ ہم کو دیکھ کر رو رہے ہیں تو میں آپ سے نہیں بولوں گا...

...ہمیں اب آپ سے زیادہ محبت اسلام اور احمدیت سے ہے۔ آپ کا بیشک ہم پر بہت بڑا احسان ہے جو کہ زندگی بھر ہم نہیں بھلا سکتے اور ہم انشاء اللہ نہیں بھلائیں گے۔ مگر آپ ذرہ بھر کے لئے سوچیں تو سہی کہ اگر ہم پیدا ہی نہ ہوتے تو، پھر اب ہم جبکہ پیدا ہو گئے ہوئے ہیں اور اب ہم جوان ہیں اور خدا تعالیٰ نے احمدیت کی خاطر صحیح معنوں میں قربانی مانگی ہے ہمیں بہت خوشی ہے۔''

''اسلام اور احمدیت کا مرکز قادیان اس وقت خطرہ میں ہے اور وہ ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس کی حفاظت کریں۔ گو حفاظت خدا تعالیٰ نے کرنی ہے ہم نے تو لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا ہے۔ پس میں آپ کو مطلع کر دینا چاہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں خنساء نامی عورت نے اپنے تینوں بیٹوں سے کہا کہ جاؤ بیٹا اسلام کی خاطر تم لڑو۔ یا تو تم لڑائی میں مارے جانا اور یا غازی ہو کر واپس لوٹنا۔ اسی طرح وہاں تو عورت نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا۔ میں تیرا بیٹا ماں سے کہتا ہوں کہ میں قادیان میں ہی رہوں گا اور تم کو اس وقت تک نہیں ملوں گا جب تک یا تو قادیان کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں یا قادیان کو واپس لے لوں اور یا حضور کے حکم سے مجھے بلا لیا جائے۔''

(الفضل ۷ر نومبر/ نبوت ۱۳۲۶ اھش ۱۹۴۷ء صفحہ:۳)

یہ تو اُن لوگوں کی محبتِ قادیان کا نمونہ ہے جو قادیان میں حفاظتِ مرکز کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر لئے بیٹھے تھے۔ لیکن وہ لوگ جو قادیان سے باہر بیٹھے تھے وہ بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کے لئے بیتاب تھے۔ قادیان سے محبت کے تئیں اُن کے جذبات قابل تقلید ہیں۔ قادیان سے دور بیٹھے قادیان والوں پر رشک کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے خطوط کے بھی چند نمونے یہاں پیش کرتا ہوں۔

محترم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم (سابق امیر المجاہدین ملکانہ) کراچی نے اپنے بیٹے مکرم یونس احمد صاحب اسلم کو حسب ذیل خط لکھا۔ (یونس احمد صاحب اسلم درویشان میں شامل تھے اور قادیان ہی میں وفات پائی۔)

''تمہارا ایک خط مجھے ۲۴ر ستمبر کو ملا تھا وہ بھی ۷ار ستمبر کو لکھا ہوا تھا۔ اب جبکہ قادیان پر حملے شروع ہیں کوئی خیریت نامہ تمہارا نہیں ملا۔ میں اور تمہاری والدہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہیں۔ تمہارے لئے میرا یہی کہنا ہے بزدلی نہ دکھانا۔ موت صرف ایک دفعہ آئے گی۔ اگر ابھی تمہارا وقت نہیں آیا تو کوئی طاقت تمہاری زندگی کو ختم نہیں کر سکتی اور اگر شہادت کی نعمت تمہاری قسمت میں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر بڑا افضل ہوگا اور ساتھ ہی میری گردن بھی اُونچی ہوگی۔ دُنیا چند روزہ ہے۔ ایسے نازک وقت اگر یہ خط تم کو مل جائے تو ہم سب کے لئے دُعا کرنا اور میرے گناہوں کی معافی خدا تعالیٰ سے مانگنا۔ ہم سب تمہارے لئے دُعا کرتے ہیں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ تمہارا حافظ و ناصر خدا تعالیٰ ہی ہے۔ اسی پر کامل یقین رکھو اور قادیان کی حفاظت کو مدنظر۔ فقط''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ:۱۳۳)

محترم مولوی عبد الکریم صاحب شرما واقف زندگی (سابق مبلغ مشرقی افریقہ) نے اپنے والد ماجد

جناب عبدالرحیم صاحب شرما اور عبدالرشید صاحب شرما اور عبدالحفیظ صاحب شرما قادیان میں مقیم بھائیوں کو حسب ذیل خط لکھا:

''قادیان کے بارہ میں جو خبریں آرہی ہیں اُن سے دل پھٹا جارہا ہے۔ وہ پیاری بستی جو ہمیں دُنیا کی سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اس پر دشمن قابض ہوگیا ہے۔ آپ لوگ بہت ہی خوش قسمت ہیں کہ آپ کو اپنے پیارے امام کی ہدایت کے مطابق قادیان کی خدمت کا موقع ملا ہوا ہے۔ قادیان کی حالت ایسی ہے کہ وہاں رہنے کا بظاہر انجام ظاہر ہے۔ مگر انسان کی زندگی کے چند دن ہیں۔ ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ وہ موت کیا ہے؟ مبارک موت ہے جو شہادت کی موت ہو۔ خدا جانتا ہے کہ میرا دل بھی چاہتا ہے کہ ایسے موقع پر آپ لوگوں کے ساتھ ہی مروں مگر مجبور ہوں آنہیں سکتا۔ ہم آپ لوگوں کے لئے دُعا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اگر خدا تعالیٰ کو ہم سے کسی کی شہادت ہی منظور ہو تو چاہیے کہ ہم میں سے کوئی کمزوری نہ دکھائے اور اس امتحان کے موقع پر اپنے خاندان کی لاج رکھ لے۔''

(۸/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء)

اہلیہ صاحبہ محترم حسن محمد خاں عارف وکیل التجارت کا مراسلہ اپنے شوہر کے نام:

''خدا کرے آپ لوگ جلد قادیان کو فتح کرلیں۔ خدا آپ کا اور سب کا حامی و مددگار ہو۔ اسکا فضل آپ سب کے شامل حال رہے۔ اور آپ ایسی خدمت دین بجا لائیں کہ خدا آپ سے خوش ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ اپنی رحمتیں اور برکتیں آپ لوگوں پر نازل فرمائے۔''

(۹/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء) (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۱۳۵)

اسی طرح چوہدری حاجی اللہ بخش صاحب چندر کے منگولے ضلع سیالکوٹ نے اپنے بیٹے مکرم چوہدری محمد اسحٰق صاحب سابق مبلغ چین ومکرم بشیر احمد صاحب کے نام حسب ذیل خط لکھا:

''میرے پیارے لختِ جگر محمد اسحٰق و بشیر احمد

اللہ تعالیٰ ہر آن تم دونوں کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مدت سے تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ آج ۲۴-۱۰-۴۷ کو عزیز محمد عبداللہ صاحب کیپٹن ٹرک لے کر یہاں اپنی بیوی کو لینے آئے۔ ان سے دارالامان کے حالات معلوم ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ پولیس نے تلاشیاں لے کر پہلے اہل قادیان کو نہتہ کیا۔ اور پھر...... حملہ کیا اور پولیس اور ملٹری نے ہمارے احمدیوں کا قتل عام کیا اور

دو سو سے اوپر احمدی شہید ہو کر جنت میں جا پہنچے۔ سُنا ہے کہ حملہ دارالرحمت پر ہوا۔ اور تم دونوں بھی دارالرحمت میں تھے۔ اگر تم شہید ہو گئے ہو تو اپنی مراد کو پہنچ گئے ہو۔ اس صورت میں میں عثمان غنی کو بھی جلدی قادیان بھیج دوں گا۔ اگر تم زندہ ہو تو مجھے یقین ہے کہ تم نے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا ہوگا۔ تم نے احمدی باپ سے پرورش پائی ہے اور احمدی ماں کا دودھ پیا ہوا ہے۔ دارالامان سے پیارا ہمیں اور کچھ نہیں۔ شعائر اللہ ہمارے پاس ہیں اور میری تمہیں نصیحت ہے کہ تمہارے جیتے جی شعائر اللہ تک دشمن نہ آئے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت کچھ دے رکھا ہے اور تم قطعاً پرواہ نہ کرو کہ تمہارے بعد ہمارا کیا بنے گا۔ جب سے دارالامان پر حملے کا سُنا ہے سخت بیقراری اور بے چینی ہے اور میرا تو پیشہ ہی رونا ہو گیا ہے۔''

(۲۴/اخاء/تبوک ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء) (بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۱۳۹، ۱۴۰)

ایسے جذبات سے بھرے بہت سے خط ہیں لیکن خاکسار نے اُن میں سے چند خطوط کو ہی بطور نمونہ پیش کیا ہے۔

انخلاءِ قادیان اور حفاظتِ قادیان

قادیان کے بگڑتے ہوئے حالات کو دیکھتے ہوئے عورتوں اور بچوں کو تو قرعہ اندازی کے ذریعہ قادیان سے کنوائے کے ذریعہ نکالا جا رہا تھا لیکن مقامات مقدسہ کو غیروں کے حوالے کر دینا ممکن نہ تھا۔ اس لئے یہ ضروری خیال کیا گیا کہ اگرچہ پورے قادیان کی حفاظت تو ممکن نہیں رہی لیکن مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کرنی ہی ہوگی۔ اس تعلق سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ماہ اکتوبر کے دوسرے ہفتے کے شروع میں ایک خط کے ذریعہ قادیان کے مرکزی عہدیداروں سے مشورہ طلب کیا کہ آئندہ حفاظت قادیان کے تعلق سے کیا صورت اختیار کی جائے اور مستقبل میں احمدی آبادی کس رنگ میں وہاں رہے گی۔

حضورؓ کے اس ارشاد پر قادیان کے چند مخصوص اور سربرآوردہ اشخاص کی ایک میٹنگ بلائی گئی اس وقت کے امیر مقامی صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب نے (جو کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے چلے جانے پر امیر مقرر ہوئے تھے) ۱۱/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کی اس میٹنگ کی روئیداد حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ارسال کی جس میں آپ نے لکھا:

''ان احباب کا خیال ہے کہ یہ لوگ نہ تو کالج ہمیں واپس کریں گے اور نہ مکانات کو اب خالی کریں گے اس لئے سوائے مقامات مقدسہ یعنی بہشتی مقبرہ، مسجد اقصیٰ، مسجد مبارک اور دارالمسیح کے کہیں اور اپنے

آدمی نہیں رکھے جاسکتے اور ان مقامات کی حفاظت کے لئے دوصد آدمی کافی ہوں گے اور حضور کی تجویز کے مطابق یکصد آدمی عملہ حفاظت سے نکل آئیں گے اور ۵۰ قادیان کے احباب سے اور ۵۰ باہر سے آئیں گے۔ یہاں کے ہندوؤں اور سکھوں کا رویہ ہمارے مقامات مقدسہ کے متعلق نہایت معاندانہ ہے۔ اگر گورنمنٹ سے اس بارہ میں کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو شاید اُن کے نظریہ اور رویہ میں کچھ تبدیلی ہو جائے۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۳۴۸)

احمدیوں کو قادیان میں ٹھہرانے کے متعلق سیدنا المصلح الموعودؓ کا فیصلہ

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فیصلہ فرمایا کہ آئندہ قادیان میں درج ذیل تقسیم کے ساتھ ۲۵۰ احمدی مقیم رہیں گے جو مقامات مقدسہ کی حفاظت کریں گے۔ تاریخ احمدیت میں یوں درج ہے:

قادیان کے تنخواہ دار محافظین	۷۵
بیرونی رضا کار	۱۱۵
باشندگان قادیان	۶۰

قبل ازیں حضور کی منظور شدہ سکیم کے مطابق یہ فیصلہ بھی ہو چکا تھا کہ:

''سب احمدی عورتوں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے سب بچوں، اور پچپن سال سے زیادہ عمر کے سب مردوں کو قادیان سے باہر نکال لیا جائے۔ اور جو مرد اٹھارہ اور پچپن سال کے درمیان عمر رکھتے ہیں ان میں سے قرعہ اندازی کے ساتھ ایک تہائی کو تین ماہ کے لئے قادیان کے اندر رکھا جائے اور دو تہائی کو قادیان سے باہر لے جایا جائے۔ اور یہ قرعہ اندازی محلّہ وار بنیاد پر ہو۔ البتہ انتظامی اہلیت والوں کے علاوہ بعض اور مخصوص گروپ بھی علیحدہ کر دیئے جائیں اور ان میں علیحدہ قرعہ ڈالا جائے۔ مثلاً ڈاکٹر، کمپونڈر، وکلاء، مقامی ملٹری اور پولیس سے رابطہ رکھنے والے صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے کارکن، باورچی، دھوبی، نائی وغیرہ۔''

''اس سکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آخر ماہ تبوک/ستمبر سے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مکرم مولانا جلال الدین صاحب شمس، مکرم مولانا ابو العطاء صاحب اور مکرم مرزا عبد الحق صاحب پر مشتمل کمیٹی قائم ہو چکی تھی جس نے حضور کے نئے فیصلہ کے مطابق قرعہ اندازی سے ۱۲۷۵ افراد کے انتخاب کا کام شروع کر دیا۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۱، صفحہ: ۳۴۸، ۳۴۹)

درویشان کے انتخاب کا طریق کار اور پہلا مرحلہ

درویشوں کا انتخاب کرنے کے لئے سب سے پہلے تمام احمدیوں سے یہ پوچھا گیا کہ کون کون ان میں سے رضا کارانہ طور پر قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے رہنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد درج ذیل اصول وقواعد کے پیش نظر جو تاریخ احمدیت میں درج ہیں قرعہ اندازی کی گئی۔

۱۔ حضرت مصلح موعود کی اولاد اور باقی خاندان حضرت مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفہ اولؓ کے افراد کے الگ الگ قرعے ڈالے گئے۔

۲۔ صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید کے قدیم ڈھانچہ کو بنیادی طور پر قائم رکھنے کے لئے کوشش کی گئی کہ صدر انجمن احمدیہ کی مندرجہ ذیل نظارتوں کے نمائندے اور محررین موجود ہیں:

نظارت علیا۔ نظارت امور عامہ وخارجہ، نظارت ضیافت، محاسب، بیت المال، تحریک جدید کے سب صیغوں کی طرف سے ایک نمائندہ کافی سمجھا گیا۔ ناظر ضیافت یا ناظر امور عامہ میں سے کسی کو امین بنانے اور دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کی نظارتوں کو دوسری کسی نظارت سے منسلک کرنے کی تجویز کی گئی۔ نیز قرار پایا کہ ایک آڈیٹر کا بھی انتخاب کیا جائے۔

۳۔ بیرونی رضا کاروں اور قادیان کے باشندوں میں سے جو احباب منتخب ہوئے ان میں ایک اہم اصول یہ پیش نظر رکھا گیا کہ ان میں علماء سلسلہ بھی ہوں۔ ڈاکٹر اور کمپونڈر بھی۔

اِسی طرح آبادی کی سہولت کے لئے دوکانداروں، دھوبیوں، حجاموں، درزیوں، نانبائیوں غرض کہ ہر طبقہ کی الگ الگ لسٹیں بنا کر اُن کا قرعہ نکالا گیا۔

۴۔ چونکہ اس وقت خیال یہی تھا کہ تین ماہ کے بعد ان کا تبادلہ ہوتا رہے گا اس لئے محافظین، خدام بیرونی اور قادیان کے باشندوں کے انتخاب میں یہ بات بھی مدنظر رکھی گئی کہ اچھے قابل اور درمیانی قابلیت کے احباب باری باری رکھے جائیں۔

۵۔ قادیان کی جماعت کے امراء اور ان کے نائبوں کے ناموں کی الگ الگ فہرستیں بنائی گئیں۔

امراء۔ مندرجہ ذیل اصحاب بطور امیر تجویز کئے گئے:

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب، حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، سید محمود اللہ شاہ صاحب، مولانا جلال الدین صاحب شمس، ملک غلام فرید صاحب، شیخ بشیر احمد صاحب، چوہدری اسد اللہ خاں صاحب، مرزا عزیز احمد صاحب، مرزا مبارک احمد صاحب، مرزا ظفر احمد صاحب، مرزا منیر احمد

صاحب، مولوی عبد المنان صاحب عمرؔ، میاں مسعود احمد خاں صاحب، ڈاکٹر کرنل عطاء اللہ صاحب، چوہدری بشیر احمد صاحب، مرزا منصور احمد صاحب، میجر داؤد احمد صاحب، ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم، چوہدری فقیر محمد صاحب، شیخ رفیع الدین صاحب ڈی. ایس. پی ریٹائرڈ، چوہدری محمد انور حسین صاحب، میر محمد بخش صاحب، شیخ اعجاز احمد صاحب، پیر صلاح الدین صاحب، ڈاکٹر غلام احمد صاحب، میاں غلام محمد صاحب اخترؔ، میاں عطاء اللہ صاحب وکیل، مرزا عبد الحق صاحب وکیل، بابو قاسم دین صاحب سیالکوٹ۔

نائب امراء۔ نائب امیر کی حیثیت سے مندرجہ ذیل افراد کا انتخاب عمل میں آیا:۔

چوہدری محمد علی صاحب ایم. اے.، ملک عزیز الرحمٰن صاحب، شیخ مبارک احمد صاحب، مشتاق احمد صاحب ظہیر، چوہدری ظہور احمد صاحب، مرزا بشیر بیگ صاحب، چوہدری عزیز احمد صاحب، مولوی برکات احمد صاحب، راجہ بشیر احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب، مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ، مولوی قمر الدین صاحب فاضل، صوفی محمد ابراہیم صاحب، صوفی غلام محمد صاحب۔

مندرجہ بالا اسماء پیش کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود کی خدمت میں درخواست کی گئی کہ حضور انور ان میں سے نامزد فرما دیں۔ (حضور نے امراء اور اُن کے نائبین کا عرصہ قیام ڈیڑھ ماہ مقرر فرمایا)

۶۔ حضرت سیدنا المصلح الموعود کے نونہالوں کا حسب ذیل ترتیب سے قرعہ نکلا:۔

صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا حفیظ احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب، صاحبزادہ مرزا منور احمد صاحب، حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب۔

۷۔ قرعہ میں سیدنا المصلح الموعود کے صاحبزادگان کے علاوہ دوسرے خاندان مسیح موعودؑ اور خاندان حضرت خلیفہ اوّلؓ کے جگر گوشوں کے نام بالترتیب یہ تھے:۔

مرزا ظفر احمد صاحب، میاں عبد الوہاب صاحب، مرزا مجید احمد صاحب، میاں عبد المنان صاحب عمرؔ، مرزا منصور احمد صاحب، سید مسعود احمد صاحب، مرزا بشیر احمد صاحب، مرزا منیر احمد صاحب، مرزا نسیم احمد صاحب، میاں مسعود احمد صاحب، سید داؤد احمد صاحب، سید سیّد احمد صاحب۔

۸۔ علماء سلسلہ میں سے مولوی ظہور حسین صاحب سابق مبلغ بخارا اور مولوی شریف احمد صاحب امینی (ٹیچر

مدرسہ احمدیہ) کا نام قرعہ میں نکلا۔

۹- محاسب اور بیت المال کے لئے عبدالحمید صاحب عاجز، امورعامہ کے لئے مولوی برکات احمد صاحب بی.اے اور ضیافت کے لئے بطور نمائندہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل جٹ کا نام تجویز ہوا۔

۱۰- خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام علماء سلسلہ اور بعض دیگر افراد کو (جن کا نام سب سے پہلے ٹھہرنے والوں میں نکلا) ہفتہ عشرہ کے لئے پاکستان میں جانے کی عام اجازت دے دی گئی۔"

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۹ تا ۳۵۱)

قادیان میں احمدی آبادی کی حدود کے لئے گفتگو اور سمجھوتا

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی ہدایت کی روشنی میں قادیان کے مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے احمدیوں کی مختصر تعداد کو قادیان میں رکھنے کا قطعی فیصلہ ہو چکا تھا اس لئے جماعت کے مرکزی عہدیداروں نے مقامی افسروں پر خود ہی واضح کرنا شروع کر دیا کہ اگر چہ ہم میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ قادیان کو چھوڑ کر نہ جائے اور قادیان کے تمام محلے دوبارہ آباد کئے جائیں۔لیکن موجودہ حالات میں ہماری یہ خواہش پوری نہیں ہوسکتی۔اس لئے ہمارا ارادہ ہے کہ ہم قادیان کے ہی ایک حلقہ میں سمٹ کر رہیں اور خاص طور پر اس حلقہ میں جہاں مقامات مقدسہ ہیں۔کیونکہ اُن کی حفاظت کرنا ہماری مذہبی اور دینی ذمہ داری ہے۔اور ہم اس ذمہ داری سے گریز نہیں کر سکتے۔

جماعت نے حتمی طور پر یہ فیصلہ تو کر ہی لیا تھا کہ ہم نے قادیان کے اُس حصہ کو جو مقامات مقدسہ کا حصہ ہے کسی صورت میں بھی خالی نہیں کرنا ہے۔جبکہ ملٹری اور فوج کے افسران اس کوشش میں تھے کہ قادیان کو احمدیوں سے کلی طور پر خالی کروالیا جائے۔مختلف قسم کے دباؤ اور ظلم اور تشدد کے باوجود جماعت نے جب واضح طور پر اُن کے سامنے اپنے اس ارادہ کو رکھا تو پھر اُنہیں اس بات کا یقین ہو گیا کہ یہ لوگ کسی صورت میں بھی اپنے مذہبی مرکز کو نہیں چھوڑیں گے۔بلکہ ان کی عقیدت اور محبت اس قدر آگے بڑھی ہوئی ہے کہ اپنی جانیں تو قربان کر سکتے ہیں لیکن اپنے مرکز کی قربانی نہیں دے سکتے۔ان حالات کو اور اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے سرکاری افسران نے یہ فیصلہ کیا کہ احمدیوں کے لئے کچھ علاقہ مختص کر دیا جائے۔

جہاں علاقہ مختص کرنے کی بات آئی تو خود افسران نے ہی احمدی نمائندوں سے یہ پوچھنا شروع کیا کہ آپ کی مستقبل سے متعلق کیا پالیسی ہے؟ اس پر جماعت نے واضح طور پر یہ بات اُن افسران کے سامنے

رکھی کہ اگر مجبور کر کے بھی احمدیوں کو قادیان سے نکالا گیا تب بھی ایک تعداد مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں ضرور رہے گی۔اس پر جماعت نے یہ بات بھی بیان کی کہ ان مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے ہمارے کم از کم ایک ہزار آدمی قادیان میں ضرور رہیں گے۔اس پر ملٹری افسروں نے کہا کہ یہ تعداد تو بہت زیادہ ہے ہاں اگر اس سے کم لوگ یہاں رہیں اور وہ بھی ادھیڑ عمر کے تو غور کیا جا سکتا ہے۔اس گفتگو کے ساتھ ہی یہ بات بھی خود بخود موضوع گفتگو ہوئی کہ ان لوگوں کے لئے جو مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لئے قادیان میں رہیں گے کس قدر حلقہ کی ضرورت ہوگی؟

۱۸/اخاء/اکتوبر ۱۳۲۶ھش ۱۹۴۷ء کو ملٹری کے ذمہ دار افسران اور احمدی نمائندوں کے درمیان قادیان میں درویشانہ زندگی گزارنے والے احمدیوں کے لئے حدود آبادی کے بعد اتفاق رائے ہو گیا اس کے مطابق احمدی محلہ کا محل وقوع تاریخ احمدیت میں یوں درج ہے:

''شمال میں: مکان حضرت سید ناصر شاہ صاحبؓ، قصر خلافت، دفاتر صدر انجمن احمدیہ مرکزیہ، دفتر تحریکِ جدید مکان مکرم مددخاں صاحبؓ، مکان حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، جلسہ گاہ قدیم۔

جنوب میں: محلّہ ناصر آباد، بہشتی مقبرہ، باغ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

مشرق میں: مکرم نیک محمد خاں صاحب، مکرم مولوی عبدالمغنی خان صاحب اور مکرم امتیاز علی صاحب کے مکانات۔

مغرب میں: مسجد فضل، سڑک ڈسٹرکٹ بورڈ بطرف لیل کلاں، مکان مولوی عبدالحق صاحب بدو ملہوی، مسجد اقصیٰ۔

مولانا جلال الدین صاحب شمس نے (جو اُن دنوں امیر مقامی کے فرائض انجام دے رہے تھے) سیدنا المصلح الموعودؓ کی خدمت میں لکھا:

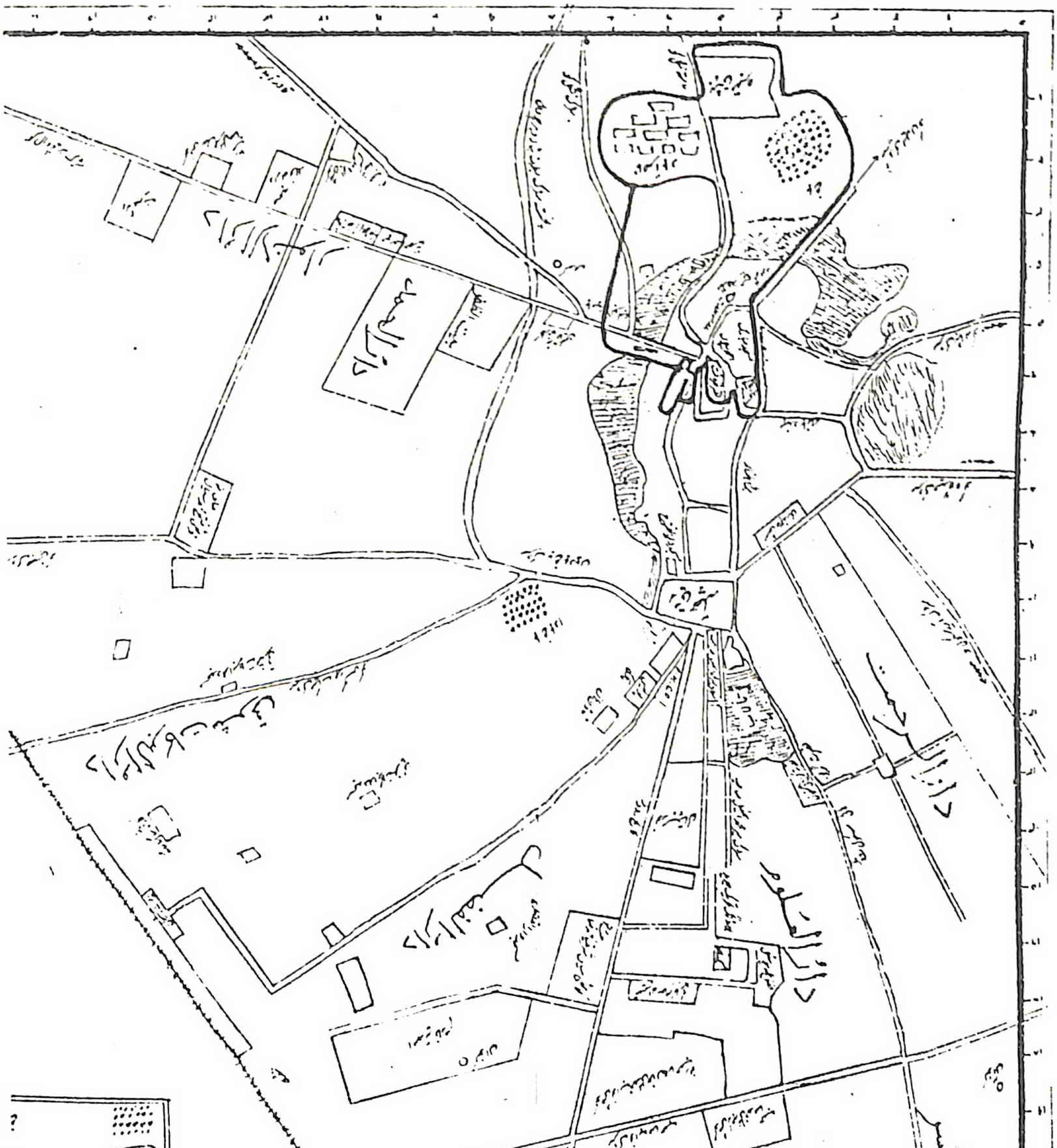
''آج شام (۱۸/اکتوبر) کو تین بجے لیفٹیننٹ کرنل صاحب، ڈی.ایس.پی. صاحب، مجسٹریٹ صاحب علاقہ، ہزارہ سنگھ صاحب مع لیفٹیننٹ کیانی تشریف لائے۔صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب، مرزا عبدالحق صاحب اور خاکسار نے ان سے ملاقات کی۔نقشہ قادیان پر وہ علاقہ دکھایا گیا جسکی حفاظت احمدی چاہتے ہیں۔مجسٹریٹ صاحب علاقہ کے سوا اور کسی نے ہماری مخالفت نہ کی۔کرنل صاحب نے ہماری تجویز سے اتفاق کیا۔رستوں میں غیر مسلموں اور سکھوں کے آنے جانے کے متعلق ذکر کیا۔حضرت صاحبزادہ صاحب نے کہا ہمیں کوئی اعتراض نہیں کہ وہ بھی ہمارے رستوں میں آتے جاتے رہیں۔لیفٹیننٹ کرنل نے

کہا کہ جو یہاں رہیں گے وہ آزادی سے دوسرے شہریوں کی طرح رہیں گے محصور ہو کر نہیں رہیں گے۔ انہوں نے پوچھا کہ مسلم ملٹری کہاں ٹھہرائیں اور کیا مخلوط ملٹری پہرہ پر رکھی جائے؟ تو صاحبزادہ صاحب نے کہا مسلم ملٹری آپ کے ماتحت ہو جیسے آپ پسند کریں اسپر اعتراض نہیں۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۱، صفحہ: ۳۵۲، ۳۵۳)

قادیان کا نقشہ

نقشہ میں اس محلّہ کی تعیین موٹی کالی لائین سے کی گئی ہے۔ جو قصر خلافت مسجد اقصیٰ محلّہ ناصر آباد، بہشتی مقبرہ، باغ حضرت اماں جانؓ تک دکھائی دیتی ہے۔



قادیان سے باہر جانے والے احمدیوں کی مشکلات

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اگرچہ ایسا انتظام فرمایا تھا کہ جس سے قادیان سے باہر جانے والوں کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔لیکن جب بھی کنوائے قادیان کی طرف آتا تو حکام ہر ممکن طریق سے اُن کو روکنے کی کوشش کرتے اور جب بڑی تگ ودو کے بعد قادیان میں آجاتا تو پھر اس پر سوار ہونے والوں کے لئے مشکلات پیدا کر دی جاتیں۔ جماعت تو جانے والوں کی باقاعدہ قرعہ اندازی کر کے لوگوں کو سوار کرتی تھی لیکن پولیس اور ملٹری زبردستی کر کے بعض دوسرے لوگوں کو ان ٹرکوں میں گھسانے کی کوشش کرتی جو پہلے ہی سے ٹھسے ہوئے ہوتے تھے۔دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ کنوائے کے گرد گھومنے والا ہر سپاہی اور ملٹری کا آدمی اس غرض سے اپنے ساتھ کسی نہ کسی کو لگائے پھرتا تھا۔

سواریوں کے چڑھ جانے کے بعد جب قافلہ چلنے کو ہوتا تو اچانک حکم سُنایا جاتا کہ سب نیچے اُتریں اور سامان کی تلاشی شروع ہو جاتی پھر جس کو جو اچھا لگتا اُٹھا بھی لیتا۔ جماعتی ریکارڈ وغیرہ لیجانے پر بھی اعتراض ہوتے اور ہر ممکن طریق سے اُسکو روکنے کی کوشش کی جاتی۔ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ قادیان کی عورتیں اور بچے ٹرکوں میں سوار ہو کر جانے ہی والے تھے کہ ملٹری نے اُن ٹرکوں کو زبردستی خالی کروالیا۔ٹرکوں سے گھسیٹ گھسیٹ کر لوگوں کو باہر نکالا جس کے نتیجہ میں بعض لوگوں کو چوٹیں بھی آئیں۔

اس جگہ ایک خاص واقعہ کا ذکر تاریخ احمدیت سے کرنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں۔ میری والدہ محترمہ نے متعدد بار یہ واقعہ سُنایا اگرچہ تاریخ احمدیت میں اختصار سے درج ہے۔تاہم قارئین اس سے اُن خطرناک حالات کا اندازہ کر سکتے ہیں اور یہ واقعہ محترم خواجہ غلام نبی صاحبؓ کی گواہی کے ساتھ شائع ہوا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

”اس قسم کے دو قافلے مجھے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ہمارے نوجوانوں نے ان گرفتارانِ مصیبت کو کھانا اور پانی پہنچانے کی پوری کوشش کی اور خدا تعالیٰ نے خاص فضل یہ کیا کہ ان دونوں قافلوں کے ساتھ مسلمان ملٹری جن میں ہمارے احمدی نوجوان بھی شامل تھے کافی تعداد میں کافی اسلحہ کے ساتھ موجود تھی اور اس نے حفاظت کا پورا پورا حق ادا کیا۔آخری قافلہ جس میں ہزاروں عورتیں اور بچے شامل تھے بہت بڑا قافلہ تھا اور انچارج ایک نہایت فرض شناس انگریز افسر تھا۔اس کے قافلہ کے دس ٹرک غیر مسلم پناہ گزینوں کو گورداسپور لے کر گئے تھے اور ان کو حکم تھا کہ گورداسپور سے خالی ٹرک لے کر بڑے کنوائے کے ساتھ قادیان آملیں تاکہ ان پر بھی قادیان سے عورتوں اور بچوں کو سوار کرایا جائے۔لیکن جب ٹرک وقت مقررہ کے بعد بھی

قادیان نہ پہنچے تو مذکورہ بالا فرض شناس انگریز خود جیپ کار پر سوار ہو کر گورداسپور گیا اور وہاں سے خالی ٹرک ساتھ لے کر قادیان پہنچا۔ معلوم ہوا کہ گورداسپور کے افسر خالی ٹرک واپس نہیں آنے دیتے تھے بلکہ وہاں سے ہی لوگوں کو سوار کر کے بھیجنا چاہتے تھے۔ مگر اس انگریز افسر کی کوشش کامیاب ہوئی اور وہ اپنے ساتھ خالی ٹرک لے کر قادیان پہنچا اور ان پر عورتوں اور بچوں کو دوسرے دن سوار کرایا۔

قادیان کے حالات چونکہ اُسے بھی بیحد خطرناک نظر آرہے تھے۔ ہر طرف تباہی و بربادی پھیلی ہوئی تھی..... مسلح جتھے ادھر ادھر منڈلا رہے تھے۔ ملٹری اور پولیس بھی قابل اعتماد نظر نہ آتی تھی۔ اس لئے اس نے ضروری سمجھا کہ ہزاروں عورتیں اور بچے جن کی حفاظت کا فرض اس پر عائد ہو چکا ہے۔ ان کی حفاظت اور سلامتی کے لئے ہر ممکن کوشش اور انتظام کرے اور کہنا پڑتا ہے کہ جہاں تک ظاہری کوشش اور سامان کا تعلق ہے، اس نے نہایت ہوشیاری اور عقلمندی سے یہ فرض ادا کیا۔ سو کے قریب ملٹری ٹرک تھے جن کو دائرہ کی شکل میں کھڑا کر دیا اور اندر کی طرف ہر ایک کی سواریوں کو اتار کر آرام کرنے کے لئے کہہ دیا۔ باہر کی طرف کڑا پہرا قائم کر دیا۔ اس کے علاوہ قریب قریب کے مکانوں پر مضبوط پکٹیں قائم کر دیں۔ افسروں کو نگرانی پر کھڑا کر دیا۔ خود بھی مسلح کار پر چکر لگاتا رہا۔ ملٹری جو قریباً ساری کی ساری احمدی نوجوانوں پر مشتمل تھی، بڑے سے بڑے خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ساری رات بالکل تیار رہی۔ اس طرح رات امن اور خیریت سے گزر گئی اور صبح کو قافلہ روانہ ہو گیا۔ یہ اس قافلہ کا ذکر ہے جس میں قادیان کی تمام عورتیں اور بچے آخری بار روانہ ہو گئے۔ اس سے قبل پرائیویٹ لاریوں کا ایک اور کنوائے ملٹری کی حفاظت میں اس وقت پہنچا تھا جبکہ ابھی قادیان میں رہنے والوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالا گیا تھا۔ اس پر سوار ہونے والوں پر بھی انتہائی تشدد کیا گیا۔ ابھی وہ کنوائے رُکا ہی ہوا تھا کہ اگلے دن صاحبزادہ مرزا داؤد احمد صاحب میجر ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی سرکردگی میں چند ملٹری ٹرکوں پر مشتمل ایک اور کنوائے پہنچ گیا۔ جب یہ کنوائے تیار ہو کر اس جگہ پہنچا جہاں ہندوستانی ملٹری تلاشی لیتی تھی تو پہلا کنوائے وہیں رُکا پڑا تھا۔ اور ملٹری کی مار دھاڑ کا شکار ہو رہا تھا۔ اس وقت حضرت صاحبزادہ صاحب نے عورتوں اور بچوں کی سہولت کی خاطر اپنے رُتبہ اور درجہ کی کوئی پروا نہ کرتے ہوئے ایک ایسا طریق اختیار کیا جو نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ اور ان کے زیر حفاظت کنوائے تھوڑی دیر کے بعد ہی روانہ ہو گیا۔ اس وقت موقعہ پر تلاشی لینے والا بڑا افسر موجود نہ تھا۔ وہ گورداسپور گیا ہوا تھا اور انچارج صاحبزادہ صاحب کے مقابلہ میں کوئی بہت چھوٹے درجہ کا افسر تھا۔ میں نے دیکھا۔ صاحبزادہ صاحب نے بے تکلفانہ گفتگو کرتے ہوئے اپنا بازو اس کی کمر میں ڈال دیا۔ اسے ساتھ

لئے ہوئے ادھر اُدھر ٹہلنے لگے اور وہ آپ کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ آپ کی یہ ادا دیکھ کر میرا (دل خوشی اور مسرت سے بھر گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد ہمارے لئے کیا کیا کوشش کر رہی ہے۔ چند ہی منٹ بعد آپ کے کنوائے کو بغیر تلاشی لئے روانگی کی اجازت مل گئی اور اس طرح آپ نے حسین تدبیر سے خواتین اور بچوں کو بڑی تکلیف سے بچالیا بحالیکہ آپ سے پہلے آنے والا قافلہ اس دن بھی نہ جاسکا جو اگلے دن روانہ ہوا۔'' (تاریخ احمدیت، جلد ۱۱ صفحہ: ۷۱ تا ۷۳)

خاکسار کی والدہ محترمہ اللہ رکھی صاحبہ اس قافلہ کے تعلق سے جو رات بھر رُکا رہا تھا یہ بھی بیان کرتی ہیں کہ ہمارے پاس اس وقت سوائے دُعا کے ہتھیار کے اور کوئی ہتھیار نہ تھا تو اس وقت ایسا حکم دیا گیا کہ ہر شخص دُعا میں لگا رہے اور کھانا بھی نہ کھائے یہاں تک کہ مائیں اپنے بچوں کو دودھ بھی نہ پلائیں تا اُن بچوں کی رونے اور چیخنے کی صدائیں بھی آستانہ الٰہی پر پہنچیں اور خدا اپنی اس پیاری جماعت کو ہر شر سے محفوظ رکھے۔ الحمدللہ کہ خدا نے ایسا ہی کیا۔

انسان دُنیاوی ذرائع تو استعمال کرتا ہی ہے لیکن خدا والوں کا کامل بھروسہ خدا پر ہی ہوتا ہے۔ پارٹیشن کے حالات کی سنگینی اس وقت کے حالات خود بیان کر رہے تھے ایسے وقت میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاں دنیاوی ذرائع قادیان سے آنے والے قافلوں کے لئے استعمال کئے وہاں اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور آپ باقاعدہ قافلوں کی حفاظت کے لئے صدقہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ خود حضورؓ نے فرمایا:

''میں جب قادیان سے آیا ہوں تو میں نے خیال کیا کہ جو لوگ وہاں بیٹھے ہیں ان کے لئے صدقہ دیتے رہنا چاہئے۔ چنانچہ جب تک آخری قافلہ نہیں آیا میں پچیس روپیہ روزانہ صدقہ دیتا تھا اور یہ ساڑھے سات سو ماہوار بنتا ہے۔ جب قافلے آگئے اب سو روپے ماہوار صدقہ دیتا ہوں تا خدا تعالیٰ وہاں کے رہنے والوں کو محفوظ رکھے۔'' (الفضل ۲۶ تبلیغ / فروری ۱۳۲۸ ھش ۱۹۴۹ء خطبہ جمعہ، صفحہ: ۶ کالم ۱)

جانبازی کا ایک ناقابل فراموش واقعہ

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کسی میدان میں بھی پیٹھ دکھانے والی نہیں کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جو آخرین کی جماعت ہے اور اپنی قربانیوں اور جانبازیوں کے پیش نظر ہی یہ صحابہ سے جاملی ہے۔ بیعت کے وقت جو بھی عہد کیا تھا اس کو پورا کیا اپنی پرواہ نہ کرتے ہوئے

بنی نوع انسان کی خدمت میں اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ تاریخ احمدیت ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے لیکن میں اس جگہ صرف ایک جانبازی کا واقعہ تاریخ احمدیت سے پیش کرتا ہوں تا کہ نئی نسل کے لئے یہ نمونہ قابل تقلید ہو۔ اور وہ جان سکیں کہ ہمارے آباؤ اجداد نے اسلام اور احمدیت کی خاطر کس قسم کی قربانیاں کی ہیں اور کن کن حالات میں سے وہ گزرے پھر بھی اُن کے پائے ثبات نے ذرّہ بھر لغزش نہیں کھائی۔ اے میرے پیارے اللہ تو ہر زمانہ میں ایسے جانباز جماعت کو عطا کرتا چلا جا۔ آمین۔ تاریخ احمدیت میں یہ واقعہ محترم خان عیسیٰ جان صاحب (سیکریٹری اصلاح وارشاد کوئٹہ) کے بیان پر رقم ہے اور یہ واقعہ اُن کا آنکھوں دیکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز... نے حکومتِ پاکستان کی اجازت سے ایک مرتبہ بتیس لاریاں کرایہ پر لے کر قادیان بھجوائیں۔ ان لاریوں کے ساتھ پچاس احمدی تھے جن میں کوئٹہ کے احباب میں سے ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب شہید، ڈاکٹر میجر منیر احمد صاحب خالد، جناب شیخ محمد اقبال صاحب، چوہدری منور علی صاحب درویش، حوالدار محمد ایوب صاحب درویش، میاں بشیر احمد صاحب ایم.اے. میاں احمد دین صاحب بٹ، میاں کریم بخش صاحب، مرزا محمد صادق صاحب جہلمی، خان عبدالرحمٰن خاں صاحب ایجنٹ اور خاکسار بھی شامل تھے۔ ہم میں سے اکثر حفاظتِ مرکز کے لئے جارہے تھے۔ بعض اپنے رشتہ داروں کو لانے کے لئے گئے تھے۔

۲/اکتوبر ۱۹۴۷ء کی صبح کی نماز کے بعد حضور نے اس مختصر سے قافلہ کو بعض ضروری ہدایات دینے اور صبر واستقلال کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ کوئی خطرناک حادثہ پیش آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا حافظ و ناصر ہو۔ اس کے بعد حضور نے لمبی اور پرسوز دُعا کرائی۔ وہ دُعا تھی یا عرش کو لرزا دینے والا زلزلہ! ہماری ہچکیاں بندھ گئیں اور آہ و بکا سے آسمان گونج اُٹھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کے ساتھ ہمارا یہ قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہوا۔ کوئی دس بجے کے قریب ہم پاکستان کی سرحد کو عبور کر کے ہندوستان کی سرحد میں داخل ہو گئے۔ یہاں ملٹری چوکی پر ہمارا قافلہ رُک گیا۔ کچھ دیر کے بعد پوچھ گچھ اور تفتیش ہونے لگی۔ تسلی پانے کے بعد انہوں نے ہمیں روانگی کا حکم دیا۔

یہ دوپہر کا وقت تھا۔ آسمان پر سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ہر طرف سکوت طاری تھا۔ ہماری لاریاں چالیس پینتالیس میل کی رفتار سے جارہی تھیں۔ سڑک کے دونوں اطراف حدنظر تک ویران ہی ویران دکھائی دے رہی تھیں۔ مستقبل کے عجیب وغریب تصورات آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے اور

دل میں قادیان پہنچنے کی خواہش مچل رہی تھی۔غرض اس قسم کے اور بہت سے تخیلات ہمارے ذہن کو گھیرے ہوئے تھے کہ اچانک ناقابلِ برداشت بدبو، ایسی بدبو جس سے ناک سڑنے لگے اور دماغ پھٹنے لگے محسوس ہوئی۔لاری سے باہر جونظر پڑی تو یہ دیکھ کر روح کانپ اٹھی کہ سڑک کے دونوں اطراف کچھ فاصلہ پر کھیتوں میں انسانی لاشوں کو بڑے بڑے بدنما گدھ اور کتے نوچ رہے تھے۔اُف! یہ نہایت بھیانک اور تکلیف دہ منظر تھا کہ دیکھتے ہی ہم پر دہشت طاری ہوگئی اور کافی دیر تک ہم بے حس وحرکت ہو کر رہ گئے۔ابھی ہماری بد حواسی دور نہ ہونے پائی تھی کہ ہماری نظر مسلمان پناہ گزینوں کے ایک قافلہ پر پڑی جو پاکستان کی طرف جا رہا تھا۔اس جگہ کچھ وقفہ کے لئے ہمارا قافلہ رُکا تاہم اپنے مظلوم اور بدنصیب بھائیوں کی خستہ حالت پر چار آنسو بہائیں۔یہ لوگ کچھ تو بیل گاڑیوں پر سوار اور کچھ پیادہ تھے۔اس قافلہ میں سب سے زیادہ دلخراش اور جگر سوز منظر جو میں نے دیکھا وہ ایک عورت کی انتہائی بے چارگی اور مظلومیت کا تھا۔اس کو دیکھ کر میری آنکھوں سے بے تحاشا آنسو ڈھلک رہے تھے وہ بیچاری پیدل جا رہی تھی۔اس کے پاؤں کافی متورم تھے۔پیٹ پھولا ہوا تھا۔چہرہ بھی سوجا ہوا تھا۔پاؤں میں شدید درد کی وجہ سے لنگڑا رہی تھی۔درد اور کرب سے ''ہائے ہائے'' کرتی جا رہی تھی۔چند قدم چل کر بیٹھ جاتی اور ماتھے پر ہاتھ مار کر کہتی ''ہائے ربا! میں مری'' اور پھوٹ پھوٹ کر روتی۔اس کا رونا اس قدر دلسوز تھا کہ پتھر دل بھی موم ہو جاتا۔اس عورت کی یہ دردناک حالت دیکھ کر یقین کیجئے کلیجہ پھٹنے لگا۔بیچاری جب دیکھتی کہ اس کے ساتھی کچھ دور نکل گئے تو پھر چل پڑتی لیکن بادل ناخواستہ۔ کاش اس عورت کی ہم کوئی مدد کرنے کے لائق ہوتے!

خدا خدا کر کے شام پانچ بجے ہم بٹالہ کے حدود میں داخل ہو گئے۔اس جگہ پہنچ کر قادیان دیکھنے کی آرزو پھر دل میں انگڑائیاں لینے لگی۔لیکن ہمیں کیا معلوم تھا کہ تقدیر ہم پر مسکرا رہی تھی اور ہماری یہ آرزو دل ہی دل میں مرنے والی تھی۔ابھی ہم بٹالہ شہر سے کوئی ایک میل باہر ہی تھے کہ انڈین پولیس اور ملٹری حکام نے ہمارے قافلہ کو رُکنے کا حکم دیا۔فوراً تعمیل ہوئی۔ہم نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا اور اپنی تھکان دور کرنے اور تازہ دم ہونے کے لئے لاریوں سے اُتر کر ادھر اُدھر ٹہلنے لگے۔دائیں بائیں عمارتیں کھنڈرات کی صورت میں نظر آ رہی تھیں۔فیکٹریاں اور ان کی ٹوٹی ہوئی مشینیں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔ہم سب چپ چاپ دیر تک ان کھنڈرات میں گھوم رہے تھے۔یکا یک مشرق کی طرف سے ہمارے کچھ آدمی ایک کمرہ نما عمارت کے گرد جمع ہونے شروع ہوئے۔میں بھی دیکھا دیکھی وہاں پہنچ گیا۔اُف! کیسا مکروہ منظر مجھے دیکھنا پڑا۔ایک عورت کی نصف لاش کٹی ہوئی پڑی تھی۔لاش بالکل تازہ تھی۔میں تو زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہ سکا۔سر میں چکر آنے لگے اور

آنکھوں میں اندھیرا۔ فوراً واپس اپنی لاری میں آ کر بیٹھ گیا اور ان وحشیانہ تصورات سے قریب تھا کہ میں دیوانہ ہو جاتا۔

ہمیں وہاں رُکے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی۔ سورج غروب ہونے کو تھا۔ دلوں میں خوف و اضطراب کی لہر دوڑنے لگی جوں جوں وقت گذرتا گیا ہمارا اضطراب بھی اسی مقدار سے بڑھتا گیا۔ اس وقت جب سورج کی سنہری کرنیں آنکھوں سے اوجھل ہوئیں اور تاریکی فضاء پر چھا رہی تھی۔ مطلع پر ستارے ہماری مظلومیت پر آنسو بہانے کے لئے بے نقاب ہو رہے تھے۔ تب عین اس وقت خبر آئی کہ رات یہیں پر گذاری جائے گی۔ ہم بالکل نہتے تھے۔ اور نہتے ہونے کے احساس نے ہمیں بُری طرح گھائل کیا ہوا تھا۔ ''حکم حاکم مرگ مفاجات'' ناچار ہمیں رات وہیں گذارنی پڑی۔ لیکن اس بھیانک ماحول میں بھلا نیند کس کو آ سکتی تھی بڑی مشکل سے اُٹھتے بیٹھتے ہم نے رات گذاردی۔

صبح کو آٹھ بجے خبر آئی کہ چونکہ بارش کی وجہ سے قادیان کا راستہ خراب ہو چکا ہے اس لئے تم واپس لاہور چلے جاؤ ورنہ یہاں تمہیں......زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ یہ سُنتے ہی ہمارے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے۔ اتنا خرچ، اتنی تگ و دَو اور اتنی صعوبتوں کے بعد بے نیل مرام واپس جانا ہمارے لئے ایک صدمۂ عظیم تھا۔ ہم نے ان ظالموں کی بڑی منت و سماجت کی۔ لجاجت اور انکساری سے ان سے درخواست کی کہ وہ ہمیں قادیان جانے کی اجازت دے دیں مگر ان کا پتھر دل ہماری لجاجت سے ذرا بھی متاثر نہ ہوا۔ دراصل راستہ کوئی خراب نہ تھا۔ صرف اس لئے وہ ہمارے واپس جانے پر مصر تھے کہ اس رات وہ قادیان پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف تھے۔ بالآخر ہم نے اپنے ساتھ بٹالہ کے مسلمان پناہ گزین لے جانے کی اجازت کے لئے ان سے درخواست کی تو کچھ دیر تامل کے بعد انہوں نے ہمیں ایسا کرنے کی اجازت دے دی۔ ہم کوئی دس بجے ایک میدان میں سے گذر کر پناہ گزین کیمپ میں داخل ہوئے۔ یہاں ایک بہت بڑا جوہڑ تھا جس کے کنارے یہ ستم رسیدہ پناہ گزین پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ ان کی حالت انتہائی قابل رحم تھی۔ لاغر اور مفلوق الحال تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا برسوں سے بیمار ہیں۔ اور جیسے خوشیاں ہمیشہ کے لئے ان سے منہ موڑ چکی ہیں۔ چلنے پھرنے کی ان میں سکت نہ تھی۔ ننگی اور کھردری زمین ہی انکا بستر بچھونا تھی۔ پھٹے پرانے چیتھڑے زیب تن کئے ہوئے تھے۔ کوئی سویا ہوا تھا کوئی لیٹا ہوا تھا کوئی جوہڑ سے پانی پی رہا تھا۔ معمر عورتیں ایک دوسرے کے سامنے آلتی پالتی مارے بیٹھی تھیں۔ یہ دردناک منظر دیکھ کر یقین جانئے ہمارا کلیجہ پھٹ گیا۔ کیمپ میں ایک ہولناک سکوت طاری تھا۔ ہم حیران تھے کہ ہمیں دیکھ کر یہ خوش کیوں نہیں ہوئے شاید اس لئے کہ ان

کی یہاں سے بچ نکلنے کی امید بالکل منقطع ہو چکی تھی اور زندہ رہنے کا احساس مٹ چکا تھا۔لیکن جونہی ان کو بتایا گیا کہ ہم ان کو پاکستان لے جانے کے لئے آئے ہیں تو خدا معلوم ان میں اتنی پھرتی اور طاقت کہاں سے آ گئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے سب کے سب لاریوں پر ٹوٹ پڑے۔وہ لاریوں پر چڑھنے کی دُھن میں ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرا رہے تھے اور ان میں وہ گھما گھمی ہوئی کہ ہم انگشت بدنداں رہ گئے۔آنِ واحد میں ساری لاریاں بھر گئیں۔کیمپ میں کچھ.....اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے نظر آ رہے تھے جو ہمیں غیظ وغضب کی نظروں سے گھور رہے تھے۔

جب ہماری تمام لاریاں بھر گئیں اور ہم روانہ ہونے کو تھے دفعتہً کیمپ کے اردگرد لمبی لمبی گھاس اور گھنی جھاڑیوں میں سے جہاں مشین گنیں اور برین گنیں تھامے ہوئے یہ ظالم چھپے ہوئے تھے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوئی۔ایسی غضب کی بوچھاڑ تھی کہ کانوں کے پردے پھٹ جانے کا اندیشہ ہونے لگا۔یہ دیکھ کر ہمارے دل دہل گئے اور بے بسی کے عالم میں موت کے ہیبت ناک خوف سے ہمارے جسم کپکپانے لگے۔ بیچارے پناہ گزین جو چند لمحہ پہلے پاکستان پہنچنے کا خوشگوار خواب دیکھ رہے تھے اب ایک دوسرے کی طرف خوفزدہ نظروں سے تکنے لگے۔ان بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ ان کا خواب اتنی جلدی شرمندہ تعبیر ہونے والا نہ تھا۔بیسیوں پناہ گزین چند لمحوں میں لقمۂ اجل بن گئے۔اس طرح بے بسی کی حالت میں مارے جانے کا احساس دوسرے انسانوں کو بھی بدحواس کر دینے کے لئے کافی تھا جس لاری میں میں بیٹھا ہوا تھا وہ خاص طور پر ظالموں کا نشانہ بنی ہوئی تھی اور گولیاں بے تحاشہ اس طرف تڑ تڑ کرتی ہوئی آ رہی تھیں یہ صورت حال میرے لئے اور بھی مایوس کُن تھی چند سیکنڈ تک میں اپنی جگہ بے حس وحرکت دہشت زدہ آنکھوں سے دیکھتا رہا کہ کس طرح بعض پناہ گزین ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہے تھے۔اور یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ساری کائنات کراہ رہی ہے۔ان کے چہرے فرط خوف سے سپید پڑ چکے تھے۔ٹانگیں تھرتھرا رہی تھیں۔اگرچہ میری کیفیت یہ نہ تھی تاہم موت کو اتنے قریب پا کر اپنے حواس برقرار نہیں رکھ سکتا تھا۔پناہ گزینوں کو اس طرح مرتے ہوئے اور زخمی ہوتے ہوئے مجھ سے دیکھا نہ گیا تھا۔یہ دیکھ کر میرے دل میں لاری سے اُتر جانے کا خیال پیدا ہوا۔ لیکن اس وقت اُترنا بہت سخت اور جان لیوا مرحلہ تھا مگر مجبوراً دھڑکتے دل کے ساتھ میں لاری سے اُتر گیا اور نزدیک جوہڑ کے کنارے گولیوں کی زد سے بچنے کے لئے ایک مٹی کے ٹیلہ کی آڑ لی۔لیکن ابھی میں بمشکل وہاں بیٹھا ہی تھا کہ دو گولیاں سنسناتی ہوئی میرے دائیں بائیں سے اتنے قریب سے گزریں کہ میری ذرا سی جنبش مجھے موت کے آغوش میں سُلانے کے لئے کافی تھی۔اور ایک گولی میرے سامنے آ کر زمین میں دھنس

گئی جس کی گرد سے آنکھیں چندھیا گئیں۔ میں ذرا پیچھے ہٹا تا اپنے آپ کو اور محفوظ جگہ پر پہنچاؤں لیکن آپ میرے خوف دوہراس کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب میں نے دیکھا کہ مجھے وہاں تنہا چھوڑ کر لاریاں روانہ ہونے لگی ہیں۔ دل سخت دھڑکنے لگا اور چند سیکنڈ تک میں اپنی جگہ بے حس وحرکت کھڑا رہا۔ میرا ذہن بالکل ماؤف ہو چکا تھا۔ میری ہمت قطعاً جواب دے چکی تھی۔ اگرچہ مجھے موت کا کوئی خوف نہیں تھا لیکن اس طرح دشمن کے گھیرے میں کتے کی موت مرنے کو میں تیار نہیں تھا۔ اس وقت اگر مجھے غیبی ہاتھ تھامے ہوئے نہ ہوتا تو میں کبھی کا ان درندوں کے ہاتھوں لقمۂ اجل بن چکا ہوتا۔ اسی وقت طرفۃ العین میں مجھ میں اپنی شکستہ ہمت اور دہشت زدہ حواس پر قابو پانے کی طاقت بجلی کی طرح عود کر آئی اور میں اپنی پوری طاقت سے دوڑ کر ایک لاری پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اگرچہ جس جگہ میں چڑھا تھا وہ تکلیف دہ اور غیر محفوظ تھی یعنی ڈرائیور کے پیچھے جہاں لاری کا فالتو پہیہ رکھا جاتا ہے۔ میرا اوپر کا نصف جسم باہر فضا میں تھا اور کسی وقت بھی دشمن کی بے تحاشہ گولیوں سے چھلنی ہو جاتا لیکن کیمپ میں تنہا رہ کر کتے کی موت مرنے کی نسبت یہ جگہ میرے لئے بہشت بریں سے کم نہ تھی۔

ابھی تک ہماری لاریاں اسی وسیع میدان میں چل رہی تھیں۔ جہاں سے ہم گئے تھے اور گولیاں برابر سنسناتی ہوئی ہمارے سروں پر سے گذر رہی تھیں۔ پناہ گزین بیچارے ایسے سہمے بیٹھے تھے جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم میدان سے نکل کر بازار کی ایک گلی میں داخل ہو گئے عجیب بات تھی۔ یہاں لوگ ہمیں دیکھ کر بے تحاشا ادھر اُدھر بھاگنے لگے جیسے ہم ان پر حملہ کرنے والے تھے۔ بازار میں سے نکل کر ہم ریلوے سٹیشن کے ساتھ والی سڑک پر آ گئے۔ کافی دور تک سڑک خالی اور غیر آباد تھی۔ کچھ دور جا کر ہماری لاریاں ایک دم رک گئیں۔ ہم حیران ہوئے کہ یہ رکنے کی کونسی جگہ تھی۔ مگر جب میری نظر سڑک کے سامنے پڑی تو یہ دیکھ کر میرا خون منجمد ہونے لگا۔ کیونکہ ہمارا راستہ لوہے کے بڑے بڑے پہیئے رکھ کر بند کیا ہوا تھا اور سڑک کی دونوں جانب زمین پر ...... دو دو ڈوگرے برین گن تھامے ہوئے اوندھے منہ لیٹے ہوئے تھے۔ انہوں نے انگلی برین گن کی لبلبی پر رکھی ہوئی تھی۔ وہ حکم کے منتظر تھے اور نزدیک ہی جنوب کی طرف ایک دومنزلہ عمارت کی چھت پر کئی مسلح ... لوہے کی ٹوپیاں پہنے ہوئے سوراخوں سے ہمیں تاک رہے تھے۔ نہ معلوم کتنی دیر ہم وہاں ان کے رحم وکرم پر پڑے رہے۔ اسی اثناء میں سفید لباس میں ملبوس بے شمار..... ہمارے اردگرد جمع ہونے شروع ہوئے۔ ہر ایک نے کوئی نہ کوئی ہتھیار ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں

سے غیظ وغضب اور وحشت کے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ بائیں طرف ایک طویل وعریض میدان تھا جو ان لوگوں سے اس قدر بھرا ہوا تھا کہ تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ دائیں طرف ایک لمبی چوڑی گلی میں جو ہجوم سے اٹی پڑی تھی۔ ایک.....حوالدار جو اس خوفناک ڈرامے کا ہیرو تھا اور جو اِن ہلاکت خیز سرگرمیوں میں اہم رول ادا کر رہا تھا کی زبانی معلوم ہوا کہ سات ہزار.....اپنے دل کی پیاس ہمارے خون سے بجھانے کی غرض سے جمع ہیں۔ اور وہ ہم پر ٹوٹنے اور ہمارے جسموں کو اپنے تیز اور نوکدار ہتھیاروں سے چھیدنے کے لئے بالکل تیار کھڑے ہیں۔ یہ خونچکاں منظر دیکھ کر ہمارے دل پر جو کیفیت گذری وہ الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی...میں جس جگہ کھڑا تھا وہ چونکہ عین مورچہ کے مُنہ پر تھا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ میں یہاں سے اُتر کر دوسری جگہ چلا جاؤں۔ اس وقت اُترنا یقیناً موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ دل تھام کر میں اُتر ہی گیا۔ مگر اس خیال سے پھر واپس اپنی جگہ پر آیا کہ اس وقت موت سے اپنی جان بچانا بزدلی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں نے ابھی تک ظہر اور عصر کی نمازیں نہیں پڑھیں چنانچہ لاری کے ترپال پر تیمّم کر کے میں نے دونوں نمازیں اشاروں سے ادا کیں۔ ادھر میں نماز سے فارغ ہوا۔ اور ادھر ایک لرزہ خیز دھماکہ سے ساری فضا گونج اُٹھی پیچھے جو مُڑ کر دیکھا تو ہماری سب سے پچھلی لاری پر ایک دستی بم پھینکا گیا جس سے یہ قیامت خیز دھماکہ ہوا تھا۔ اس لاری کے تمام کل پرزے ہوا میں اس طرح اُڑ رہے تھے جس طرح روئی کے گالے، اس میں بیٹھے ہوئے پناہ گزینوں پر جو گذری اس کا اندازہ آپ تصور میں بھی نہیں لا سکتے۔ ان میں سے اکثر موت کے آغوش میں ہمیشہ کی نیند سو گئے اور جو باقی بچے تھے وہ بُری طرح مجروح ہوئے۔ ابھی اس دردناک اور جگر سوز منظر کا زخم مندمل نہ ہونے پایا تھا کہ ان سفاکوں نے مورچے سے پوری فائرنگ کھول دی۔ الامان الحفیظ وہ فائرنگ تھی یا بلائے ناگہانی۔ فضا گولیوں کی سنسناہٹ سے گونج اُٹھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قریب سے آتش فشاں پہاڑ پھٹ گیا ہے۔ گولیاں بارش کی طرح سَن سَن کرتی ہوئی گذر رہی تھیں۔ پناہ گزین بے چارے دانوں کی طرح بھُنے جا رہے تھے۔ معلوم نہیں ہم میں سے کتنے زخمی ہوئے اور کتنے مارے گئے یہ فائرنگ کتنی دیر رہی۔ اس کا صحیح اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ اور سچ پوچھئے اس وقت اندازہ لگانے کی ہوش کس کو تھی۔ جب زندہ رہنے کی امیدیں مٹ چکی تھیں تو اندازہ لگا کر کیا کرتے۔

''یا الٰہی! تیرے محبوب کے غلاموں کے لئے یہی موت مقدر تھی'' ابھی یہ فقرہ زبان پر ہی تھا کہ میری ٹانگ کو اس زور کا جھٹکا لگا جیسے بجلی کی زبردست کرنٹ اس میں داخل ہوگئی جب ٹانگ پر نظر پڑی تو خون کی موٹی موٹی دھاریں فوارے کی طرح پھوٹ رہی تھیں۔ اور شلوار خون سے لت پت ہو چکی تھی۔ تب مجھے یقین

ہوا کہ گولی نے اپنا کام کرلیا ہے۔ گولی دائیں ران کے اوپر کے حصے میں سے ایک طرف پیوست ہوکر دوسری طرف ایک بہت بڑا زخم کر کے نکل گئی۔ اگر الٰہی نصرت شامل حال نہ ہوتی تو میں ضرور سڑک کے اوپر ڈھیر ہو جاتا اور بعد میں جو میرا حشر ہوتا وہ ظاہر تھا۔ ابھی زخمی ہونے کے احساس سے میں فارغ ہی نہ ہوا تھا کہ ایک اور گولی میری اسی ٹانگ کے نزدیک سے گذرتی ہوئی ہماری لاری کی پٹرول ٹینکی میں پیوست ہوگئی جس سے سارا پٹرول اسی وقت زمین کی نذر ہو گیا۔ آپ یقین جانئے کہ مجھے اپنے زخمی ہونے کا اس قدر صدمہ نہ ہوا جس قدر پٹرول کے ضائع ہونے سے ہوا تھا۔ کیونکہ اس سے زندہ بچنے کی امید کی آخری کرن بھی ختم ہوگئی۔ آپ کے دل میں یہ خیال ضرور گذرا ہوگا کہ میری ٹانگ جبکہ لاری کی موٹی چادر کے پیچھے محفوظ جگہ پر تھی تو گولی وہاں کس طرح پہنچی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرنٹ سیٹ میں ڈاکٹر میجر منیر احمد صاحب خالد فوجی یونیفارم میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ میاں بشیر احمد صاحب پاسپورٹ آفیسر بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں کا انہوں نے نشانہ کیا تو گولی ان دونوں کے بازوؤں کے درمیان میں سے نکل کر لاری کی چادر کو چیرتی ہوئی میری ٹانگ کو بُری طرح زخمی کرنے کا موجب بن گئی۔

گولیاں ابھی تک بارش کی طرح برس رہی تھیں اور سات ہزار ..... جو اس سے پیشتر کچھ فاصلے پر ہمارے گردو پیش کھڑے تھے اب ہمارے قریب ہونے لگے۔ دیکھنے میں وہ انسان تھے مگر حقیقت میں وہ خونخوار درندے تھے۔ ان کی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی۔ کیا بتاؤں وہ منظر کس قدر خوفناک تھا؟ بس یہی سمجھ لیجئے کہ موت اپنے ہیبت ناک جبڑے کھولے ہوئے خراماں خراماں ہماری طرف آرہی تھی۔ موت یقینی تھی۔ اس وقت نہ مجھے اپنی بیوی بچوں کا خیال تھا نہ عزیز رشتہ داروں کا احساس اور نہ ہزاروں روپیہ کے کاروبار کے ضائع ہونے کی فکر تھی۔ ہاں صرف یہ احساس ستائے جارہا تھا کہ جب ہمارے پیارے امام کو ہماری اس طرح موت کی خبر پہنچے گی تو حضور کو کتنی تکلیف اور قلق ہوگا۔ انہی احساسات میں میں گم تھا کہ اچانک سامنے کی طرف سے تین ملٹری ٹرک اپنی طرف آتے ہوئے دیکھے اور یہ ٹرک عین اس جگہ آکر رُک گئے جہاں ہمارا راستہ بڑے بڑے لوہے کے پہیئے رکھ کر مسدود کیا ہوا تھا۔ چونکہ جس لاری پر میں تھا وہ دوسرے نمبر پر تھی اس لئے مجھے ان ٹرکوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی ایک ایک حرکت صاف نظر آرہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اگلے اور پچھلے ٹرک میں بیٹھے ہوئے چند مسلح فوجیوں نے رائفلیں اُٹھائیں اور اُن کا رُخ درمیان والے ٹرک (جس میں ہندو سکھ مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں) کی طرف پھیر دیا۔ اس پر ان ہندو سکھوں نے مورچے والوں کی اپنے ہاتھوں کے اشاروں سے منت سماجت کی کہ وہ فائرنگ بند کردیں۔

واقعہ یوں ہوا تھا کہ لاہور سے ہندو سکھ پناہ گزینوں سے بھرا ہوا ایک ٹرک پاکستانی فوجی دستہ کی نگرانی میں بٹالہ لایا جا رہا تھا۔ اس فوجی دستہ نے جب ہمارا یہ حشر دیکھا تو اس نے ہندو پناہ گزینوں کو رائفلوں سے ڈرا دھمکا کر کہا کہ فائرنگ بند کراؤ ورنہ تم سب کو ابھی یہیں ڈھیر کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ان کی یہ تجویز کارآمد ثابت ہوئی اور فائرنگ بند ہوگئی۔

جونہی فائرنگ بند ہوئی ایک خوبصورت جسیم نوجوان نے جو شکل و شباہت سے اس دستہ کا آفیسر دکھائی دے رہا تھا فوراً لاری سے اُتر کر سڑک پر سے دو پہیئے ہٹا دیئے اور اُنگلی کے اشارے سے ہمارے ڈرائیوروں کو فوراً نکل جانے کو کہا۔ بس پھر کیا تھا اشارہ ملتے ہی ہماری اگلی لاری ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ لاری کو روانہ ہوتے دیکھ کر میرا دل بیٹھ گیا کیونکہ میرے سامنے ہماری لاری کا پٹرول گر کر ضائع ہو چکا تھا۔ اور بغیر پٹرول کے لاری چل کس طرح سکتی تھی۔ اور پھر میرے لئے یہ اور بھی قابلِ افسوس امر تھا کہ ہماری وجہ سے باقی تمام پچھلی لاریاں رُکی رہیں گی۔ لیکن اللہ کی شان نرالی ہے۔ سچ ہے جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔ آپ میری حیرت کا اندازہ نہیں لگا سکتے جب میں نے دیکھا کہ ہماری لاری بھی آنِ واحد میں ہوا میں اُڑنے لگی۔ مجھے اس کا قطعاً علم نہ تھا کہ بعض لاریوں میں دو پٹرول ٹینکیاں ہوا کرتی ہیں۔ ایک ظاہری اور دوسری پوشیدہ۔ اس علم کا انکشاف بعد میں ہوا جبکہ میں ہسپتال میں تھا۔

ابھی تک میرے زخم سے خون کی دھاریں اُبھر رہی تھیں۔ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے میں سخت نڈھال اور کمزور ہو چکا تھا۔ فرنٹ سیٹ کی چھت پر میں نے اپنا سر رکھا اور پھر اس کے بعد ایسی غشی طاری ہوئی کہ واہگہ پہنچ کر میری آنکھ کھلی۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو مکرم مرزا محمد صادق صاحب جو اس وقت مکرم میاں بشیر احمد صاحب کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے کی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے دیکھا۔ میں نے مرزا صاحب سے پوچھا کہ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ فرمانے لگے تمہارے لئے ایمبولنس کار آئی ہوئی ہے تمہیں میو ہسپتال لے جا رہا ہوں۔ اس جگہ تشکر کے طور پر یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر مرزا صاحب نے جو میری خدمت کی ہے وہ تا قیامت بھلائی نہیں جا سکتی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ انہوں نے نہایت احتیاط اور آرام کے ساتھ مجھے ایمبولنس کار میں لٹا دیا۔ اس وقت زخم شدہ پاؤں میں مجھے شدید درد محسوس ہونے لگی میں نے مرزا صاحب سے عرض کی کہ وہ میرے پاؤں سے بوٹ اُتار دیں لیکن پاؤں سوجنے کی وجہ سے بوٹ نہیں اُتر رہا تھا۔ پھر میں نے جیب سے چاقو نکال کر انکو دیا اور کہا کہ بوٹ کاٹ کر نکال دیں۔ انہوں نے فوراً ہی بوٹ کاٹ کر نکال دیئے اور اس طرح مجھے کافی حد تک تسکین ہوئی۔ تھوڑی دیر

کے بعد ایک سکھ ڈاکٹر آئے۔ اُن کے ہاتھ میں کچھ مرہم پٹی تھی۔ میرے زخم کو جھک کر دیکھنے لگے میں نے ان سے پوچھا۔ آپ کیا کرنے لگے ہیں؟ کہنے لگے مرہم پٹی کرنے لگا ہوں۔ میں نے کہا اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ آپ چلے جائیں اور میرے زخم کو ہاتھ نہ لگائیں کہنے لگے۔ خان صاحب خون کافی بہہ رہا ہے اور اس حالت میں آپ کا ہسپتال پہنچنا ناممکن ہے۔ میں نے کہا پروا نہیں۔ وہ کوئی رحمدل ڈاکٹر معلوم دیتے تھے اس لئے انہوں نے مرزا صاحب کو کہا آپ اپنے ہاتھوں سے اس کی مرہم پٹی کریں کیونکہ اگر خون بند نہ ہوا تو یہ راستہ میں ہی ختم ہو جائے گا۔ میں نے پھر بھی انکار کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب چلے گئے اور ہماری کار میو ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئی۔ راستہ میں کار کے ہچکولوں کی وجہ سے مجھے کبھی کبھی ناقابل برداشت درد ہوتی تھی۔ معلوم نہیں رات کتنے بجے ہم میو ہسپتال پہنچے۔ ڈاکٹر صاحب فوراً زخم دیکھنے کے لئے آئے۔ زخم دیکھ کر فرمانے لگے اس میں کچھ تو گولی کے ذرّات رہ گئے ہیں اور کچھ زہر پھیل چکا ہے اس لئے اس وقت پٹی نہیں کی جائے گی۔ البتہ کل صبح کو اس کا آپریشن ہوگا۔ اس کے بعد پھر مجھے معلوم نہ ہوا کہ کس طرح اور کب مجھے سرجیکل وارڈ میں لایا گیا۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے مکرم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ صاحب کو اپنے سرہانے کھڑے دیکھا اور ان کے پاس چند نرسنگ آرڈرلی سٹریچر پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ میں نے جان لیا کہ اب مجھے آپریشن کے لئے لے جا رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے نہایت انکساری سے عرض کی کہ خدا کے لئے میری ٹانگ نہ کٹوائیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ بغیر ٹانگ کٹنے کے میرا بچنا محال ہے تو بیشک مجھے مرنے دیجئے لیکن ٹانگ نہ کٹوائیں۔ بھلا ڈاکٹروں پر بھی کسی مریض کی لجاجت اثر انداز ہو سکتی ہے۔ وہ تو ڈیوٹی کے بندے ہیں خواہ کسی کی ٹانگ کٹے یا بازو ان کی بلا سے۔ جب ڈاکٹر صاحب نے میری یہ دردمندانہ گذارش سُنی تو مُسکرا کر فرمانے لگے گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ خیر کرے گا۔ اس کے بعد مجھ پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ مجھے قطعاً معلوم نہ ہو سکا کہ کب میرا آپریشن ہوا اور کس وقت مجھے چارپائی پر واپس لایا گیا۔ جب مجھے قدرے ہوش آئی اور میں نے آنکھ کھولی تو اپنے اردگرد چند ڈاکٹر، چند نرس اور بعض اپنے عزیز رشتہ داروں کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ ان میں اپنے خسر محترم مولوی عطاء محمد صاحب کو بھی دیکھا۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ کیا میرا آپریشن ہو چکا ہے۔ فرمانے لگے جی ہاں ہو چکا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کیا میری ٹانگ تو نہیں کاٹی گئی۔ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہاری خواہش اپنے خاص فضل سے پوری کر دی۔ ورنہ ٹانگ کاٹنے کے لئے سارے اَوزار یعنی آری و دیگر ضروری سامان تیار رکھے ہوئے تھے۔ اس سے مجھے کافی اطمینان ہوا۔ اور اپنے دل میں مولا کریم کا سجدۂ شکر بجا لایا۔ پھر انہوں نے سارا واقعہ سُنایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر

میری ٹانگ کو کٹنے سے بچایا۔ انہوں نے بتایا کہ ران کی ہڈی کا معائنہ کرنے کے لئے تمہارے زخم کو کافی گہرائی تک چیرا دیا گیا۔ اگر ہڈی کو گولی سے گزند پہنچا ہوتا تو پھر ٹانگ ضرور کاٹ دی جاتی۔ لیکن جب ڈاکٹروں نے دیکھا کہ ہڈی بالکل محفوظ ہے اور گولی ہڈی کے آس پاس گوشت میں ہی گھوم کر نکل گئی تو ششدر رہ گئے۔ کیونکہ ان کے تجربہ میں کبھی ایسا عجوبہ کیس نہیں آیا کہ گولی ہڈی کے سیدھ میں داخل ہونے کے باوجود ہڈی کو نقصان نہ پہنچائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز اور حقیر بندے کو موت کے مُنہ سے نکال کر دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔

اب قافلہ کا حال سُنئے۔ جب ہمارا قافلہ پہلے ظالموں سے بچ بچا کے واہگہ پہنچا تو یہاں تین ہزار غیر مسلم فوجیوں نے قافلہ کا استقبال بھری ہوئی رائفلوں سے کیا۔ قریب تھا کہ ہمارا قافلہ ان خونخواروں کی گولیوں سے چھلنی ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف فرمایا کہ عین اس وقت جبکہ وہ فائرنگ کے حکم کے منتظر تھے اللہ تعالیٰ نے بلوچ رجمنٹ کو فرشتۂ رحمت بنا کر وہاں پہنچا دیا۔ بس اس رجمنٹ کا پہنچنا تھا کہ ان لوگوں کے وحشیانہ ارادے خاک میں مل گئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے قافلہ کو بال بال بچایا۔''

(''الفرقان'' ربوہ ستمبر ۱۹۶۴ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱، صفحہ: ۱۱۶ تا ۱۲۷)

ایسا ہی ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ رسالہ الفرقان درویشانِ قادیان نمبر میں درج ہے وہ بھی اس جگہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

''ستمبر ۴۷ء کا واقعہ ہے اُس وقت سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لاہور تشریف لے جا چکے تھے اور قادیان اور مضافات کے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم.اے. رضی اللہ عنہ تھے۔ مشرقی پنجاب میں حالات مخدوش ہو چکے تھے اور پنجاب کے دونوں حصوں میں قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ اور فتنہ وفساد کا بازار گرم تھا۔ پاکدامن عورتوں کی عصمت لوٹی جا رہی تھی اور معصوم بچے اور ضعیف بوڑھے تک موت کے گھاٹ اُتارے جا رہے تھے کہ ایک دن گورداسپور کے فوجی انچارج بریگیڈیر پرنچ پائی نے حالات کو سدھارنے کے لئے بٹالہ میں علاقہ کے معززین کو ایک میٹنگ میں شمولیت کے لئے مدعو کیا۔ اس میں احمدیہ جماعت کے نمائندگان کو بھی بلایا گیا۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت مندرجہ ذیل احباب میٹنگ میں شمولیت کے لئے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئے۔

(۱) حضرت مرزا عزیز احمد صاحب (۲) جناب مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ (۳) مولوی برکات احمد صاحب راجیکی (۴) مولوی فضل الٰہی خان صاحب۔

ان کے علاوہ تین چار دوست اور بھی ساتھ گئے۔ جن کو گورداسپور میں بعض کام درپیش تھے اُس وقت کوئی اچھی کار یا جیپ مہیا نہ ہوسکی۔ اور چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو مقامی تبلیغ کی کار میسر آئی۔ باوجود اس کے کہ اس کار کی حالت اچھی نہ تھی فوری ضرورت کے پیش نظر ہمارے احباب اسی پر سوار ہو کر بٹالہ پہنچے۔ بٹالہ میں میٹنگ میں شمولیت کے بعد مرزا عبدالحق صاحب کے اصرار پر یہ احباب گورداسپور کے لئے روانہ ہوئے۔ وہاں پر سلسلہ کے بعض معززافراد جن میں مکرم چوہدری شریف احمد صاحب باجوہ اور بعض دیگر دوست جیل میں تھے۔ انہوں نے قرآن کریم اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ اشیاء بھجوانے کی درخواست کی تھی اور مکرم مرزا صاحب کی یہ بھی خواہش تھی کہ گورداسپور میں وہ اپنے دوستوں سے ملاقات کر سکیں گے۔

ابھی یہ کار نوشہرہ مجّا سنگھ سے آگے تین چار میل کے فاصلہ پر پہنچی تھی کہ کسی خرابی کی وجہ سے رُک گئی۔ کار کے ڈرائیور کرم دین صاحب نے اچھی طرح دیکھ کر یہ رائے دی کہ اس کار کا کوئی ضروری پرزہ خراب ہو گیا ہے اور اب اس کا باقاعدہ مرمت کے بغیر چلنا ممکن نہیں۔ اس وقت علاقہ کے حالات نہایت پرخطر تھے اور ..... جتھے اِدھر اُدھر پھر کر مسلمانوں کو قتل کر رہے تھے اور لوٹ مچا رہے تھے۔ ہمارے احباب کو طبعی طور پر یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ اب ان کا منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد گورداسپور کی طرف سے دو ملٹری ٹرک آتے ہوئے نظر آئے۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارہ سے ان کو ٹھہرایا۔ اتفاق سے اس میں مسلمان فوج کے افراد تھے جو ہندوؤں کا قافلہ پٹھانکوٹ چھوڑ کر واپس آ رہے تھے۔ ہمارے دوستوں نے ان کو کار کی خرابی اور اپنے سامنے پرخطر حالات کی وضاحت کرنے کے بعد اُن سے درخواست کی کہ وہ کار کو اپنے ٹرک کے پیچھے باندھ کر بٹالہ لے جائیں تا کہ وہاں پر کار درست کروائی جاسکے۔ ان فوجیوں نے کہا کہ ان کو کار ٹرک کے پیچھے باندھ کر بٹالہ لے جانے میں کوئی عذر نہیں لیکن اُن کے پاس کوئی رسہ نہیں ہے۔ ابھی اُن سے یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سڑک کی ایک طرف سے دو سکھ وہاں پر پہنچے اور انہوں نے بے تحاشا رونا اور واویلا کرنا شروع کیا۔ جب اُن سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ہمارا گاؤں سڑک سے ایک فرلانگ کے فاصلہ پر ہے اور وہاں پر ایک جتھا گاؤں کے مسلمانوں پر حملہ آور ہے۔ عورتوں، بچوں اور مردوں کو تہ تیغ کر رہا ہے اور ہم سے ان بے بس اور غریب مسلمانوں کی تباہی نہیں دیکھی جاسکتی لہٰذا ان مظلوموں کو بچانے کے لئے فوجی مدد بھجوائی جائے۔ ٹرکوں میں بیٹھے ہوئے فوجیوں نے جو معمولی رینک کے تھے اُن سکھوں سے

پوچھا کہ جتھے کی کتنی تعداد ہے۔ اُنہوں نے بتایا کہ تین چار ہزار افراد کے قریب ہے اس پر وہ فوجی گاؤں میں جا کر مظلوم مسلمانوں کو بچانے پر آمادہ نہ ہو سکے اور یہ کہہ کر چلے گئے کہ ہم بٹالہ جا کر اپنے ہیڈ کوارٹر میں اطلاع دیں گے اور وہاں سے حفاظتی انتظام ہو سکے گا۔ ان ٹرکوں کے جانے کے بعد ہمارے احباب تشویشناک حالات میں اپنی کار کے پاس کھڑے تھے کہ اچانک پٹھانکوٹ کی طرف سے دو ملٹری ٹرک آ گئے ان دونوں ٹرکوں میں سکھ ملٹری تھی اور یہ فوجی تقریباً سب کے سب بڑے رینک کے تھے۔ ان کا کمانڈر ہندو یا عیسائی تھا۔ ان ٹرکوں میں سے ایک ٹرک اُن کی کار کے آگے رُکا اور ایک ٹرک کار کے پیچھے کی طرف یہ فوجی فوراً اپنی سٹین گنیں سنبھالتے ہوئے باہر نکلے اور ہمارے احباب کو بہت درشت لہجہ میں کہنے لگے کہ ہمیں اطلاع ملی تھی کہ آپ لوگ کار میں بیٹھ کر قتل و غارت کر رہے ہیں اسلئے اب تمہیں اس جرم کی پاداش میں گولی ماری جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے ہمارے احباب کو دھکیل کر سڑک کے ایک طرف شیشم کے درختوں کے نیچے لائن میں کھڑا کر دیا اور باڑ مارنے کے لئے اپنے کمانڈر کے حکم کی انتظار میں ان کے سینوں پر بندوقیں رکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہمارے احباب نے ان کے الزام کے جواب میں کہا کہ ہم بریگیڈیر کے حکم سے قادیان سے بٹالہ آئے تھے اور وہاں پر میٹنگ میں شمولیت کے بعد گورداسپور جا رہے ہیں۔ ہمارا کسی قسم کے قتل و غارت سے تعلق نہیں۔ دوسرے فوجیوں نے اپنے کمانڈر کو باصرار کہا کہ ہر جگہ قتل و غارت کا بازار گرم ہے اور ظلم و تشدد ہو رہا ہے ان مسلمانوں کو چھوڑنا درست نہیں۔ یہ آٹھ آدمی اگر شوٹ کر دیئے جائیں تو کونسی ذمہ داری آتی ہے۔ جبکہ ان کے پاس دو گنیں بھی ہیں۔ (ان گنوں کے لائسنس اور پرمٹ بھی احباب کے پاس موجود تھے) جو ان کی حالت کو مشتبہ کرتی ہیں۔ اس پر فوجی کمانڈر نے ہمارے احباب سے اس میٹنگ کی تفصیل پوچھی جو بریگیڈیر کی صدارت میں بٹالہ میں ہوئی تھی اور اسکو یقین ہو گیا کہ یہ احمدی بریگیڈیر صاحب کے بلانے پر بٹالہ پہنچے تھے لیکن دوسری طرف اپنے ساتھی فوجی افسران کے اصرار کی وجہ سے وہ ہمارے دوستوں کو چھوڑ بھی نہیں سکتے تھے۔ اِسی حیص بَیص اور تکرار میں کئی ہندو اور سکھ جو سڑک پر سے گزر رہے تھے وہاں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے ملٹری والوں کو کہا کہ اس جگہ سے قریب ہی جتھے موجود ہیں۔ پس اگر کمانڈر صاحب شوٹ کرنے کا حکم نہیں دے سکتے تو ان احمدیوں کو اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ کار خراب ہونے کی وجہ سے وہ کہیں جا نہیں سکتے۔ ہم ابھی جتھالا کر ان کو ختم کر سکتے ہیں۔ اس تجویز سے ملٹری والوں کی تسلی ہو گئی اور کمانڈر صاحب کے حکم سے احباب کے سینوں پر سے بندوقوں کو ہٹایا گیا۔ اس مرحلہ پر ہمارے احباب نے ملٹری والوں سے کہا کہ ہماری کار خراب ہے اور خطرہ بہت زیادہ ہے لہذا مہربانی کر کے ہماری کار کو ملٹری ٹرک کے

پیچھے باندھ کر بٹالہ پہنچا دیا جائے لیکن جس ارادے سے انہوں نے ہمارے آدمیوں کو چھوڑا تھا اسکے پیش نظر وہ ان کی درخواست کو کس طرح قبول کرتے؟ چنانچہ وہ اپنے ٹرک اسٹارٹ کر کے چلے گئے اور جو ہندو اور سکھ وہاں پر جمع ہو گئے تھے اُن میں سے بعض اردگرد کے دیہات کی طرف جتھالانے کے لئے دوڑے۔

ہمارے احباب اللہ تعالیٰ کے لئے شکر کے جذبات سے مملو تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو گولیوں کا نشانہ بنائے جانے والے جان لیوا خطرہ سے نجات دی لیکن دوسری طرف ان جتھوں کا بھی خطرہ تھا جو قریب کے دیہات میں تباہی افگن یلغار کر رہے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا عجیب کرشمہ ہے کہ مکرم کرم دین صاحب ڈرائیور جو کار کی درستی سے قطعاً مایوس ہو چکے تھے اپنے ساتھیوں کے توجہ دلانے پر کار کو آخری طور پر درست کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ اسی جدوجہد میں انکا ہاتھ ایک پرزے پر پڑا اور خلافِ توقع کار اسٹارٹ ہو گئی۔ چنانچہ اسی وقت ہمارے احباب کار میں بیٹھ گئے اور بجائے گورداسپور کی طرف جانے کے بٹالہ کی طرف واپس لوٹے۔ ابھی سو دو سو گز کا فاصلہ کار نے طے کیا تھا کہ سڑک کی مغربی جانب سے ایک جتھا کھیتوں میں آتے ہوئے دکھائی دیا۔ وہ جتھا ہمارے دوستوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آرہا تھا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ کار سڑک پر جارہی تھی اور جتھے کی زد سے باہر تھی۔ پس وہ دور سے نعرے لگانے اور شور ڈالنے کے سوا کچھ نہ کر سکے۔

تین میل چلنے کے بعد کار پھر خراب ہوگئی۔ لیکن اس وقت ہمارے احباب اس یقین سے معمور تھے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے دو دفعہ اپنے خاص فضل سے انہیں موت کے چنگل سے بچالیا اُسی طرح اب بھی وہ اپنی رحمت کا سایہ اُنکے اوپر رکھے گا۔ چنانچہ چار پانچ منٹ کے اندر ڈرائیور کی کوشش سے کار پھر اسٹارٹ ہوگئی اور ہمارے احباب بٹالہ سے ہوتے ہوئے بخیریت قادیان واپس آگئے۔ واپسی پر انہوں نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سب ماجرا سُنایا۔ آپ نے یہ واقعہ سُننے کے بعد فرمایا کہ ایسے حادثات مومنوں کو پیش آتے ہی رہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور جانا تھا جو محسنِ حقیقی اور رؤف رحیم ہے لہذا ایسی شہادت کی موت بہت ہی قابل قدر اور بابرکت ہوتی ہے۔ ہاں ایک بات ضروری تھی کہ آپ کو اُس وقت جبکہ ملٹری والے آپ کو شوٹ کرنے لگے تھے کلمہ شریف ضرور پڑھ لینا چاہئے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتِ خاصہ سے ہمارے احباب کی جان بچا کر اپنی قدرت کا نشان ظاہر فرمایا اور ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے بالکل غیر معمولی سامان بھی فرماتا ہے۔ ”وللرحمٰن الطاف خفیة۔“ (رسالہ الفرقان، درویشانِ قادیان نمبر ۱۹۶۳ء صفحہ ۵۹ تا ۶۳)

قادیان پر حملے اور پریس کی خبریں

قادیان پر حملے کی خبریں اخبارات میں بہت زیادہ چرچہ کا باعث بنیں۔اس کی چند وجوہات بھی تھیں۔ ایک اہم وجہ تو یہ تھی کہ ہندوستان یونین کا یہ اعلان تھا کہ کسی کو یہاں سے نکالا نہیں جائے گا اور افرادِ جماعت احمدیہ قادیان سے جانا نہیں چاہتے تھے۔افسران منہ سے تو برملا اس بات کا اظہار نہ کرتے کہ قادیان خالی کیا جائے لیکن ہر طرف سے دباؤ اس قدر ڈالا گیا کہ احمدی قادیان چھوڑ دینے پر مجبور ہو جائیں اس وجہ سے قادیان کو باقی شہروں سے الگ ایک اہمیت حاصل ہو گئی۔

دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ قادیان کے احمدیوں کا اس پورے علاقہ میں ایک خاص مقام تھا۔کبھی کسی پر ظلم نہ کیا تھا قومیت کی بات کبھی نہ اُٹھی تھی بنی نوع انسان سے ہمدردی ان کا خاصہ تھا اس کے باوجود لوگوں کا قادیان والوں کے خلاف اس قدر ہو جانا کہ وہ ایک نظر بھی احمدیوں کا قادیان میں رہنا گوارا کرنے کو تیار نہ ہوں تعجب انگیز تھا۔اس لئے بھی اخباروں میں قادیان کے بارے خبریں کثرت سے آتی رہیں۔

پھر سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ قادیان جماعت احمدیہ کا مرکز تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جائے پیدائش تھی جس نے مذاہب کی دُنیا میں ایک تہلکہ مچایا تھا۔اس لئے بھی لوگوں کی نظر میں یہ خاص اہمیت رکھتا تھا۔اخبارات نے قادیان کے حالات پر بہت کچھ لکھا جس کو تاریخ احمدیت نے محفوظ کیا اس کا وہاں سے مطالعہ کیا جا سکتا ہے خاکسار اس حصہ کو چھوڑتا ہے۔البتہ جن جن اخباروں نے اس کے تذکرے کئے اور حالات لکھے ہیں اُن میں اخبار ''زمیندار'' لاہور۔اخبار ''احسان'' لاہور، اخبار ''نوائے وقت'' لاہور۔ اخبار ''انقلاب'' لاہور، اخبار ''سول اینڈ ملٹری گزٹ'' لاہور۔اخبار ''ڈان''، ''ڈیلی گزٹ'' قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اخبار ''نوجوان'' اخبار ''حقیقت'' لکھنؤ، ایرانی اخبار روز نامہ ''نجات'' نیز ارجنٹائین اور برطانیہ کے اخبارات نے بھی خبریں شائع کیں۔

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی درویشانِ قادیان کے لئے زرّیں ہدایات

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے قادیان سے لاہور چلے جانے کے بعد امیر کے فرائض محترم مولانا جلال الدین صاحب شمسؔ کے سپرد ہوئے۔حضرت مصلح موعودؓ نے آپ کو اپنے مکتوب مورخہ ۴۷-۱۱-۱۲ میں جو زریں ہدایات فرمائیں اُن کو اس جگہ بیان کرتا ہوں یہ ہدایات ہی آئندہ کی درویشی زندگی کے لئے لائحہ عمل تھیں۔جس میں آپ نے اخراجات کو کم کرنے۔حفاظتی عملہ اور دیگر کارکنان کی تنخواہوں کی تفصیل،

خوراک کے تعلق سے ہدایات بیان فرمائی تھیں۔اس قیمتی دستاویز کا مکمل متن حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی شمس صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آج معلوم ہوا ہے۔کہ جو کنوائے جانا تھا وہ کل کے کنوائے کی وجہ سے منسوخ ہوگیا ہے۔اب کوشش کر رہے ہیں کہ دوبارہ اس کی اجازت مل جائے۔خدا کرے مل جائے تو پھر یہ خط آپ کو مل جائیگا ورنہ جب خدا چاہے گا آپ لوگوں کی ملاقات کا موقع میسر آجائے گا۔

ا۔ مجھے افسوس ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہاں کوئی تنظیم نہیں۔علماء کو بغیر غور کے باہر نکال دیا گیا ہے۔ وہاں صرف مولوی عبد القادر صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب ہیں۔اب ہم کوشش کریں گے۔اگر ہوسکا تو محمد شریف امینی کو بھجوایا جائیگا۔حالانکہ علماء بھی آخری قافلہ میں جاسکتے تھے۔قادیان میں خرچ بے تحاشا ہوا ہے اور تنخواہوں کے خرچ کے علاوہ صرف اکتوبر میں اوپر کے اخراجات کے متعلق ساڑھے چھ ہزار کی تفصیل آئی ہے۔اس سے پہلے تو سارے مہینے کی آمدن ہی چھ ہزار تھی۔اکتوبر میں کچھ زیادتی ہوئی۔نومبر اسی طرح چل رہا ہے کوئی خاص زیادتی نظر نہیں آتی بلکہ کمی کا خطرہ ہے۔ان حالات میں اتنا خرچ کس طرح برداشت کیا جا سکتا ہے۔میرے نزدیک قادیان میں چونکہ غلہ موجود ہے۔دس روپیہ فی کس سے زیادہ کھانے کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔مستقل محافظوں کو تو گزارہ ملتا ہے اُن کے گزارہ میں سے اُن کا خرچ کاٹنا چاہئے دیہاتی مبلغین کو بھی گزارہ ملتا ہے۔اُن کے گزارہ میں سے بھی کھانے کا خرچ نکالنا چاہئے۔گندم چونکہ موجود ہے اس لئے میرے خیال میں گندم کے علاوہ دس روپے سے زیادہ مہینہ کا خرچ نہیں ہونا چاہئے۔اس طرح کل خرچ اڑھائی ہزار روپے ماہوار ہوگا۔اس میں سے قریباً سترہ سو روپیہ ایسے لوگوں سے واپس مل جائیگا جن کو گزارے ملتے ہیں۔اور باقی صرف آٹھ سو روپے کا خرچ رہ جائیگا۔گزاروں کی رقم مستقل محافظوں اور دیہاتی مبلغوں کی اگر ملائی جائے تو پانچ ہزار کے قریب بنتی ہے۔آٹھ سو روپیہ پہلا اور پانچ ہزار یہ ملا کر پانچ ہزار آٹھ سو روپیہ بنتا ہے۔جو لوگ باہر سے آئے ہوئے وہاں رہیں گے اُن کی تعداد ساٹھ کے قریب ہوگی اور قادیان والوں اور باہر سے آنے والے لوگوں کی تعداد قریباً ایک سو پچاس ہوگی۔ان لوگوں پر تیل اور صابن وغیرہ کے لئے بھی پانچ پانچ روپے خرچ کئے جائیں تو ساڑھے سات سو روپے کے قریب یہ بنتا ہے۔ صفائی وغیرہ اور دوسرے اخراجات دفتری کے لئے قریباً سو روپیہ رکھا جائے تو سات ہزار روپیہ بن جاتا ہے۔

یہ کھانے اور گزاروں اور تنخواہوں کو ملا کر رقم بنتی ہے۔لیکن مستقل محافظ اور دیہاتی مبلغ غالباً اپنے گزاروں میں سے کچھ رقم اپنے رشتہ داروں کو باہر بھجوانا چاہیں گے۔ میرے خیال میں وہ رقم تین ہزار سے کم نہیں ہوگی۔اس کو نکال دیا جائے تو چار ہزار روپیہ ماہوار کا خرچ ہوتا ہے۔اس طرح جو قادیان میں موجود روپیہ ہے اسی کے ساتھ آٹھ مہینے تک آسانی سے گزارہ کیا جا سکتا ہے۔

۳-قادیان میں جو گندم ہے اُس میں سے دو ہزار من ڈیڑھ سال کے خرچ کے لئے رکھ لیجائے۔گندم اچھی طرح رکھی جائے تو دو دو تین تین چار چار سال تک رکھی جا سکتی ہے۔ باقی چار ہزار من اگر حکمت کے ساتھ فروخت کر دی جائے تو چالیس ہزار روپیہ کی رقم اور آجائے گی۔اس طرح قریباً ڈیڑھ سال کا خرچ قادیان میں محفوظ رہے گا۔وہاں کے لوگوں کا صرف یہی کام نہیں کہ بیٹھ رہیں۔انکا کام یہ بھی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایک مستقل آبادی کی صورت دیں اور اُسی جگہ مستقل آمدنی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔مگر یہ ضرور کوشش ہونی چاہئے کہ گندم ضبط نہ ہو جائے۔فروخت ہو مگر محتاط طریق پر۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کو گندم کی فروخت کا لائسنس دلایا جائے۔

۴-جن لوگوں کے پاس لائسنس ہیں اور اُن کی میعاد دسمبر میں ختم ہوتی ہے۔اُن کو اپنے لائسنسوں کے دوبارہ جاری کرانے کی درخواستیں دے دینی چاہئیں۔ایسا نہ ہو کہ لائسنس ضبط ہو کر بندوقیں ضبط ہو جائیں اور ہمارے آدمی نہتے ہو جائیں۔اس طرح خزانہ کی حفاظت کی جو بندوقیں ہیں اُن کے لئے بھی لائسنس کے دوبارہ اجراء کی درخواستیں دے دینی چاہئیں۔

مَیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر لکھتا ہوں کہ اب جو لوگ وہاں رہیں۔اُن کو یہ سمجھ کر رہنا چاہئے کہ انہوں نے مکی زندگی اور مسیح ناصری والی زندگی کا نمونہ دکھلانا ہے۔اگر ہمارے کسی آدمی کی سختی کی وجہ سے یا مقابلہ کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی ہتک ہوئی تو اسکا ذمہ دار وہی ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کے ذریعہ سے ہم کو یہ نمونے دکھائے ہوئے ہیں۔اب نصیحت اور تبلیغ اور ضمیر کے سامنے اپیل کرنے سے کام لینا چاہئے اور دُعا اور گریہ وزاری اور انکساری سے کام لینا چاہئے اور ظلم برداشت کر کے ظلم کو روکنے کی کوشش کرنی چاہئے جبتک یہ طریق ہماری وہاں کی آبادی نہیں دکھائے گی۔ دوبارہ قادیان کا فتح کرنا مشکل ہے۔ ہمارے آدمیوں کو چاہئے کہ وہ دعائیں کریں اور روزے رکھیں یہانتک کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کو دعاؤں کی قبولیت اور الہام کی نعمت میسر آجائے پھر وہ اس نعمت کے ذریعہ سے سکھ اور ہندو آبادی کے دلوں کو فتح کریں اور جس طرح باوا نانک صاحب باوا فرید کے مرید ہوئے تھے وہاں کے سکھ اور ہندو ان کے مرید بن جائیں

اور جو جسمانی شوکت ہم سے چھن گئی ہے وہ روحانی طور پر ہم کو پہلے سے بھی زیادہ مل جائے۔ یہ طریقہ بھی اختیار کریں کہ کوئی مصیبت زدہ سکھ یا ہندو ملے تو اُس کو یہ تحریک کریں کہ تم احمدیت کی نذر مانو تو تمہاری یہ تکلیف دور ہو جائیگی پھر اُس کے لئے دعائیں بھی کریں۔ بیماروں کی شفا، مقدمہ والوں کی فتح اور اس قسم کے اور مصیبت زدوں کے لئے بھی یہ تحریک کرتے رہیں تو تھوڑے سے دنوں میں ہی سینکڑوں آدمی سکھوں اور ہندوؤں میں اُن کے مرید بن جائیں گے اور ایک روحانی حکومت اُن کو حاصل ہو جائے گی۔

میں نے اوپر لکھا ہے کہ وہاں خود اپنی آمدن پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے چار ذرائع ہیں۔ اوّل: دوکانوں کا افتتاح، دوم: طِب، سوم: زمینداری۔ ہمارے لڑکے وہاں موجود ہیں وہ کہیں کہ ہم اپنی زمینوں میں ہل چلانا چاہتے ہیں۔ سب لوگ مل کر خود ہل چلائیں۔ زمینوں کو آباد کریں۔ قادر آباد جو مشرق میں واقع ہے وہ اور اُس کے ساتھ ہماری سوڈیڑھ سو ایکڑ زمین ہے اگر اس میں غلہ اور ترکاری وغیرہ کی کاشت کریں۔ گنا بوئیں اور کواپریٹو فارم کے طور پر کام شروع کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میں سے اکثر کا گذارہ پیدا ہو سکتا ہے اور کم سے کم ایک سال کا غلّہ اور ترکاری اور دودھ اور گھی اور انڈا مفت مل سکتا ہے۔ چونکہ آدمیوں نے بدلتے رہنا ہے، اس لئے کواپریٹو اصول پر یہ کام ہونا چاہئے۔ چوتھے: چھوٹی چھوٹی صنعتیں جاری کی جائیں۔ جیسے بٹوے بنانا، بیگ بنانا اور اسی قسم کے اور کام ہیں۔ آدمی ہم باہر سے کام سکھا کر وہاں بھجوا سکتے ہیں۔ اس طرح بھی بہت سی آمد پیدا کی جاسکتی ہے۔ جب چیزیں بن جائیں تو وہ مشرقی یا مغربی پنجاب کی منڈیوں میں بیچنے کے لئے بھیجی جاسکتی ہیں۔ بہر حال قادیان کی آبادی تصوف کے اصول پر ہی قائم کی جاسکتی ہے۔ اور تصوف کا اصول یہ ہے کہ کم گفتن وکم خوردن وکم خفتن۔ باتیں تھوڑی کی جائیں۔ کھانا تھوڑا کھایا جائے۔ سویا کم جائے اور اس کے مقابلہ میں ذکر الٰہی زیادہ کیا جائے۔ محنت زیادہ کی جائے اور خدمتِ خلق زیادہ کی جائے ان چار اصولوں پر چل کر روٹی کی فکر باقی نہیں رہتی لوگوں کی مخالفت کی روح ٹوٹ جاتی ہے اور خدا کے فضل زیادہ سے زیادہ نازل ہونے لگتے ہیں۔

(۵) چونکہ آئندہ کنوائے بند ہوگا۔ فون، تار اور ڈاک کے ذریعہ کام لیں۔ لیکن یہ احتیاط کریں کہ ہر چیز پر دشمن کی نگرانی ہوتی ہے کوئی بات ایسی نہ لکھیں جس سے سچے یا جھوٹے طور پر آپ لوگوں کے خلاف اثر لیا جاسکے۔

میں نے سُنا ہے بجلی کا خرچ بالکل بے فائدہ اور لغو کیا جاتا ہے اور بڑا بھاری بل ادا کرنا پڑتا ہے۔ ان دنوں اس قسم کا خرچ نہایت ہی افسوسناک امر ہے۔ آپ لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ خدانخواستہ ملک میں اگر کوئی اور گڑبڑ ہوئی تو ہم پیسہ بھی آپ لوگوں کو نہیں بھیج سکیں گے۔ اور شاید اس موجودہ تین ہزار روپے سے ہی

آپ کو سالوں گذارنے پڑیں گے۔ اس لئے فوراً اپنی آمدن پیدا کریں اور فوراً اپنے اخراجات کو انتہائی درجہ تک گرادیں۔ ہاں صحت کا خیال ضروری رکھا جائے ہوسکتا ہے کہ باورچی بھاگ جائیں یا باورچی نہ ملیں اس لئے مومنانہ قربانی سے کام لیتے ہوئے ہر شخص روٹی پکانا سیکھے۔ جس طرح ہر سپاہی روٹی پکا سکتا ہے۔ اسی طرح قادیان میں رہنے والے ہر شخص کو روٹی پکانی آنی چاہیئے۔ تاکہ ضرورت کے موقعہ پر بیماری اور تکلیف کا شکار نہ ہونا پڑے۔ جو کام لوگ دنیا کی خاطر کرسکتے ہیں۔ آپ لوگ دین کی خاطر کیوں نہیں کرسکتے۔ فوجوں میں بھی ہوتا ہے کہ چار آدمیوں میں سے ایک آدمی باری باری روٹی پکاتا ہے۔ اور تین آدمی دوسرے کام کے لئے فارغ ہوتے ہیں۔ زیادہ مل کر انتظام کیا جائے۔ تو غالباً دس آدمیوں کے پیچھے ایک آدمی روٹی پکانے والا کافی ہوسکتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور مشق ہوجائے تو فی آدمی تیس آدمی کا کھانا بھی پکا سکتا ہے۔ گھی، مسالحہ ہم نے اتنا بھیج دیا ہے کہ اُن آدمیوں کے لئے غالباً سال سے بھی زیادہ عرصہ کے لئے کافی ہو۔

(۶) قادیان کے انتظام کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ایک کمیٹی وہاں کام کرے گی۔ امیر اس کا صدر ہوگا اور اس کے ممبر ہمارے خاندان کے دونوں نمائندے، محاسب، ناظر بیت المال، تحریک جدید کا ایک نمائندہ، دونوں مبلغ، باہر سے آنے والوں کا ایک نمائندہ، قادیان کے آدمیوں کا ایک نمائندہ، ڈاکٹر اور امور عامہ کا ایک نمائندہ ہوگا۔ اس کمیٹی کا نام صدر انجمن احمدیہ ہوگا اور اسی کا نام تحریک جدید ہوگا۔ اور اسی کا نام مقامی کمیٹی ہوگا۔ یہ کمیٹی قادیان کی آبادی کو قائم رکھنے، اخراجات کا کنٹرول کرنے، دینی روح پیدا کرنے، ہر قسم کے آمد کے ذرائع پیدا کرنے، مقامات مقدسہ کی حفاظت، تبلیغ اور اس تمام علاقہ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کی ذمہ دار ہوگی جو اس وقت احمدیہ جماعت کے ہاتھ میں ہے۔ اوپر کے بتائے ہوئے قاعدے کے مطابق اُس کے کل ممبر بارہ ہیں۔ لیکن اُن میں ضرورت کے مطابق زیادتی بھی کی جاسکتی ہے۔ بہرحال ہمارے نزدیک اتنے آدمیوں سے ہر حصہ کی نمائندگی ہوجاتی ہے۔ اصل چیز تو یہی ہے کہ اپنے رسوخ کو اتنا بڑھایا جائے کہ وہاں کے ہندو اور سکھ آپ لوگوں کے مرید بن جائیں اور وہیں سے آمد پیدا ہونی شروع ہوجائے اور یہ مشکل نہیں۔ اپنی ذمہ داری کو آپ لوگ سمجھیں تو ایسا ہوسکتا ہے۔

خلیل احمد اپنی مذہبی تعلیم کو جاری رکھے اور خود مطالعہ کرکے اور علماء سے مدد لے کر اپنی پڑھائی میں حرج نہ ہونے دے اور کچھ وقت دیہاتی مبلغوں کو پڑھائے۔ کیونکہ پڑھانے سے علم بڑھتا ہے۔ عزیز ظفر احمد کو بھی مذہبی معلومات بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہی نصیحت میری تمام قادیان کے رہنے والوں کو ہے۔ چھ سات گھنٹے ہر شخص کچھ نہ کچھ کمائی کے لئے خرچ کرے دو گھنٹے ہر شخص ایسے رنگ میں تبلیغ کرے کہ کوئی

جھگڑے والی بات نہ پیدا ہو اور تصوف کی طرف لوگوں کو مائل کر کے احمدیہ جماعت کی دعاؤں کی قبولیت، خدا تعالیٰ کے الہامات، اُس کی تائید، نصرت اور بیماروں کی شفاء وغیرہ کی طرف توجہ دلائیں۔ ایک دو گھنٹے قرآن کریم کے درس اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کے پڑھنے میں صرف کئے جائیں۔ تہجد کی ہر شخص عادت ڈالے۔ وہاں رہنے والے ہفتہ میں ایک دو روزے ضرور رکھیں۔ تہجد کی عادت ڈالنے کے لئے یہ طریق مقرر کر دیں کہ تراویح کی طرح سارا سال ہی نماز تہجد مسجد میں ہوا کرے یا اپنے اپنے حلقوں میں باجماعت تہجد کی عادت ڈالی جائے تمام کتب دفتر خلافت میں جمع کر دی جائیں۔ میری لائبریری کی الماریاں اکثر خالی ہوں گی ان میں رکھ دی جائیں۔ تمام اخباروں کے فائل اکٹھے کر لئے جائیں وہ بڑا قیمتی خزانہ ہے اور تاریخ سلسلہ کی بنیاد اس پر ہے۔ تمام لٹریچر کی لسٹیں بنوا کر یہاں بھجوائی جائیں۔ اور وہاں بھی محفوظ رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کی کتب کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آ جائیں۔ اسی طرح میری کتابوں کے کچھ سیٹ وہاں رہیں اور کچھ یہاں آ جائیں۔ تفسیر کبیر کی کچھ جلدیں بھی وہاں رکھی جائیں۔ حضرت صاحب کا جو لٹریچر آیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ اس میں حضرت صاحب کے اشتہارات کا مجموعہ شامل ہے یا نہیں۔ اگر وہ نہ آیا ہو تو اُس کی کچھ کاپیاں یہاں بھجوائی جائیں اور کچھ کاپیاں وہاں رکھی جائیں، پرانی تفسیریں بھی کچھ وہاں رکھی جائیں تا کہ وہاں رہنے والے ان سے فائدہ اُٹھاتے رہیں۔

باقی دعائیں بہت کرتے رہیں۔ قادیان سے بھی زیادہ اس طرف کو خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر جا کر اور مسجد مبارک میں بہت دعائیں کریں۔ یاد رکھیں کہ دعاؤں اور برکتوں کی جگہ قادیان ہے وہاں کے رہنے والے قادیان کی حفاظت کے علاوہ جماعت کی حفاظت کا کام بھی کریں گے کیونکہ بیرونی جماعتوں کی حفاظت میں قادیان کے لوگوں کی دعائیں بہت کچھ کام دے سکتی ہیں۔ اگر خدانخواستہ بیرونی جماعتوں پر اور کوئی آفت آئے تو قادیان کی جماعت کو یہ مدنظر رکھنا چاہئے کہ احمدیت اور اسلام کا جھنڈا قائم رکھنا اُن کا فرض ہے۔ تمام دنیا میں احمدیہ لٹریچر کی حفاظت اور تبلیغ وہ اپنا کام سمجھے بہرحال احمدیت کا بیج دنیا سے مٹ نہیں سکتا۔ اور ہر مومن کا فرض ہے کہ اس بیج کو بڑھانے اور پھیلانے میں حصہ لے۔

یہ خط اپنے پیچھے رہنے والے امیر اور نائب امیر اور نگران محافظین کو پڑھا دیں اور وہ اپنے وقت پر اپنے بعد والوں کو پڑھا دیں تا سب کے ذہن میں رہے۔

مرزا محمود احمد

۴۷-۱۱-۱۲

(مکتوبات اصحاب احمد جلد اول صفحہ: ۳۹ تا ۴۴)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا قادیان کے آئندہ نظامِ عمل کے متعلق ایک مفصل خط

قادیان بھجوائے جانے والے کنوائے کا سلسلہ ختم ہونے والا تھا کچھ لوگوں کے علاوہ باقی سب لوگ قادیان سے ہجرت کر چکے تھے۔ آخری کنوائے قادیان سے جانا باقی تھا اس موقعہ پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایات کی روشنی میں جو خط تحریر فرمایا اس کا بھی مکمل متن پیش خدمت ہے۔ یہ خط آپ نے امیر جماعت قادیان کے نام مورخہ ۴۷-۱۱-۱۴ کو تحریر فرمایا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

از رتن باغ لاہور ۴۷-۱۱-۱۴ مکرمی و محترمی شمس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کل مورخہ ۴۷-۱۱-۱۵ کو انشاء اللہ قادیان کا نوائے جا رہا ہے یہ غالباً آخری باقاعدہ کانوائے ہوگا۔ اس لئے اس میں باہر آنے والے عزیزوں اور دوستوں کو دُعا اور پیچھے رہنے والے دوستوں سے باقاعدہ رخصت ہونے کے بعد لاہور آ جانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قادیان والوں اور باہر والوں سب کا حافظ و ناصر ہو۔ چند ضروری ہدائتیں نوٹ فرمالیں۔ میں نمبروار درج کروں گا۔

۱- امارت کے متعلق حضرت صاحب کا فیصلہ یہ ہے کہ آپ کے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؔ امیر ہوں گے۔ اور عزیز مرزا ظفر احمد نائب امیر۔

۲- ناظر اعلیٰ عزیز مرزا ظفر احمد ہوں گے۔

۳- نگران حفاظت کیپٹن شیر ولی صاحب ہوں گے۔

۴- قادیان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک کا نظام اس کمیٹی کے ہاتھ میں ہوگا جو حضرت صاحب نے اپنے خط میں تجویز فرمائی ہے۔ اور اس کمیٹی کے ممبر صدر اور تحریک کے ممبر سمجھیں جائیں گے۔

۵- تحریک کی جائیداد واقع قادیان کی ذمہ داری بھی صدر انجمن پر ہوگی۔

۶- مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؔ سر دست قادیان میں ہی ٹھہریں۔ دسمبر کے بعد دوسرا انتظام کیا جائیگا۔

۷- قادیان میں مندرجہ ذیل طبقات ہوں گے:

(الف) قادیان کے باشندوں میں سے قرعہ کے ذریعہ قادیان ٹھہرنے والے۔

(ب) دیگر احمدی پبلک جو خوشی سے وہاں ٹھہرنا چاہے یا بطریق پرائیویٹ ملازمت وہاں ٹھہرے۔

(ج) تنخواہ دار عملہ حفاظت۔

(د) خدام بیرونی اور

(ھ) صدر انجمن یا تحریک کے کارکن۔

اِن میں سے نمبر الف کے آسودہ حال لوگوں کو لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔ یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔ اور جو آسودہ حال نہ ہوں انہیں مفت دیا جائے۔ نمبر ب میں سے جن کی گذارہ کی صورت ہو انہیں لنگر سے قیمتاً کھانا دیا جائے۔ جن کی گزارہ کی صورت نہ ہو انہیں مفت دیا جائے۔ نمبر ج کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے لینا چاہیں۔ نمبر د کو لنگر سے مفت کھانا دیا جائے۔ نمبر ھ کو قیمتاً کھانا دیا جائے یعنی اگر وہ لنگر سے کھانا چاہیں۔

۸- کھانے کی قیمت بورڈنگوں کے اصول پر چارج کی جائے یعنی حساب نکال کر فی کس پر قیمت پھیلا لی جائے۔ مگر قیمت نقد وصول کی جائے قرض نہ دیا جائے۔

۹- آئندہ قادیان کے دفتر محاسب کی امانت حفاظت (ح) میں سے مقررہ کمیٹی کے فیصلہ کے ساتھ ناظر اعلیٰ کو برآمد کا اختیار ہوگا۔ پابندیاں خرچ کے متعلق وہی ہوں گی جو حضرت صاحب نے اپنے خط مورخہ ۱۲-۱۱-۴۷ میں لکھ دی ہیں۔ تمام خرچ نہایت کفایت کے ساتھ کیا جائے اور خرچ کے مقابل پر آمد بھی پیدا کی جائے اور زندگی درویشانہ رکھی جائے اور حساب رکھا جائے اور آڈٹ بھی ہوتا رہے۔

۱۰- حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ قادیان میں ایک آڈیٹر ہونا ضروری ہے (خواہ قریشی عبدالرشید صاحب، خواہ راجہ بشیر احمد صاحب) جو صدر اور تحریک اور امانت حفاظت سب کا حساب چیک کرے اور اسے خزانہ کو بھی چیک کرنے کا اختیار ہو۔ خزانہ کی چابی کے علاوہ محاسب کے علاوہ ایک امین بھی ضروری ہے۔

۱۱- ملک صلاح الدین صاحب کو حضرت صاحب نے فی الحال دسمبر تک ٹھہرنے کی اجازت دی ہے اس کے بعد پھر غور ہوگا۔

۱۲- قادیان میں جو تنخواہ دار عملہ ہوگا۔ خواہ صدر یا تحریک کا اور خواہ عملہ حفاظت اس کے لئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ ابھی اُن رقوم کی تعین کر دے جو وہ اپنے عزیزوں کو پاکستان میں ماہوار ادا کروانا چاہتے ہیں پھر اس کے مطابق انہیں قادیان میں اس قدر رقم ادا کر دی جائیگی اور باقی پاکستان میں ان کے عزیزوں کو ادا کی جاتی رہے گی۔ یہ حصے بجٹ کے بھی الگ الگ ہو جائیں گے اس کے مطابق فوراً تحریریں لے کر ایک نقل قادیان میں رہے اور ایک لاہور آجائے۔

۱۳- حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ جو چٹھی امور عامہ قادیان کی طرف سے مسٹر سونی مجسٹریٹ قادیان کو

لکھی گئی ہے (نمبری ۱۰۳۳ مورخہ ۴۷-۱۱-۱۰) اُس کا لب ولہجہ بہت قابل اعتراض ہے۔ اور خواہ نخواہ چڑانیوالا ہے۔ اوّل تو یہ کوئی جواب نہیں کہ آپ نے اتنی دفعہ یہ پاکٹ خالی کرنیکے لئے کہا ہے کہ ہم جواب میں کوئی مثال نہیں بتا سکتے۔ (مثالیں یاد ہوتی ہیں اور بتانی چاہئیں۔ کیونکہ ان کے بغیر ہر معقول آدمی بناوٹی اعتراض سمجھتا ہے)۔ دوسرے تحریر کا لب ولہجہ ہرگز چڑانے والا نہیں ہونا چاہئے۔ جس میں طعن کا رنگ ہو۔ آخر آپ لوگوں نے اب قادیان میں انتہائی بردباری اور تحمل اور انکساری کے ساتھ رہنا ہے بلکہ یہ درویشانہ زندگی ہوگی۔ کیا درویشوں کا یہ لب ولہجہ ہوتا ہے آئندہ بہت احتیاط رکھی جائے۔ اور حکمتِ عملی اور اخلاق اور انکساری سے کام لیا جائے اور مولوی برکات احمد صاحب سونی صاحب سے مل کر زبانی بات کر کے سابقہ اثر کو دھونے کی کوشش کریں۔

۱۴- آپ نے جو فہرست کارکنان صدر انجمن احمدیہ اور تحریک ملک صلاح الدین صاحب کے دستخط سے بھجوائی ہے یعنی ان لوگوں کی جنہوں نے قادیان میں ٹھہرنا ہے۔ اس پر حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ فہرست زیادہ ہے اور بعض صیغوں کی اب الگ صورت میں رہنے کی ضرورت نہیں مثلاً تحریک کا صیغۂ تجارت اور صیغۂ صنعت قادیان میں رہنا فضول ہے۔ تحریک کا صرف ایک نمائندہ کافی ہے اس کی جائیداد وغیرہ کا خیال رکھنے کے لئے دراصل اس وقت قادیان میں یہ صیغے کافی ہیں۔

(الف) نظارت علیاء۔ (ب) نظارت امور عامہ (ج) نظارت ضیافت (د) محاسب اور بیت المال مرکّب۔ (ھ) ایک نمائندہ تحریک سب صیغوں کے لئے۔ ان سب کے لئے مناسب عملہ محررین ہونا چاہئے۔ اور وہ بھی مشترک ہو سکتے ہیں۔ نظارت دعوۃ اور تعلیم کا کام بھی اوپر کے کسی افسر کے ذمہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور ناظر امور عامہ و ناظر ضیافت میں سے ہی کوئی امین ہو جائے۔ آڈیٹر علیحدہ ہونا چاہئے۔ جو قریشی عبدالرشید صاحب یا راجہ بشیر احمد (میں) سے کسی کو مقرر کر کے رکھ لیا جائے۔

۱۵- خزانہ کے پہرہ دار دو ہونے ضروری ہیں۔ ایک کافی نہیں۔ گھروں کے دربان فارغ کر دئے جائیں اور خدام اور عملہ حفاظت سے کام لیا جائے۔

۱۶- خدام اور عملۂ حفاظت اور دوسرے اصحاب کو بلا کر نصیحت کی جائے۔ یہ خدائی امتحان کا وقت ہے۔ اس وقت خشیت پیدا ہونی چاہئے۔

۱۷- خزانہ سے اگر بڑا سیف قادیان سے آسکے تو مناسب ہوگا۔ تا کہ یہاں اس میں سر بمہر امانتیں رکھی جا سکیں۔ لیکن اگر اس کی وجہ سے پیچیدگی کا ڈر ہو تو رہنے دیں۔ اور بہر حال خالی بھجوائیں تا اگر پولیس اور

ملٹری کو شبہ ہو تو اسے کھول کر دکھادیں۔

۱۸- گندم کے متعلق حضرت صاحب کے خط میں تفصیلی ہدایت ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

۱۹- جب قادیان سے روانہ ہوں تو مقبرہ اور مسجد مبارک میں دعا کر کے آئیں اور سب دوستوں سے باقاعدہ مل کر اور رخصت ہو کر آئیں۔ اور انہیں اپنے پیچھے صبر اور قربانی اور انکساری اور باہمی اخوت کے ساتھ رہنے اور تقویٰ کی زندگی بسر کرنے کی نصیحت کر کے آئیں۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ والے درویش ہیں۔

۲۰- حضرت مولوی شیر علی صاحب کی وفات کی خبر ریڈیو پر نشر کی جا چکی ہے۔ بیماری تو تھی ہی مگر اس وقت قادیان سے جدائی کا صدمہ اور نقصان لوگوں کے اعصاب پر سخت اثر پیدا کر رہا ہے اور اس صدمہ کی وجہ سے بیماری کے مقابلہ کی طاقت کم ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ حافظ و ناصر ہو۔ بعض دوستوں نے خواہش کی تھی جسے حضرت صاحب نے بھی پسند کیا کہ اگر ممکن ہو سکے تو ان کا جنازہ قادیان پہنچایا جائے۔ لیکن اس وقت تک اس کا انتظام نہیں ہو سکا۔ گو ڈپٹی ہائی کمشنر نے ڈی سی. گورداسپور کے نام چٹھی دیدی ہے۔ اور بغیر پورے انتظام کے جنازہ کی بے حرمتی کا ڈر ہے۔ دیکھیں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ورنہ بہر حال لاہور میں امانتاً دفن ہوں گے۔ (آخری فیصلہ یہی ہوا ہے کہ لاہور میں امانتاً دفن کیا جائے۔)

۲۱- سیٹھ ابو بکر صاحب کے متعلق حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ وہ لاہور آجائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو۔ آپ کے بھی جو باہر آنے والے ہیں۔ اور ان کے بھی جو پیچھے قادیان رہیں گے۔

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد ۱۴-۱۱-۴۷

یہ خط اپنے پیچھے ریکارڈ اور دوستوں کے مطالعہ کے لئے چھوڑ آئیں

نوٹ:- جن دوستوں کا قادیان میں اسلحہ رہتا ہے جس کے متعلق علیحدہ ہدایت کی جا چکی ہے۔ اب دسمبر کے آخر میں تجدید کی درخواست دے دینی چاہیے۔

مرزا بشیر احمد

حضرت صاحب کا خط مورخہ ۱۲-۱۱-۴۷ سب کو پڑھا دیا جائے اور ریکارڈ رہے۔

مرزا بشیر احمد

نقل بخدمت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ

مرزا بشیر احمد ۱۴-۱۱-۴۷

(مکتوبات اصحاب احمد جلد دوم صفحہ: ۴۷ تا ۸۷ مرتبہ محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

۱۶؍نومبر کا آخری کنوائے

مرکز احمدیت کی حفاظت کے لئے جماعت تو یہ چاہتی تھی کہ قادیان میں زیادہ سے زیادہ لوگ رہیں تا کہ اس کو پھر سے آباد کرنے میں آسانی رہے۔ لیکن حکومت کے کارندے یہ نہ چاہتے تھے۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ احمدی کم سے کم تعداد میں یہاں رہیں۔ ایسے حالات کو دیکھتے ہوئے ہی پہلے اڑھائی صد افراد کے قادیان رہنے کا فیصلہ ہوا تھا جیسا کہ آپ نے گزشتہ صفحات میں پڑھا ہوگا۔ لیکن پھر اس کے بعد تعداد کو بڑھا کر بدری صحابہؓ کے جتنا ۳۱۳ کر دیا گیا۔ باقی لوگوں نے بہر حال قادیان سے ہجرت کرنی تھی اس کے لئے ۱۵؍ ماہ نبوت ۸؍نومبر کو آخری کنوائے قادیان پہنچا۔ جو دوسرے ہی دن ۱۶؍ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کو قادیان سے روانہ ہوا اس کے ذریعہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحبؓ مولانا جلال الدین صاحب شمس اور دوسرے سلسلہ کے بزرگان نے ہجرت کی۔ اس آخری کنوائے کی روانگی کا نقشہ صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے یوں کھینچا ہے۔

’’آخری قافلہ یہاں سے ۱۶؍نومبر ۱۹۴۷ء کو گیا۔ چونکہ بہت لوگوں نے جانا تھا۔ ہر قسم کی تیاری کرنی تھی اس لئے اکثر لوگ قریباً بیشتر حصہ رات کا جاگتے رہے مگر صبح ہی پھر ہلچل جلدی ہی شروع ہوگئی اور سامان کے ساتھ یہ لوگ محلّہ دارالانوار کی سڑک پر پہنچنے شروع ہو گئے۔ بارہ بجے کے قریب سب ٹرک لد گئے اور اجتماعی دعاؤں کے بعد جو کہ مسجد مبارک، بیت الدعا مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ہوئیں سب لوگ ٹرکوں کے پاس پہنچ گئے۔ مگر وہاں منظر ہی اور تھا۔ جانے کی خوشی تو کسی کو کیا ہونی تھی۔ ہر ایک رنج اور غم سے پسا جا رہا تھا۔ ہر ایک قدم جو کنوائے کی طرف اُٹھتا تھا وہ آگے سے بوجھل ہوتا۔ جو ضبط کی طاقت رکھتے تھے وہ ضبط کی کوشش کرتے۔ مگر اس کے راز کو اُن کی سُرخ آنکھیں پکار پکار کے فاش کر رہی تھیں اور جن کو ضبط کی طاقت نہ تھی وہ اس طرح روتے تھے جس طرح کہ کوئی بچہ اپنی ماں سے بچھڑنے کے وقت روتا ہے۔ آخر وہ وقت بھی آ گیا یعنی الوداعی دُعا کا۔ جس کرب اور الحاح کے ساتھ یہ دعا مانگی گئی اور جس تضرع اور عاجزی سے اُنہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا اس کو الفاظ بیان نہیں کر سکتے۔ اور جس نے وہ نظارہ دیکھا وہ بھی اسے بھول نہیں سکتا۔ وہاں بہت سے غیر مُسلم آئے ہوئے تھے اس کے علاوہ مسلم ملٹری کے سب سپاہی موجود تھے اور وہ سب محوِ حیرت تھے کہ ان لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ان لوگوں کی گذشتہ چار ماہ موت کے منہ میں جھانکنے کے باوجود بھی اس وقت یہ حالت ہے جبکہ ان کو موت سے بچایا جا رہا ہے۔ دُعا ختم ہوئی ٹرک ایک ایک کر کے روانہ ہوئے۔ جانے والے چلے گئے اور پیچھے رہنے والے ایک سکتہ کی حالت میں ان کو تکتے رہے۔ میں بھی

انہیں لوگوں میں تھا جو کہ اُن کو الوداع کر رہے تھے۔''

(الفضل ۱۰ر صلح/ جنوری ۱۳۲۷ ہش/ ۱۹۴۸ء صفحہ: ۵، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۳۶۷، ۳۶۸)

قادیان سے جب یہ آخری قافلہ رخصت ہوا تو مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے احباب قافلہ کے ساتھ بڑی درد بھری آواز کے ساتھ قادیان کی بستی کو یوں خطاب کیا:

''اے قادیان کی مقدس سرزمین! تو ہمیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد دُنیا میں سب سے زیادہ پیاری ہے۔ لیکن حالات کے تقاضا سے ہم یہاں سے نکلنے پر مجبور ہیں۔ اسلئے ہم تجھ پر سلامتی بھیجتے ہوئے رخصت ہوتے ہیں۔'' (الفرقان درویشانِ قادیان نمبر اگست ستمبر اکتوبر ۱۹۵۷ء صفحہ ۶)

دورِ درویشی کا آغاز

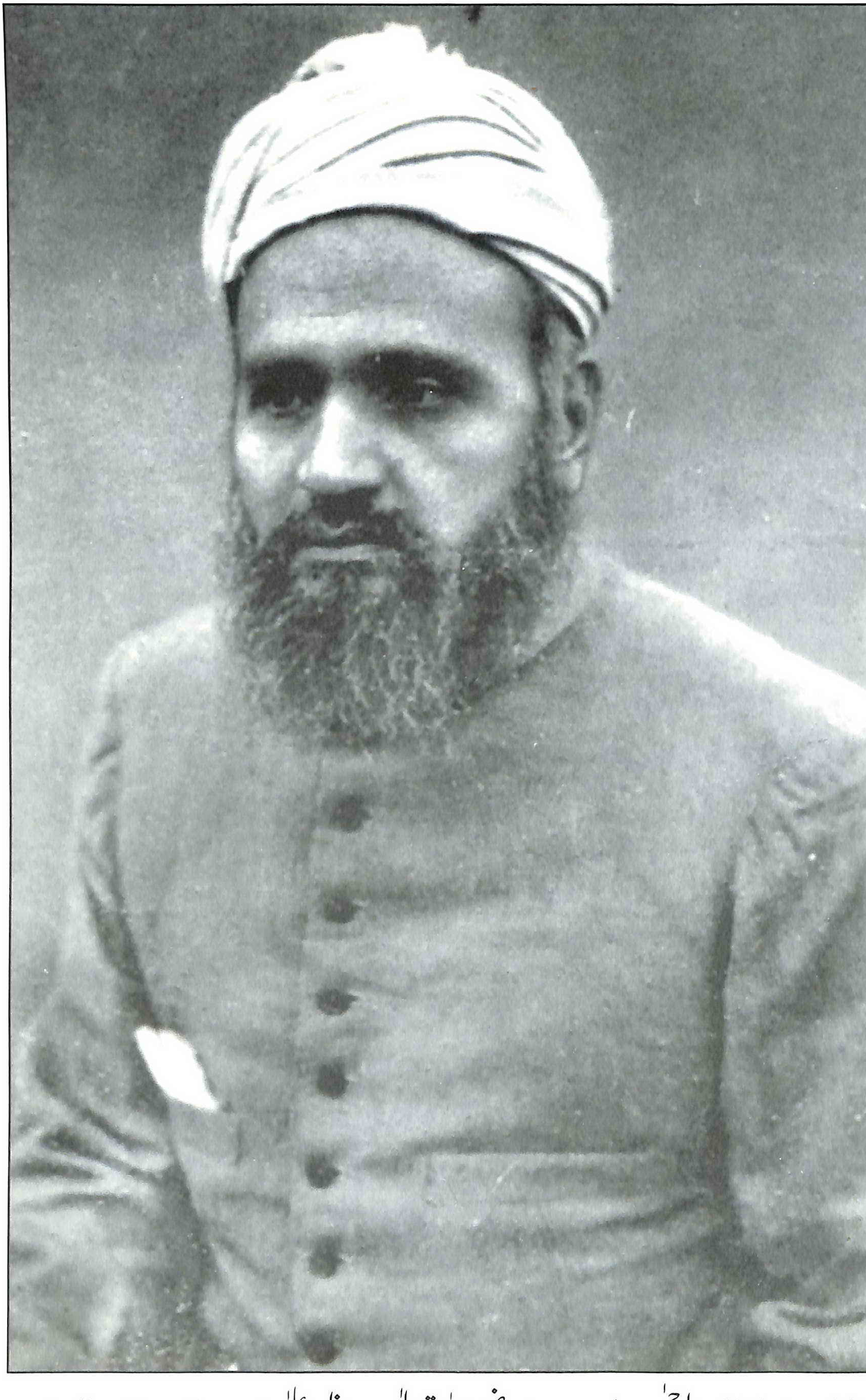
قادیان سے آخری قافلہ چلے جانے پر ایک نئے دور کا آغاز ہوا جسکو'' دورِ درویشی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ دور درویشی کے آغاز میں امارت کا اہم فریضہ حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ فاضل کے سپرد ہوا۔ اور ۳۱۳ جانثاروں نے سر بکفن ہو کر مقامات مقدسہ کی حفاظت کی خاطر اپنے آپ کو پیش کیا اور یہ عہد کیا کہ ہم اپنی جان مال عزت و آبرو سب قربان کر دیں گے لیکن مرکز احمدیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہیں خدا نے اس تخت گاہ کی نگہبانی کے لئے چنا تھا۔

۱۶ر نبوت/ نومبر کو قادیان میں ٹھہرنے والے درویشوں میں ۲۲۱ نوجوان ۵۷ درمیانی عمر اور ۳۵ بوڑھے تھے۔ جن میں ۱۱ اصحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی شامل تھے۔ قادیان کے مقامی احمدی درویشوں کو اُن کے انتخاب کی اطلاع قبل ازیں یکم نبوت/ نومبر ۱۳۲۶ ہش ۱۹۴۷ء کو بذریعہ کارڈ دی گئی تھی۔ جس پر امیر جماعت احمدیہ قادیان مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ کے دستخط تھے اُس کارڈ پر درج ذیل عبارت لکھی ہوئی تھی:

''درویش نمبر..... نام...... مبارک ہو کہ آپ کو اگلے دو ماہ کے لئے قادیان میں ٹھہرنے کے لئے منتخب کیا گیا ہے اُمید ہے کہ آپ امن اور صلح سے رہیں گے اور اپنے ساتھیوں سے تعاون کریں گے۔ خود تکلیف اٹھائیں گے مگر ساتھیوں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔''

اسی طرح درویشوں سے حسب ذیل عہد بھی لیا گیا تھا:

''ہم احمدی... جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں۔ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ ہم



حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان

تا حکم ثانی (جو انشاء اللہ تعالیٰ موجودہ فیصلہ کے مطابق دو ماہ تک ہوگا) قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ امن اور صلح سے رہیں گے ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ اور ہم میں سے جو افیسر ہیں وہ خود تکلیف اُٹھائیں گے لیکن دوسروں کو تکلیف نہ ہونے دیں گے۔" (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ: ۳۶۹)

یہی وہ خوش نصیب درویش تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ الہام ہوا تھا کہ:

"یہ (نان) تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔"

درویش کا قابلِ فخر خطاب پایا۔ ("نزول المسیح" روحانی خزائن جلد ۱۸/ صفحہ: ۵۸۵)

شروع شروع میں جملہ درویشوں کو نظم و نسق کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

۱- حفاظتِ مرکز کے مستقل خدام جن کے پہلے نگران کیپٹن شیر ولی صاحب تھے۔ درویشان نمبر 1 کے نام سے موسوم کئے گئے۔

۲- درویشان نمبر 2 میں قادیان کے مقامی احباب شامل تھے جن کے نگران مرزا محمد حیات صاحب مقرر ہوئے۔


۳- بیرونی خدام کو درویشان نمبر 3 قرار دیا گیا۔ اور اُن کی نگرانی کی خدمت چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے۔آنرز کو سونپی گئی۔

درویشانِ کرام کی اس تقسیم کے تقریباً ایک سال کے بعد یعنی ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء میں ان کے نمبروں کی تقسیم ختم کر کے مستقل تنخواہ دار درویشوں کو درویشان ناصر آباد اور درویشان بیرون کو درویشان مسجد اقصیٰ اور درویشان مقامی کو درویشان مسجد مبارک کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

۱۶/نومبر/نبوت ۱۹۴۷ء ۱۳۲۶ ہش کو جب آخری کنوائے قادیان سے چلا گیا تھا اگرچہ ریکارڈ میں یہ بات ہی ہے کہ اس وقت ۳۱۳ درویش قادیان میں رہ گئے تھے چونکہ اس وقت کے ریکارڈ میں اتنے ہی درج تھے لیکن بعض لوگ خود سے بھی یہاں رہ گئے تھے اگر اُن سب کو جو کسی نہ کسی وجہ سے ۱۶ نبوت/نومبر کے آخری قافلہ کے بعد یہاں رہ گئے تھے۔ شمار کر لیا جائے تو اُن کی کل تعداد ۳۲۶ تھی۔

شروع میں درویشان کو دو دو ماہ کے لئے ہی قادیان میں رکھا گیا تھا اور پروگرام یہ تھا کہ ہر دو ماہ کے بعد کچھ لوگ باہر سے قادیان آیا کریں گے اور جو دو ماہ کے بعد قادیان سے باہر جانا چاہتے ہوں اُن کو بھجوا دیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت بعض لوگوں کے تبادلے بھی ہوئے اور قادیان میں باہر سے تین مرتبہ نئے لوگ آئے۔ اُن تین قافلوں میں آنے والے افراد کی تعداد بالترتیب اس طرح تھی۔ اول ۱۰، دوم ۱۵، سوم ۳۴،

اس طرح ''درویش'' کا لقب پانے والے افراد کی کل تعداد ۳۸۵ بنتی ہے۔ ان میں سے ۱۶۲/ درویش قادیان میں فوت ہوئے اور ۱۹۵ قادیان سے باہر چلے گئے ان میں سے بعض اپنے حالات کے مطابق اجازت لے کر قادیان سے باہر گئے اور بعض کو جماعت نے اپنی ضرورت کی خاطر باہر بھجوا دیا۔ باقی ۸۲ حین حیات ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ انہیں صحت وسلامتی والی لمبی عمریں عطا کرے۔ آمین۔



صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان

فہرست درویشانِ قادیان

تقسیم ملک کے پُر خطر اور پُر آشوب زمانہ میں درویشی کا لقب پانے والے خوش نصیب درویشان کے اسماء کی فہرست حسب ذیل ہے:

حینِ حیات درویشانِ قادیان

۱	مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان	ولد حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ	قادیان
۲	مکرم مولوی عبد القادر صاحب دہلویؒ	ولد حضرت ڈاکٹر عبد الرحیم صاحب دہلوی (صحابی)	قادیان
۳	مکرم عمر دین خان صاحب	ولد مکرم محمد خان صاحب	قادیان
۴	مکرم خواجہ عبد الستار صاحب	ولد مکرم خواجہ محمد عبد اللہ صاحب	قادیان
۵	مکرم مرزا محمد اقبال صاحب	ولد مکرم اعظم بیگ صاحب	قادیان
۶	مکرم خواجہ احمد حسین صاحب	ولد مکرم محمد حسین صاحب	قادیان
۷	مکرم شیخ عبد القدیر صاحب	ولد مکرم شیخ عبد الکریم صاحب	قادیان
۸	مکرم محمد صادق صاحب ننگلی	ولد مکرم وریام دین صاحب	ننگل
۹	مکرم محمد احمد صاحب فقیر سائیں	ولد مکرم مولا بخش صاحب	کالا افغاناں
۱۰	مکرم بشیر احمد صاحب کالا افغاناں	ولد مکرم علم دین صاحب	کالا افغاناں
۱۱	مکرم مولوی محمد یوسف صاحب	ولد مکرم رحیم بخش صاحب	کوٹ سندر سنگھ ضلع قصور
۱۲	مکرم گیانی عبد الطیف صاحب	ولد مکرم عبد الرحمٰن صاحب	قادیان
۱۳	مکرم منظور احمد صاحب چیمہ	ولد مکرم چوہدری نور محمد صاحب	داتہ زید کا سیالکوٹ
۱۴	مکرم بشیر احمد صاحب مہار	ولد مکرم حاجی خدا بخش صاحب	میاں خانوالی سیالکوٹ
۱۵	مکرم مستری منظور احمد صاحب	ولد مکرم مستری نظام دین صاحب	چانگریاں سیالکوٹ
۱۶	مکرم چوہدری محمود احمد عارفؔ صاحب	ولد مکرم شیر محمد صاحب	نواں کوٹ شیخوپورہ
۱۷	مکرم محمد موسیٰ صاحب	ولد مکرم میاں محمد عبد اللہ صاحب	سیدوالہ ضلع شیخوپورہ
۱۸	مکرم چوہدری مبارک علی صاحب	ولد مکرم بانے خان صاحب	طالبپور پنڈوری ضلع گورداسپور

١٩ مکرم محمود احمد صاحب مبشر	ولد مکرم غلام احمد صاحب (صحابی)	چک نمبر N.B٩٩ سرگودھا
٢٠ مکرم خورشید احمد صاحب پر بھاکر	ولد مکرم نواب دین صاحب	چک نمبر 332 ج ب ضلع لائلپور
٢١ مکرم مولوی فیض احمد صاحب	ولد مکرم حبیب اللہ صاحب	کرنڈی خیر پور
٢٢ مکرم مولوی عبدالحمید مومن صاحب	ولد مکرم اللہ دِتا صاحب	جنڈیاں والا چک ١٩٥ ضلع لائلپور
٢٣ مکرم مولوی محمد ایوب صاحب بٹ	ولد مکرم غلام محی الدین صاحب	جہلم
٢٤ مکرم مولوی برکت علی صاحب	ولد مکرم محمد اسمٰعیل خان صاحب	موضع نصیرا ضلع گجرات
٢٥ مکرم چوہدری غلام قادر صاحب ڈار	ولد مکرم عبدالغفار صاحب	شادیوال گجرات
٢٦ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب	ولد مکرم عبدالکریم صاحب	تڑگڑی ضلع گجرات
٢٧ مکرم طیّب علی صاحب بنگالی	ولد مکرم عبدالمبارک صاحب	بنگال
٢٨ مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب	ولد مکرم بشیر الدین صاحب	بنگال

فہرست وفات یافتگان درویشان

نام	ولدیت	تاریخ وفات	ساکن
مکرم حافظ نور الٰہی صاحب	مکرم حافظ محمد عارف صاحب	26-4-48	کوٹ مومن ضلع سرگودھا
مکرم بابا شیر محمد صاحب	مکرم دتا خان صاحب	29-8-49	قادیان
مکرم سلطان احمد گجراتی صاحب	مکرم محمد بخش صاحب	29-4-49	کھاریاں ضلع گجرات
مکرم اللہ بخش صاحب	مکرم مولا بخش صاحب	16-9-49	ضلع سرگودھا
مکرم مجید احمد صاحب	مکرم غلام حسین صاحب	2-10-49	قادیان
مکرم شمس الدین صاحب	مکرم شیریں خان صاحب	11-8-50	قادیان
مکرم بابا اللہ دتا صاحبؓ (صحابی)	مکرم شہباز خان صاحب	10-2-50	دوالمیال
مکرم بابا محمد احمد صاحبؓ (صحابی)	مکرم غلام حسین صاحب	30-7-50	ضلع ہوشیار پور
مکرم حضرت منشی محمد الدین صاحب	مکرم نور دین صاحب	1-11-51	کھاریاں گجرات
مکرم خان عبد اللہ خان صاحبؓ (صحابی)	مکرم عبد الغفار خان صاحب	18-4-52	قادیان
مکرم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب	مکرم علی گوہر صاحب	26-8-52	ضلع لائلپور
مکرم فضل الدین صاحب ماشکی	مکرم نور محمد صاحب	18-1-53	قادیان
مکرم حاجی ممتاز علی صاحب	مکرم ذوالفقار علی خان صاحب گوہر	19-7-54	قادیان
مکرم میاں مولا بخش صاحب باورچی	مکرم خیرات اللہ صاحب	27-7-54	قادیان
مکرم بابا بھاگ صاحب امرتسری صحابی	مکرم جیوا صاحب	18-6-54	قادیان
مکرم بابا شیخ احمد صاحبؓ (صحابی)	مکرم غلام احمد صاحب	10-2-58	قادیان
مکرم بابا سلطان احمد صاحب	مکرم نور علی صاحب	12-3-58	قادیان
مکرم حافظ صدر الدین صاحب	مکرم محمد الدین صاحب	3-4-58	قادر آباد ضلع سیالکوٹ
مکرم بابا خدا بخش صاحب قلی	مکرم گاگو صاحب	25-5-59	قادیان
مکرم نذیر محمد خان صاحب افغان	مکرم مطیع اللہ خان صاحب	28-5-59	قادیان
مکرم میاں احمد دین صاحب	مکرم اللہ بخش صاحب	16-7-59	قادیان

مکرم باباکرم الٰہی صاحب	مکرم عیدا صاحب	25-9-59	پڈپار ضلع امرتسر
مکرم بابا بھاگ قادیانی صاحب	مکرم محمد بخش صاحب	13-3-60	قادیان
مکرم بابا صدرالدین صاحبؓ (صحابی)	مکرم رحیم بخش صاحب	4-12-60	قادیان
مکرم بشیر احمد صاحب سندھی	مکرم غلام محمد صاحب	27-12-60	سندھ
مکرم حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ (صحابی)	مکرم مہتہ گورا ندیتہ مل صاحب	5-1-61	قادیان
مکرم بابا عبدالسبحان صاحبؓ (صحابی)	مکرم رحمٰن میر صاحب	23-4-61	قادیان
مکرم حکیم عبدالرحیم صاحب	مکرم محمد جعفر صاحب	10-6-61	قادیان
مکرم فضل الٰہی صاحب گجراتی	مکرم محمد عبداللہ صاحب	9-7-62	کھاریاں ضلع گجرات
مکرم عبدالرحیم خان صاحب	مکرم سیّد احسن صاحب	30-10-62	قادیان
مکرم بابا عطا محمد صاحب	مکرم جمت خان صاحب	6-11-63	نوہٹ چک ضلع لدھیانہ
مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی	مکرم حضرت غلام رسول صاحب راجیکی	17-11-63	قادیان
مکرم دفعدار محمد عبداللہ صاحب	مکرم محمد ابراہیم صاحب	3-4-64	گجرات
مکرم بابا اللہ بخش صاحبؓ (صحابی)	مکرم محکم الدین صاحب	31-7-64	قادیان
مکرم بابا جان محمد صاحب	مکرم شاہ محمد صاحب	22-1-65	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب	مکرم سمندر دین صاحب	16-5-65	صوبہ سرحد
مکرم بابا جلال الدین صاحب	مکرم صدرالدین صاحب	19-7-66	قادیان
مکرم قاضی فضل محمد صاحب	مکرم موجدین صاحب	26-11-66	کپورتھلہ
مکرم بابا غلام احمد صاحب	مکرم فوجدار صاحب	20-4-67	مانگا ضلع سیالکوٹ
مکرم یونس احمد صاحب اسلم	مکرم محمد شفیع صاحب اسلم	15-6-68	قادیان
مکرم بابا محمد الدین صاحب	مکرم بھولا صاحب	17-7-68	قادیان
مکرم عبدالاحد خان صاحب	مکرم فتح محمد خان صاحب	3-8-68	قادیان
مکرم ملک خیر دین صاحب	مکرم کرم دین صاحب	23-6-69	قادیان
مکرم بابا فضل احمد صاحب	مکرم میر داد صاحب	17-11-69	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
مکرم مرزا بشیر احمد صاحب	مکرم مرزا بہادر بیگ صاحب	26-11-69	گجرات

مکرم فخر الدین صاحب مالاباری	مکرم ماپن کٹی صاحب	1-5-70	مالابار
مکرم مستری محمد اسماعیل صاحب	مکرم نظام دین صاحب	8-12-70	لاہور
مکرم ملک نذیر احمد صاحب پشاوری	مکرم ملک مشتاق احمد صاحب	3-7-72	پشاور
مکرم عبد الرحمٰن صاحب فانی	مکرم عطاء الرحمٰن صاحب فانی	14-3-72	بنگال
مکرم بابا محمد اسماعیل صاحب	مکرم محمد عبد اللہ صاحب	11-3-72	قادیان
مکرم میجر محمد عبد اللہ صاحب	مکرم ذو الفقار علی خان صاحب	6-12-72	قادیان
مکرم حافظ عبد العزیز	مکرم محمد بخش صاحب	20-2-73	ننگل
مکرم بابا نور احمد صاحب	مکرم عمر دین صاحب	31-7-73	قادیان
مکرم عزیز احمد صاحب گجراتی	مکرم منصب خان صاحب	12-12-73	گجرات
مکرم مستری عبد الغفور صاحب	مکرم احمد دین صاحب	3-8-74	رعیہ
مکرم حضرت بھائی شیر محمد صاحبؓ (صحابی)	مکرم میراں بخش صاحب	24-11-74	قادیان
مکرم ڈاکٹر عطر الدین صاحبؓ (صحابی)	مکرم بھولا صاحب	14-12-74	قادیان
مکرم عبد الرحمٰن صاحبؓ (صحابی)	مکرم احمد جان صاحب	15-12-74	قادیان
مکرم سید منظور احمد شاہ صاحب	مکرم سیّد فضل شاہ صاحب	7-4-75	بھینی قادیان
مکرم محمد احمد صاحب نسیم مالاباری	مکرم حسن کٹی صاحب	21-7-75	مالابار
مکرم چوہدری حسن دین صاحب	مکرم فضل دین صاحب	5-6-75	قادیان
مکرم نواب خان صاحب	مکرم خواج دین صاحب	18-7-76	ظفروال ضلع سیالکوٹ
مکرم مولوی عبد الحمید صاحب	مکرم خدا بخش صاحب	5-10-76	قادیان
مکرم حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ (صحابی)	مکرم برکت علی صاحب	20-1-77	قادیان
مکرم سیّد محمد شریف شاہ صاحب	مکرم سیّد حسن شاہ صاحب	6-10-77	قادیان
مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب	مکرم قاری محمد امین صاحب	30-1-78	قادیان
مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب	مکرم فیض احمد صاحب	28-3-78	ڈیریوالا
مکرم محمد شفیع صاحب دوکاندار	مکرم مولا بخش صاحب	26-6-78	قادیان
مکرم چوہدری فیض احمد صاحب	مکرم حافظ غلام غوث صاحب	28-8-78	گجرات

مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب	مکرم مہر دین صاحب	27-9-78	قادیان
مکرم اللہ دتا صاحب	مکرم ماہیا صاحب	13-12-78	پونچھ
مکرم خواجہ دین محمد صاحب	مکرم عبدالستار صاحب	12-1-79	بھاگی ننگل ضلع گورداسپور
مکرم شیر احمد خان صاحب	مکرم خان میر صاحب	5-3-79	قادیان
مکرم گیانی بشیر احمد صاحب	مکرم علی بخش صاحب	21-6-79	ماہل پور ضلع ہوشیار پور
مکرم بھائی عبدالرحیم صاحب دیانت	مکرم فضل محمد صاحب	7-2-80	قادیان
مکرم عبدالقادر صاحب اعوان	مکرم محمد امین صاحب	22-4-80	قادیان
مکرم چوہدری عبدالحق صاحب	مکرم اللہ دتا صاحب	4-6-80	قادیان
مکرم عبدالرحیم صاحب سندھی	مکرم الٰہی بخش صاحب	7-6-80	قادیان
مکرم منظور احمد صاحب چیمہ	مکرم غلام قادر صاحب	27-12-80	بہاولپور
مکرم صوفی علی محمد صاحب	مکرم جمال الدین صاحب	6-1-81	قادیان
مکرم مستری ہدایت اللہ صاحب	مکرم مہر دین صاحب	31-7-81	قادیان
مکرم فتح محمد صاحب اسلم	مکرم روڑا صاحب	13-12-81	قادیان
مکرم سردار محمد صاحب ونجواں	مکرم محمد عبداللہ صاحب	16-2-82	ونجواں
مکرم نور محمد صاحب پونچھی	مکرم فضل احمد صاحب	12-10-82	پونچھ
مکرم بہادر خان صاحب	مکرم شادی خان صاحب	15-10-82	اورحمہ
مکرم حضرت بھائی الہ دین صاحبؓ (صحابی)	مکرم احمد دین صاحب	28-12-82	شاہدرہ لاہور
مکرم محمد ابراہیم صاحب غالب	مکرم دلاور علی صاحب	1-10-83	قادیان
مکرم حاجی خدا بخش صاحب	مکرم مولا داد صاحب	28-11-83	شادیوال گجرات
مکرم حافظ اللہ دین صاحب	مکرم نواب دین صاحب	30-12-83	صوبہ سرحد
مکرم محمد شریف صاحب گجراتی	مکرم میراں بخش صاحب	12-3-84	گجرات
مکرم قریشی سعید احمد صاحب	مکرم عبدالکریم صاحب	23-6-84	قادیان
مکرم مرزا عبداللطیف صاحب	مکرم مرزا مہتاب بیگ صاحب	30-12-84	قادیان
مکرم فضل الرحمٰن صاحب	مکرم روشن دین صاحب	17-9-85	قادیان

مکرم عبدالمطلب صاحب بنگالی	مکرم دائم اللہ صاحب	7-12-85	بنگال
مکرم قریشی فضل حق صاحب	مکرم کمال الدین صاحب	28-4-86	قادیان
مکرم مرزا محمود احمد صاحب	مکرم مرزا محمد کریم بیگ صاحب	20-6-86	سیالکوٹ
مکرم مستری محمد حسین صاحب	مکرم محمد قاسم صاحب	25-7-86	قادیان
مکرم عبدالرشید صاحب نیاز	مکرم عبدالحکیم صاحب	13-8-86	قادیان
مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب	مکرم سردار خان صاحب	13-4-87	مہلنکی ضلع گوجرانوالہ
مکرم محمد حفیظ صاحب	مکرم محمد اسماعیل صاحب	5-11-87	بقاپور ضلع گوجرانوالہ
مکرم اسلم خان صاحب	مکرم اسداللہ خان صاحب	2-12-87	فتح پور یوپی
مکرم فتح محمد صاحب گجراتی	مکرم قطب دین صاحب	27-2-88	گجرات
مکرم محمد صادق صاحب عارف	مکرم رحیم بخش صاحب	10-11-88	مغلپورہ لاہور
مکرم محمد خضر صاحب	مکرم جھنڈے خان صاحب	6-2-89	سیالکوٹ
مکرم محمد احمد صاحب	مکرم چوہدری نور احمد صاحب	13-4-89	سبڑوا ضلع ہوشیار پور
مکرم مولوی عبدالواحد صاحب	مکرم شیخ عبداللہ صاحب	28-8-89	گمرولہ ریاست پونچھ
مکرم محمد عبداللہ نانبائی صاحب	مکرم صدرالدین صاحب	24-12-89	قادیان
مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی	مکرم سیٹھ محمد ابراہیم صاحب	22-2-90	بنگا ضلع ہوشیار پور
مکرم قمرالدین صاحب دہلوی	مکرم محمد عمر صاحب	16-7-90	سرسپور ضلع گوڑگاؤں
مکرم افتخار احمد صاحب اشرف	مکرم ماسٹر محمد علی صاحب	16-7-90	قادیان
مکرم محمد یوسف صاحب زیروی	مکرم نظام دین صاحب	30-10-90	زیرہ
مکرم چوہدری سعید احمد صاحب	مکرم چوہدری فیض احمد صاحب	21-1-91	مگوے ضلع سیالکوٹ
مکرم عبدالعظیم صاحب	مکرم رحمت اللہ صاحب	1-4-91	پنڈی بھٹیاں
مکرم فتح محمد صاحب نانبائی	مکرم محمد عبداللہ صاحب	6-11-91	قادیان
مکرم بشیر احمد صاحب شاد	مکرم خدا بخش صاحب	8-1-92	سید پور ضلع شیخوپورہ
مکرم مرزا محمد زمان صاحب	مکرم مرزا احمد دین صاحب	19-1-92	قادیان
مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل	مکرم احمد دین صاحب	13-5-92	کمالیہ ضلع لائلپور

مکرم عزیز احمد صاحب منصوری	مکرم منشی عبدالخالق صاحب	29-9-92	قادیان
مکرم محمد اسماعیل صاحب گجراتی	مکرم علم دین صاحب	21-1-93	گجرات شادی وال
مکرم شیخ محمد ابراہیم صاحب	مکرم نبی بخش صاحب	2-1-94	لائلپور
مکرم ملک بشیر احمد صاحب	مکرم ملک محمد ابراہیم صاحب	26-1-94	لائلپور
مکرم ولی محمد صاحب گجراتی	مکرم شاہ محمد صاحب	27-2-94	گجرات شادی وال
مکرم محمد سلیمان صاحب دہلوی	مکرم رسول بخش صاحب	1-4-94	سرسپور ضلع گوڑگاؤں
مکرم سائیں عبدالرحمٰن صاحب	مکرم فضل دین صاحب	16-4-95	قادیان
مکرم قاضی عبدالحمید صاحب	مکرم قاضی عبدالعزیز صاحب	12-6-95	ہوشیار پور
مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب	مکرم نور محمد صاحب	3-8-95	ضلع ملتان
مکرم مولوی امیر احمد صاحب	مکرم مہر دین صاحب	3-1-96	قادیان
مکرم عبدالکریم صاحب	مکرم مولا بخش صاحب	9-11-96	رعیہ
مکرم مستری محمد الدین صاحب	مکرم عمر الدین صاحب	30-3-97	قادیان
مکرم فضل الٰہی خان صاحب	مکرم حکیم کرم الٰہی صاحب (صحابی)	9-11-97	قادیان
مکرم محمد الدین صاحب بدرؔ	مکرم غلام نبی صاحب	7-1-98	ہوشیار پور
مکرم شریف احمد صاحب ڈوگر	مکرم سردار خان صاحب	19-9-98	چھنگےّ ضلع سیالکوٹ
مکرم بشیر احمد صاحب بانگروی	مکرم محمد اسماعیل صاحب	22-10-98	بدوملی سیالکوٹ
مکرم شریف احمد صاحب شیخوپوری	مکرم حسن محمد صاحب	22-11-98	کوٹ رحمت خان ضلع شیخوپورہ
مکرم بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار	مکرم مستری محمد عبداللہ صاحب	4-12-98	قادیان
مکرم منظور احمد صاحب گھنوکے	مکرم ماسٹر یعقوب علی صاحب	6-12-98	گھنوکے
مکرم غلام ربانی صاحب	مکرم چوہدری غلام محمد صاحب	10-2-99	قادیان
مکرم محمد یوسف صاحب ڈرائیور	مکرم اسمٰعیل خان صاحب	19-3-99	موضع نصیرا ضلع گجرات
مکرم سکندر خان صاحب	مکرم لال خان صاحب	10-11-2000	کھاریاں گجرات
مکرم عبدالغفور صاحب ریڈیو میکر	مکرم شیر محمد صاحب	12-11-2000	چک لوہٹ ضلع لدھیانہ
مکرم مرزا محمد اسحاق صاحب	مکرم مستری محمد دین صاحب	21-2-01	قادیان

مکرم بشیر احمد صاحب خادم	مکرم میاں اللہ بخش صاحب	26-7-01	ڈسکہ ضلع سیالکوٹ
مکرم مرزا منور احمد صاحب	مکرم حضرت برکت علی صاحب (صحابی)	24-8-01	قادیان
مکرم محمد اسماعیل صاحب ننگلی	مکرم فقیر محمد صاحب	16-9-02	ننگل
مکرم بشیر احمد صاحب گھٹیالیاں	مکرم غلام احمد صاحب	23-12-02	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے	مکرم حضرت نیاز محمد صاحب (صحابی)	2-2-03	قادیان
مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب	مکرم میاں فضل کریم صاحب	25-9-03	ماڑی پورتر گڑی ضلع گجرات
مکرم صوفی غلام احمد صاحب	مکرم سردار احمد صاحب	7-1-04	سٹھیالی
مکرم نذیر احمد صاحب ننگلی	مکرم الٰہی بخش صاحب	8-1-04	ننگل
مکرم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی	مکرم میاں محمد مراد صاحب	13-1-04	پنڈی بھٹیاں حافظ آباد
مکرم غلام حسین صاحب	مکرم نظام دین صاحب	21-3-04	قادیان
مکرم دین محمد صاحب ننگلی	مکرم محمد عبداللہ صاحب	28-4-04	ننگل
مکرم چوہدری غلام نبی صاحب	مکرم چوہدری فضل دین صاحب	7-6-04	مانگا ضلع سیالکوٹ
مکرم چوہدری ظہور احمد صاحب گجراتی	مکرم فتح دین صاحب	28-8-04	شیخ پور وڑائچ گجرات
مکرم شیخ عبدالحمید عاجز صاحب	حضرت شیخ محمد حسین صاحب صحابی	28-8-05	قادیان
مکرم نذیر احمد ٹیلر صاحب	مکرم بابا نور احمد صاحب باورچی	19-1-06	قادیان
مکرم چوہدری بدرالدین صاحب عامل	مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب	5-2-06	قادیان
مکرم مولوی عطاء اللہ خان صاحب	مکرم مولوی شیر محمد صاحب	17-5-06	ضلع سرگودھا
مکرم مولوی سراج الحق صاحب	حضرت منشی عبدالحق صاحب صحابیؓ	17-5-06	قادیان
مکرم قریشی محمد شفیع صاحب عابد	مکرم میاں اللہ رکھا صاحب	27-5-06	اکال گڑھ گجرانوالہ
مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب	مکرم عبدالحکیم صاحب	18-9-06	درگانوالی سیالکوٹ
مکرم ممتاز احمد صاحب ہاشمی	مکرم حضرت قریشی شاہ دین صاحبؓ (صحابی)	25-10-06	قادیان

قادیان سے واپس جانے والے درویش

نام	ولدیت	ساکن
مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ	قادیان
مکرم مرزا ظفر احمد صاحب	مکرم حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ	قادیان
مکرم حسن محمد خان صاحب عارف	مکرم فضل محمد خان صاحب	شملہ حال مقیم کینیڈا
مکرم چوہدری مبشر احمد صاحب	مکرم چوہدری حسین خان صاحب	قادیان
مکرم مرزا محمد حیات صاحب	مکرم مرزا عطاء محمد صاحبؓ صحابی	قادیان
مکرم خلیفہ منیر الدین صاحب	حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ	قادیان
مکرم سراج الدین صاحب مؤذن	مکرم غلام قادر صاحب	قادیان
مکرم چراغ دین صاحب	مکرم اللہ دتا صاحب	قادیان
مکرم خدا بخش صاحب	مکرم میران بخش صاحب	قادیان
مکرم محمد عبد اللہ صاحب ماشکی	مکرم نور محمد صاحب ماشکی	قادیان
مکرم سیّد سلطان احمد صاحب	مکرم سیّد فضل احمد صاحب	قادیان
مکرم مولوی غلام مصطفیٰ صاحب	مکرم حضرت مولوی عبد الحق صاحبؓ صحابی	بدوملہی
مکرم صوفی عبد القدیر صاحب	مکرم مولوی عبد الحق صاحبؓ صحابی	بدوملہی
مکرم عبد الرشید صاحب	مکرم مولوی عبد الحق صاحبؓ صحابی	بدوملہی
مکرم محمد اجمل صاحب	مکرم محمد افضل صاحب	قادیان
مکرم ضیاء الدین صاحب زرگر	مکرم روشن دین صاحب	قادیان
مکرم چوہدری عبد الغفور صاحب	مکرم اللہ دتا صاحب	قادیان
مکرم حسین صاحب ماشکی	مکرم نور محمد صاحب ماشکی	قادیان
مکرم مولوی غلام احمد صاحب ارشد	مکرم نور محمد صاحب	قادیان
مکرم نعمت اللہ صاحب قلعی گر	مکرم حکیم اللہ دِتا صاحب	قادیان
مکرم سیّد محمود احمد صاحب	مکرم سیّد حسین صاحب	قادیان
مکرم خواجہ عبد الکریم صاحب خالد	مکرم خواجہ عبد الواحد صاحب	گوجرہ

مکرم غفور احمد صاحب شاکر	مکرم نور احمد صاحب	قادیان
مکرم عبد الغنی صاحب	مکرم فضل دین صاحب	قادیان
مکرم محمد یحیٰ صاحب سرساوی	حضرت ماسٹر محمد اسماعیل صاحب سرساوی	سرسپور ضلع پٹیالہ
مکرم رفیق احمد صاحب سرساوی	مکرم محمد اسماعیل صاحب سرساوی	سرسپور ضلع پٹیالہ
مکرم عطاء الٰہی صاحب	مکرم امام دین صاحب	قادیان
مکرم عبد الواحد صاحب رنگریز	مکرم محمد رمضان صاحب	قادیان
مکرم محمود احمد صاحب سرگودھی	مکرم مولا بخش صاحب	سرگودھا
مکرم مستری غلام قادر صاحب	مکرم محمد الدین صاحب	قادیان
مکرم شیخ محمود احمد صاحب	مکرم شیخ اللہ بخش صاحب	قادیان
مکرم غلام احمد صاحب	مکرم محمد الدین صاحب	قادیان
مکرم مستری محمد عبد اللہ صاحب	مکرم عبد الحمید صاحب	قادیان
مکرم صوفی علی محمد صاحب	مکرم مولا بخش صاحب	قادیان
مکرم سراج الدین صاحب	مکرم چراغدین صاحب	قادیان
مکرم عبد القیوم صاحب کمپونڈر	مکرم محمد ظہور صاحب	قادیان
مکرم غلام رسول صاحب جلد ساز	مکرم میر ولی صاحب	قادیان
مکرم مفتی محمد سلطان صاحب خوشنویس	مکرم جمعہ خان صاحب	قادیان
مکرم شیر محمد صاحب پونچھی	مکرم فضل احمد صاحب	قادیان
مکرم امیر الدین صاحب	مکرم فضل دین صاحب	قادیان
مکرم محمد شفیع احمد صاحب	مکرم لال دین صاحب زرگر	قادیان
مکرم لال دین صاحب تانگہ بان	مکرم فقیر محمد صاحب	قادیان
مکرم نذیر احمد صاحب	مکرم عبد اللہ صاحب جلد ساز	قادیان
مکرم خواجہ مجید احمد صاحب	مکرم خواجہ شریف احمد صاحب	قادیان
مکرم محمد یوسف بھٹی صاحب	مکرم یعقوب خان صاحب	قادیان
مکرم نواب دین صاحب	مکرم خواجدین صاحب	قادیان
مکرم حسن محمد صاحب	مکرم نور دین صاحب	قادیان

مکرم مفتی محمد صادق صاحب	مکرم ملک طفیل احمد صاحب	قادیان
مکرم عبدالحق صاحب	مکرم میراں بخش صاحب	قادیان
مکرم عبدالعزیز صاحب گونگا پونچھی	مکرم عمر دین صاحب	ننگلی
مکرم غلام محمد صاحب	مکرم رحیم بخش صاحب	ننگلی
مکرم جلال الدین صاحب	مکرم رحیم بخش صاحب	ننگلی
مکرم صدیق صاحب	مکرم عزیز دین صاحب	ننگلی
مکرم اللہ دتا صاحب	مکرم دین محمد صاحب	ننگلی
مکرم محمد شریف صاحب	مکرم مہر دین صاحب	ننگلی
مکرم علی محمد صاحب	مکرم دین محمد صاحب	ننگلی
مکرم عبدالرحمٰن صاحب	مکرم رحمت اللہ صاحب	ننگلی
مکرم عبدالغنی صاحب	مکرم محمد بخش صاحب	ننگلی
مکرم فراز دین صاحب دیہاتی مبلغ	مکرم کریم اللہ صاحب	گجرات
مکرم جلال الدین صاحب	مکرم شہاب الدین صاحب	پکیواں ضلع گورداسپور
مکرم مظفر احمد صاحب	مکرم عبدالمجید صاحب	ہرسیاں (بلا اجازت واپس گئے)
مکرم محمد اسماعیل صاحب	مکرم جھنڈے خان صاحب	حسن کوٹ
مکرم خدا بخش صاحب	مکرم محمد علی صاحب	شکار ماچھیاں
مکرم نذیر احمد صاحب	مکرم رستم علی صاحب	شکار ماچھیاں
مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب	مکرم محمد بخش صاحب	پھیرو چیچی
مکرم عبدالستار صاحب	مکرم اللہ بخش صاحب	رعیہ
مکرم محمد احمد صاحب	مکرم مستری محمد اسماعیل صاحب	راج گڑھ لاہور
مکرم غلام حسین صاحب	مکرم فتح دین صاحب	پتوکی لاہور
مکرم عبدالحمید صاحب بٹ	مکرم مولوی احمد دین صاحب	نارووال
مکرم محمد رفیق صاحب	مکرم علی بخش صاحب	بھڑتانوالہ
مکرم محمد شریف صاحب درّانی	مکرم محمد علی صاحب	چندر کے منگولے
مکرم میر بشیر احمد صاحب	مکرم نظام دین صاحب	ڈیرانوالہ

مکرم خورشید احمد صاحب ضیاء	مکرم ثناء اللہ صاحب	ڈیرانوالہ
مکرم عطاء اللہ صاحب	مکرم چوہدری عبدالرحمٰن صاحب	سیالکوٹ
مکرم بشیر احمد صاحب ظہر بھڑیار	مکرم حیات محمد صاحب	سیالکوٹ
مکرم مستری روشن دین صاحب	مکرم مستری حسن دین صاحب	چانگریاں
مکرم نبی احمد صاحب چیمہ	مکرم غلام محمد صاحب	سندھ
مکرم بشیر احمد صاحب	مکرم محمد حسین صاحب	سیالکوٹ
مکرم عبدالحمید صاحب بانگا	مکرم الٰہی بخش صاحب	ابوالخیر شیخوپورہ
مکرم غلام رسول صاحب	مکرم چوہدری شاہ محمد صاحب	شیخوپورہ
مکرم شریف احمد صاحب	مکرم غلام محمد صاحب	کوٹ رحمت پورہ شیخوپورہ
مکرم شیخ سراج دین صاحب	مکرم چراغ دین صاحب	چک نمبر ۶۴ ضلع شیخوپورہ
مکرم سلطان احمد صاحب	مکرم محمد امین صاحب	پنڈی چری
مکرم محمد امین صاحب	مکرم مبارک احمد صاحب	پنڈی چری
مکرم اللہ یار صاحب	مکرم فتح محمد خان صاحب	سرگودھا
مکرم عبدالغنی صاحب	مکرم محمد الدین صاحب	سرگودھا
مکرم زکریا خان صاحب	مکرم محمد صدیق صاحب	مجوکہ
مکرم مولوی محمد صادق صاحب ناقد مولوی فاضل	مکرم اللہ رکھا صاحب	لائلپور
مکرم نذیر احمد صاحب	مکرم خدا بخش صاحب	دھوبی گھاٹ چک ۲۷۲ لائلپور
مکرم صدیق احمد صاحب	مکرم چراغ دین صاحب	چک ۲۷۶ کوکھوال لائلپور
مکرم غلام رسول صاحب	مکرم محمد الدین صاحب	// // // // //
مکرم چوہدری عبدالغفور صاحب	مکرم چوہدری رحمت اللہ صاحب	منٹگمری
مکرم صلاح الدین صاحب زرگر	مکرم فضل حق صاحب	منٹگمری
مکرم عبدالحق صاحب ناصؔر	مکرم عبدالمجید صاحب ٹیلر	منٹگمری
مکرم بابا شیر ولی صاحب کیپٹن	مکرم حیات خان صاحب	جہلم
مکرم راجہ صوبہ خان صاحب	مکرم غلام محمد صاحب	جہلم
مکرم چوہدری عطاء اللہ صاحب	مکرم سلطان بخش صاحب	جہلم

مکرم ملک ضیاء الحق صاحب	مکرم ملک بہاء الحق صاحب	دوالمیال
مکرم امیر علی صاحب	مکرم عبدالمجید صاحب	رتوچھ
مکرم میر رفیع احمد صاحب	مکرم ڈاکٹر برکت اللہ صاحب	گجرات
مکرم مرزا غالب بیگ صاحب	مکرم محمد اکرم بیگ صاحب	گجرات
مکرم خواجہ محمد اسماعیل صاحب	مکرم خواجہ غلام رسول صاحب	گجرات
مکرم راجہ احمد خان صاحب	مکرم باز خاں صاحب	گجرات
مکرم بشارت احمد صاحب	مکرم سلطان عالم صاحب	گجرات
مکرم چوہدری محمد احمد صاحب	مکرم چوہدری فضل احمد صاحب	گجرات
مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب	مکرم محمد حیات صاحب	گجرات
مکرم حکیم سراج الدین صاحب	مکرم محمد بخش صاحب	شادیوال گجرات
مکرم محمد شفیع صاحب	مکرم عمر دین صاحب	شادیوال گجرات
مکرم محمد حسین صاحب	مکرم غلام حسین صاحب	// //
مکرم بابا غلام احمد صاحب	مکرم رحیم بخش صاحب	عالم گڑھ گجرات
مکرم بشیر احمد صاحب	مکرم مولا بخش صاحب	// //
مکرم خان محمد صاحب	مکرم امان دین صاحب	عالم گڑھ گجرات
مکرم محمد فاضل صاحب	مکرم شاہ محمد صاحب	چک سکندر گجرات
مکرم محمد خان صاحب	مکرم کالے خان صاحب	// //
مکرم غلام محمد صاحب	مکرم فتح علی صاحب	// //
مکرم محمد علی صاحب	مکرم اکبر علی صاحب	// //
مکرم محمد اشرف صاحب	مکرم رحمت خان صاحب	چاکاں والی گجرات
مکرم فضل احمد صاحب	مکرم منشی احمد دین صاحب	چوکنانوالی گجرات
مکرم مرزا محمد الدین صاحب	مکرم مرزا غلام محمد صاحب	چوکنانوالی گجرات
مکرم سیّد منظور احمد صاحب	مکرم سیّد حسین صاحب شاہ صاحب	مجوکہ گجرات
مکرم رفیع الدین صاحب	مکرم میراں بخش صاحب	سوکھ کلاں گجرات
مکرم شاہ محمد صاحب	مکرم صاحب داد صاحب	// //

مکرم محمد خان صاحب	مکرم راجہ خان صاحب	فتح پور گجرات
مکرم محمد رمضان صاحب	مکرم عمر بخش صاحب	لدو کے گجرات
مکرم عطاء اللہ صاحب	مکرم اللہ دتا صاحب	پوڑانوالا گجرات
مکرم عبدالحئی ٹیلر صاحب	مکرم عطاء محمد صاحب	ڈنگا گجرات
مکرم چوہدری نبی احمد صاحب	مکرم حاکم الدین صاحب	گجرات
مکرم جلال دین صاحب	مکرم تاج دین صاحب	مونگ گجرات
مکرم ظہور احمد ناصر صاحب	مکرم مہر دین صاحب	فیروز والا گوجرانوالہ
مکرم سردار علی کھرل صاحب	مکرم غلام قادر صاحب	گوجرانوالہ
مکرم ملک غلام محمد صاحب	مکرم ملک بڈھے خان صاحب	تریگڑی گوجرانوالہ
مکرم عبدالکریم صاحب	مکرم نبی بخش صاحب	// //
مکرم نذیر محمد صاحب	مکرم اللہ دِتا صاحب	پریم کوٹ
مکرم غلام رسول صاحب عاجز	مکرم احمد دین صاحب	کوٹ شاہ عالم گوجرانوالہ
مکرم محمد صادق صاحب	مکرم چوہدری محمد ابراہیم صاحب	// //
مکرم عبدالرحیم صاحب	مکرم عبدالعزیز صاحب	کشمیر
مکرم علی محمد لون صاحب	مکرم عبدالصمد صاحب	شورت کشمیر
مکرم محمد رمضان صاحب	مکرم غلام احمد صاحب	ہموسان کشمیر
مکرم محمد عبداللہ صاحب	مکرم غلام محمد صاحب	راجوری کشمیر
مکرم محمد اسلم صاحب	مکرم پیر محمد صاحب	بہاولپور چک ۱۵۲/۲۰۷
مکرم شاہ محمد صاحب	مکرم فتح دین صاحب	چک نمبر ۹ بہاولپور
مکرم چوہدری غلام رسول صاحب	مکرم سردار خان صاحب	// //
مکرم محمد شفیع صاحب	مکرم فضل دین صاحب	چک R-۶/۹۳ بہاولپور
مکرم محمد خان صاحب	مکرم احمد خانصاحب	سندھ
مکرم گہنا خان صاحب	مکرم علی بخش صاحب	سندھ
مکرم عبدالرحمٰن صاحب	مکرم محمد رمضان احمد صاحب	سندھ
مکرم علاء الدین صاحب	مکرم امام بخش صاحب	سندھ

مکرم میجر ڈاکٹر محمود احمد صاحب	مکرم قاضی محمد شریف صاحب	کوئٹہ
مکرم چوہدری منور علی صاحب	مکرم شیر علی صاحب	کوئٹہ
مکرم کریم بخش صاحب	مکرم محمد عبداللہ صاحب	کوئٹہ
مکرم احمد دین صاحب	مکرم علم دین صاحب	کوئٹہ
مکرم عبدالرحمٰن صاحب	مکرم عبداللہ خان صاحب	کوئٹہ
مکرم مولوی عبدالقادر صاحب احسان	مکرم محمد بخش صاحب	ڈیرہ غازی خان
مکرم عبدالغفور خان صاحب	مکرم خوشحال خان صاحب	ٹوپی۔مردار
مکرم نعمت اللہ خان صاحب	مکرم عنایت اللہ خان صاحب	خوست
مکرم محمد عثمان علی صاحب بنگالی	مکرم عباس علی صاحب	بنگال
مکرم مطہر علی صاحب	مکرم اکبر علی صاحب	بنگال
مکرم عبدالسلام صاحب	مکرم کالو ماجی صاحب	بنگال
مکرم مولوی ابوالوفاء صاحب	مکرم محمد موسیٰ صاحب	مالابار
مکرم پی محمد صاحب	مکرم عبداللہ صاحب	مالابار
مکرم زین العابدین صاحب	مکرم عبدالقادر صاحب	مالابار
مکرم قریشی عبدالرشید صاحب	مکرم ڈاکٹر عبدالعزیز صاحب	قادیان
مکرم مرزا محمد صادق صاحب	مکرم مرزا امام دین صاحب	کوئٹہ
مکرم ملک سلطان احمد صاحب	مکرم ملک جان محمد صاحب	چکوال اٹک
مکرم میاں غلام رسول صاحب	مکرم نبی بخش صاحب	سندھ
مکرم چوہدری روشن دین صاحب	مکرم اللہ دِتا صاحب	سندھ
مکرم غلام محمد صاحب	مکرم عبداللہ خان صاحب	بہاول
مکرم محمد شریف صاحب	مکرم نبی بخش صاحب	کوٹلی سیالکوٹ
مکرم مسیح اللہ صاحب	مکرم عبدالغفور صاحب	کھیوڑہ۔جہلم
مکرم نذیر احمد صاحب	مکرم احمد دین صاحب	سرگودھا
مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب	مکرم مہر دین صاحب	لائلپور
مکرم بشارت احمد صاحب	مکرم خوشی محمد صاحب	گورداسپور

مکرم محمد ابراہیم صاحب خادم	مکرم مہتاب دین صاحب	قادیان
مکرم ماسٹر محمد یٰسین صاحب	مکرم علم دین صاحب	کوئٹہ
مکرم صوفی خدا بخش صاحب	مکرم گوہر خان صاحب	لاہور
مکرم میر محمد اکبر صاحب	مکرم میر محمد بخش ایڈوکیٹ صاحب	گوجرانوالہ
مکرم عبدالکریم حجام صاحب	مکرم اللہ دتا صاحب	تریگڑی گوجرانوالہ (بلااجازت واپس گئے)
مکرم مولوی عبدالوہاب عمر صاحب	مکرم حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ	قادیان
مکرم مستری جان محمد صاحب	مکرم حسن بخش صاحب	قادیان
مکرم محمد شمیم سیلونی صاحب	مکرم محی الدین صاحب	سیلون
مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب	مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب	نوشہرہ ککے زئیاں
مکرم ملک محمد یوسف صاحب	مکرم ملک علی محمد صاحب	جہلم
مکرم حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب	مکرم چندارسنگھ صاحب	قادیان
مکرم نور محمد ماشکی صاحب	مکرم اللہ دتا صاحب	قادیان
مکرم صدیق احمد صاحب	مکرم نور محمد ماشکی صاحب	قادیان
مکرم حاجی محمد دین صاحب	مکرم نور احمد صاحب	تہالوی۔ گجرات
مکرم بابا صدرالدین صاحب (صحابی)	مکرم فضل دار صاحب	تہالوی گجرات
مکرم بابا شکر دین صاحب	مکرم نواب دین صاحب	بن باجوہ سیالکوٹ
مکرم شیخ محمد یعقوب چنیوٹی صاحب	مکرم حاجی تاج محمود صاحب	چنیوٹ
مکرم خواجہ ضیاء الحق صاحب	مکرم خواجہ عبدالحق صاحب	گوجرہ
مکرم عبداللہ خان صاحب عرف بکا	مکرم شاہ دین صاحب	سیالکوٹ

آغاز درویشی کے لیل ونہار

قادیان میں رہنے والوں نے مرکز احمدیت کی حفاظت کا عہد کیا تھا۔ سوائے مقاماتِ مقدسہ کی حفاظت کے اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ بہت سے درویش شادی شدہ تھے۔ عورتوں اور بچوں سے دور قادیان میں دھونی رما کر بیٹھ گئے۔ مقامات مقدسہ قادیان کی حفاظت کے لئے جو ڈیوٹی بھی لگائی جاتی اس کو بڑی مستعدی سے ادا کرتے اور راتوں کو ذکر الٰہی میں گزارتے۔ ان دنوں اکثر درویش روزے رکھا کرتے۔ سب کو کھانا شروع شروع میں لنگر خانہ سے ہی ملا کرتا تھا۔ ہر درویش دُعاؤں میں ہر وقت مصروف رہتا اور دل میں یہ تمنا رہتی کہ قادیان کی واپسی کے دن جلد از جلد آئیں۔ ہر نیکی کے کام میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش فرما برداری ہر کام میں دلچسپی، دل میں خدا کی یاد، زبان پر اس کا ذکر حوصلہ اور ہمت جوانمردی کے پیکر قرآن کے عاشق ہر ایک دوسرے پر جان فدا کرنے کو ہر دم تیار دوسرے معنوں میں قادیان کی گلیوں میں فرشتے گھومتے تھے۔ دل میں کسی خطرہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ موت کو آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہوئے بھی ہنس دیتے کہ موت بھی ان کی ہنسی کو دیکھتے ہوئے ہنس کر واپس چلی جاتی۔ درویشوں کی اسی قابل رشک زندگی کا ذکر تاریخ احمدیت میں یوں آیا ہے۔

''یہ زمانہ اگر چہ درویشان قادیان کے لئے انتہائی صبر آزما اور غایت درجہ ابتلا کا زمانہ تھا جس میں ایسے ایسے خطرناک اوقات بھی آئے جبکہ اُن سب کا موت کے گھاٹ اتار دیا جانا یقینی نظر آتا تھا۔ مگر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد بار فرمایا ہے۔ یہی ابتلا دراصل فتوحات و برکات کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

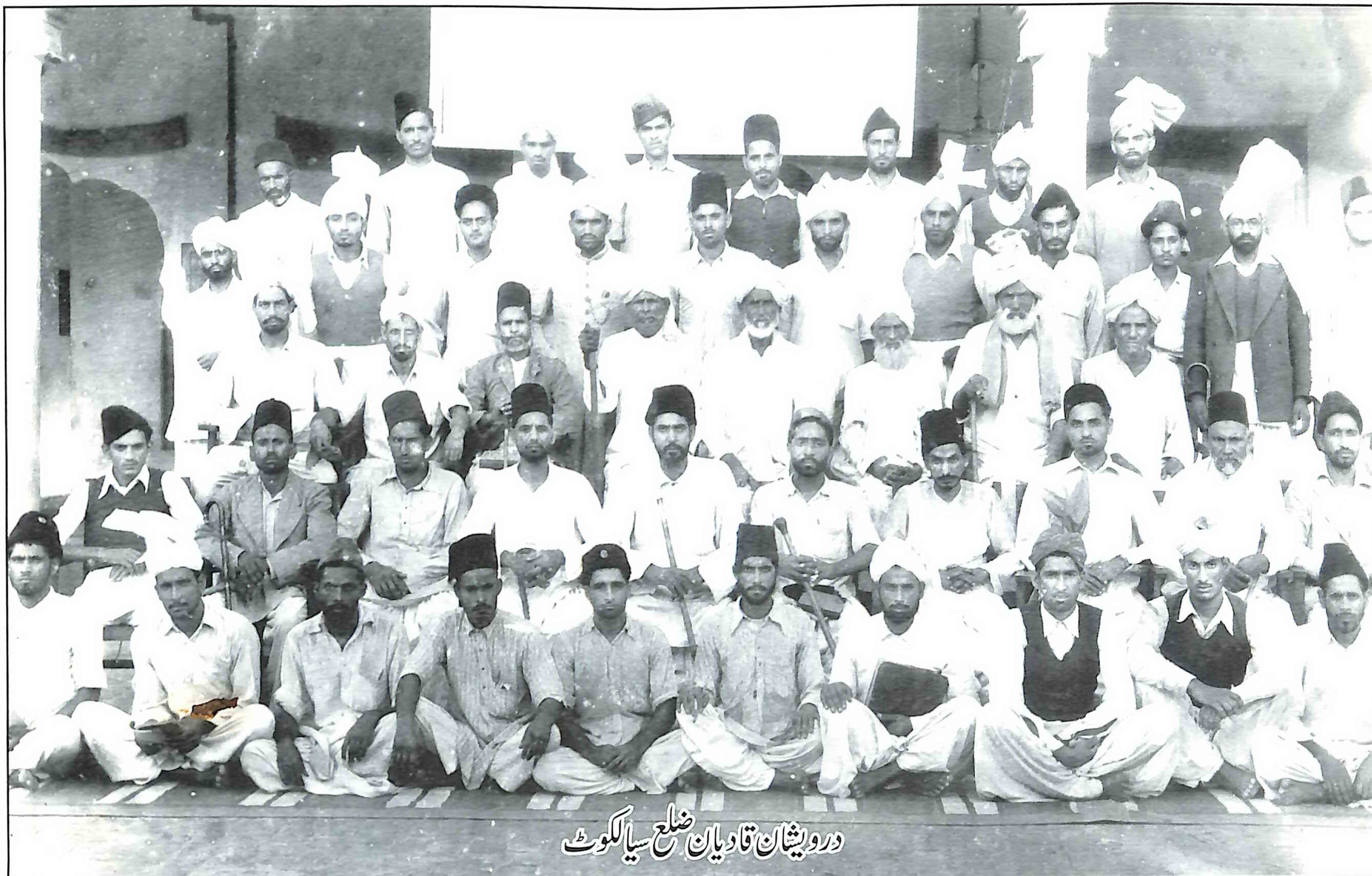
''ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سر یہ بھی ہوتا ہے کہ دُعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔''

''جو سچا مومن ہے ابتلا میں اس کے ایمان کی حلاوت اور لذّت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور اس کے عجائبات پر اس کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ پہلے سے بہت زیادہ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا اور دعاؤں سے فتحیاب اجابت چاہتا ہے۔''

انہی ابتلاؤں کے نتیجہ میں انسان میں وہ زبردست روحانی اور ذہنی انقلاب بالآخر برپا ہو جاتا ہے جو اُسے ابدال کے اُس زمرہ میں شامل کر دیتا ہے۔ جس کی نسبت حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:۔



درویشان قادیان ضلع سیالکوٹ


درویشان قادیان ضلع سیالکوٹ



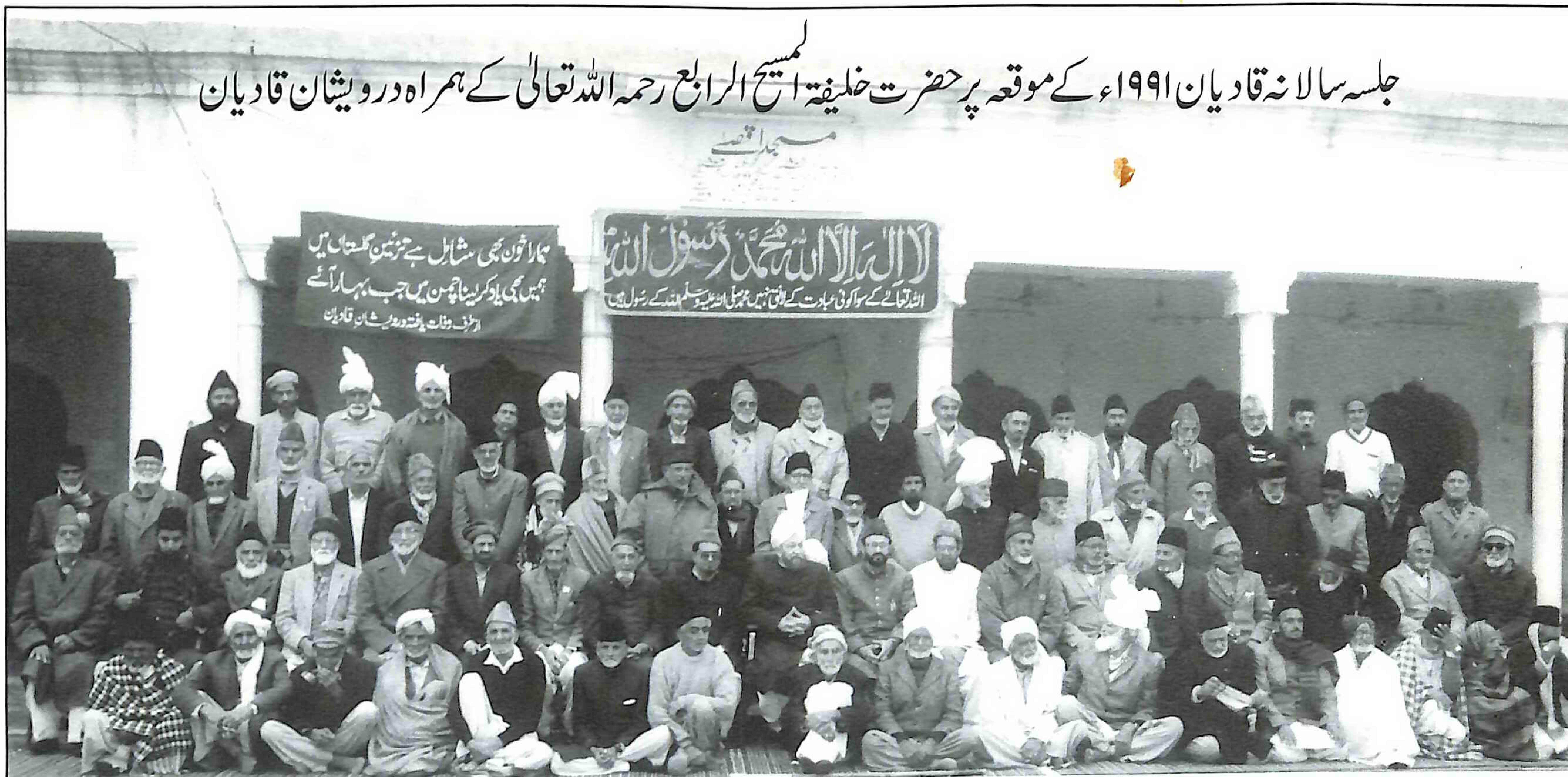
On Floor :-Master Mohd. Ibrahim, Haji Khuda Bakhs, Malik Mohd. Bashir, Mohd . Ibrahim Ghalib, Fazalurrahman, Mirza Abdul Latif, Abdul Wahid Dukandar, Sk Mohd. Ibrahim, Mohd. Abdulla Nanbai, Fateh Mohd. Gujrati, Mistri Mohd. Din, Ha fiz Alla Din, Abdul Hamid Momin, Qureshi Fazal Haq

On Chairs:- Fazal Elahi Khan, Mumtaz Ahmad Hashmi, Ch. Mohd. Abdulla, Ch. Saeed Ahmad, Ch. Mahmood Ahmad Arif, Ch. Abdul Qadir, Maulvi S harif Ahmad Amini, Malik Salahuddin, Sahibzada Mirza Wasim Ahmad Sb. Nazir Ala & Am ir of Qadlan, Badrud Din Amil, Maulvi Mohd Hafiz, Maulvi Abdul Q adir Dehlvi, Ch Mohd Ahmad Sikendar Khan, Maulvi Abdul Haq Fazal, Qurashi Mohd Shafl Abid, Maulvi Ma nzoor Ahmad Ghanoke, Ch Abdul Salam

Standing Ist Row:- Ataulla Khan, Iftikhar Ahmad Ashraf, Ch Mubarak Ali, Mistri Moh d Husain, Zahoor Ahmad Gujrati, Ghulam Qadar, Abdul Azim, Dr. Bashir Ahmad Nasir, Mirza Munawar Ahmad, Ahmad Husain, Mohd Sharif, BashirAhmad Gha tialian, Mohd Ishaq, Maulvi Mohd Yusuf, Tayyab Ali, Amir Ahmad.

Standing 2nd Row:- Mohd Yusuf Gujrati, Mohd Sadiq Nangali, Ghulam Ahmad, Qureshi Saeed Ahmad, Mohd Din Badr, Maulvi Mohd Umar Ali, Qazi Abdul Hamid, Bashir Ahmad Bangarvi, Mohd Suleman Dehlvi, Khawaja Abdul Sattar, Bashi r Ahmad Contractor, Maulvi Faiz Ahmad, Mohd Sharif Shekhoopuri , Din Mohd Nangali, Khurshid Ahmad Parbhakar, Mohd Ismail Nangali, Nazir Mohd Nangli.

Standing 3rd Row:- Abdul Karim Nasir Abadi, Sharif Ahmad Dogar, Mohd Moosa, Ghulam Nabi, Manzoor Ahmad Cheema, Wali Mohd Gujrati, Ghulam Husain , Mohd Sadiq Arif, Mirza Mohd Iqbal, Aziz Ahmad Mansoori, Nazir Ahmad Tailor , Mohd Ismail Gujrati, Khizar Mohd Bajwa, Ch Umar Din, Bashir Ah mad Hafiz Abadi, Bashir Ahmad Mahar



Sitting on ground: (from left to right) Sheikh Mohammad Ibrahim, Mohammad Ismail Nangli, Sufi Ghulam A hmad, Nazir Ahmad Nangli, Sharif Ahmad Sheikhupuri, (from left to right) Mohammad Sharif Dogar, Aziz Ahmad Mansoori, Mirza Mohammad Zamman, Sain Abdur Rehman, Wali Moha mmad Sahib, Abdul Kareem, Bashir Ahmad Hafizabadi, Din Mohammad Nangli, Tayyab Ali, Mohammad Din Badr, Mohammad I iail Gujratl, Mohammad Sule man Dehlvi.

Sitting on chairs: M.Manzoor Ahmad Ghanoke, M.Bashir Ahmad Khadim, Mirza Munawwar Ahmad, M.Abdul Qadir Dehlvi, Barkat Ali Inaam, Malik (from l eft to right) Bashir Ahmad Nasir, Fazal Elahl Khan, Abdul Hameed Ajiz, Choudhry Allah Bakhsh Sadique, HAZRAT MIRZA TAH1R AHMAD SAHIB Khalifatul Masih IV, Mirza Wasim Ahmad Sahib, Malik Salahuddin , Mubarak Ali, Badruddin Amil, Mumtaz Ahmad Hashmi, Mohammad Shafi Abid, M.Abdul Haque Fazal, Manzoor Ahmad Cheema, M.Moha mmad Abdullah.

Standing 1st Line: Mazhar Hussain Sabir, M.Mohammad Yousuf, Mohammad Ahmad, Bash ir Ahmad, Mohammad Moosa, Mohammad Din, .Bashir Ahmad (from l eft to right) Mohar, Bashir Ahmad Contractor, Ghulam Nabi, Abdus Salam, Ahmad Hussain, Qazi Abdul Hamid, Abdul Lateef, Sheikh Abdul Qadeer, Bashir Ahmad, M.Ameer Ahmad, Ataullah Khan, Ab dus Sattar, Mohammad Yousuf, Mohammad Ibrahim, Malik Bashir A hmad, Mohammad Ayyoob Butt.

Standing IInd Line: Syed Shahamat AH, Umar Din Dehlvi, Zahoor Ahmad Gujrati, Mohamma d Sadique Nangli, Mohammad Umar Ali, Ch.Umar Din, Ghulam Rabbanl , Ghulam Hussain, Manzoor Ahmad, Khurshid Ahmad, Mohammad Ishaq, Bashir Ahmad Ghatiyalian, Ghulam Qadir, Sikandar Khan, M.Faiz Ahmad, Abdul Hameed Momin, Mahmood Ahmad Mubashir, Mir za Mohammad Iqbal, Hikmatullah.

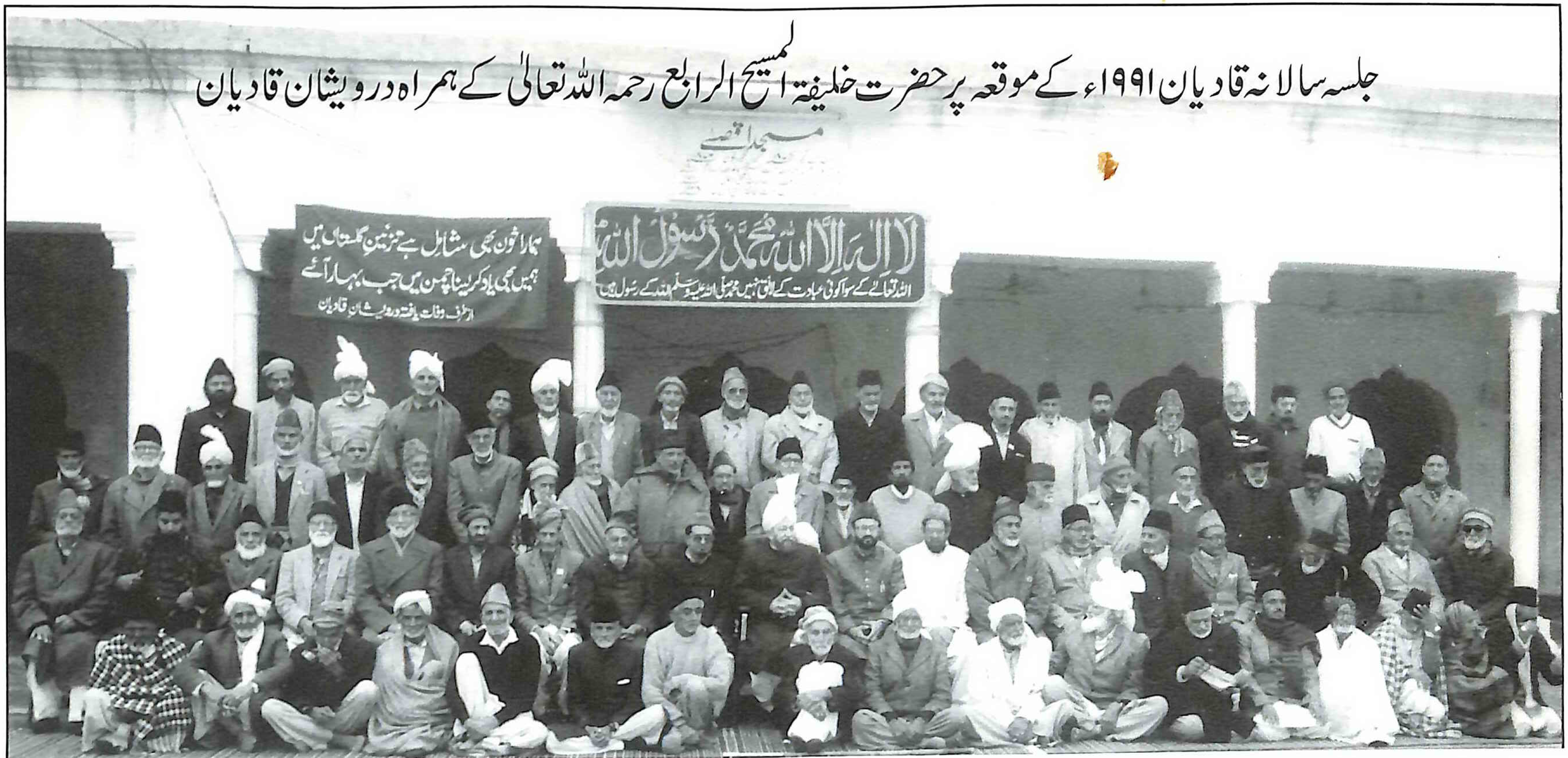
''ابدال وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اندر پاک تبدیلی کرتے ہیں اور اس تبدیلی کی وجہ سے اُن کے قلب گناہ کی تاریکی اور زنگ سے صاف ہو جاتے ہیں۔شیطان کی حکومت کا استیصال ہو کر اللہ تعالیٰ کا عرش اُن کے دل پر ہوتا ہے پھر وہ روح القدس سے قوت پاتے اور خدا تعالیٰ سے فیض پاتے ہیں۔تم لوگوں کو بشارت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو اپنے اندر تبدیلی کرے گا وہ ابدال ہے۔ انسان اگر خدا کی طرف قدم اُٹھائے تو اللہ تعالیٰ کا فضل دوڑ کر اسکی دستگیری کرتا ہے۔''

خدا تعالیٰ کی ابتلاؤں سے متعلق اس قدیم سنت کے مطابق درویشوں پر آنے والے مصائب و آلام کے یہ ایام بھی اپنے دامن میں آسمانی برکتوں اور رحمتوں کے نزول کا موجب بن گئے چنانچہ اُدھر ۱۶/ماہ نبوت/نومبر کا آخری کنوائے اُن کی آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اِدھر اُن کے قلوب واذہان کی کثافتیں دُھلنی شروع ہو گئیں اور رفتہ رفتہ اُن میں ایسی پاک تبدیلی کے آثار پیدا ہو گئے کہ گویا حضرت مسیح موعودؑ کے مقدس زمانہ کی قادیان ایک بار پھر پلٹ آئی۔ وہی روحانی جذب و تاثیر اور ذوق و شوق، وہی دعاؤں اور عبادتوں کا شغف وہی قرآن مجید کے مطالعہ کا التزام اور وہی اخوتِ اسلامی کے روح پرور نظارے جن کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی تھیں دوبارہ دکھائی دینے لگے۔'' (تاریخ احمدیت جلد گیارہ صفحہ:۳۸۷و۳۸۸)

درویشانِ قادیان کو غیروں کا خراجِ تحسین

قادیان میں ایسی حالت میں جب کہ پورا مشرقی پنجاب مسلمانوں سے خالی ہو چکا تھا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ ایسی ایسی تنظیمیں جن کے ممبران بڑی طاقت رکھتے تھے بڑے بڑے سجادہ نشین اور صاحبِ کمال اپنا سب کچھ چھوڑ کر یہاں سے جا چکے تھے ایک کمزور سی جماعت کا جس کے چاروں طرف دُشمن ہو قادیان میں بیٹھے رہنا لوگوں کے لئے بڑی حیرت کی بات تھی۔ لوگ حیران تھے کہ آخر قادیان میں کون سے ایسی چیز ہے کہ ان لوگوں نے موت کو دعوت دینا قبول کر لیا مگر قادیان کو چھوڑنا قبول نہ کیا۔ ان کو ہم کیا بتائیں کہ وہاں کیا کچھ تھا اور ہے۔ بس اتنا ہی لکھنا کافی ہوگا کہ وہاں وہ سب کچھ تھا اور ہے جس کے ذریعہ ساری دُنیا میں اسلام غالب آئے گا اور ساری دُنیا کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لایا جائے گا۔ اور آئندہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کا یہی مرکز بننے والا ہے۔

درویشان قادیان کی ان عظیم قربانیوں کو دیکھتے ہوئے جو اُنہوں نے ایسے پُر آشوب زمانہ میں پیش کیں اپنوں ہی نے نہیں غیروں نے بھی خراجِ تحسین پیش کیا جس میں جماعت کے شدید مخالفین بھی شامل



Sitting on ground: (from left to right) Sheikh Mohammad Ibrahim, Mohammad Ismail Nangli, Sufi Ghulam A hmad, Nazir Ahmad Nangli, Sharif Ahmad Sheikhupuri, (from left to right) Mohammad Sharif Dogar, Aziz Ahmad Mansoori, Mirza Mohammad Zamman, Sain Abdur Rehman, Wali Moha mmad Sahib, Abdul Kareem, Bashir Ahmad Hafizabadi, Din Mohammad Nangli, Tayyab Ali, Mohammad Din Badr, Mohammad I iail Gujratl, Mohammad Sule man Dehlvi.
Sitting on chairs: M.Manzoor Ahmad Ghanoke, M.Bashir Ahmad Khadim, Mirza Munawwar Ahmad, M.Abdul Qadir Dehlvi, Barkat Ali Inaam, Malik (from l eft to right) Bashir Ahmad Nasir, Fazal Elahl Khan, Abdul Hameed Ajiz, Choudhry Allah Bakhsh Sadique, HAZRAT MIRZA TAH1R AHMAD SAHIB Khalifatul Masih IV, Mirza Wasim Ahmad Sahib, Malik Salahuddin , Mubarak Ali, Badruddin Amil, Mumtaz Ahmad Hashmi, Mohammad Shafi Abid, M.Abdul Haque Fazal, Manzoor Ahmad Cheema, M.Moha mmad Abdullah.
Standing 1st Line: Mazhar Hussain Sabir, M.Mohammad Yousuf, Mohammad Ahmad, Bash ir Ahmad, Mohammad Moosa, Mohammad Din, .Bashir Ahmad (from l eft to right) Mohar, Bashir Ahmad Contractor, Ghulam Nabi, Abdus Salam, Ahmad Hussain, Qazi Abdul Hamid, Abdul Lateef, Sheikh Abdul Qadeer, Bashir Ahmad, M.Ameer Ahmad, Ataullah Khan, Ab dus Sattar, Mohammad Yousuf, Mohammad Ibrahim, Malik Bashir A hmad, Mohammad Ayyoob Butt.
Standing IInd Line: Syed Shahamat AH, Umar Din Dehlvi, Zahoor Ahmad Gujrati, Mohamma d Sadique Nangli, Mohammad Umar Ali, Ch.Umar Din, Ghulam Rabbanl , Ghulam Hussain, Manzoor Ahmad, Khurshid Ahmad, Mohammad Ishaq, Bashir Ahmad Ghatiyalian, Ghulam Qadir, Sikandar Khan, M.Faiz Ahmad, Abdul Hameed Momin, Mahmood Ahmad Mubashir, Mir za Mohammad Iqbal, Hikmatullah.

ہیں۔اس میں سے چند نمونہ کے طور پر پیش کیئے جاتے ہیں۔اس زمانہ کے احراری اخبار ''آزاد'' نے اپنی ۲۶ رمئی ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین کے عنوان سے حسبِ ذیل نوٹ شائع کیا۔

1. مشرقی پنجاب کے عوام تو خیر عوام ہی تھے اگر اُنہوں نے پولیس اور فوج اور مسلح انسانوں کے ہجوم سے گھبرا کر مہاجرت اختیار کی تو ظاہر ہے کہ وہ مجبور تھے۔لیکن جس بزدلی سے مسجدوں کے اماموں خانقاہوں کے مجاوروں اور اس شریف و دآل شریف کے سجادہ نشینوں نے فرار اختیار کیا وہ اسلام کی سپرٹ اور تعلیم کے صریحاً خلاف تھا۔تمام عمر اوقاف کی کمائی اپنے نفس پر صرف کر کے شعائر اللہ کو کافروں کے حوالہ کر دینا اور خود بھاگ نکلنا قابل شرم فعل ہے۔خواجہ بختیار کاکیؒ دہلی کے سجادہ نشین صاحب جو اس مقدس تُربت کی کمائی تمام عمر کھاتے رہے۔یوں بھاگے کہ بستی کے لوگوں سے فرمایا۔حضرت صاحب نے خواب میں حکم دیا ہے کہ میں پاکستان جارہا ہوں تم بھی چلو۔اجمیر کے متعلق حال ہی میں حیدرآباد سندھ کے متولیوں کا ایک پوسٹر آیا تھا۔ جس میں درج تھا کہ خواجہ اجمیر کا عرس دار الکفر کی بجائے دار الاسلام میں منایا جارہا ہے اور تمام اہل اسلام کو دعوت شمول ہے۔امام ناصر الدین جالندھر کا روزہ آج بے یارو مددگار پڑا ہوا ہے۔مجدّد الف ثانی کے مزار اقدس پر آج نہ کوئی چراغ جلانے والا ہے اور نہ کوئی پھول چڑھانے والا ہے۔اور نہ ملحقہ مسجد میں اذان دینے والا ہے۔اسی طرح ہزاروں مساجد جن میں کئی مسجدیں یادگار ہیں۔سُونی پڑی ہیں۔اور ان گنت اپنی حرمت کھو کر گوردواروں میں تبدیل ہو چکی ہیں۔بعض کو گھروں کی شکل دیدی گئی ہے اور بہت سی اصطبلوں اور پاخانوں میں بدل دی گئی ہیں۔کیا ان مساجد اور معابد کے ٹھیکداروں کو علم ہے کہ ان کے اس اسلام پر خود کفر کی جبیں سے عرقِ ندامت کے قطرے جھلکتے ہیں؟

ان سطروں کے لکھنے کی ضرورت اس لئے لاحق ہوئی کہ ''انقلاب'' کی تازہ اشاعت میں ایک قادیانی ملک صلاح الدین ایم.اے.کا ایک مکتوب چھپا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آج بھی مرزا غلام احمد کے مزار کی حفاظت کے لئے وہاں جانثار مرزائی موجود ہیں۔اور اب بھی وہاں کی مسجدوں میں اذان دی جاتی ہے۔ایک طرف نبوت باطلہ کے پیروؤں کا اعتقاد دیکھئے کہ وہ اپنے مقدس مقام کی حفاظت کے لئے اب تک ڈٹے ہوئے ہیں۔اور اپنی مسجدوں کی آبرو کو بچائے رکھا ہے۔لیکن ذرا ان سے بھی پوچھئے جو درگاہ امام ناصر مزار مجدّد الف ثانی اور اسی طرح دوسرے سینکڑوں اہل اللہ کے مقبروں کی آمدنی ڈکارتے رہے۔اور اب دار الکفر کی بجائے دار الاسلام میں عُرس منا کر ضعیف الاعتقاد مریدوں کی جیبیں ٹٹول رہے ہیں۔ملک صلاح الدین قادیانی کے مکتوب کی عبارت کے بعض حصص حسبِ ذیل ہیں:-

''ہم قریباً سوا تین سو احمدی مسلمان قادیان ضلع گورداسپور میں مقیم ہیں۔ ابتداء میں تو ظاہری حالات کے ماتحت قریباً یقین تھا کہ ہم موت کے گھاٹ اتار دئے جائیں گے۔ لیکن اب حالات روز بروز سدھرتے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں قیام سے بفضلہٖ تعالیٰ اغوا شدہ مستورات کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ چونکہ کشمیر کی سرحد اس ضلع سے ملتی ہے۔ اس لئے اس ضلع کو ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ اور یہاں پاکستان کی ملٹری یا پولیس مستورات کو نکالنے کے لئے نہیں آسکتی۔

گذشتہ اکتوبر سے اس وقت تک ہمارے قریب کے دیہات سے پولیس نے صرف چار پانچ عورتیں برآمد کی ہیں۔ لیکن چونکہ خدا کے فضل سے اس وقت بھی قادیان میں چار جگہ سے اذان بلند ہوتی ہے اس لئے جب متعدد مسلمان عورتوں کو اذان سُنکر معلوم ہوا کہ ہم یہیں ہیں تو وہ موقع پا کر ہمارے پاس پہنچ گئیں۔ بعض کو عیسائی ہمارے پاس پہنچا گئے۔ بعض کو خود بعض شریف مزاج سکھ پہنچا گئے۔ بعض چونکہ دیہات پر حملہ ہونے کے وقت قادیان آکر ٹھہری تھیں اس لئے انہیں علم تھا کہ یہ بھی مسلمانوں کا مرکز ہے۔ یا انہوں نے غیر مسلموں سے قادیان کا ذکر سُنا تھا۔ تو چھپ چھپا کر موقع پا کر بھاگ آئیں۔ خوف کی وجہ سے مذہب تبدیل کرنیوالے مسلمان قریباً اسّی ۸۰ کی تعداد میں ہمارے پاس آئے اور ہم نے اُن کی رہائش اور خوراک کا انتظام کیا۔ اور جب ہمارے ٹرک قادیان آتے تھے تو ہم انہیں بحفاظت پاکستان پہنچا دیتے تھے اور اب سپیشل پولیس کے ذریعے انہیں پاکستان بھجوا دیا جاتا ہے اور ان کے اقارب کو خطوط، تار اور فون کے ذریعے اطلاع دی جاتی ہے۔ گردونواح کے قادیان کے علاوہ ان عورتوں میں کئی ہوشیار پور، امرتسر، فیروز پور سیالکوٹ کے اضلاع اور ریاست جموں کی تھیں۔''

کیا اس خط کے بعد مشرقی پنجاب کے سجادہ نشین اپنے دل پر ہاتھ رکھ کے کہہ سکتے ہیں کہ ان کے دل میں بھی اسلام ہے۔

اس مسلمان سے سو بار ہے کافر اچھا
جس مسلمان کے پیشِ نظر انجام نہ ہو

(بحوالہ الفضل ۲۸ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ ھش، ۱۹۴۸ء صفحہ: ۵، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد گیارہ صفحہ: ۳۹۳-۳۹۵)

2. مسٹر ایچ. آر. ووہرا نمائندہ خصوصی اخبار ''اسٹیٹس مین'' نئی دہلی نے لکھا:-

''قادیان (حضرت مرزا) غلام احمد (صاحب) کی جائے پیدائش ہے جنہوں نے سنہ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات اور خو بولے

کر آئے ہیں۔

قادیان لاکھوں مسلمانوں کا جو احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مقدس مقام ہے۔اس کی چپہ چپہ زمین احمدیوں کو محبوب ہے۔ یہ قصبہ احمدیہ جماعت کا مرکز رہا ہے۔اوراس میں مسیح علیہ السلام کے خلفاء کی رہائش رہی ہے۔

قادیان میں مقیم ۳۱۳ مؤمنین باوجود سرکاری افسران کی ابتدائی مخالفت اور غیر مسلم پناہ گزینوں کی عداوت کے قادیان میں قائم رہے۔اس کی وجہ اپنی جماعت کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل ایمان حکومتِ وقت کے ساتھ وفاداری اور تمام مذاہب کے ساتھ ان کی رواداری کی تعلیم ہے۔

احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے اسی اصول کی بناء پر وہ قادیان کے ہندو اور سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں اور اب بھی جبکہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے۔ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف جماعتِ احمدیہ سے حاصل کر رہی ہے۔''

(اخبارِ سٹیٹسمین نئی دہلی مورخہ ۱۷-۱۸ رنومبر ۱۹۴۸ء)

3. جناب ایڈیٹر صاحب ''ریاست'' نے لکھا:-

''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب شرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل تلافی جُرم تھا۔مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا وہ یا تو پاکستان چلے گئے یا قتل کر دیئے گئے تو.....قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات چھوڑنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں سے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلاخوف تردید مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔اب بھی قادیان کے درویشوں کے اُسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت واحترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے۔اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہئے۔''

(اخبار ''ریاست'' ۲ ردسمبر ۱۹۵۷ء)

4. اخبار ''المنبر'' (لائل پور) نے لکھا:-

''یہ وہ واحد جماعت ہے جس کے ۳۱۳ افراد تقسیم کے لمحہ سے آج تک قادیان میں موجود ہیں اور وہاں

اپنے مشن کے لئے کوشاں بھی ہیں اور منظّم بھی۔'' (المنبر ۲/مارچ ۱۹۵۶ء صفحہ ۱۰ کالم ۴)

5. رسالہ چٹان (لاہور) نے لکھا:-

''ہم عاجز ہیں اور ہمیشہ ہی اپنے عجز کا اقرار کیا ہے۔لیکن اتنے ہیٹے بھی نہیں کہ جماعتِ اسلامی کے ارکان کو اولیاء اللہ کی صف میں جگہ دیں اور خود مرید باصفا بنے رہیں۔آدمی تو ہر شخص اکٹھا کر لیتا ہے۔مرزا غلام احمد نے بھی اکٹھے کر لئے تھے۔فُضلاء کی ایک بہت بڑی جماعت اس کی جانثار ہے۔پھر یہ واقعہ نہیں؟ کہ ''دار السلام'' کے چابی برداروں میں اکثر برقعے پہن کر بھاگ نکلے تھے۔مگر مرزا غلام احمد کے پیرو آج تک قادیان کی حفاظت تین سو تیرہ کی جتھہ بندی سے کر رہے ہیں۔''

(چٹان جلد ۱۱ شمارہ ۱۴ صفحہ:۶، ۱۹۶۱ء)

اغواشدہ خواتین کی بازیابی

جیسا کہ آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ تقسیم ملک کے وقت بہت سی خواتین اغوا کر لی گئیں تھیں۔ قادیان کے درویشوں نے ایسے حالات میں جبکہ وہ خود بھی قیدیوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے اُن اغواشدہ عورتوں کی بازیابی کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ اس تعلق سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

''درویشوں کو اس ابتدائی پُر آشوب دور میں جن شاندار اسلامی خدمات انجام دینے کی توفیق رب کریم وجلیل کی طرف سے ملی ان میں مسلمان مغویہ خواتین کی بازیابی اور محصور مسلمانوں کی حفاظت کا کارنامہ نہایت درجہ لائق تحسین ہے جس کی عظمت واہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں درویشانِ قادیان کی زندگی عملاً قید سے بہتر نہیں تھی کیونکہ وہ ایک مختصر سے حلقہ میں محدود و محصور تھے اور انہیں اس حلقہ سے تھوڑا بہت ادھر ادھر جانے کے لئے بھی پولیس یا ملٹری کی امداد کی ضرورت ہوتی تھی۔ ایک بھاری دقت یہ تھی کہ بھارتی حکومت نے ضلع گورداسپور کو ممنوعہ علاقہ قرار دے رکھا تھا اس لئے پاکستان کی ملٹری یا پولیس بین المملکتی معاہدہ کے باوجود اغواشدہ مسلم خواتین کو برآمد کرنے کے لئے نہیں آسکتی تھی۔ لیکن چونکہ قادیان کے مینار سے پانچوں وقت اذان کی آواز بلند ہوتی جو دور دور تک سُنائی دیتی تھی اس لئے متعدد مسلمان عورتیں اذان سُننے کے بعد موقع پاتے ہی مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے اس واحد مرکز میں پہنچ جاتی تھیں۔ بعض کو شریف عیسائی اور بعض کو شریف مزاج سکھ چھوڑ جاتے تھے۔ بعض عورتیں ارد گرد کے دیہات پر حملہ کے دوران قادیان آکر ٹھہر گئی تھیں۔ یا انہوں نے غیر مسلموں سے قادیان کی اسلامی بستی کا ذکر سُنا تو وہ چپکے سے یہاں بھاگ آئیں۔ ماہ اکتوبر ۱۳۲۶ہش/ ۱۹۴۷ء سے ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء تک ایسی عورتیں بشمول خوف یا جبر کے باعث اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والوں کے قریباً اسّی کی تعداد میں درویشوں کے حلقہ میں پہنچیں۔ ان عورتوں میں ماحول قادیان کے علاوہ ہوشیار پور، امرتسر، فیروز پور اور ریاست جموں کی بھی تھیں۔ جن کی رہائش اور خوراک کا خاص اہتمام کیا گیا اور ان کو ٹرکوں پر سوار کرا کے بحفاظت پاکستان پہنچا دیا گیا۔

مغویہ عورتوں کی قادیان میں آمد یا قادیان سے روانگی پر قادیان کے مرکزی کارکنوں کی طرف سے تار اور فون کے ذریعہ سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی خدمت میں باقاعدہ اطلاع دی جاتی اور حضرت میاں صاحب ایسی خواتین کو اُن کے ورثاء تک پہنچانے کے لئے اخبارات میں اطلاع شائع کراتے۔ اور ان کے ورثاء کی تلاش میں ہر ممکن ذرائع بروئے کار لاتے۔

جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. درویش قادیان (مؤلف ''اصحاب احمد'') کا ایک اہم مکتوب اخبار ''انقلاب'' لاہور مورخہ ۱۹؍مئی ۱۹۴۸ء میں ''اغواشدہ مستورات کی برآمدگی کے لئے قادیان کی مساعی'' کے عنوان سے شائع ہوا جس سے اس سلسلہ میں درویشانِ قادیان کی اجتماعی کوششوں کا صحیح نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ ملک صاحب نے تحریر فرمایا کہ:

''ناظرین کرام! امروزہ صحبت میں اغواشدہ مستورات اور سکھ بنے ہوئے مسلمانوں کے متعلق قادیان میں مقیم احمدیوں کی مساعی کا ذکر کرتا ہوں۔ ہم بہت محنت سے دریافت کرتے رہتے ہیں کہ اغواشدہ عورتوں کے نام کیا کیا ہیں۔ وہ کس کس گاؤں میں کس کے پاس رہتی ہیں۔ اپنی اور ان کی بے بسی کی وجہ سے ہمارے دل پر جو کچھ گذرتی ہے اس کا اندازہ آپ نہیں کر سکتے۔ ان کی خاطر ہم ہر وقت کڑھتے ہیں۔ کبھی ڈپٹی کمشنر کو فون کرتے ہیں، کبھی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اطلاع دیتے ہیں، کبھی مقامی تھانیدار اور مقامی مجسٹریٹ کو خبر پہنچاتے ہیں۔ کبھی کانگرس کے عہدہ داروں یا ضلع کے پبلسٹی آفیسر سے مدد چاہتے ہیں۔ اسی طرح میجر جنرل عبدالرحمٰن ڈپٹی ہائی کمشنر کو بھی فہرست بھجواتے ہیں غرضکہ ان کی خاطر ہم ماہی بے آب کی طرح تڑپتے ہیں اور ان کی برآمدگی کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ جب بھی کوئی عورت خاکروبوں کی مدد سے یا ہماری اذان سُن کر یا غیر مسلموں کی باتوں سے معلوم کر کے کہ قادیان میں مسلمان رہتے ہیں ہمارے پاس پہنچنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو ہمارے دل بلیوں اچھلتے ہیں اور ہم خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے ہوئے ایک دوسرے کو خوشخبری سُناتے ہیں ایسی عورتوں کے قیام کے لئے ایک کھلا چوبارہ مقرر ہے۔ جس پر ایک معمر بزرگ بابا بھاگ کا ہر وقت پہرہ رہتا ہے۔ وہ ان کی ضروریات مہیا کرتا ہے۔ وہاں کسی اور مرد کو جانے کی اجازت نہیں۔ بابا مذکور جس خدمت گذاری سے کام کرتے ہیں وہ اس امر سے ظاہر ہے کہ ایک شخص نے پاکستان سے لکھا ہے کہ اس کی ہمشیرہ بابا بھاگ کی مخلصانہ خدمات کو یاد کرتی ہے تو رو دیتی ہے۔ ہمارے موجودہ امیر مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ سابق جنرل پریذیڈنٹ قادیان ہیڈ ماسٹر ذاتی طور پر بھی ان کا بہت خیال رکھتے ہیں انہیں کپڑے اور جوتیاں بنوا دیتے ہیں۔ اور ان کے لاہور پہنچنے سے پہلے پہلے ان کے اقارب کا جو پاکستان میں ہوتے ہیں پتہ حاصل کر لیتے ہیں اور انہیں اطلاع بھجوا دیتے ہیں۔ چنانچہ جب عورتیں لاہور پہنچتی ہیں تو اُن کے اقارب انہیں جلدی آ کر لے جاتے ہیں۔

علاوہ ازیں اردگرد کے دیہات میں بکثرت ایسے مسلمان خاندان موجود ہیں جو سکھ بنے ہوئے ہیں لیکن پاکستان جانے کے خواہشمند ہیں۔ ہم انہیں اپنے پاس آنے کے طریقے بتاتے ہیں۔ تسلی دیتے ہیں اور

آ جانے پر ان کا روپیہ لے کر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے خزانہ میں جمع کر لیتے ہیں تا کہ راستہ میں ضائع نہ ہو۔ یہ روپیہ انہیں لاہور پہنچ کر وہاں کی صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ سے مل جاتا ہے۔ قادیان پہنچ جانے پر ان کے قیام وطعام کا انتظام کرتے ہیں اور نگرانی رکھتے ہیں کہ غیر مسلم انہیں علیحدگی میں نہ ملیں مبادا وہ اپنی سادہ لوحی سے دھوکہ میں آکر واپس چلے جائیں۔ اِن اغواشدہ عورتوں اور سکھ بنے ہوئے مسلمانوں سے ہماری ذرا بھی سابقہ معرفت نہیں ہوتی لیکن ہم محض جذبہ اخوتِ اسلامی سے سرشار ہو کر خدا تعالیٰ کی خاطر ان کی خدمت بجالاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں مَیں دو ضروری باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ایک یہ کہ اگر کسی مسلمان عورت کے متعلق آپ کو علم ہو کہ مشرقی پنجاب میں ہے تو مہربانی کر کے اس کے جملہ کوائف سے ہمیں مطلع فرمائیں۔ ہم حتی الامکان برآمدگی کے لئے پوری پوری کوشش کریں گے۔ دوسرے یہ کہ پاکستان میں جو غیر مسلم اغوا شدہ عورتیں موجود ہیں ان کی برآمدگی کے لئے بھی ہر ایک شخص کو سر توڑ کر کوشش کرنی چاہئے۔ کہ اوّل تو مذہباً یہ فعل اغوا انتہائی طور پر ناجائز ہے دوم اُن کے برآمد کرنے کا اثر یقینی طور پر مشرقی پنجاب میں بہت ہی اچھا پڑتا ہے۔ کون مسلمان پسند کرتا ہے کہ اس کی مسلمان بہنیں بدستور اغوا شدہ رہ کر غیروں کے گھروں میں پڑی رہیں۔"[1]

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ماہ تبوک/ستمبر ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء تک درویشان قادیان کی سرفروشانہ جدو جہد کے نتیجہ میں ۱۳۴ مرد وزن پاکستان پہنچ چکے تھے جن میں سے ۷۷ مسلمان عورتیں تھیں اور ۵۷ مسلمان مرد تھے۔ درویشوں کی یہ بےلوث اور پاک اور مخلصانہ کوششیں جاری تھیں کہ ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء میں بٹالہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس قادیان آئے اور سب احمدی آبادی کو مدرسہ احمدیہ کے صحن میں جمع کر کے اُن کے نام اور پتہ جات وغیرہ نوٹ کئے اور یہ معلوم کیا کہ ان میں سے قادیان اور اس کے گرد و نواح کے رہنے والے کتنے ہیں۔ نیز حکم دیا کہ قادیان میں چونکہ کوئی منظور شدہ کیمپ نہیں ہے۔ اس لئے آپ لوگوں کو ارد گرد سے نکل کر آئے ہوئے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اپنے پاس نہیں ٹھہرانا چاہئے۔"

(تاریخ احمدیت جلد تیرہ[۱۳] صفحہ: ۷۶ تا ۷۹)

ایک مرتبہ ایک عیسائی مناد بٹالہ آئے دفتر دعوت وتبلیغ نے خاکسار اور مکرم مولوی عبدالرشید صاحب ضیاء

---

[1] لاہور کے احراری آرگن آزاد نے اپنی ۲۶ مئی ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں یہ مضمون درج کر کے درویشان قادیان کی مساعی پر شاندار الفاظ میں جو تبصرہ کیا ہے وہ آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں۔

مبلغ سلسلہ کشمیر کو بٹالہ کے ایک طالب علم کے مطالبہ پر بٹالہ بھیجا تا کہ ہم اس منادصاحب سے بات کر سکیں۔ بیرنگ کالج کے ایک شیڈ میں ہم بیٹھے ہوئے تھے وہاں ایک عورت جس کی عمر پینتالیس پچاس کے درمیان ہوگی کھانا کھا رہی تھی اُسنے ہمیں دیکھ کر کھانا چھوڑ دیا۔ اور ہماری طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگی اور چند لمحوں میں دیکھا کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ہم نے یہ خیال کیا کہ شاید اُس کو کوئی تکلیف ہوگئی ہے کہ تکلیف کو برداشت نہیں کر پا رہی تو میں نے اس عورت سے پوچھا کہ کیا بات ہے کیا تکلیف ہے۔ اس پر وہ عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور ہچکی بندھ گئی۔ جب کچھ دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو کہنے لگی میرا نام شریفہ ہے میں مسلمان ہوں پارٹیشن کے وقت مجھے ایک ...... اُٹھا لے گیا تھا میری آنکھوں کے سامنے میرے بھائی اور باپ کو قتل کر دیا گیا۔ کچھ دن اُس شخص نے مجھے اپنے پاس رکھا بعد میں ایک عیسائی کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ میرا عیسائی خاوند اب مر چکا ہے اس سے میرے دو بچے ہیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی لیکن میں نے اپنے دونوں بچوں کا نام مسلمانوں والا ہی رکھا ہے۔ میری اتنی آمد بھی نہیں کہ میں اپنے بچوں کو پڑھا سکوں میں نے اپنی بیٹی کو اس عیسائی اسکول میں مجبوراً داخل کیا ہوا ہے اس وقت وہ دسویں میں پڑھ رہی ہے۔ مجھے آپ لوگوں کو دیکھ کر اپنے بھائی یاد آ گئے بس اور مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔ ایسی کتنی ہی عورتیں آج بھی مشرقی پنجاب میں موجود ہیں جو غیروں کی جھولیوں میں پڑ کر اپنی تلخ زندگی کے دِن کاٹ رہی ہیں۔ آفرین ہے ان درویشوں پر جنہوں نے ہر ممکن طریق سے ان بے بس اور لاچار عورتوں کی بازیابی کے لئے انتھک کوشش کی۔

درویشان قادیان کا تنظیمی ڈھانچہ اور فرائض کی ادائیگی

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ قادیان میں ٹھہرنے والے درویشانِ کرام کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ درویش نمبر ا مستقل خدام اور درویش نمبر ۲ جن میں قادیان کے مقامی خدام شامل تھے۔ اور درویش نمبر ۳ باہر سے قادیان کی حفاظت کے لئے آنے والے افراد۔ بعد میں ان کے نمبروں کی تقسیم کو ختم کر کے مستقل خدام کو درویشانِ ناصر آباد، مقامی خدام کو درویشان حلقہ مسجد مبارک اور باہر سے آنے والوں کو درویشان حلقہ مسجد اقصیٰ کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔

درویشان کرام کو مختلف ڈیوٹیاں سپرد کی گئی تھیں ان میں سے بعض افراد کو دفتری نوعیت کی ڈیوٹیاں سپرد ہوئیں کسی کو پہریداری کی اور کسی کو کسی اور نوعیت کی لیکن اکثر درویشان کرام ایسے تھے جو رات کو بھی ڈیوٹی دیا کرتے اور دن کو وقارِ عمل بھی کیا کرتے تھے۔ ہندوستان کی تقسیم کے آثار کو دیکھتے ہوئے جماعت نے پوری طرح سے حفاظتی تدابیر اختیار کرنی شروع کر لی تھیں۔ ان میں سے ایک تدبیر یہ اختیار کی گئی تھی کہ خاص طور پر وہ حصہ جو اس وقت جماعت کے پاس ہے اور جو مقامات مقدسہ کا قریبی حصہ کہلاتا ہے اس کی گلیوں کو بعض جگہوں سے بند کر دیا گیا تھا تا کہ اگر حملہ بھی ہو تو حملہ آوروں کے لئے حملہ کا ہر دروازہ کھلا نہ رہے۔ اس طرح بعض جگہوں کو بند کر دینے کی وجہ سے درویشی دور میں بڑی سہولت رہی ہر جگہ پہرے بٹھانے کی بجائے خاص خاص راستوں پر جو شارع عام تھے اُن پر ہی پہرے لگائے جاتے۔ پھر ڈیوٹی دینے والوں پر اور ڈیوٹی والے مقرر ہوتے جو اس بات کا جائزہ بھی لیتے تھے کہ جن کی ڈیوٹی لگائی گئی ہے وہ اپنی ڈیوٹی پر قائم بھی ہیں یا نہیں۔ اگرچہ اس بات کو سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا کہ کسی کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہو اور وہ اس ڈیوٹی سے غیر حاضر ہو لیکن یہ سب کچھ ایک خاص اور بہتر نظام کی عکاسی کرتا ہے۔

قادیان کا وہ حصہ جس میں اس وقت جماعت کے ادارے ہیں یا جس حصہ میں درویشان کرام رہائش پذیر ہیں بہت سی احتیاطی تدابیر کی بنا پر کافی محفوظ تھا لیکن بہشتی مقبرہ جو کہ محلّہ ناصر آباد کے قریب تھا غیر محفوظ تھا۔

بہشتی مقبرہ میں مزار مبارک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حفاظت نہایت ضروری تھی۔ اس وقت بہشتی مقبرہ کے گرد کوئی دیوار نہ تھی بلکہ آموں کا ایک بڑا باغ تھا جو کہ باغ حضرت اماں جانؓ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بہشتی مقبرہ کی حفاظت کی ذمہ داری کے پیش نظر کیپٹن شیر ولی صاحب نے دیوار تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ اور اپنی نگرانی میں نہایت محنت اور توجہ سے بہشتی مقبرہ کے چاروں طرف مٹی کی دیوار بنوائی دیوار کی تعمیر

کے کام میں درویشوں کا ولولہ اور جوش دیکھنے کے لائق تھا ساری ساری رات ڈیوٹیاں دینے کے بعد بھی ہر درویش دیوار بنانے میں مصروف نظر آتا۔ درویشوں نے دیکھتے ہی دیکھتے بہشتی مقبرہ کے چاروں طرف مٹی کی کچی دیوہیکل دیوار کھڑی کردی۔ اس طرح بہشتی مقبرہ میں پہرے داری کے لئے کمرے تعمیر کئے گئے۔ یقین جانیں شروع درویشی کے کارناموں میں سے یہ کارنامہ بھی قابل تحسین ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب نے آغازِ درویشی کی بعض باتیں تحریر کیں جس کو الفضل میں شائع کیا گیا تھا اس امید سے ہدیہ قارئین کرتا ہوں کہ یہ آج کی اور آئندہ کی نسل کے لئے ضرور ازدیادِ ایمان کی موجب ہونگی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''جب یہ آخری مرحلہ طے ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سکون بخشا اور سب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اچھا اب جو مقصد ہمارے رہنے کا ہے وہ پورا ہوا۔ اور یہ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ پیچھے رہنے والوں میں ایک معجزانہ تبدیلی پیدا ہوگئی۔ اور یکا یک ہر ایک اس بات میں کوشاں ہوگیا کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے سب ارشادات پر پورا عمل کیا جاوے اور اس کے لئے نہ صرف اجتماعی طور پر کوشش کی گئی بلکہ ہر ایک شخص فرداً فرداً اس کوشش میں لگ گیا تا کہ اس کے بھائی کی سُستی سے احمدیت کو یا جماعت کو نقصان نہ ہو۔ اور وہ لوگ جو کہ پہلے فرائض پر ہی اکتفا کرتے تھے بہت شوق سے نوافل پر زور دینے لگے اور جو کہ پہلے ہی نوافل کے عادی تھے انہوں نے مزید عبادات پر زور دیا۔ مساجد میں چھ وقت کی نماز (پانچ فرض نمازیں اور ایک تہجد) لوگ اس شوق اور ذوق سے ادا کرتے اور اس طرح سنوار سنوار کر اپنی عبادت کرتے ہیں کہ خیال ہوتا ہے کہ بچپن سے ہی اس کے عادی ہیں۔ اور نہ صرف مسجدوں میں بلکہ باہر بھی لوگ زیادہ وقت خاموشی اور ذکر الٰہی میں گزارتے ہیں۔ پیر اور جمعرات کے دن تو ہر شخص روزہ رکھتا ہی ہے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللہ جو طاقت رکھتے ہیں وہ ہر روز روزہ رکھتے ہیں۔ اور جہاں بڑی بڑی تقریروں کے بعد کسی کو کسی وظیفہ یا خاص عبادت کے لئے آمادہ نہ کیا جا سکتا تھا وہاں اب کسی کے کان میں کسی خاص طرز کے وظیفے کی بھنک پڑ جائے تو اُسے شروع کر دیتے ہیں۔ بہشتی مقبرہ جا کر لوگ باقاعدگی سے دُعا کرتے ہیں۔ اور ہر ایک کی دُعا میں وہی الحاح اور زاری ہوتی ہے۔ جس کی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے یہاں کے رہنے والوں سے اُمید کی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ ان کا ایک شغف ہے۔ زیادہ وقت مساجد میں گزارنا اور اللہ اور اس کے رسول کی باتیں کرنا۔ لغوبات سے پرہیز ان کی ایک عادت بن گئی ہے۔ لڑائی جھگڑے سے اور ایسی جگہوں سے جہاں فساد یا فتنہ کا امکان ہو بہت اجتناب کیا جاتا ہے۔

القصہ یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے اس چھوٹی سی جماعت کو اتنی جلدی اپنے اندر ایسی عظیم الشان تبدیلی پیدا کرنے کی توفیق دی۔ صحت کا بھی خیال ہے۔ عصر کی نماز کے بعد والی بال، ہاکی اور بعض دوسری کھیلیں کھیلی جاتی ہیں۔ صبح ورزش اور پی. ٹی بھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جماعتی کام مثلاً کمرہ یا دیوار وغیرہ بنانے کے لئے مٹی اور اینٹوں وغیرہ کے لانے کا کام بڑی خوشی سے کیا جاتا ہے۔ ابھی پہرہ داروں کے لئے ایک کمرہ بہشتی مقبرہ میں بنایا گیا ہے۔ اور دو اور بنائے جارہے ہیں۔ اس کے علاوہ بہشتی مقبرہ کے اردگرد دیوار بنانے کا بھی ارادہ ہے۔ انشاء اللہ... سب سے آخر یہ بیان کر دینا ضروری ہے کہ یہاں جس قدر لوگ ٹھہرے ہیں کسی کے دل میں بھی ذرا بھی انقباض نہیں کہ ہم کیوں ٹھہرے بلکہ دل سے خوش ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ خدا نے یہ فضل کیا کہ ہمیں یہاں ٹھہرنے کا موقعہ ملا۔ اور اس نیکی کے کرنے کی توفیق دی۔ کہ معلوم نہیں پھر کسی کو ملنی بھی ہے کہ نہیں۔ اور اگر ملنی بھی ہے تو کب اور سب سے زیادہ تو یہ کہ اب بعد میں جو آویں گے وہ پہلے ٹھہرنے والے نہ کہلا سکیں گے۔ ہمارے شیر ولی خان صاحب خصوصاً بار بار کہتے ہیں کہ خدا کا کتنا فضل ہوا کہ وہ ٹھہر گئے۔ چونکہ انہوں نے کام پچھلے دنوں بہت اچھا کیا تھا اس لئے ان کو بھجوانے کا خیال تھا مگر جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ یہ جذبہ ہر ایک کا ہے۔ وہ چونکہ حضرت امّ المومنین کے مکان کے ایک حصہ میں رہتے ہیں۔ اس لئے یہی کہتے رہتے ہیں کہ او شیر ولی اگر تو یہاں نہ رہتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں رہنے کی اور دعائیں کرنے کی کہاں توفیق ملنی تھی۔

وقت تو گذر جاویگا۔ مگر یہ خدا تعالیٰ کے انعامات اور یہ باتیں دل سے کبھی بھول نہیں سکتیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری آزمائشوں کو بھی ہمارا انعام بنا دیا۔“

(الفضل ۱۰ر صلح/ جنوری ۱۳۲۷ ہش/ ۱۹۴۸ء صفحہ: ۵، ۶، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد گیارہ صفحہ: ۳۸۸ تا ۳۹۰)

رات کو دی جانے والی ڈیوٹیاں بھی مختلف ہوا کرتی تھیں۔ اکثر لوگ پہرے پر رہتے تھے خاص طور پر اُن جگہوں پر جہاں سے دُشمن آسانی سے محلّہ میں داخل ہو سکتا تھا۔ اس وقت جس حصہ قادیان کو محلّہ احمدیہ کہا جاتا ہے جس میں محلّہ دار الفضل محلّہ ناصر آباد اور الحکم اسٹریٹ شامل ہے ان کی انتہائی جگہوں پر باقاعدہ پہرہ کا انتظام تھا۔ چوبیس گھنٹے وہاں خدّام پہرے پر رہتے اسی طرح اونچے مکانوں کی چھتوں سے قرب و جوار کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جاتی تھی۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ لوگ جو باہر سے آکر قادیان میں بس گئے تھے اور اسلحہ اپنے ساتھ رکھتے تھے کبھی کبھی خدّام کو چھتوں پر گھومتا دیکھ کر گولی بھی چلایا کرتے لیکن خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس سے کبھی

کسی کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اور خدا نے ان کو ہر شر سے محفوظ رکھا۔

قادیان ایک ایسی بستی تھی جس کے ہر گھر میں وافر مقدار میں ساز و سامان موجود تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حالات کو دیکھتے ہوئے ساکنین قادیان کو یہ ہدایت دی ہوئی تھی کہ ہر شخص اپنے گھر میں کم از کم دو سال کا غلہ جمع رکھے۔ ایسے ہی ہر ضروری سامان جس کی انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہے رکھی جائے۔ اور جب قادیان سے لوگوں نے ہجرت کی تو بھرے گھر چھوڑ دیئے تھے۔ بعض لوگوں کے ساتھ ایسا بھی ہوا کہ حالات کا جائزہ لینے کے لئے باہر کسی مقام پر گئے یا عورتوں بچوں کو محفوظ جگہ چھوڑنے کی نیّت سے نکلے کہ ہم پھر واپس آئیں گے لیکن دوبارہ گھر جانے کا موقعہ ہی حاصل نہ ہو سکا۔ اور گھر سے ایک چیز بھی نہ لے سکے۔ سارے قادیان کی ہی یہ حالت تھی۔ ایسے حالات میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جس قدر بھی ممکن ہو سکے محلّہ کے مکانوں کا سامان کسی محفوظ جگہ پر جمع کیا جائے اس کام پر بعض درویش مقرر ہوئے۔ جو کار آمد سامان کو جمع کرتے۔ بعد میں اس سامان میں سے بہت سا سامان پاکستان بھی بھجوایا گیا تا کہ یہاں سے اُجڑ کر جانے والوں کے کام آسکے یا پھر جو اپنا سامان پہچان سکیں وہ حاصل کر لیں۔

قادیان پر جس وقت حملہ ہوا اور باہر سے رابطہ بھی کٹ چکا تھا ایسی حالت میں قادیان میں کرفیو کا لگ جانا وبالِ جان بن گیا۔ اپنے پڑوس میں کیا ہوتا ہے اس کی بھی کسی کو خبر نہ ہو سکتی تھی کیونکہ گھر سے باہر نکلنا بندوق کی گولی کو دعوت دینا تھا۔ پھر کسی محفوظ مقام پر جانے کے لئے گھر سے باہر نکلنا لازمی تھا۔ جب کوئی پیش نہ گئی تو پھر لوگوں نے مکانوں کے اندر اندر سے راستے بنائے تا کہ ایک دوسرے کے مکان کے اندر سے ہوتے ہوئے کسی محفوظ جگہ پر پہنچ جائیں۔ قادیان سے سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد جب صرف درویش ہی قادیان میں رہ گئے تھے کرفیو کا سلسلہ جاری ہی رہا رات کے وقت کسی کام سے باہر نکلنا بھی خطرے سے خالی نہ تھا پولیس محلوں میں دن رات گھومتی تھی۔ مگر ایک دوسرے تک پہنچنا اور خیر خیریت لانا روٹی پہنچانا بھی ضروری امر تھا۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہ تھا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ایک دوسرے سے جُڑے مکانوں کے اندر سے ہی زیادہ سے زیادہ محفوظ طریق پر دور تک پہنچا جائے۔ بعض درویشوں کے سپرد یہ ڈیوٹیاں بھی لگائی گئیں کہ وہ محفوظ راستے تلاش کریں۔ یہ بھی بہت اہم کام تھا۔

جو خدام درویش بہشتی مقبرہ میں ڈیوٹی دیا کرتے تھے اُنکو کھانا بھی لنگر خانہ سے ہی جایا کرتا تھا۔ لنگر خانہ سے بہشتی مقبرہ کی طرف جانے کے لئے پُل پر سے جانے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ چند دن روٹی بڑے آرام سے کسی نہ کسی صورت میں جاتی رہی۔ لیکن بعد میں پُل پر پولیس والوں کا باقاعدہ پہرہ لگ جانے سے

بڑی مشکل ہوگئی۔ایک پولیس مَین رات دن وہاں پہرے پر رہتا تھا۔اور ہر آنے جانے والے کو روکتا۔

مکرم عزیز احمد منصوری صاحب درویش نے مجھ سے بیان کیا کہ روٹی لانے کی میری ڈیوٹی تھی۔کرفیو کے دوران لنگر خانے سے روٹی لانا بھی بڑا مشکل کام تھا۔بہشتی مقبرہ کو آنے والے پُل پر پولیس کا پہرہ ہوا کرتا تھا۔جب میں سالن کی بالٹی اور ہاتھ میں روٹیاں لئے پُل کے اوپر سے گزرا پولیس مین نے پوچھا کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔تو میں نے اُسے تسلی بخش جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔دوسرے دن روٹی لیکر جب میں پُل پر پہنچا تو پولیس والے کے تیور بالکل بدلے ہوئے تھے اُسنے آؤ دیکھا نہ تاؤ غصہ میں دھمکی دی۔ اس کے ہاتھ میں رائفل تھی۔جلدی سے رائفل تھام لی۔میں نے اس کی نیت کو جلد بھانپ لیا ہاتھ کی روٹیاں اور سالن کی بھری بالٹی وہاں پھینکی اور تیزی سے بھاگ کھڑا ہوا قبل اس کے کہ وہ بُلٹ چڑھا کر میرے پر فائر کر دیتا سامنے کے مکان میں جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا داخل ہو گیا۔

ایک کے بعد دوسرے مکانوں سے ہوتا ہوا بہشتی مقبرہ پہنچا۔الغرض ایسے خطرناک حالات میں جس قدر بھی حفاظتی تدابیر کی گئی تھیں بعد کے حالات نے اُن کی افادیت کو ثابت کر دیا۔اس واقعہ کے بعد عزیز صاحب مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک عرصہ تک رات کے اندھیرے میں ہی تالاب کے راستے پانی میں سے ہو کر ہی ہم بہشتی مقبرہ کے پہرہ داروں کے لئے روٹی لیجاتے رہے۔کچھ عرصہ بعد پُل کی ڈیوٹی ختم کر دی گئی اور ہمارے لئے بہشتی مقبرہ آنے جانے کا راستہ آسان ہوا۔

کھانا تو سب کا لنگر خانہ میں ہی پکا کرتا تھا۔درویش جہاں جہاں بھی ڈیوٹیوں پر ہوا کرتے تھے اُن کو وہاں ہی کسی نہ کسی طرح کھانا پہنچایا جاتا۔عام طور پر کھانا صبح اور شام کو ملتا تھا۔بعض تو ایسے بھی تھے کہ کرفیو کی سختی کی وجہ سے کھانا حاصل کرنے ہی نہ آتے بس روزہ رکھ لیا کرتے۔

روٹی پکانے کے لئے آٹے کی ضرورت ہوتی تھی گندم تو موجود تھی۔لیکن آٹا پسوانا بھی کوئی آسان کام نہ تھا۔لنگر خانہ کے قریب کا گندم کا اسٹاک ختم ہوا تو گندم بھی دوسرے گودام سے لانی پڑتی۔والد صاحب بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ کرفیو کے دوران مسجد اقصیٰ کے نیچے کے گودام سے گندم لیکر آئے جیسے ہی ہم لنگر خانہ کے موڑ پر پہنچے آگے سے پولیس آگئی۔ہم پانچ چھ آدمی تھے اُنہوں نے گولی تو نہ چلائی البتہ دھمکی دی اور گندم کی بوریاں نیچے رکھوالیں.....اور بار بار اس بات پر زور دینے لگے کہ ہم یہ بیان دیں کہ ہم یہ گندم فروخت کرنے لیجا رہے ہیں لیکن حقیقت تو ایسی نہ تھی۔بعد میں اُنہوں نے ہمیں جانے دیا۔

قادیان چونکہ جماعت احمدیہ کا مرکز تھا اس کی طرف ویسے بھی لوگوں کی بہت آنکھیں تھیں۔پاکستان

سے آنے والے غیر مسلموں نے بھی کثیر تعداد میں قادیان کا رُخ کیا۔اور دیکھتے ہی دیکھتے قادیان کے سب محلے آباد ہو گئے۔محلّہ احمدیہ کے چند گھر ہی ایسے تھے جواُن کی نظروں سے بچے ہوئے تھے۔کوشش تو یہی تھی کہ جیسے تیسے ان پر بھی قابض ہو جائیں۔غیروں کی طرف سے دباؤ بھی بہت تھا۔ایسے حالات میں اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ جس وقت درویش وقارعمل کے لئے جائیں محلّہ کے مکانوں کی حفاظت کے لئے بھی بعض لوگ مکانوں میں رہیں تا کہ کوئی خالی سمجھ کران میں داخل نہ ہو جائے۔اسی طرح رات بھر مکانوں کی نگرانی کی ڈیوٹی بھی دی جاتی کہ کوئی رات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر قابض نہ ہو جائے۔بس یہ خدا کا فضل ہی تھا کہ اس نے اس محلّہ کو جس میں شعائر اللہ ہیں ہر شر سے محفوظ رکھا اوراس میں رہائش رکھنے والوں کی بھی حفاظت فرمائی۔

محلّہ احمدیہ کے رہائشی مکانات پرنظر

قادیان کے دیگر محلوں میں جب آبادی ہوگئی اور کسٹوڈین نے عام نیلامی کے ذریعہ مکانات نیلام کرنے شروع کر دیئے اس وقت بعض لوگوں کی نظریں محلّہ احمدیہ کی طرف بھی اُٹھنی شروع ہوگئیں۔اورلوگوں نے گورنمنٹ کو یہ باور کروانا شروع کیا کہ افراد کی تعداد کے لحاظ سے احمدی زیادہ گھروں پر قابض ہیں اس لئے ان سے کچھ مکان لیکر بے گھر افراد کو دیئے جائیں۔ایسے حالات میں پریشانی تو ضرور ہوئی لیکن حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے جائزہ لینے والوں کو مطمئن کروادیا کہ جماعت کے پاس اس وقت جتنے بھی مکان ہیں وہ سب آباد ہیں اورکوئی مکان بھی خالی نہیں۔اور یہ کہ جماعت ان میں رہنے والوں سے کوئی پیسہ نہیں لیتی ہے۔درویشوں نے یہ بیان چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ کی کوٹھی میں جا کر افسران کے سامنے دیئے تھے۔

مکانوں کے درمیانی حصہ سے راستہ تو ایک دوسرے مکان میں جانے کا بنا ہی ہوا تھا۔جائزہ لینے والے جس مکان میں بھی داخل ہوتے وہاں وہ ضرور بضرور چند لوگوں کو بیٹھا اور رہائش پذیر دیکھتے ایک ہی نظر میں سب کو پہچان جانا تو ممکن نہ تھا بہر حال خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے محلّہ کے تمام مکانوں کو جماعت کی تحویل میں رہنے کے سامان پیدا کئے۔الحمدللہ۔

مکانات کے تعلق سے ہی ایک مرتبہ پھر ۱۹۶۳ء میں محکمہ بحالیات کی طرف سے بھی ایک نوٹس جاری ہوا کہ جماعت ایک ماہ کے اندر اندر ۶۴۷۹۰ روپے حکومت کو ادا کرے بصورت دیگر اس ایریا کو بھی عام نیلامی کے ذریعہ فروخت کر دیا جائے گا لیکن جماعت کے عہدیداران نے بڑی مستعدی سے کام کیا حکومت

کے کارندوں سے ملاقات کر کے اُن کو تمام صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ اس طرح جماعت نے حکومت کو ۲۲۴۷۰۰ روپے ادا کر کے اس ایریا کو باقاعدہ طور پر خرید لیا۔ مکانات کی قیمت کم لگوانے کے سلسلہ میں مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز درویش اور مکرم سید محی الدین صاحب ایڈووکیٹ مرحوم نے بڑی محنت اور توجہ سے کام کیا۔ جس کے نتیجہ میں یہ کام پروان چڑھا۔ اس سلسلہ میں محترم عبدالحمید صاحب عاجز نے اپنی کتاب ''کچھ باتیں کچھ یادیں اور ریگ رواں'' میں ذکر کیا ہے جو کہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

آغاز درویشی کا کارنامہ

جماعت نے آغاز درویشی سے قبل ہی حفاظتی تدابیر کے تحت بعض راستے بند کر دیئے تھے خاص کر وہ راستے جو مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک اور لنگر خانہ سے ہو کر گزرتے تھے اس پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا کہ ہماری تجارت پر ان راستوں کو بند کرنے سے بُرا اثر پڑتا ہے اس لئے انہیں کھولا جائے۔ اور جماعت کا مؤقف یہ تھا کہ ان راستوں سے مستورات عبادت کے لئے جاتی ہیں۔ شرابی لوگ ان راستوں سے گزریں گے تو کسی وقت شرارت ہو سکتی ہے اس لئے ان رستوں کو کھولنا مناسب نہیں۔ خاص طور پر یہ مطالبہ اس وقت ہوا جب گیانی کرتار سنگھ صاحب وزیر اور ایک کمشنر اور ڈپٹی کمشنر قادیان کے دورہ پر آئے تھے۔ اس موقعہ پر میونسپل کمشنر اور میونسپلٹی کے سیکرٹری نے جماعتی مؤقف کی شدید مخالفت کی۔ بعد میں جماعت کے سرکردہ افراد جن میں مکرم عبدالحمید صاحب عاجز مکرم ملک صلاح الدین صاحب بھی شامل تھے ان راستوں کے کھولنے سے ہونے والے نقصانات کو بتایا تو میونسپلٹی نے اپنا فیصلہ جو ان راستوں کو کھولنے کے تعلق سے تھا بدل دیا۔ اس موقعہ پر جماعت نے یہ پیشکش کی تھی کہ جماعت ان راستوں کے بدلہ میں بڑے پُل کے پاس سے تالاب کے اندر سے ایک راستہ بنا دے گی۔ جس کو قبول کر لیا گیا۔ درویشان نے چند دنوں میں یہ راستہ مکمل کر کے ایس. ڈی. او بٹالہ کو لا کر دکھا دیا۔

جماعت کے اس حیرت انگیز کارنامہ کو دیکھ کر لوگوں کو حیرانگی بھی ہوئی۔ لیکن بعض شریر لوگوں نے راستہ بن جانے کے باوجود میونسپلٹی پر زور ڈال کر اس کے خلاف وزیر میونسپل کمشنر جناب پنڈت موہن لال صاحب کے پاس اپیل کر دی۔ اس طرح راستہ کا مقدمہ اپیل کی صورت میں چنڈی گڑھ میں جاری ہوا جس پر حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ محترم مرزا وسیم احمد صاحب محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز مرحوم اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب مرحوم چنڈی گڑھ گئے۔ میونسپل کمیٹی کا نمائندہ بھی پیش ہوا۔ اس پر پنڈت جی نے

فرمایا کہ موقعہ دیکھوں گا چنانچہ آپ نے قادیان آکر موقعہ دیکھا اور جماعت کے حق میں فیصلہ کیا جواب تک قائم ہے۔

ایسا ہی ایک اور واقعہ میرے بچپن میں پیش آیا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۷ء کا ہے لیکن اوپر بیان کردہ واقعہ سے مطابقت رکھتا ہے اس لئے اس کو بھی اس جگہ درج کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔

مسجد اقصیٰ کے ساتھ بڑے دفتر کی عمارت کے دائیں جانب ایک خالی جگہ تھی اور دفتر کی عمارت سے لگ کر ایک راستہ گزرتا تھا۔ یہ خالی جگہ جماعت کی تھی اور جماعت ایک عرصہ سے یہ کوشش کررہی تھی کہ کسی طرح یہ جگہ ہماری تحویل میں آجائے اور اس کا دیوار سے احاطہ کرلیا جائے۔ تین مرتبہ ریزولیوشن ہوکر جماعت کو ایسا اجازت نامہ بھی حاصل ہوا کہ آپ کو وہاں دیوار کرنے کی اجازت ہے لیکن ہر مرتبہ مخالفین کسی نہ کسی طرح زور ڈلوا کر چند ہی دنوں میں اس آرڈر کو منسوخ کروادیتے۔ جماعت مخالفین کی اس چال کو اچھی طرح جان چکی تھی۔ اس لئے جماعت نے مسجد مبارک کے پاس بہت سی اینٹیں ہنگامی حالات کے لئے جمع کررکھی تھیں۔ اور ارادہ یہ ہی تھا کہ آئندہ جب بھی آرڈر حاصل ہو فوراً دیوار بنالی جائے۔ چنانچہ میونسپلٹی نے ریزولیوشن نمبر ۱۱۷/ ۶۷-۹-۳۰ پاس کیا اس وقت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ میونسپلٹی کے صدر ہوا کرتے تھے مکرم چوہدری مبارک علی صاحب نے بتایا کہ جب اس آرڈر پر مولوی صاحب دستخط کرنے لگے تو ایک مخالف شخص چرنداس نے مولوی صاحب کے ہاتھ سے رجسٹر چھین لیا۔ کہ میں اس پر دستخط نہیں کرنے دونگا۔ چوہدری صاحب کہتے ہیں کہ وہاں مجلس میں سردار آتما سنگھ صاحب باجوہ بیٹھے ہوئے تھے وہ باز کی طرح اس پر جھپٹے اور خوب پیٹا رجسٹر اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور مولوی صاحب سے دستخط کروائے۔ جس پر یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔ الحمدللہ۔

دفتر محاسب کے سامنے کے کمروں کی چھت پر ایک گھنٹی ہوا کرتی تھی کبھی بھی ہنگامی طور پر لوگوں کو بلانا ہوتا تو وہ گھنٹی بجائی جاتی تھی۔ ایک دن شام کے وقت وہ گھنٹی بجی تو تمام افراد جماعت احمدیہ قادیان جس میں نوجوان بوڑھے بچے سب شامل تھے محاسب کے سامنے جمع ہو گئے۔ جس طرح چونٹیاں کام میں جُٹ جاتی ہیں سب لوگ کسی نہ کسی کام میں جٹ گئے کوئی اینٹیں پہنچانے میں کوئی پانی لیجانے میں کوئی گارا بنانے کے کام میں لگ گیا۔ جبکہ چار پانچ مستری دیوار بنانے میں لگ گئے۔

جماعت کو اس بات کا علم تھا کہ آج اس کی اجازت حاصل ہوئی ہے اور کل ہی مخالف جائیں گے تو اس کو منسوخ کروادیں گے۔ جس وقت کام شروع ہوا اس کا علم مخالفین کو بھی ہو گیا۔ اُنہوں نے رات کو ہی جا کر

یہ کوشش کی کہ کمشنر اس کام کو روکنے کا آرڈر دے۔ لیکن کمشنر صاحب نے اُنہیں کہا کہ اس وقت رات ہے صبح جائزہ لینے پر آرڈر دیا جائے گا۔ الغرض جماعت کے پاس صرف ایک رات تھی جس میں تقریباً سوا سو فٹ لمبی دیوار کھڑی کرنی تھی۔ اس کام میں خاکسار بھی گارا اُٹھا اُٹھا کر دیتا تھا۔

مخالفین نے جب اپنی کوشش میں ناکامی دیکھی تو ایک اور چال چلی کہ بجلی والوں کو کہہ کر ہمارے ایریا کی بجلی بند کروادی اُنکا یہ خیال تھا کہ یہ لوگ اندھیرے میں کس طرح کام کریں گے۔ جماعت کے پاس جلسہ سالانہ کے لئے گیس لیمپ موجود تھے وہ جلا کر چاروں طرف رکھ دیئے گئے اُن کی روشنی بجلی کی روشنی سے بھی بڑھ گئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت چوہدری مبارک علی صاحب نے بجلی گھر والوں کو فون کیا اور اُن کو اُن کی شرارت کی طرف توجہ دلائی کہ تم ایسا مت کرو۔ اور اگر تم ایسا کرو گے بھی تو بھی ہمارا کام رُکنے والا نہیں ہے اگر یقین نہیں تو آ کر دیکھ لو ہم نے کس قدر روشنی کا انتظام کیا ہوا ہے۔ رات کو احمدی دوکانداروں سے دودھ لے کر اُسی جگہ چائے بنائی گئی ساری رات کام جاری رہا یہ عظیم کام صبح ہونے سے پہلے پہلے مکمل ہو چکا تھا۔ جس وقت سرکاری عہدیدار جائزہ کے لئے آئے اس وقت تک دیوار مکمل ہونے کے ساتھ ساتھ باہر کی گلی بھی پکی بنائی جا چکی تھی اور نالی پانی کے نکاس کے لئے تیار تھی۔ دیوار چونکہ بن چکی تھی اس لئے اب اُسکے گرانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

قادیان کے درویشوں اور ان کے بچوں کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ روح ہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت میں پیدا فرمائی ہے۔ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کی زندہ مثال ہے کہ:

''ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اُٹھنے سے اُٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے سے بیٹھ جائے دُنیا میں عظیم الشان تغیّر پیدا کر دیا کرتی ہے۔''

اور واقعی ایک تغیّر پیدا کر کے دکھا دیا اور آئندہ بھی ہمیشہ تغیر پیدا کرتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

درویشی وظائف

قادیان میں ٹھہرنے والے درویشان میں کچھ لوگ ایسے تھے جو باقاعدہ صدر انجمن احمدیہ کے ملازم تھے۔ ان لوگوں کو وظائف انجمن کے قواعد کے مطابق ہی ملا کرتے تھے جیسے کہ ملازم کو باقاعدہ تنخواہ ملتی ہے جو بجٹ میں شامل ہوتی ہے۔

دوسری قسم کے وہ لوگ تھے جو مستقل خدام تھے اور ملٹری ریٹائر یا پھر مستعفی ہو کر مرکز احمدیت کی حفاظت کے لئے آنے والے تھے جن میں سے بعض کیپٹن جمعدار وغیرہ بھی تھے جنہیں بعد میں مولوی کا لقب دیا گیا تھا۔ ان افراد کو ملٹری وظیفہ ملا کرتا تھا جو پچاس روپے ماہانہ تھا۔

تیسری قسم درویشوں کی واقفین کی تھی جو اس وقت قادیان میں ہی پڑھ رہے تھے اور اُن سب کو قادیان کی حفاظت کے لئے قادیان میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔ جن میں دیہاتی مبلغین بھی شامل تھے۔ ان لوگوں کو ۲۹ روپے وظیفہ ملا کرتا تھا۔

چوتھے نمبر کے وہ درویش تھے جن کو صرف پانچ روپے وظیفہ ملتا تھا۔ جس میں سے چندہ بھی کٹتا۔ شروع شروع میں سب درویشوں کو لنگر خانہ سے کھانا ملا کرتا تھا۔ لیکن بعد میں پانچ روپے وظیفہ پانے والوں کو لنگر خانہ سے ہی کھانا ملتا رہا لیکن باقی تین قسم کے درویشوں کے لئے یہ فیصلہ ہوا کہ اگر لنگر خانہ سے کھانا لینا ہے تو قیمتاً لینا ہوگا یا پھر اپنے کھانے کا خود انتظام کریں۔ اسی طرح وہ مقامی درویش جو آسودہ حال تھے اُن سے بھی کھانے کی قیمت وصول کرنے کا فیصلہ ہوا۔

ابتدائی اصلاحی امور

قادیان میں ٹھہرنے والوں پر اخراجات کافی ہو رہے تھے لیکن اس کے بالمقابل آمد نہ تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان میں ٹھہرنے والوں کے لئے بہت سی ہدایات فرمائی تھیں۔ حضورؓ کے ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جو ماہ نومبر ۱۹۴۷ء میں موصول ہوا تھا۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان نے ایک سب کمیٹی بنائی۔ جس میں تین ممبر شامل کئے گئے تھے۔

۱۔ مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب — صدر سب کمیٹی

۲۔ مکرم مولوی برکات احمد صاحب — سیکریٹری

۳۔ مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی — ممبر (ریزولیوشن صدر انجمن احمدیہ قادیان ۲/ ۴۷-۱۱-۱۸)

حضورؓ کے ارشادات کی روشنی میں اس سب کمیٹی نے جو سفارشات پیش کیں وہ حسب ذیل ہیں:

۱- خوراک کے متعلق جو ہدایات حضور نے فرمائی ہیں ان کا تعلق زیادہ تر ناظر صاحب ضیافت سے ہے۔ جن طبقات کے متعلق قیمتاً کھانا دینے کا ارشاد ہے اس کے لئے یہ قاعدہ بنایا جائے کہ ہر طبقہ کا افسر روزانہ حاضری کی چٹ دے کر ناظر صاحب ضیافت سے کھانا حاصل کرے۔ اور مہینہ کے آخر پر ناظر صاحب ضیافت حاضریوں کے حساب کے مطابق افسر صیغہ سے رقم وصول کرے۔

۲- مقامی درویشوں میں سے جو آسودہ حال ہیں ان سے کھانے کے اخراجات مرزا محمد حیات صاحب وصول کریں اور اُن کا تفصیلی حساب وہ خود رکھیں۔

۳- فی الحال احمدیوں کی دودھ دہی اور پرچون کی تین چار دو کانیں کھولی جائیں۔ اس کی اجازت نظارت امور عامہ کی طرف سے ہوگی۔

۴- ڈاکٹر محمود احمد صاحب ڈاکٹر احسان علی صاحب کی دوکان میں ہسپتال کھول دیں۔ اور غیر مسلموں کو فی الحال طبی مشورہ اور ادویات مفت دی جائیں۔

۵- نظارت امور عامہ کے ذریعہ سے سلسلہ کی زمینوں پر قبضہ حاصل کرنے کی کوشش کی جائے سردست بہشتی مقبرہ کے پاس کے باغ کی زمینوں پر سبزی اور چارہ بونے کا انتظام ننگل باغباناں کے احمدی زمینداروں کی مدد سے شروع کر دیا جائے۔ ان سبزیوں کی آمد سلسلہ کی آمد شمار ہوگی۔

۶- تعلیمی اور تربیتی نگرانی کے لئے موجودہ احمدی آبادی کو تین حلقوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(۱) حلقہ مسجد مبارک (۲) حلقہ مسجد اقصیٰ (۳) حلقہ ناصر آباد۔ ہر حلقہ کا ایک عالم سلسلہ نگران ہو۔ کمیٹی کی رائے میں فی الحال مندرجہ ذیل نگران حلقہ جات مناسب ہونگے۔

(۱) نگران مسجد مبارک	مولوی شریف احمد صاحب امینیؔ
(۲) نگران مسجد اقصیٰ	مولوی غلام احمد صاحب ارشدؔ
(۳) نگران ناصر آباد	خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب آف بمبئی

۷- ہر جمعہ بعد نماز فجر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر اجتماعی دُعا کی جائے۔ نیز ہر حلقہ میں روزانہ نماز تہجد باجماعت ادا کی جائے۔ اور ہر حلقہ میں نگران صاحبان درس قرآن مجید و کتب سلسلہ احمدیہ کا بھی انتظام کریں۔

۸- فی الحال سب کمیٹی کی رائے میں دو روزے بروز سوموار اور جمعرات رکھے جائیں۔

۹- اخراجات کوکم کرنے اوران پر کنٹرول کرنے کے لئے مندرجہ ذیل احباب پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنا دی جائے۔

(۱) ناظر صاحب بیت المال (۲) آڈیٹر صاحب صدر انجمن احمدیہ

(ریزولیوشن ۳/ ۴۷-۱۱-۲۱ صدر انجمن احمدیہ قادیان)

سب کمیٹی کی اس رپورٹ پراس کی منظوری کا فیصلہ ہوا جو کہ تمام متعلقہ نظارتوں کو روانہ کر دیا گیا۔

ہندوستان کی جماعتوں پر قادیان سے ہجرت کا بہت بُرا اثر ہوا بہت سی جماعتیں یہ سمجھ بیٹھی تھیں کہ شاید قادیان میں جماعتی نظام اب باقی ہی نہیں رہا ہے۔ اور پھر ترسیل ڈاک وغیرہ کے راستوں میں بھی بڑی مشکلات درپیش تھیں۔ نہ ڈاک آتی تھی نہ جاتی تھی اس لئے بھی ہندوستان کی دیگر جماعتوں کا قادیان سے کوئی رابطہ نہ ہو پا رہا تھا۔ اس وجہ سے بہت سی مالی مشکلات کا سامنا ہوا۔ کھانے کے اخراجات تک پورے کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ اس لئے جماعت یہ کوشش کر رہی تھی کہ جس قدر بھی جلد ہو سکے قادیان میں ٹھہرے درویش اپنے اخراجات کے متحمل ہو سکیں۔ رابطے تو کٹے ہوئے تھے باہر سے رقوم کی آمد کا سلسلہ بند تھا اس لئے جماعت احمدیہ قادیان اُس معمولی خرچ میں سے ہی جو اس وقت قادیان میں ہو رہا تھا کمی کرنے کے بارے میں غور کرتی رہتی کہ کس طرح اخراجات کو کم سے کم کیا جا سکے۔

سب کمیٹی کے اس فیصلہ کے بعد بہشتی مقبرہ کے قریب قریب کی زمین پر درویشوں نے کاشت کرنی شروع کر دی تھی اور بعض لوگ تجارت کی طرف بھی متوجہ ہونے لگے تھے۔ لیکن شروع شروع میں آمد نہ ہو کر صرف اخراجات میں ہی زیادہ سے زیادہ کمی کی جا سکتی تھی۔ سو ایسا ہی کیا گیا۔ اور کمی خاص طور پر اخراجات خوراک میں ہوئی یا پھر کھانے کے اخراجات وصول کر کے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور صدر انجمن احمدیہ نے ایک ریزولیوشن بھی پاس کیا۔ جو کہ یہ تھا:

''رپورٹ ناظر صاحب ضیافت کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس ارشاد کے پیش نظر کہ قادیان میں خرچ بے تحاشہ ہوا ہے۔ اور اس سلسلہ میں ہمیں اخراجات میں کمی کرنی چاہئے۔ یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ نومبر کے گیارہ دِن کے کھانے کا خرچ دیہاتی مبلغین BA کلاس و کارکنان صدر انجمن احمدیہ سے دو روپے فی کس وصول کیا جائے۔ اس ماہ گندم کا خرچ شامل نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن اب بعض احباب کا خیال ہے کہ حضور کے ارشاد کے پیش نظر گندم کی قیمت بھی وصول کی جائے۔ اگرچہ میری رائے میں حضور کے ارشاد کا یہ منشاء ہے کہ گندم کے خرچ کی قیمت وصول نہ کی جائے یہ امر بغرضِ فیصلہ

پیش ہے۔"

"پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ گندم چونکہ صدر انجمن کی سرکاری پرمٹ کے ذریعہ سے خرید کردہ ہے اس لئے جن سے کھانے کی قیمت وصول کی جائے ان اخراجات میں گندم کی قیمت بھی شامل ہونی چاہئے۔ اور اس فیصلہ کے مطابق آئندہ آمد کا بجٹ بنایا جائے۔ نیز کھانے کا خرچ بورڈنگ کے اصول پر نکالا جائے اس طرح میری رائے میں موجودہ حالات میں ماہوار خرچ -/10 سے زائد نہیں ہوگا۔"

(ریزولیوشن صدر انجمن احمدیہ قادیان ۷/ ۴۷-۱۱-۳۰)

صدر انجمن احمدیہ کے اس ریزولیوشن سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ اس مشکل وقت کو درویشوں نے کس حال میں گزارا ہے۔ مجھے حیرت تو اُن درویشوں پر ہوتی ہے جن کو لنگر سے کھانا ملنے کے بعد صرف پانچ روپے وظیفہ ملا کرتا تھا۔ اگر اس ریزولیوشن کے مطابق ان کے کھانے کا خرچ شمار کیا جائے تو وہ صرف ۱۵ روپے ماہانہ پر گزارہ کرتے تھے۔ اس میں کپڑا بنانا صابن تیل خرید کرنا حجامت بنوانا وغیرہ سب شامل ہوتا تھا۔ پانچ روپے حاصل کرنے والے درویشوں میں سے بعض ایسے بھی تھے جو شادی شدہ تھے۔ وہ پانچ روپے سے بچا کر اپنے بیوی بچوں کو بھی روانہ کرتے تھے۔ واقعی ان درویشوں کا حوصلہ اور قناعت اور صبر قابل رشک ہے۔

درویشوں کی قابل رشک زندگی پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ کی چشم دید شہادت

بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور ممتاز اور بلند پایہ صحابہ میں سے تھے۔ آپ قادیان سے ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے آپ کو دارالامان میں پھر سے ۱۲؍ہجرت مئی ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء کو آنے کا موقعہ عطا فرمایا اور آپ مستقل طور پر قادیان میں ہی رہ گئے۔ آپ نے درویشوں کا جذبہ خدمت، قربانی کے بے مثال نمونے اور امورِ روحانی میں شوقِ عظیم کو دیکھا اور ۲۱؍ہجرت مئی ۱۳۲۷ ہش ۱۹۴۸ء کو حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط تحریر فرمایا جس میں درویشانِ قادیان کے کوائف درج کئے وہ اس جگہ پیش کرتا ہوں۔ آپ نے لکھا:

’’قادیان پہنچے بیس روز ہوئے ہیں۔ پہلا ہفتہ تو قریباً آٹھ ماہی جدائی کی حسرت وحرمان کی تلافی کی کوشش میں گزر گیا۔ اور ماحول کی طرف نظر اٹھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ دوسرے ہفتہ کچھ حواس درست ہوئے تو دیکھتا اور محسوس کرتا ہوں کہ ایک نئی زمین اور نئے آسمان کے آثار نمایاں ہیں۔ ایک تغیّر ہے عظیم، اور ایک تبدیلی ہے پاک، جو یہاں کے ہر درویش میں نظر آتی ہے۔ چہرے ان کے چمکتے۔ آنکھیں ان کی روشن حوصلے اُن کے بلند پائے۔ نمازوں میں حاضری سو فیصدی، نمازیں نہ صرف رسمی بلکہ خشوع خضوع سے پر دیکھنے میں آئیں رقت وسوز یکسوئی وابتہال محسوس ہوا۔ مسجد مبارک دیکھی تو پُر مسجد اقصیٰ دیکھی تو بارونق مقبرہ بہشتی کی نئی مسجد جس کی چھت آسمان اور فرش زمین ہے۔ وہاں گیا تو ذاکرین وعابدین سے بھر پور پائی۔ ناصر آباد کی مسجد ہے تو خدا تعالیٰ کے فضل سے آباد ہے اذان واقامت برابر پنجوقتہ جاری... مساجد کی یہ آبادی اور رونق دیکھکر الٰہی بشارت کی یاد سے دِل سرور سے بھر گیا۔ اور اُمید کی روشنی دکھائی دیتی ہے... نہ صرف یہی کہ فرائض کی پابندی ہے۔ بلکہ نوافل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی کثرت۔ ہجوم اور انہاک پایا۔ مقامات مقدسہ کے کونہ کونہ کے علم پانے کا عموماً ان نوجوانوں کو حریص دیکھا۔ اور پھر عامل بھی۔ حتّٰی کہ حالت یہ ہے کہ اس تین ہفتہ کے عرصہ میں میں نے بار ہا کوشش کی کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیت الدعا میں کوئی لمحہ تنہائی کا مجھے بھی مل سکے۔ مگر ابھی تک یہ آرزو پوری نہیں ہوئی۔ جب بھی گیا نہ صرف یہ کہ وہ خالی نہ تھا بلکہ تین تین چار چار نوجوانوں کو وہاں کھڑے اور رکوع وسجود میں روتے اور گڑ گڑاتے پایا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ متصلہ دالان اور بیت الفکر تک کو اکثر بھر پور اور معمور پایا۔

تہجد کی نماز چاروں مساجد میں برابر باقاعدگی اور شرائط کے ساتھ باجماعت ادا ہوتی ہے۔ اور بعض

درویش اپنی جگہ پر بعض اپنی ڈیوٹی کے مقام پر ادا کرتے ہیں۔ کھڑے کھڑے چلتے پھرتے بھی ان کی زبانیں ذکر الٰہی سے نرم اور تر ہوتی دیکھی اور سُنی جاتی ہیں۔ اور میں یہ عرض کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں کہ نمازوں میں حاضری اللہ تعالیٰ کے فضل سے سو فیصدی ہے۔ درس تدریس اور تعلیم و تعلّم کا سلسلہ دیکھکر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ ہر مسجد میں ہر نماز کے بعد کوئی نہ کوئی درس ضرور ہوتا ہے۔ اور اس طرح قرآن، حدیث اور سلسلہ کے لٹریچر کی ترویج کا ایک ایسا سلسلہ جاری ہے جس کی بنیاد صحیح اور نیک نیت پر شوق اور لذت کے ساتھ اُٹھائی جارہی ہے۔ عام علوم کے درس ان کے علاوہ ہیں۔ اور روزانہ وقارِ عمل تعمیر و مرمت، صفائی ولپائی مکانات، مساجد اور مقابر راستے اور کوچہا بلکہ نالیاں تک۔ اس کے علاوہ خدمت خلق بڑی بشاشت اور خندہ پیشانی سے کی جاتی ہے۔ جس میں ادنیٰ سے ادنیٰ کام کو کرنے میں تکلیف، ہتک یا کبیدگی کی بجائے بشاشت ولذّت محسوس کی جاتی ہے۔ گیہوں کی بوریاں آٹے کے بھاری تھیلے اور سامان کے بھاری صندوق، بکس اور گٹھے یہ سفید پوش خوش وضع اور شکیلے نوجوان جس بے تکلفی سے ادھر سے اُدھر گلی کوچوں میں جہاں اپنے اور پرائے مرد اور عورت اور بچے ان کو دیکھتے ہیں لئے پھرتے ہیں۔ قابل تحسین و صد آفرین ہے اور ان چیزوں کا میرے دل پر اتنا گہرا اثر ہے جو بیان سے بھی باہر ہے۔

یہ انقلاب، تغیرّ اور پاک تبدیلی دیکھ کر میرے آقا بے ساختہ زبان پر جاری ہوا۔

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ اَند
زیر آں گنج کرم بنہادہ اَند

خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ خدمت خلق کے سلسلہ میں ہمارا ہسپتال جو خدمات بجالا رہا ہے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے بلا تمیز و تفریق مذہب و ملت عورت مرد اور بچے بیشمار روزانہ اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور عزیز مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب جوان دنوں انچارج اور چند نوجوان ان کی زیر قیادت ان خدمات پر مامور ہیں۔ نہایت توجہ، ہمدردی اور محبت، نرمی سے مفوّضہ خدمات بجالا رہے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں رجوع خلق میں روز افزوں ترقی و اضافہ نظر آتا ہے۔ اور اب ڈاکٹر عطر الدین صاحب کے آجانے پر ایک وٹرنری ہسپتال بھی جاری کردیا گیا ہے۔

مقبرہ بہشتی کی ہر قبر بلکہ ہر قبر کے ایک ایک کونہ اور گوشہ میں روشوں اور نالیوں اور پودوں اور درختوں کی جو خدمت اس محصور خلق خدا نے کر دکھائی ہے... قابل رشک ہے۔ جس کو دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ اور مرحبا اور صد آفرین کی صدا از خود دل کی گہرائیوں سے بلند ہونے لگی۔ مقبرہ کے گرد چار دیواری جس محنت اور

جانفشانی سے ان ہونہاروں نے تیار کی وہ بے مثال ہے۔ جنوبی جانب، جنوب مشرقی اور جنوب مغربی دونوں کونوں میں دو کوارٹر دو دو منزلہ بغرض رہائش محافظین بنا کر نہایت ہوشیاری و عقلمندی اور محبت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کوارٹروں میں پانچ پانچ نوجوان دن رات رہتے ہیں۔ اسی طرح مزار سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دیواری کے شمال مشرقی کونہ پر بھی ایک دو منزلہ کوارٹر بنایا گیا ہے۔ اور ایک کوٹھڑی جو پہلے سے جنوب مغربی کونہ چار دیواری کے باہر تھی اس کو بھی بغرض حفاظت دو منزلہ بنا دیا گیا ہے۔ اور آج کل تیس نو جوان صرف مقبرہ بہشتی کی حفاظت پر مامور ہیں۔ جو وقار عمل کے وقت دوسرے درویشوں کے ساتھ مل کر بھی کام کرتے ہیں۔ الغرض... یہ تو ہے ایک مختصر سا خاکہ۔

سب کچھ کھو کر بھی... اگر خدا مل جائے اس کی رضا حاصل ہو جائے اور حضور کے زیر قیادت و ہدایت یہ راہیں ہمارے لئے آسان ہوتی جائیں اور صبر و استقلال سے تحصیل علوم دینیہ، عبادت و ذکر الٰہی، خدمت خلق اور روحانی ترقیات کے سامان میسر رہیں۔ نیتیں نیک اور اعمال ہمارے صالح ہوں تو عجب نہیں کہ وہ مقام عالی حضور کے غلاموں کو اس محاصرہ کی حالت اور مشکلات کے دور میں میسر آ جائے تو یہ سودا بہت سستا اور مُفید ہے۔

آقا! ہماری جس تبدیلی کے لئے حضور ہمیشہ تحریکیں فرماتے چلے آئے ہیں۔ اور رات اور دن حضور کے اسی کوشش اور فکر میں گزرتے چلے آئے ہیں۔ کیا عجب کہ وہ اس قیامت ہی سے وابستہ ہوں۔ اور قضاء و قدر کا قانون خاص ہی حضور کے ان مقاصد کی توفیق جماعت کو عطا فرمادے اور پاک تبدیلی اسی قانون پر منحصر ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ دُنیا تو گئی اگر خدا مل جائے تو پھر کوئی خسارہ ہے نہ گھاٹا۔

نوجوانوں کی کایا پلٹ ہوگئی ہے یا کم از کم ہو رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس حرکت میں برکت ہو۔ اور اس قدم کے اُٹھانے میں اللہ تعالیٰ دوڑ کر ہماری طرف آئے۔ دستگیری فرمائے اور اٹھا کر زمینی سے آسمانی بنا دے۔

میرے آقا قصہ کوتاہ یہ وقت ایک خاص وقت ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ مصلحت الٰہی اور منشاء ایزدی نے اس انقلاب کے ساتھ جماعت میں اس پاک تبدیلی کو وابستہ کر رکھا ہے جو حضور ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں اور یہ وقت ہے جس میں خدا کا قرب پانے کے مواقع میسر ہیں۔''

(الفضل ۸/ماہ احسان/ جون ۱۳۲۷ہش ۱۹۴۸ء صفحہ:۴-۵، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد گیارہ صفحہ: ۳۹۰ تا ۳۹۳)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب قمر الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی قادیان کے درویشوں کے

متعلق ایک مختصر مگر جامع نوٹ سپرد قلم کیا آپ نے لکھا:

''مکرمی بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور میرے درویشان قادیان کے مضامین سے دوستوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ موجودہ حالات کے نتیجہ میں آج کل قادیان کی زندگی کتنی روحانی فیوض سے معمور ہے گویا اس کے لیل ونہار مجسم روحانی بن چکے ہیں۔ کیونکہ قادیان میں رہنے والے دوستوں کو دُنیا کے دھندوں سے کوئی سروکار نہیں اور ان کی زندگی کا ہر لمحہ روحانی مشاغل کے لئے وقف ہے۔ قرآن حدیث کا درس، نوافل، نمازوں اور خصوصاً تہجد کا التزام خشوع وخضوع میں ڈوبی ہوئی دُعاؤں کا پروگرام، نفلی روزوں کی برکات اور دن رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بابرکت گھر اور بیت الدعا اور مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ اور بہشتی مقبرہ میں ذکر الٰہی کے مواقع یہ وہ عظیم الشان نعمتیں ہیں جن سے جماعت کا بیشتر حصہ آجکل محروم ہے اور قادیان کا ماحول ان نعمتوں سے بہترین صورت میں فائدہ اُٹھانے کا موقعہ پیش کرتا ہے۔''

(الفرقان درویشان قادیان نمبر صفحہ:۱۳۰)

اہم مکتوب حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد ایم۔اےؓ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لاہور سے ۱۰ رمئی ۱۹۴۸ء کو ایک اہم خط محترم امیر صاحب مقامی قادیان مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ فاضلؓ کی خدمت میں ارسال فرمایا تھا جس میں باہمی اتحاد اور تعاون نیز صبر کی تلقین فرمائی تھی اس کا اصل متن درج ذیل ہے:

مکتوب گرامی بنام امیر صاحب مقامی مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ...... پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں۔ اور باہمی اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ پیش کریں۔ جو اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔ مگر جب تک وہ ہمیں واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور اُن کے ساتھ آپ جیسے جانثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تن تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نورِ ہدایت کا کام دیتی ہے اگر آپ خلوصِ نیت اور سچی محبت اور ایک جذبۂ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہرے رہیں اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔ بے صبر انسان جلدی تھک جاتا ہے اور کچھ وقت

کی انتظار کے بعد متی نصر اللہ کی آواز بلند کرنے لگتا ہے مگر یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ جب خدا کی نصرت قریب تر آکر نئے میدان کا دروازہ کھولنے والی ہوتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اوران جانے والے اصحاب کو اور اُن کے بعد قادیان پہنچنے والے اصحاب کو اپنی رضاء کے رستہ پر چلاتے ہوئے اعلیٰ ترین انعامات کا وارث بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

حضرت صاحب قادیان کے درویشوں کے لئے کچھ روغنی میٹھی روٹیاں بھجوار ہے ہیں یہ روٹیاں تبرک کے طور پر ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ اُس رویاء کی تصدیق میں ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا کہ ایک فرشتہ حضور کے پاس ایک روغنی روٹی لایا ہے۔ اور اُسے پیش کر کے کہتا ہے یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس تبرک کو مبارک کرے۔ آمین

فقط والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد لاہور ۱۰ر مئی ۱۹۴۸ء''

(رسالہ درویشان قادیان دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ:۱۱)

درویشانِ قادیان کا سوشل بائیکاٹ

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہی رہتا ہے پھر آزمائشوں کا دور بھی اگر یکے بعد دیگرے چل نکلے تو آزمائش بھی سخت ہو جاتی ہے خدا کا وعدہ بھی اس مومن کے ساتھ پورا ہوتا ہے جو صبر کرے۔ قادیان سے افراد جماعت کی ہجرت عورتوں بچوں سے محرومی پھر خوف کے سائے رات ہو تو دن چڑھنے کی امید نہیں دن ہو تو رات آنے کی امید نہیں۔ ایسی حالت میں قادیان کے بعض پُرانے مکینوں نے باہر سے ہجرت کر کے آنے والے نئے مخالفین کے ساتھ مل کر درویشانِ قادیان کا بائیکاٹ کر دیا۔ کھانے پینے کی اشیاء کی پہلے ہی قلت تھی اس پر بائیکاٹ بڑی آزمائش بن گیا۔

قادیان میں رہنے والے مخالفین تو ہمیشہ ہی اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح کوئی موقعہ ہاتھ آجائے تو ہم سب احمدیوں کو قادیان سے نکال باہر کریں۔ پارٹیشن کو اُنہوں نے خوابوں کی تعبیر جانا اس پر بھی جب احمدی اپنے مرکز کو چھوڑنے پر راضی نہ ہوئے تو اُنہیں مجبور کرنے اور ہر لحاظ سے اُنکا ناطقہ بند کرنے کے لئے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا کہ کوئی شخص بھی کسی احمدی کو کوئی چیز نہ دے۔

خدا تعالیٰ کا فضل تھا خوراک کی کوئی کمی نہ تھی۔ اگر کسی چیز کی ضرورت پڑتی تو وہ روزمرہ استعمال ہونے والی اشیاء مثل دودھ سبزی وغیرہ تھیں۔ اگرچہ مخالفین درویشوں کو تنگ کرنے کی کوشش میں تھے تو دوسری طرف خدا بھی لوگوں کے دلوں کو درویشوں کے لئے کھول رہا تھا۔ قادیان میں بہت سے ایسے غیر مسلم بھی تھے جو جماعت کے اُن احسانوں کو نہ بھولے تھے جو جماعت نے اُن کے ناگزیر حالات میں اُن پر کئے تھے۔ پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پیارے امام کی دُعاؤں اور پوری جماعت احمدیہ کی دُعاؤں کے صدقے خدا ان مخالفین سے ہی درویشوں کے ہمدرد پیدا کر رہا تھا۔ جن میں سے بعض نے کھل کر بائیکاٹ کی مخالفت کرتے ہوئے جماعت کی مدد کی اور بعض ایسے بھی تھے جو جماعت کی مدد تو برابر کرتے تھے لیکن اپنوں کا ڈر سینہ میں رکھتے کہ کہیں ہم بھی بائیکاٹ کی زد میں نہ آجائیں۔ اس مقاطعہ میں جو افراد پیش پیش تھے اُن کے اسماء حسب ذیل ہیں:

(۱) امرناتھ سونی صاحب (۲) ڈاکٹر گوربخش سنگھ (۳) ہری رام بزاز (۴) بلونت سنگھ ولد اجاگر سنگھ (۵) امرناتھ ابرول (۶) سردار گوردیال سنگھ کلاسوالیہ (۷) ایشر سنگھ مہاجن آڑھتی و بھاٹیہ قوم۔

اس بائیکاٹ کی وجوہات اور حالات تاریخ احمدیت میں یوں درج ہیں:

''۱۳۲۷ھش/ ۱۹۴۸ء کا آغاز درویشان قادیان کے لئے صبر و رضاء کے ایک نہایت کٹھن امتحان سے ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آخری بڑے کنوائے کے بعد ایک دن اچانک بعض ٹرک درویشوں کے پاس آن پہنچے یہ ٹرک جو پاکستان سے گورداسپور میں پناہ گزین پہنچانے کے لئے آئے تھے اور بلاوجہ واپسی پر قادیان کی مسلم آبادی کے انخلاء کے لئے بھجوا دیئے گئے۔ درویشوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ یہ ہمارے ٹرک نہیں۔ ہم ان پر نہیں جائیں گے اور نہ ہم میں سے اب کوئی پاکستان جانے والا ہے۔

اس واقعہ سے مقامی افسروں اور باشندوں دونوں کو یقین ہو گیا کہ احمدی فی الحقیقت مستقل طور پر قادیان میں بود و باش رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر ان مقامی باشندوں کو بہت شاق گذری جو ۱۹۴۷ء کی غارت گری میں نمایاں طور پر شامل اور احمدیوں کی کوٹھیوں اور جائیدادوں پر قابض ہو چکے تھے۔ اور دل سے چاہتے تھے کہ درویشوں کو کسی نہ کسی طرح تنگ کر کے قادیان سے نکال دیا جائے۔

قادیان کے ایک متعصب ہندو دکاندار (امرناتھ) کے ساتھ جماعت کے تعلقات عرصہ سے کشیدہ تھے اور بیوپار کے سلسلہ میں اس پر بعض جماعتی پابندیاں عائد تھیں۔ اس ہندو دکاندار نے احمدیوں سے انتقام اور ان کے خلاف محاذ آرائی کا یہ موقعہ غنیمت جانا اور اس پرانی کشمکش کو بائیکاٹ کا نام دے کر پہلے سردار محکم

سنگھ ایڈووکیٹ مجسٹریٹ قادیان کو اشتعال دلایا۔ پھر یکم جنوری ۱۹۴۸ء کو قادیان کے سب دکانداروں سے دستخط کرائے کہ وہ درویشوں کا مکمل سماجی بائیکاٹ کریں گے۔ اگلے روز یہ مشہور کر دیا گیا کہ ننکانہ صاحب میں مقیم سارے سکھ موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے ہیں۔ اس جھوٹی اور بالکل بے بنیاد افواہ نے شہر بھر میں ایک آگ سی لگا دی اور غیظ و غضب کا ایک طوفان عظیم اُمڈ آیا۔ درویشوں کو قادیان سے نکال باہر کرنے کی درپردہ سازشیں زور پکڑ گئیں۔

قبل ازیں فتنہ پرداز عناصر نے قادیان کے مجسٹریٹ اور ضلع گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر کو میموریل بھی بھیجے کہ درویشوں کے گھروں سے ناجائز اسلحہ برآمد ہو رہا ہے۔ لہذا ہمیں ان سے شدید خطرہ ہے۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس من گھڑت بات☆ کے ذریعہ سے پبلک میں نفرت و حقارت کی چنگاری ڈالنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو انہوں نے سوشل بائیکاٹ کا بھی اعلان کر دیا۔

اس بائیکاٹ کو مؤثر اور کامیاب بنانے کے لئے ۷ رجنوری ۱۹۴۸ء کو گوردوارہ میں جلسہ ہوا۔ جس کے بعد بائیکاٹ شدت اختیار کر گیا۔ دودھ بند کرنے کے لئے احمدیہ بازار اور بیرون راستوں میں پکٹنگ لگا دی گئی۔ احمدی شفاخانہ سے غیر مسلم مریض اُٹھا لئے گئے۔ جن شریف اور معزز ہندو یا سکھ دوستوں نے ذاتی تعلقات کی بناء پر یا کسی اور وجہ سے احمدیوں کو سودا دیا ان کو بے عزت کیا گیا بعض کا منہ کالا کیا گیا اور بعض کو جوتے بھی لگائے گئے۔

اس سختی کا ردعمل یہ ہوا کہ لوگوں میں آخر بائیکاٹ کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ۲۳ رجنوری ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے سیٹھ پیارے لال صاحب کے لڑکے کشن لال صاحب نے کسی احمدی کو شلغم لا کر دیئے جس پر دو سکھوں نے اس کو تھپڑ مارے جس کی وجہ سے قریب کے دوسرے ہندو دکاندار برہم ہو گئے چنانچہ بعض ہندو دکانداروں نے علانیہ کہا کہ ہم سودا دیں گے اور ہم اس فیصلہ کی پابندی نہیں کرتے۔ اور یہ کہ جماعت احمدیہ قادیان میں ۱۵ رہزار کے قریب تھی اور ہر طرح کی طاقت اور عزت کی مالک تھی لیکن ان کی طرف سے کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی گئی لیکن یہ لوگ ابھی قادیان میں پوری طرح آباد بھی نہیں ہوئے اور

☆ اس مفروضہ خبر کی بازگشت ۸ رستمبر ۱۹۴۸ء کو پھر سُنی گئی جبکہ دہلی کے اخبار ''پرتاپ'' نے امرتسر کے نامہ نگار کے حوالہ سے یہ خبر وضع کی کہ قادیان میں مقبرے کے پاس ایک اسلحہ ساز فیکٹری پکڑی گئی ہے جس میں سے بہت سا ناجائز سامان برآمد ہوا ہے اور اس کے نتیجہ میں ۱۲ مسلمان گرفتار کئے گئے ہیں اس کے بعد اخبار ''جے ہند'' جالندھر نے اپنی ۱۳ رستمبر کی اشاعت میں مزید لکھا کہ قادیان کے بہشتی مقبرہ کے پاس جو اسلحہ ساز فیکٹری پکڑی گئی ہے اس میں مزید آٹھ مسلمان پکڑ لئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ خبریں بالکل غلط تھیں۔ جن کا مقصد ملکی فضاء اور مقامی حالات کو مسموم کرنے کے سوا کچھ نہ تھا۔

سر پر سوار ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ ازاں بعد اسی دن ہر بنس لال (ولد بشن داس) سادھورام سائیں داس دکاندار مولوی برکات احمد صاحب (راجیکی ناظر امور عامہ) کے پاس آئے اور کشن لال کے واقعہ کا ذکر کیا۔ نیز کہا کہ وہ اس مقاطعہ کی خلاف ورزی کریں گے۔ اور جماعت کو سودا دیں گے۔ اور اس بارہ میں باقاعدہ فیصلہ کر کے اس کے منسوخ کرانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ ۲۵ رجنوری کی شام پنڈت دولت رام صاحب کی صدارت میں ایک میٹنگ کی گئی جس میں مقامی اور بیرونی لوگ شامل ہوئے۔ اس میٹنگ میں مقاطعہ کو ختم کرنے کا فیصلہ ہوا اور ۲۶ رجنوری ۱۹۴۸ء سے اس پر عملدرآمد بھی شروع ہو گیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد تیرہ ۱۳، صفحہ: ۶۲ تا ۶۴)

جس وقت سوشل بائیکاٹ میں بڑی سختی تھی اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ضرورت کی چیزیں مل جایا کرتی تھیں۔ جو کہ اول خدا کے فضل سے دوسرے درویشوں کے حسن کردار کی وجہ سے اور تیسرے پُرانے برادرانہ تعلقات کی بناء پر پھر جماعت کے ساتھ خاص ہمدردی مخالفت کے خوف پر غالب آئی۔ اس تعلق سے چند واقعات بھی نوٹ کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

۱- مسجد اقصیٰ کے ساتھ مؤذن کے رہائشی مکان کا ایک دروازہ مغربی جانب کھلتا تھا۔ اُن دنوں مکرم میاں سراج دین صاحب مؤذن ہوا کرتے تھے۔ اُن کے غیر مسلموں سے بڑے مراسم تھے جس وقت بائیکاٹ کا اعلان ہوا تو ان کے ملنے والوں نے ان کی بے خوف مدد کی اور ہر ضرورت کی چیز مہیا کی اور یہ ساری چیزیں ان کے ملنے والے خاموشی سے رات کو ہی ان کے ہاں پہنچایا کرتے تھے یا پھر یہ خود جا کر اُن سے حاصل کرتے۔ یہ محض خدا کا فضل ہی تھا جس نے مخالفوں میں بھی جماعت کے ہمدرد پیدا کر دئے خدا تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

۲- اسی طرح ایک دوست پیارا سنگھ تھے جو کاہلواں کے رہنے والے تھے میں نے خود بھی اُنہیں دیکھا ہے بڑی عاجزی سے احمدیوں سے ملاقات کیا کرتے تھے۔ اور بڑے ہی شریف النفس، عام طور پر بکریاں پالنا اُنکا پیشہ تھا۔ بائیکاٹ کے وقت وہ بھی مخالفین سے بالکل خوف زدہ نہیں ہوئے۔ میرے ماموں محترم محمد عبداللہ صاحب نانبائی درویش مرحوم اور میرے والد صاحب مرحوم بھی بتایا کرتے تھے کہ وہ شخص علی الاعلان ہمارے محلہ میں دودھ لا کر دیا کرتے باوجود اس کے کہ غیروں نے اُنہیں بہت دھمکیاں دیں لیکن اُنکا کہنا یہ تھا کہ ہمارے تعلقات تو ان سے پرانے ہیں وہ ہم منقطع نہیں کر سکتے اور تم تو نئے آئے ہو۔ الغرض اُنہوں نے بھی ہر ممکن طریق سے جماعت کی اور درویشوں کی دل

کھول کر مدد کی۔

۳- محترم فضل الٰہی خان صاحب درویش (کارکن امور عامہ) نے بتایا کہ ایک مرتبہ بائیکاٹ کے دوران ہی علاقہ کے ڈی سی صاحب قادیان آئے اور ہم اُن سے ملاقات کی غرض سے گئے اور ساتھ ہی مٹھائی بھی لے گئے تھے۔ ڈی سی صاحب کے سامنے جس وقت بائیکاٹ کا ذکر کیا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ بائیکاٹ کی بات تو آپ کر رہے ہیں تو پھر یہ مٹھائی آپ نے کہاں سے لی۔ تو اُنہیں بتایا گیا کہ ان بائیکاٹ کرنے والوں میں بعض ہمارے ہمدرد بھی ہیں اور شریف لوگ ہیں وہ ہمیں چیزیں مہیا کر دیتے ہیں اس طرح یہ بھی ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ بہرحال یہ خدا کا فضل تھا کہ شدید مخالفت میں بھی اس نے سلطانِ نصیر عطا فرمائے ہوئے تھے۔

سوشل بائیکاٹ کا اثر احمدیہ شفاخانہ پر بھی ہوا۔ اور شفاخانہ بائیکاٹ ختم کرنے کا باعث بھی بنا۔ اس وقت شفاخانہ میں جس قدر بھی غیر مسلم مریض داخل تھے۔ سب چلے گئے۔ اور غیر مسلموں کی آمد بالکل بند ہو گئی اس زمانہ میں محترم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب انچارج شفاخانہ ہوا کرتے تھے (آپ نے ساڑھے سات سال تک احمدیہ شفاخانہ میں رہ کر مخلوق خدا کی خدمت کی۔ آپ کی مریضوں سے شفقت و مروت کا اثر آج تک باقی ہے آج بھی کئی غیر مسلم لوگ اُن کو یاد کرتے ہیں۔) ایک دن چند دوستوں کے ساتھ بہشتی مقبرہ دُعا کے لئے گئے وہاں ننگل سے ایک بڑھیا آئی جس نے ان درویشوں سے دُعا کی درخواست کی کہ میرا داماد بیمار ہے آپ بزرگ لوگ ہیں ایک مقدس مزار پر کھڑے ہیں میرے داماد کی شفایابی کے لئے دُعا کریں۔ اس پر ڈاکٹر صاحب کے ساتھیوں نے اُس سے کہا کہ ہم دُعا تو کریں گے ہی تم اپنے داماد کو ڈاکٹر صاحب کو دکھا کر دوا بھی لے لو۔ اس پر بائیکاٹ کی دشواری کے پیش نظر وہ بڑھیا دوسرے دن اپنے داماد کو بہشتی مقبرہ کے گیٹ تک لے آئی۔ وہاں آپ نے اس کو دیکھا اور دوائی دی۔ دو تین دن بعد بائیکاٹ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے احمدیہ شفاخانہ آ کر وہ خود دوائی لے گئی چند دنوں بعد داماد صحت یاب ہوا تو دوسرے مریضوں کو اپنے ساتھ احمدیہ شفاخانہ لے آیا۔ اس طرح سوشل بائیکاٹ کا اثر زائل ہو گیا۔ اور دوسرے غیر مسلم بھی خود بخود اپنے ساتھ دودھ اور سبزیاں لیکر محلّہ میں آنے لگے۔ اس طرح سے احمدیہ شفاخانہ کی خدمت خلق نے سوشل بائیکاٹ کے اثر کو ختم کر دیا۔ بعد میں اسی بڑھیا نے جو کہ نسلاً مسلمان تھی جس کو ظلم کی راہ سے غیروں نے رکھا ہوا تھا درویشوں کی ہمدردی میں کھڑی ہو گئی۔ اس کا نام مسماۃ رام پیاری بیان کیا جاتا ہے جو کہ بھلّر خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ (اس کے دو بیٹے ہربنس سنگھ اور جسونت سنگھ ننگل باغبان میں ہی مقیم ہیں)۔ اس واقعہ کے

بعد اس نے اعلان کیا کہ خواہ کوئی ان کو کچھ دے یا نہ دے میں ان کو ہر ضرورت کی چیز جو میرے بس میں ہے لا کر دونگی۔ کیونکہ یہ میرے بھائی ہیں۔

بعض درویشوں نے مجھے بتایا کہ اس بہادر عورت نے اپنے عہد کو بڑی وفاداری کے ساتھ نبھایا۔ درویشوں کو سبزی دودھ سپلائی کیا کرتی تھی اور اس نے اپنی بھینسوں کا دودھ نکالنے کا وقت محض درویشوں کی خاطر تبدیل کر دیا۔ خدا تعالیٰ اُسے جزائے خیر عطا فرمائے کہ جس نے مشکل کے وقت ان خدا رسیدہ درویشوں کی دستگیری کی اور ان کا ساتھ دیا۔

درویشان کو بعض ضرورت کی چیزیں خرید کرنے کے لئے محلّہ سے باہر جانا ہوتا تھا۔ حالات کشیدہ تھے بعض اوقات کسی نہ کسی کے قتل ہونے کی اطلاع بھی مل جاتی تھی۔ جماعت نے احمدیہ چوک سے کچھ آگے بازار کی طرف دفتر ''دفتر بازار'' کے نام سے قائم کیا۔ اس کی غرض یہ تھی کہ جب بھی کوئی درویش محلّہ سے باہر جائے وہ اپنا نام وہاں نوٹ کروائے اور جب واپس آئے تو اپنا نام کٹوا دے۔ تاکہ اس بات کا علم رہے کہ جو شخص بازار گیا تھا وہ واپس آ گیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بعض اوقات پولیس بھی کبھی شک کی بناء پر اور کبھی شرارتاً لوگوں کو پکڑ لیا کرتی تھی اس لحاظ سے یہ حفاظتی تدبیر اختیار کی گئی تھی۔ ایک وقت میں چار آدمی مل کر بازار جایا کرتے تھے۔ یہ پوزیشن ۱۹۵۰ء تک رہی۔

تحریک درویش فنڈ

قادیان میں ٹھہرنے والے درویش آخر درویش ہی تھے اپنا تو کچھ تھا نہیں۔ جو کچھ بھی تھا سب خدا کے حضور پیش کر چکے تھے۔ گردش زمانہ اُنہیں جس طرف بھی لیجاتی اُدھر چل پڑنا اُنہوں نے اپنے پر فرض کر لیا تھا۔ ہندوستان کی جماعتیں تقسیم ملک کے بعد پوری طرح منظّم نہیں ہوئی تھیں۔ آمد کے ذرائع کم تھے قادیان میں بیٹھے درویشوں کا کلی انحصار جماعتی نظام پر تھا سوائے دوسرے چند افراد کے جن کے پاس کچھ پونجی تھی اُنہوں نے اپنے کاروبار شروع کر لئے تھے۔ ایسے حالات میں تنگ دستی لازمی تھی۔ لیکن اس بات کا اظہار کبھی کسی درویش نے نہ کیا۔ البتہ وہ لوگ جو جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کی غرض سے پاکستان سے حاضر ہوئے تھے اُنہوں نے خود سے جائزہ لیا اور واپس جا کر اس کی رپورٹ مرکز میں پیش کی اس پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں خط لکھ کر ''درویش فنڈ'' کے نام سے ایک مالی تحریک شروع کرنے کی تجویز پیش کی جس کو حضور نے پسند فرمایا۔ اس پر



جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۵ء کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ہمراہ درویشان قادیان



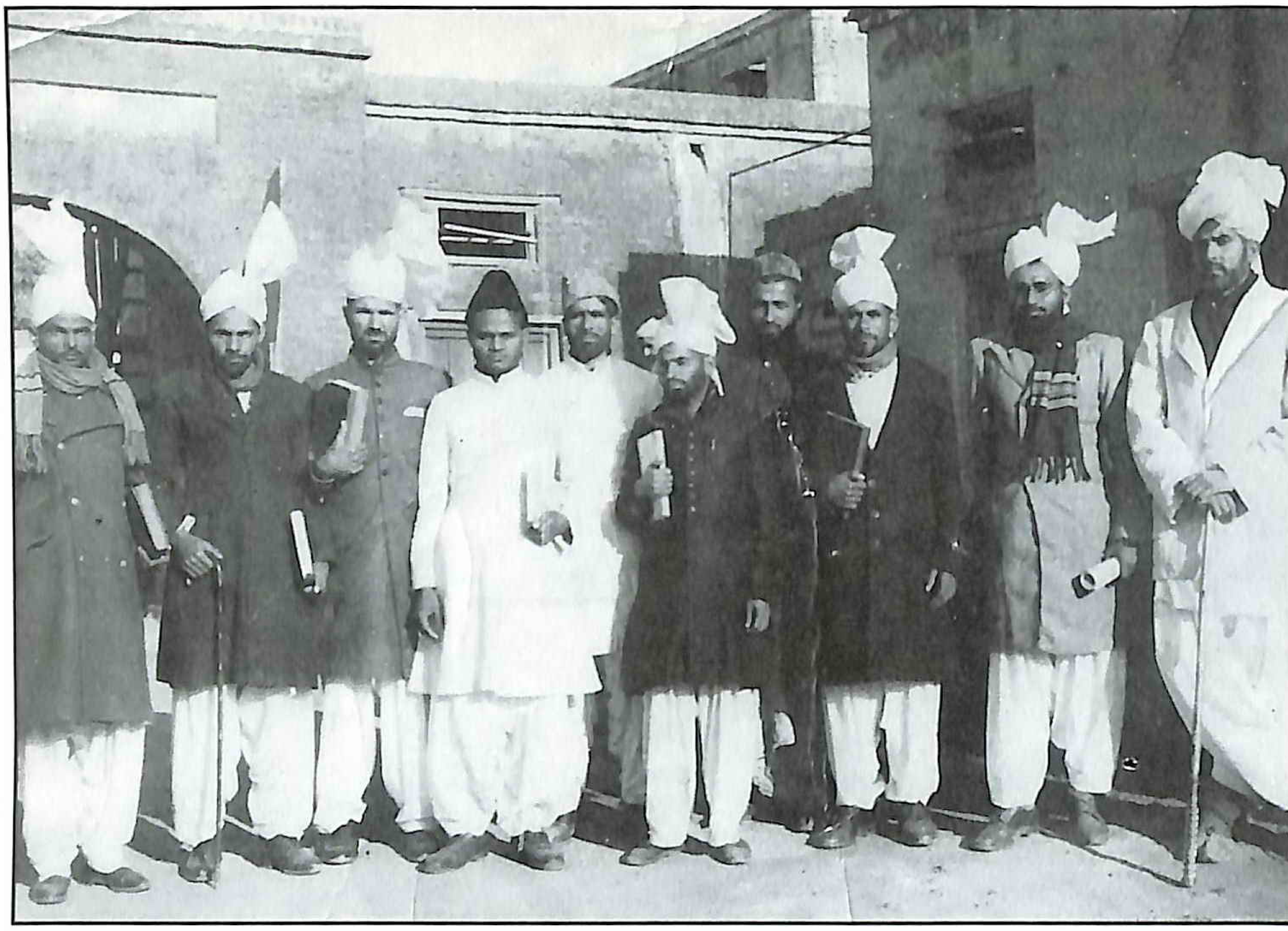
درویشان قادیان

مکرم حاجی محمد احمد صاحب۔ مکرم محمد شریف شاہ صاحب۔ مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی۔ مکرم مبشر احمد صاحب

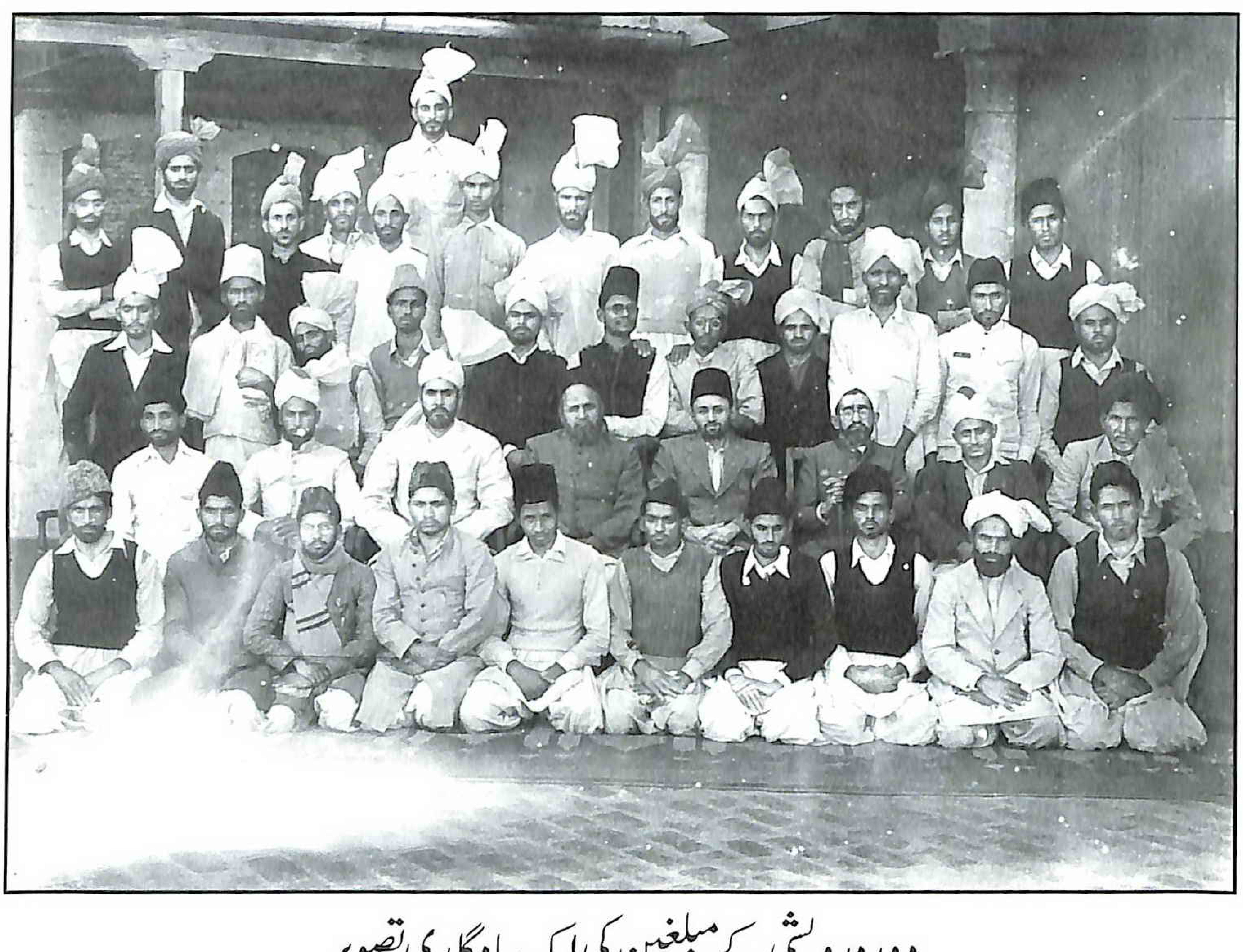


دائیں سے بائیں: مکرم ارشد اللہ صاحب چٹھہ مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس۔

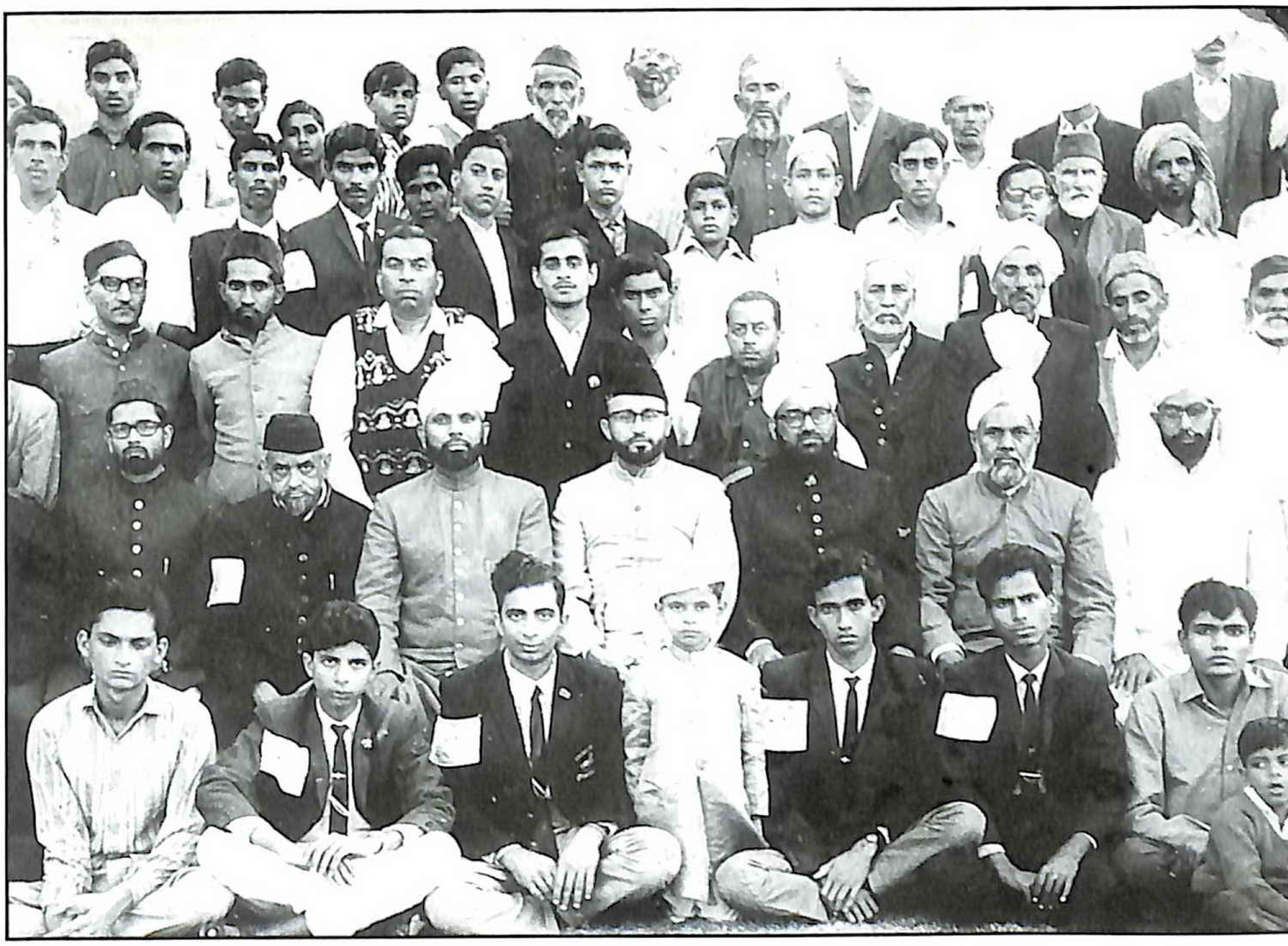
مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب۔ مکرم چوہدری شبیر احمد صاحب



دورِ درویشی کے ابتدائی مبلغین کی ایک یادگاری تصویر



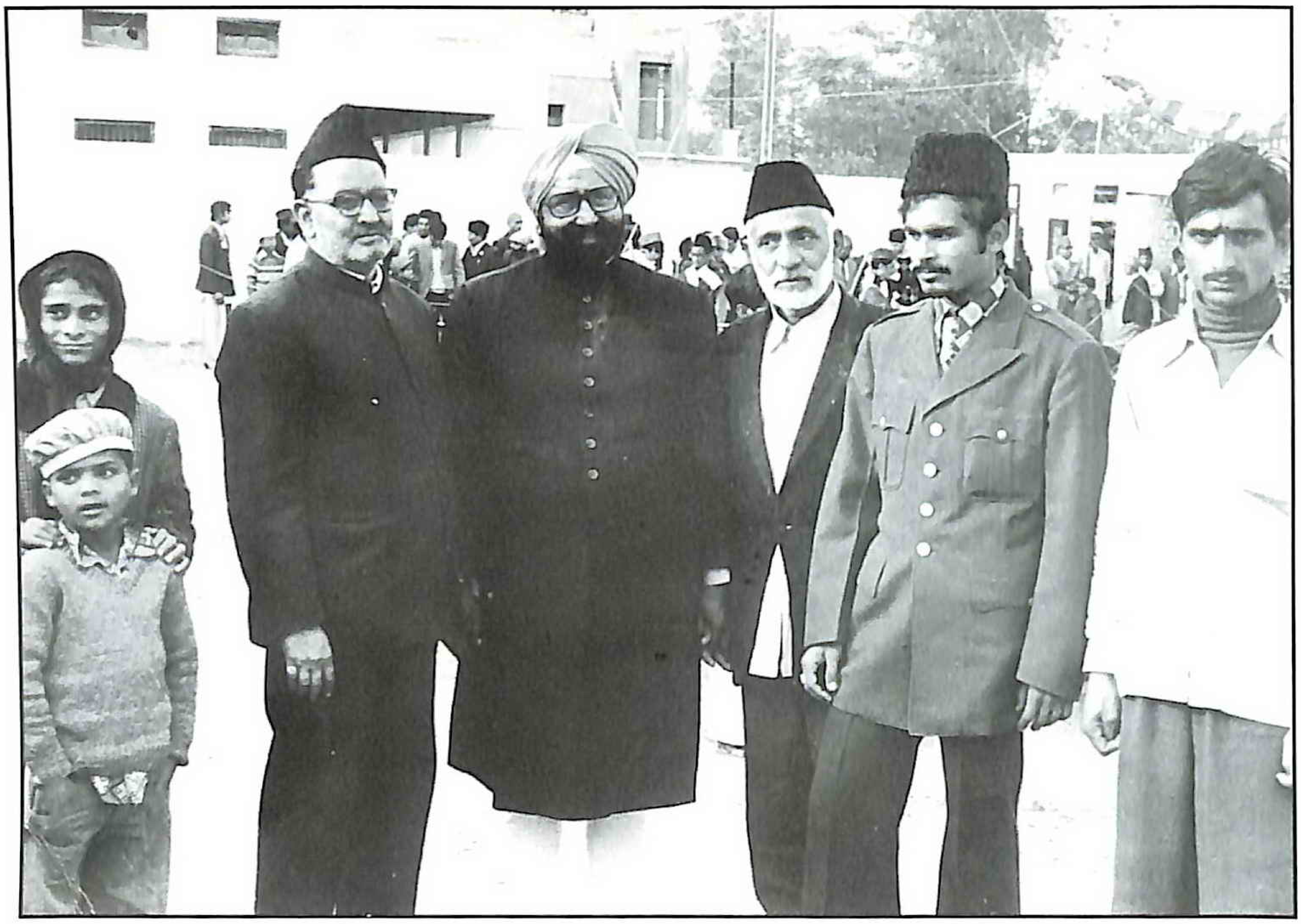
دورِ درویشی کے مبلغین کی ایک یادگاری تصویر



محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ، مبلغین کرام و یو. پی. کے افراد جماعت کے ساتھ



جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۴ء کے موقعہ پر ہندوستان کے مبلغین کی ایک یادگاری تصویر



محترم ستنام سنگھ صاحب باجوہ سابق ایم ایل اے قادیان کی جلسہ سالانہ قادیان میں آمد

دائیں سے بائیں: ۱) نامعلوم۔ ۲) مکرم مولوی سعادت احمد صاحب جاوید ۳) مکرم چوہدری سعید احمد صاحب مہار۔

۴) مکرم ستنام سنگھ صاحب باجوہ۔ ۵) مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب



مکرم مستری منظور احمد صاحب درویش و مکرم بشیر احمد صاحب حافظ آبادی کے

ہمراہ میاں محمد مراد صاحب حافظ آباد اپنے رشتہ داروں کے ساتھ



جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش کی
صدارت میں مکرم مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی تقریر کرتے ہوئے



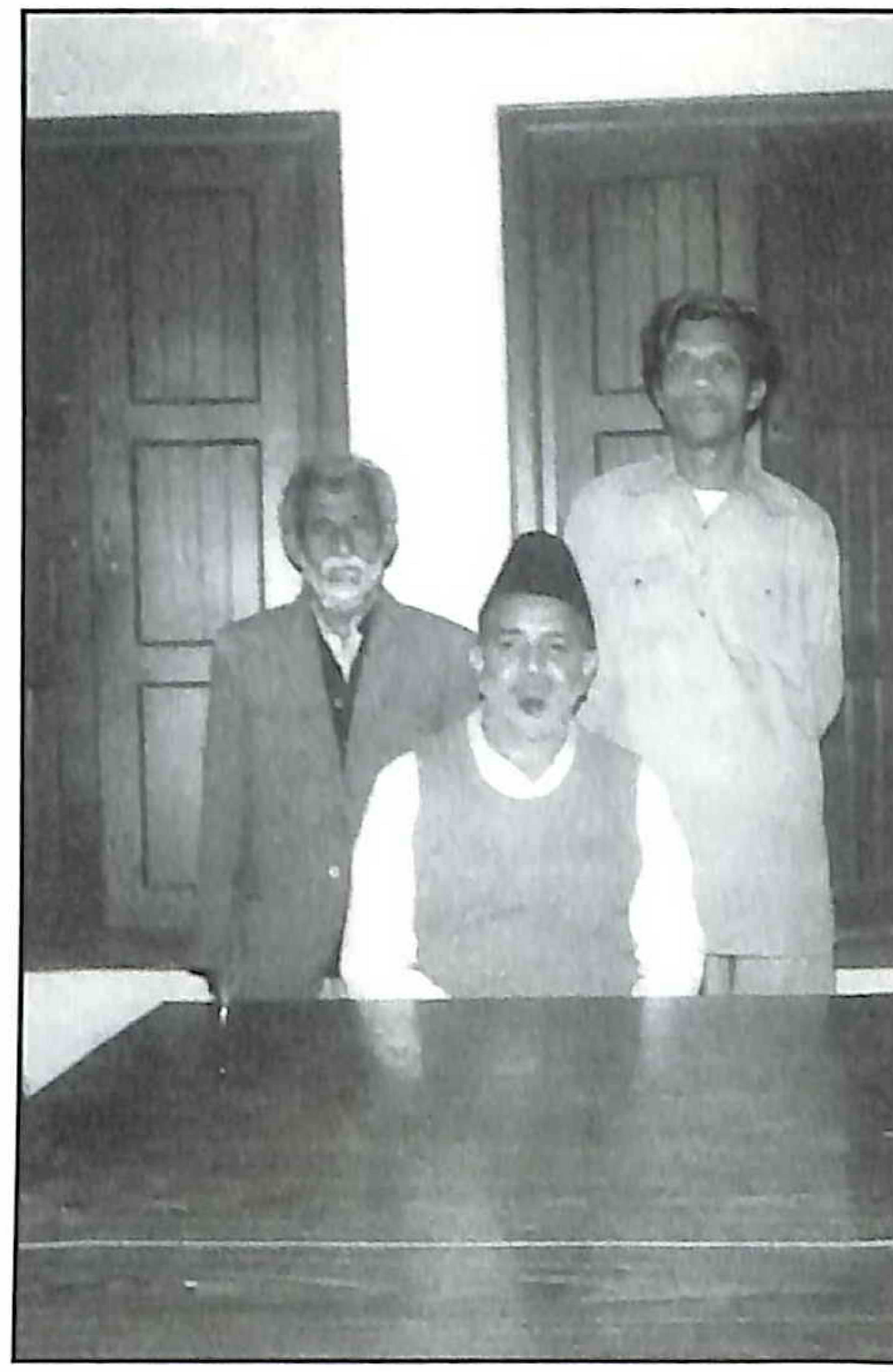
جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش کی
صدارت میں مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی تقریر کرتے ہوئے



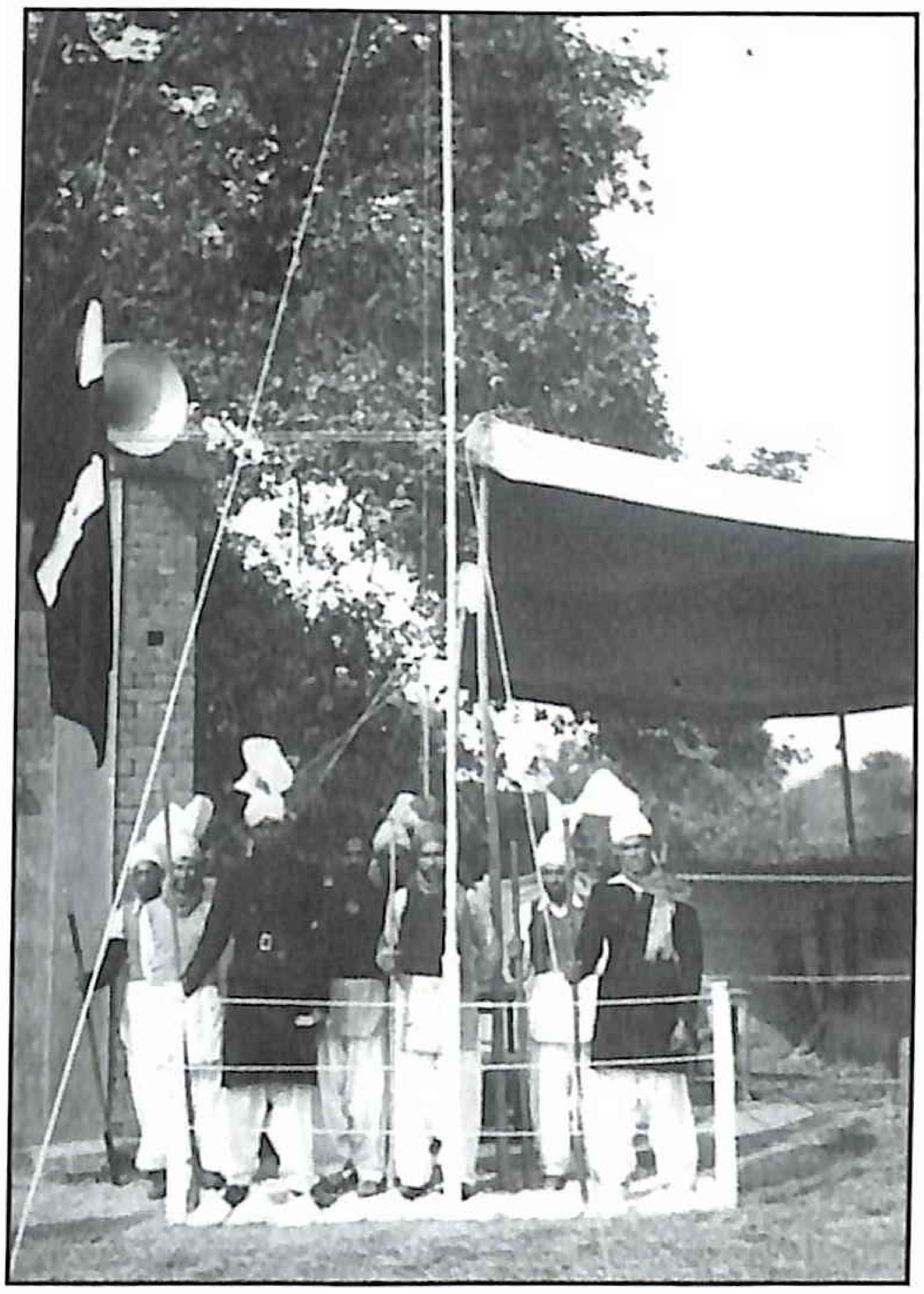
دائیں سے بائیں: مکرم فضل الرحمٰن صاحب درّانی ۔مکرم بابا نور احمد صاحب ۔مکرم نذیر احمد صاحب ٹیلر



مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش انچارج لنگر خانہ حضرت مسیح موعودؑ و مکرم بشیر احمد صاحب شاؔد اپنے بچوں کے ہمراہ



مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب درویش انچارج لنگر خانہ، مکرم انعام ذاکر صاحب ومکرم ابراہیم صاحب غالبؔ



درویشان قادیان لوائے احمدیت کا پہرہ دیتے ہوئے



حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ جلسہ سالانہ قادیان میں لوائے احمدیت لہراتے ہوئے

مجلس مشاورت ۱۹۵۱ء میں یہ تحریک ''درویش فنڈ'' کے نام سے جاری کرنے کی تجویز منظور کی گئی جس کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منظوری عنایت فرمائی تا کہ اس تحریک کے ذریعہ جمع ہونے والے چندہ سے درویشوں کی تنگدستی دور کی جائے۔

اس مجلس مشاورت کے فیصلہ کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب نے ایک خط اس تحریک کے شروع کرنے کی غرض سے قادیان میں لکھا جس کا ایک حصہ اخبار بدر میں بھی شائع ہوا آپ نے لکھا:

''پاکستان کا قافلہ (جو جلسہ سالانہ میں شمولیت کے لئے قادیان آیا تھا) الحمدللہ خیریت کے ساتھ پاکستان واپس پہنچ چکا ہے۔ اس دفعہ اصحاب قافلہ کی رپورٹ کا نمایاں پہلو یہ تھا کہ بہت سے درویش مالی لحاظ سے بہت تکلیف میں ہیں اور گو اکثر شاکر صابر ہیں اور دین کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار نظر آتے ہیں۔ لیکن مالی تکلیف اُن کی پریشانی کا موجب بنی ہوئی ہے۔ جس میں ہندوستان کی گرانی نے بھی کافی اضافہ کر دیا ہے۔ مگر قادیان میں ابھی تک کوئی ایسا فنڈ قائم نہیں ہوا۔ پس آپ بلا توقف ہندوستان میں اس قسم کا فنڈ قائم کر دیں۔ اور ہندوستان کی جماعتوں سے اپیل کریں کہ مخلص احباب اس فنڈ میں حصہ لیکر ثواب کمائیں۔

یہ بات درویشوں پر اور اس فنڈ میں چندہ دینے والوں پر پوری طرح واضح کر دینی چاہئے کہ یہ کوئی خیرات یا صدقہ نہیں۔ جو ہمارے بھائی لیتے ہیں۔ اور ہم اپنے بھائیوں کو دیتے ہیں۔ بلکہ یہ ایک شکرانہ اور ہدیہ ہے جو ہم اپنے اُن بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جو مقدس مقامات کی آبادی اور خدمت کے لئے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے۔ لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا اور دوسرا حصہ قادیان میں آباد ہونے کی توفیق نہیں پا سکا اور صرف ایک قلیل حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمت دین بجا لائیں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور اُنہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں جو انتشار کا موجب ہوں۔ حقیقتاً ہم پر یہ درویشوں کا احسان ہے کہ وہ بھاری مالی قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ پس یہ امداد ہرگز خیرات یا صدقہ کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے جو شکرانہ اور قدردانی کے رنگ میں ہم یا ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ بہرحال آپ فوری طور پر ہندوستانی احباب میں یہ تحریک کریں۔ (ہندوستان کے علاوہ دوسری جماعتوں میں حضرت صاحبزادہ صاحب خود تحریک فرما رہے ہیں) کہ وہ اس فنڈ میں حصہ لے کر اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں اور خدا کے سامنے سرخرو ہوں... سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ

نے اس خط کو پڑھ کر اس تحریک کو پسند فرمایا ہے۔" (اخبار ہفت روزہ بدر ۷ مارچ ۱۹۵۳ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خط کی روشنی میں چندہ درویش فنڈ کی تحریک کی گئی۔ اس تحریک پر بہت سے مخلصین نے لبیّک کہا۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر سے یہ بات واضح ہے کہ یہ تحریک محض درویشوں کی مالی پریشانیوں کو دور کرنے کی غرض سے کی گئی تھی اس تحریک کے نتیجہ میں جماعتی طور پر بہت فائدہ ہوا اور محاصل خالص میں غیر معمولی اضافہ ہوا جس سے جماعتی کاموں میں آسانی پیدا ہوئی۔

اس تحریک کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ نے بعض ایسے مخلصین بھی جماعت کو دیئے جنہوں نے بڑی حد تک درویشوں کی مالی پریشانیوں کو دور کرنے کی کوشش کی اُن میں کلکتہ کے مخلص بزرگ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کا نام سرفہرست آتا ہے آپ کی طرف سے رقم کی صورت میں امداد کے علاوہ کپڑے کمبل جوتے وغیرہ ہر قسم کی امداد ملتی رہی۔ پھر ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ آپ درویشوں کو چار ماہ کی گندم ہر سال دیا کرتے اس سے کافی حد تک مالی پریشانیوں کا ازالہ ہوا۔

ہوسکتا ہے کہ کسی کو یہ خیال پیدا ہوتا ہو کہ اگر درویش خود سے محنت کرتے تو اُن کو کوئی مالی پریشانی نہ ہوتی۔ شاید یہ محنت کے عادی نہ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ درویش تو صرف سلسلہ کی خدمت کے لئے بیٹھے تھے قادیان سے باہر جاکر کام کرنے کی بھی اجازت نہ تھی کیونکہ قادیان کی آبادی پر فرق پڑتا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے اپنے آپ کو کلی طور پر سلسلہ کی خدمت کے لئے وقف کر چھوڑا تھا اور رات دن سلسلہ کی خدمت میں ہی مصروف رہتے اور جو بھی اُن کو گزارا ملتا اس میں گزارا کرتے۔ اور بہت سے ایسے بھی تھے جو مکمل طور پر اس آیت کریمہ کے تحت آتے تھے کہ:

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِى سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُوْنَ ضَرْبًا فِى الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ج لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (البقرہ آیت نمبر ۲۷۴)

یعنی (یہ مال) اُن محتاجوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں (دوسرے کاموں سے) روکے گئے ہیں وہ ملک میں آزادی سے آجا نہیں سکتے (ایک) بے خبر (شخص اُن کے) سوال سے بچنے کے سبب سے اُنہیں غنی خیال کرتا ہے تم اُن کی صورت سے پہچان سکتے ہو۔ وہ لوگوں سے لپٹ لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔ اور تم جو اچھا مال بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرو اللہ اس سے یقیناً خوب واقف ہے۔

درویش سب کے سب ہی خدا کی خاطر سلسلہ کے کاموں کے لئے دوسرے کام کرنے سے روکے گئے تھے یہ بھی اُن کے فقر کی ایک بڑی وجہ تھی۔ ایک درویش جن کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے بڑے ہی محنتی دفتر میں کام کرتے۔ خوش مزاجی کا نمونہ تھے کوئی اُن کے چہرے سے یہ نہ جان سکتا کہ ان کے گھر میں فاقے پڑ رہے ہیں۔ ایک پڑوسی کو اس بات کا علم ہوا کہ پڑوسی کے بچے بھوکے ہی سو جاتے ہیں گھر میں فاقے ہیں تو اس کی اطلاع کسی طرح حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ امیر مقامی کو ہوئی تو آپ نے اس درویش کو بلایا کہ تم درخواست کرو کچھ مدد ہو جائے گی۔ اس پر اُنہوں نے جواب دیا کہ درخواست دینے کی ضرورت نہیں آپ مجھے پندرہ دن کی رخصت دے دیں یہی میرے لئے کافی ہے۔ چنانچہ چھٹی لیکر قادیان سے باہر کام کرنے نکل گئے۔ پندرہ دنوں کے اندر اندر اُنہوں نے اپنے ہنر سے چھ ماہ کی گندم کا اسٹاک جمع کر لیا۔ پھر سلسلہ کے کاموں میں جٹ گئے۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ درویشوں کی مدد کا سوال اس لئے پیدا ہوتا رہا کہ یہ لوگ کچھ کام کرنا نہیں جانتے تھے۔ بلکہ حقیقت تو یہ تھی کہ یہ خدا رسیدہ لوگ خدا کی رضا کی خاطر قادیان میں دھونی رمائے بیٹھے تھے دُنیا کمانے کی غرض سے نہیں اگر یہ بھی عام لوگوں کی طرح آزاد ہوتے اور دوسرے شہروں میں جا کر اُن کو کمانے اور رہنے کی اجازت ہوتی تو پھر یہ بھی عام مالدار لوگوں کی طرح ہی نظر آتے مگر ان کا قیدی ہو کر رہنا اور فقر کی زندگی بسر کرنا تو محض خدا کی خاطر تھا۔ جیسا کہ بعد کے حالات سے ظاہر ہوا۔ محنت سے کئی لاکھوں پتی بن گئے۔

ویسے تو ہر درویش کی زندگی کے واقعات مختلف ہیں معاشی حالات کے تعلق سے وہ قدر مشترک ہیں۔ میں نے ایک درویش سے پوچھا کہ آپ اپنی درویشی کا کوئی ایسا واقعہ بتائیں جو آپ کو کبھی نہ بھولا ہو۔ تو کہنے لگے میری بیوی بیمار تھی امرتسر ہسپتال میں داخل تھی دوسرے بچوں کے علاوہ ایک بچہ گود میں تھا۔ بیمار کو علاج کے لئے باہر لیجانا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جو بھی پونجی تھی علاج پر لگ کر ختم ہوگئی۔ قادیان واپس آیا تو ہاتھ خالی تھے بیوی کو اگر کچھ نہ ملتا تو بچہ دودھ کہاں سے پیتا۔ خیر بیوی کے لئے کہیں سے دودھ اور بریڈ، رس وغیرہ کا انتظام کر دیا۔ وہ بھی حالات سے واقف تھی میں اُس کو کھلا دیتا لیکن دوسرے وقت کا خیال کرتے ہوئے خود نہ کھاتا۔ اُنہیں دنوں مجھ پر ایک چوری کا الزام بھی آ گیا جس کی تکلیف اس فاقہ کشی سے بھی زیادہ تھی۔ دو دِن تک کچھ نہ کھایا صرف پانی پر گزارہ تھا۔ تیسرے دن دفتر میں بیٹھا تھا کہ میرے انچارج نے مجھے کہیں چٹھی پہنچانے کے لئے رجسٹر دیا جیسے ہی میں وہ رجسٹر پکڑ کر کھڑا ہوا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اور میں چکرا کر گر پڑا اور ساتھ ہی بیہوش ہو گیا۔ یہ بے ہوشی کسی بیماری کی نہ تھی فاقہ کشی کی تھی جب ہوش آیا تو مجھے

دودھ پینے کو دیا گیا ساتھ ہی کچھ رس دیئے گئے مجھے تیسرے دن یہ خوراک ملی تھی۔ میرے ایک دوست اور ساتھی نے میری حالت کو جان لیا اس پر کچھ گندم آٹا وغیرہ کا انتظام ہو گیا فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

یہ دو واقعات تو اُن درویشوں کے ہیں جو پہچانے گئے لیکن کہتے ہیں ایسے درویش بھی تھے جو پہچانے ہی نہیں گئے اُنہوں نے اپنے چہروں سے ایسے آثار ہی کبھی ظاہر نہیں ہونے دیئے کہ کوئی اُن کو محتاج سمجھ لے اُنہیں لوگوں کے لئے قرآن کریم کی اوپر بیان کردہ آیت میں بیان ہوا ہے کہ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ. تم اُن کے چہروں سے اُن کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ وہ اپنے چہرے بھی ایسے نہیں بناتے کہ کوئی اُن کو محتاج جانے وہ لوگوں میں اس طرح گھومتے پھرتے ہیں کہ اُن پر کوئی ابتلاء ہے ہی نہیں اور خوش وخرم رہتے ہیں۔ حالانکہ اندر سے وہ کھوکھلے ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو پہچاننا عام آنکھوں کا کام نہیں اس کے لئے تو خاص آنکھوں کی ضرورت ہوتی ہے آغاز درویشی میں بھی ایسے درویش موجود تھے۔ درمیانی عرصہ میں بھی رہے اور آج بھی ہیں جن تک پہچاننے والی آنکھ نہیں پہنچتی۔ لیکن اُن کا کام صرف خدا کی رضاء حاصل کرنا ہے اس لئے اُن کو کوئی شکوہ ہو ہی نہیں سکتا۔ بہت سے ایسے درویشوں کو خدا نے اپنے فضلوں سے نواز دیا اور جو ہیں وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور نوازے جائیں گے کیونکہ دینے والا تو خدا ہے۔

قادیان کی مساجد کے لئے درویشان کی ناقابل فراموش مساعی

قادیان کے ہر محلّہ میں مسجد موجود تھی پھر چار غیر احمدیوں کی مساجد بھی تھیں۔ قادیان سے ہجرت کے بعد سوائے چار مساجد کے (مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، مسجد فضل، مسجد ناصر آباد) سب مساجد غیر آباد ہو چکی تھیں۔ محلّہ سے باہر نکلنا خطرہ سے خالی نہ تھا۔ درویشان کرام نے ان غیر آباد مساجد کی حفاظت اور نگرانی کو بھی اپنی زندگی کے بنیادی مقاصد میں شامل کر لیا۔ اس تعلق سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

”قادیان میں احمدی مسلمانوں کی انیس اور دوسرے مسلمانوں کی چار مسجدیں تھیں۔ علاوہ ازیں پُرانی عیدگاہ اور ساتھ قبرستان تھا۔ ان سب کی دیکھ بھال اور تحفظ کو درویشوں نے ابتدائی دور ہی سے اپنی زندگی کے بنیادی مقاصد میں شامل کر لیا۔ اس ضمن میں ماہ نبوت/نومبر ۱۳۲۶ ہش/ ۱۹۴۷ء میں مولوی برکات احمد صاحب بی۔اے۔ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ فضل الٰہی خان صاحب اور پندرہ بیس درویش پہلی بار قادیان کی بیرونی مساجد کی حالت دیکھنے اور صفائی کرنے کے لئے گئے چنانچہ انہوں نے مسجد دارالفضل صاف کی اور اس کا غسلخانہ اینٹوں سے بند کر دیا۔ مسجد نور کی چند کنگریاں تازہ ہی شکستہ ہوئی تھیں۔ مسجد

دارالیسر کی دیوار اُپلوں سے اَٹی ہوئی تھی جو درویشوں نے صاف کر دی۔ پھر انہوں نے مسجد دارالرحمت کی صفائی کی اور مسجد دارالفضل کی ٹوٹی ہوئی کھڑکی بند کر دی۔

دوسری بار ۵/شہادت/اپریل ۱۳۲۷ہش/۱۹۴۸ء کو حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحبؓ امیر جماعت قادیان ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے.، خان فضل الٰہی خان صاحب، مرزا محمد حیات صاحب نگران مقامی درویشان قادیان اور بعض درویشوں پر مشتمل ایک وفد نے مقامی تھانیدار صاحب سے مسجد دارالفتوح تک جانے اور اس کا جائزہ لینے کی منظوری لی اور اگلے روز ۲۱-۲۲ درویش سپاہیوں کی معیّت میں کدالیں، بیلچے، جھاڑو، بالٹیاں اور کڑاہیاں لئے وہاں پہنچے۔ اور ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے بارہ بجے تک مسجد کو غلاظت سے صاف کرتے رہے اور اس کی کھڑکیاں اور دروازے اینٹ گارے سے بند کر دیئے۔ واپسی پر احرار کی مسجد شیخاں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ مسجد کے مینار منہدم ہو گئے تھے اور چھت کی دو کڑیاں ٹوٹ چکی تھیں۔ درویشوں نے مسجد میں جھاڑو دیا اور چند دن بعد چھت بھی مرمت کر دی۔

۸/ماہ شہادت/اپریل کی صبح کو مولوی برکات احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے.، فضل الٰہی خان صاحب، مرزا محمد حیات صاحب اور ضیاء الدین صاحب قادیان کی تمام بیرونی مساجد، پرانی عید گاہ اور اس سے متصل قبرستان کی طرف گئے۔ عید گاہ والے قدیم قبرستان کے کتبے توڑ پھوڑ دیئے گئے تھے۔ مسجد دارالیسر کا اکثر حصہ گر چکا تھا۔ دیواریں اُپلوں سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ اور اندر گدھوں کے کیلے گاڑے ہوئے تھے۔ مسجد دارالرحمت میں ہر طرف کوڑا کرکٹ بکھرا ہوا تھا۔ برآمدے کا ایک مسقّف حصہ ادھیڑا ہوا تھا مینار چھت پر گرا ہوا تھا اور اندرونی عمارت سے الماریوں کے تختے غائب تھے۔ مسجد نور کی عام حالت نسبتاً بہتر ہی تھی۔ مسجد احمد آباد کے اندر جلاہوں کی کھڈیاں بنی ہوئی تھیں۔ مسجد دارالسعۃ میں پناہ گزینوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا اور صحن میں تانا بُنا ہوا تھا۔ مسجد دارالفضل میں ہر طرف گندگی ہی گندگی دکھائی دیتی تھی۔ اس مسجد کی الماریوں کے شیلف بھی نکال لئے گئے تھے۔ مسجد دارالبرکات غربی بھی پناہ گزینوں کی رہائش گاہ بنی ہوئی تھی۔ صحن میں گدھا بندھا تھا اور باہر اپلوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ مسجد دارالانوار کا نلکہ غائب تھا۔ مسجد میں چولھے بنے ہوئے تھے اور الماریاں شیلف سے خالی تھیں۔ مسجد قادر آباد کے احاطہ کی اینٹوں کا کوئی نام ونشان تک نظر نہ آتا تھا۔ الغرض مسجد نُور کے سوا تمام مساجد کا حال سخت ابتر اور تکلیف دہ تھا۔

درویشوں کا تیسرا وفد ۲۲/شہادت/اپریل کو لالہ ہری رام صاحب ممبر میونسپلٹی قادیان اور ایک کانسٹیبل

کے سمیت مسجد دارالبرکات غربی، مسجد دارالسعۃ ،اور مسجد احمد آباد میں گیا اور اس نے غیر مسلم پناہ گزینوں کو مسجدوں کی عزت وحرمت بحال کرنے اور مسجدوں سے منتقل ہونے کی پُر زور تحریک کی جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔

درویشان قادیان جہاں مساجد کا دورہ کرتے تھے وہاں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور اور مقامی مجسٹریٹ کوصورتِ حال سے برابر آگاہ رکھتے اور ان سے فوری توجہ کرنے کی درخواست کرتے رہے۔نتیجہ یہ ہوا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور نے ماہ ہجرت/مئی ۱۳۲۷ ہش/ ۱۹۴۸ء کے آخری ہفتہ میں مجسٹریٹ صاحب کو حکم دے دیا کہ مسجدیں شرنارتھیوں سے فوراً خالی کروائی جائیں۔اور آئندہ بھی ان میں کسی کو آباد نہ کیا جائے۔'' (تاریخ احمدیت جلد۱۳، صفحہ ۳۷تا۴۷)

درویشوں کی مشکلات

تقسیم ملک نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان شدید نفرت کے بیج بو دئے تھے۔یہ نفرت کی آگ لاکھوں انسانوں کا خون پی کر بھی نہ بجھی تھی۔کسی مسلمان کا غیر مسلم علاقے میں جانا محال تھا۔قادیان کے درویش، محلّہ احمدیہ میں ہی قید ہو کر رہ گئے تھے۔ابتدائی زمانہ میں جب کبھی کسی اہم کام سے کسی افسر کو بٹالہ یا گورداسپور جانا ہوتا تو تھانے سے ایک دو کانسٹیبل کو ساتھ لیجانا پڑتا تھا۔کوئی یہ خیال نہ کرے کہ درویش موت کے خوف سے ایسا کرتے تھے بلکہ یہ تو صرف ایک ظاہری تدبیر ہوتی تھی اصل محافظ تو خدا تھا اور ہمیشہ اُسی کے بھروسہ پر باہر نکلا کرتے تھے۔محترم ملک صلاح الدین صاحب ومحترم عبدالحمید صاحب عاجز عام طور پر باہر جایا کرتے۔اور سرکاری کام انجام دیا کرتے تھے۔

درویشوں کو کبھی لوگوں کی طرف سے پیدا کردہ مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا بعض اوقات حکام بھی مشکلات پیدا کر دیا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے فضل سے ان مشکلات کو درمیان سے اٹھا دیا کرتا اور کوئی نہ کوئی راستہ نکل آتا۔انہیں مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے اخبار ''انقلاب'' ۷/ستمبر ۱۹۴۸ء نے درج ذیل نوٹ لکھا:

''قادیان میں تین سو تیرہ احمدی ہر وقت موجود رہتے ہیں۔اذانیں دیتے ہیں،نمازیں پڑھتے ہیں اور اپنے مذہبی مقامات کی حفاظت کرتے ہیں۔ان کو احمدی اصطلاح میں درویش کہتے ہیں۔ان درویشوں میں سے ایک صاحب حال ہی میں واپس آئے ہیں جنہوں نے قادیان کے سکھوں کے متعلق بعض نہایت دلچسپ

باتیں سُنائیں۔ مثلاً پچھلے دنوں سردار ایشر سنگھ جھیل وزیر مشرقی پنجاب، قادیان آئے۔ انہوں نے سکھوں اور ہندوؤں کے اجتماع میں تقریر کی۔ اس موقعہ پر ایک سکھ مقرر نے کہا کہ سردارا وہ جو ہندوستان میں ساڑھے چار کروڑ مسلمان رہتے ہیں ان کا ہم بندوبست کریں گے آپ فکر نہ کیجئے۔ آپ مہربانی کر کے ان تین سو تیرہ سے ہمیں نجات دلا دیجئے۔ یہ بات اتنی مہمل اور مضمکہ خیز تھی کہ سردار ایشر سنگھ بھی ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔

ایک احمدی کے نام تیس روپے کا منی آرڈر آیا جو اس نے وصول کر لیا تھوڑی دیر بعد وہ کیا دیکھتا ہے کہ پوسٹ مین بھاگا ہوا آرہا ہے۔ اس نے آتے ہی کہا کہ آپ کو پوسٹ ماسٹر صاحب بلاتے ہیں۔ یہ صاحب ڈاکخانے پہنچے تو پوسٹ ماسٹر صاحب نے کہا کہ ایک بڑی غلطی ہوگئی ہے۔ وہ منی آرڈر کی رقم آپ واپس کر دیجئے۔ احمدی نے پوچھا وہ کیوں؟ کہنے لگے یہ منی آرڈر بغیر سنسر تقسیم ہو گیا ہے۔ اب اسے سنسر کروانے کے لئے دہلی بھیجنا ہے۔ عرض کیا گیا کہ منی آرڈر کا سنسر کیا معنی! اور پھر کوپن پر کچھ لکھا ہوا بھی نہیں جس کو سنسر کرانا ضروری ہو، آپ کی بات ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن پوسٹ ماسٹر صاحب نہ مانے اور انہوں نے رقم واپس لے کر منی آرڈر سنسر کرانے کے لئے دہلی بھیج دیا۔

ایک ڈی۔ایس۔ پی نے ایک احمدی کو یونہی سڑک پر گرفتار کر کے ہندو اے۔ڈی۔ایم کی عدالت میں پیش کر دیا اور شکایت کی کہ اس نے کرفیو کی خلاف ورزی کی ہے۔ اے ڈی۔ایم۔ نے کہا کہ اس وقت قادیان میں کوئی کرفیو نہیں پھر خلاف ورزی کس چیز کی ہوئی۔...ڈی۔ایس۔ پی نے کہا نہیں صاحب کرفیو موجود ہے۔ اے ڈی۔ایم نے کہا آخر کرفیو آرڈر تو میں ہی صادر کرتا ہوں۔ میں نے کوئی حکم نہیں دیا اور اس وقت اس علاقے کے کسی حصے میں کرفیو نہیں ہے...ڈی۔ایس۔ پی۔ ایک دوسرے پولیس.....غصے میں آگئے اور ہندو اے۔ڈی۔ایم سے کہنے لگے اچھا آپ سمجھتے ہیں کہ کرفیو نہیں ہے۔ بہتر ہے ذرا خود باہر نکل کر دیکھئے۔ کرفیو ہے یا نہیں۔ اے ڈی۔ایم اس گستاخانہ دھمکی پر دم بخود رہ گئے۔ لیکن کیا کرتے، آجکل ہندو، افسروں کو ہر جگہ... دبنا پڑتا ہے۔ قادیان کے بہشتی مقبرے کے گرد احمدیوں نے ایک دیوار تعمیر کی جس میں جھلملیاں لگائی گئی ہیں۔ جنہیں پنجابی میں جھرنا کہتے ہیں ایک.....نے بالائی حکام کے پاس شکایت کر دی۔ کہ مرزائیوں نے توپوں اور بندوقوں کے لئے مورچے بنائے ہیں۔ فوجی افسر موقع کا معائنہ کرنے آئے تو بہت ناراض ہوئے کہ تم خواہ مخواہ ہمارا وقت ضائع کرتے ہو۔ بھلا یہ بھی کوئی مورچے ہیں۔ کیا ان میں کوئی بندوق یا توپ لگائی جا سکتی ہے۔ پھر احمدیوں نے اپنے گھروں کی عمارتوں پر تو مورچے نہ لگائے قبروں پر

مورچوں کی کیا ضرورت تھی۔ شکایت کرنے والے..... خفیف ہوئے۔

ایک اور عجیب و غریب شکایت کی گئی ہے کہ صاحب یہ احمدی صرف تین سو تیرہ نہیں ہیں بلکہ ہزاروں ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ یہ سب اپنے تہہ خانوں میں چھپے رہتے ہیں اور صرف تین سو تیرہ باہر نکلتے ہیں۔ پھر وہ غائب ہو جاتے ہیں اور تین سو تیرہ کی نئی کھیپ تہ خانوں سے نکل آتی ہے۔ مطلب غالباً یہ ہے کہ حکام ان احمدیوں کو تلاشیوں اور گرفتاریوں سے پریشان کریں۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۳، صفحہ: ۸۲ تا ۸۴)

درویشان کے پاس اُن دنوں نہ تو پیسہ تھا اور نہ ہی کوئی کاروبار تھا کہ اس کے ذریعہ سے کچھ کمائی ہو سکے۔ بعض درویشوں کے پاس سردی سے بچنے کے لئے مناسب بستر بھی نہ تھے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مالی پوزیشن بھی بہتر نہ تھی۔ ایسے وقت میں چند لحاف بنانا بھی بڑی بات تھی۔ محترم ناظر صاحب امور عامہ نے ۱۰ ردسمبر ۱۹۴۷ء کو صدر انجمن احمدیہ میں لحافوں کی ضرورت کے پیش نظر رپورٹ پیش کی جسے ریزولیوشن نمبر ۱۲/ ۴۷-۱۲-۱۰ کے تحت منظوری دی گئی کہ ''درویشان کے لئے ۱۶ لحافوں کی ضرورت ہے یہ لحاف سلسلہ کی ملکیت ہونگے عارضی استعمال کے لئے درویشوں کو دیئے جائیں گے ان پر بارہ روپے فی لحاف کے حساب سے ۱۹۲ روپے خرچ کا اندازہ ہے اس کی منظوری دی جائے۔''

صدر انجمن احمدیہ کی زمین قادیان کے گرد موجود تھی لیکن اس پر کھیتی کرنے کے سامان تک مہیا نہیں تھے جب جماعتی کام کچھ سمٹ گئے تو یہ بات بھی زیر غور آئی کہ وہ افراد جو کھیتی باڑی کرنا چاہتے ہیں اُن کو کچھ رقم دے کر کھیتی باڑی کروائی جائے تا کہ اس سے آمد بھی پیدا ہو سکے اور جماعتی ضرورت بھی پوری ہو۔

۱۹۴۸ء کی بات ہے کہ صدر انجمن احمدیہ نے اس پر باقاعدہ غور کر کے فیصلہ کیا اور ابتدائی طور پر اس کام پر ۵۵۰ روپے لگانے منظور کئے۔ جس کی تفصیل انجمن کے ریزولیوشن نمبر ۲۷/ ۴۸-۲-۲۳ میں درج ہے۔ اس طرح اس رقم سے بہشتی مقبرہ اور اس کے قریب کی زمینوں پر سبزی چارا بونے کا کام شروع ہوا اور چند درویشوں کو روزگار مل گیا۔

اس کے علاوہ بعض درویش ایسے بھی تھے جو اپنے طور پر کسی نہ کسی کام میں انجمن سے امداد لے کر لگ گئے اور بعض ایسے بھی تھے جن کے پاس کچھ سرمایہ موجود تھا جو اُنہوں نے حالات کے پیش نظر اپنے پاس رکھ لیا تھا انہوں نے بھی آہستہ آہستہ اپنے کاروبار محدود طریق پر شروع کر دیئے جس سے روزگار شروع ہوا۔

انصار بننے کی تجویز

قادیان میں مقیم درویشوں کے ذرائع آمد کچھ بھی نہ تھے صدر انجمن احمدیہ ہی ان کے اخراجات کو اٹھا رہی تھی جس وجہ سے بھاری بوجھ انجمن پر تھا اپریل ۱۹۴۸ء میں ایک تجویز یہ زیر غور آئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مکہ سے ہجرت کر کے جانے والوں کو جس طرح تحریک مؤاخات کے تحت انصار نے اپنے ذمہ لے لیا تھا ایسی ہی ایک تحریک حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی کہ افراد جماعت میں سے ۳۱۳ ایسے انصار بن جائیں جو کہ ایک ایک درویش کا بوجھ برداشت کریں۔ اِس وقت کے حساب سے اوسط خرچ فی درویش پچیس روپے بتایا گیا تھا۔ اگرچہ درویشان کے لئے اور بہت سی تحریکات ہوتی رہیں لیکن یہ تحریک جاری تو نہ ہوئی لیکن خدا نے اپنے فضل سے درویشوں کے گزارے کے اور سامان پیدا کر دیئے۔ (ریزولیشن ۴۵/ ۴۸-۴-۲۶)

ایک سچا خواب

مالی پریشانی تو تھی ہی ہر آدمی یہ کوشش کرتا تھا کہ کہیں نہ کہیں سے اُسے کچھ رقم حاصل ہو جائے تو وہ اس سے کاروبار شروع کر دے۔ پہلے زمانوں میں لوگوں کے پاس روپیہ پیسہ رکھنے کے لئے کوئی خاص چیزیں مثلاً سیف وغیرہ تو ہوتے نہ تھے اکثر لوگ چوری کے خوف سے روپیہ پیسہ دبا دیا کرتے تھے پارٹیشن کے وقت تو بہت سے لوگوں نے اپنے سامان زمین میں دبا ہی دیئے تھے۔ جیسا کہ میں نے اس سے قبل ذکر کیا ہے۔ ایسے ہی ایک دوست جو کہ معماری کا کام کرتے تھے اُنہوں نے میرے والد محترم فضل الرحمٰن صاحب درویش مرحوم سے کہا کہ میں نے گھر میں کچھ روپیہ دبایا ہوا ہے۔ پیسے کی ضرورت بھی ہے تو چلو جا کر نکال لیتے ہیں کام آئے گا۔ (یہ واقعہ میرے والد صاحب نے مجھے سنایا ہے) والد صاحب نے بیان کیا کہ ہم دونوں خاموشی سے محلّہ سے نکل کر مکان پر گئے دیکھا تو اس میں کچھ عورتیں تھیں۔ ہم نے اُن سے کہا کہ ہماری کچھ چیز پڑی ہے ہم لینا چاہتے ہیں لیکن اُن عورتوں نے کہہ دیا کہ اس وقت گھر میں کوئی مرد نہیں ہے آپ کل آئیں اور اپنی چیز نکال لیں۔ والد صاحب نے بیان کیا کہ رات کو میں نے خواب دیکھی کہ ایک پھنیر سانپ میری چارپائی کے چاروں طرف گھوم رہا ہے اگرچہ اس نے مجھے کیا تو کچھ نہیں لیکن پریشانی ضرور ہوئی ہے۔ جب صبح ہوئی تو میں نے مستری صاحب سے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھی ہے ہمیں وہاں نہیں جانا چاہئے۔ مبادا کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ اس پر اُنہوں نے کہا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ تم کو وہم ہو گیا ہے والد صاحب

کہتے تھے کہ میں نے اُن کو بہت سمجھایا مگر نہ مانے اور مجھے ساتھ لیجانے کے لئے مجبور کرنے لگے۔ خیر ہم دونوں مکان پر پہنچے اور اُن عورتوں نے بڑی شرافت سے ہم کو اندر بلایا اور کہا کہ جو بھی تم کو نکالنا ہے نکال لو۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ جب ہم جگہ کھود کر اس میں سے پیسے نکال کر چادر میں ڈال ہی رہے تھے تو اس گھر کا مقیم ایک پولیس والے کے ساتھ سر پر آن کھڑا ہوا۔ پیسے تو وہاں دھرے کے دھرے رہ گئے اور ہم مصیبت میں گرفتار ہوئے کہ ہم کو پولیس اسٹیشن لایا گیا۔ پولیس والوں نے ہمیں کیا تو کچھ نہیں لیکن ایک طرف بٹھائے رکھا۔ اسی دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ جماعت کی ایک گھنٹی تھی جو کہ ہنگامی حالت میں بجائی جاتی تھی وہ پولیس والوں نے لیکر تھانہ میں لگائی ہوئی تھی جس کو کرفیو کے وقت بجایا کرتے تھے اُس کو حاصل کرنے کے لئے ایک شخص کو محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی قادیان نے تھانہ میں بھجوایا۔ ہم لوگ اس وقت تھانہ میں ہی بیٹھے تھے۔ اس پر تھانے دار صاحب نے ہم سے کہا کہ جاؤ چھت پر سے گھنٹی اُتار کر لاؤ گھنٹی اُتار کر لانے کی دیری تھی اس نے کہا کہ چلو بھاگ جاؤ اور یہ گھنٹی لیجاؤ۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا اور باعزت واپس آئے۔ تب جا کر میرے ساتھی کو خدا کی طرف سے دی گئی اطلاع کی صداقت کا یقین ہوا۔

زمانہ درویشی کا پہلا جلسہ سالانہ قادیان

قادیان میں جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی جاری ہو گیا تھا۔ اور ہر سال بلا ناغہ ہوتا آیا۔ تقسیم ملک کے بعد درویشی دور میں جو سب سے پہلا جلسہ سالانہ قادیان میں ۱۹۴۷ء میں منعقد ہوا اس میں قادیان سے باہر کے لوگ شامل نہ ہو سکے تھے بلکہ درویشان قادیان نے ہی اس جلسہ کا انعقاد کیا اس موقعہ پر حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پیغام ارسال فرمایا تھا وہ حسب ذیل ہے:

برادرانِ جماعت احمدیہ مقیم قادیان!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

۱۹۱۲ء میں جب میں حج کے لئے گیا تھا تو حج سے واپسی ایام دسمبر میں ہوئی تھی۔ جہاز دو دن لیٹ ہو گیا اور میں جلسہ میں شمولیت سے محروم رہا۔ اس کو پورے پینتیس سال ہو گئے۔ آج پورے ۳۵ سال کے بعد پھر اس سال کے جلسہ میں شامل ہونے سے محروم ہوں۔ ہم قادیان کے جلسہ کی یادگار میں باہر بھی جلسہ کر رہے ہیں لیکن اصل جلسہ وہی ہے جو کہ قادیان میں ہو رہا ہے اور پورے چالیس سال کے بعد پھر یہ جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہو رہا ہے۔ مسجد اقصیٰ میں ہونے والا آخری جلسہ وہی تھا جو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی

زندگی کے آخری سال میں ہوا۔ آپؑ کی وفات کے بعد پہلا جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں ہوا اور ۱۹۱۱ء سے جلسے مسجد نور میں ہونے شروع ہوئے اور گزشتہ سال تک دارالعلوم کے علاقہ میں ہی جلسے ہوتے چلے آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی کسی حکمت کے ماتحت آج پھر مسجد اقصیٰ میں ہمارا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔ اسلئے نہیں کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالے مشتاقوں کی تعداد کم ہوگئی ہے بلکہ شمعِ احمدیت کے پروانے سیاسی مجبوریوں کی وجہ سے قادیان نہیں آسکتے۔ یہ حالات عارضی ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں پورا یقین ہے کہ قادیان احمدیہ جماعت کا مقدس مقام اور خدائے وحدہٗ لاشریک کا قائم کردہ مرکز ہے۔ وہ ضرور پھر احمدیوں کے قبضہ میں آئے گا اور پھر اس کی گلیوں میں دنیا بھر کے احمدی خدا کی حمد کے ترانے گاتے پھریں گے۔ پس خدا کے حکم کے ماتحت اس حکومت کے فرمانبردار رہو جس حکومت میں تم بستے ہو۔ یہی احمدیت کی تعلیم ہے جس پر گزشتہ ستاون سال سے ہم زور دیتے چلے آئے ہیں۔ یہ تعلیم آجکل کے حالات سے بدل نہیں سکتی اور نہ آئندہ کے حالات کبھی بھی اسے بدل سکتے ہیں۔ دُنیا میں کبھی بھی امن قائم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس تعلیم پر عمل نہ کیا جائے کہ ہر ملک میں بسنے والے اپنی حکومت کے فرمانبردار رہیں اور اس کے قانون کی پابندی کریں۔ کوئی اس تعلیم کو مانے یا نہ مانے احمدی جماعت کا فرض ہے کہ ہمیشہ اس تعلیم پر قائم رہے۔ ملک کے قانون کے ماتحت اپنے حق مانگنے منع نہیں لیکن قانون توڑنا اسلام میں جائز نہیں۔

جیسا کہ میں اوپر بتا چکا ہوں احمدیت کی یہ تعلیم ہے کہ جس حکومت میں کوئی رہے اُس کی اطاعت کرے پاکستان کے احمدی پاکستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے اور ہندوستان کے احمدی ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ اسی طرح جس طرح پاکستان کے رہنے والے ہندو پاکستان کا خیال رکھیں گے۔ اور ہندوستان میں رہنے والے عام مسلمان ہندوستان کے مفاد کا خیال رکھیں گے۔ یہی وہ بات ہے جس کی پاکستان کے لیڈر ہندوستان کے مسلمانوں کو تلقین کر رہے ہیں اور یہی وہ بات ہے جسکو ہندوستان کے لیڈر پاکستان کے ہندوؤں کو سمجھا رہے ہیں۔ پس احمدیت کی اس نصیحت پر ہمیشہ کاربند ہو کر جس حکومت میں رہو اُس کے فرمانبردار رہو۔ ”میں آسمان پر خدا تعالیٰ کی انگلی کو احمدیت کی فتح کی خوشخبری لکھتے ہوئے دیکھتا ہوں۔“ جو فیصلہ آسمان پر ہو زمین اسے رد نہیں کرسکتی اور خدا کے حکم کو انسان بدل نہیں سکتا۔ سو تسلی پاؤ اور خوش ہو جاؤ اور دُعاؤں اور روزوں اور انکساری پر زور دو اور بنی نوع انسان کی ہمدردی اپنے دلوں میں پیدا کرو کہ کوئی مالک اپنا گھوڑا بھی کسی ظالم سائیس کے سپرد نہیں کرتا۔

اسی طرح خدا بھی اپنے بندوں کی باگ انہیں کے ہاتھ میں دیتا ہے جو بخشتے ہیں اور چشم پوشی کرتے ہیں۔ اور خود تکلیف اُٹھاتے ہیں تا کہ خدا کے بندوں کو آرام پہنچے۔ ہر ایک مغرور، خود پسند اور ظالم عارضی خوشی دیکھ سکتا ہے۔ مگر مستقل خوشی نہیں دیکھ سکتا۔ پس تم نرمی کرو اور عفو سے کام لو اور خدا کے بندوں کی بھلائی کی فکر میں لگے رہو تو اللہ تعالیٰ جس کے ہاتھ میں حاکموں کے دل بھی ہیں وہ اُن کے دل کو بدل دے گا اور حقیقتِ حال اُن پر کھول دے گا یا ایسے حاکم بھیج دے گا جو انصاف اور رحم کرنا جانتے ہوں۔ تم لوگ جن کو اس موقعہ پر قادیان میں رہنے کا موقعہ ملا ہے اگر نیکی اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تاریخ احمدیت میں عزت کے ساتھ یاد کئے جاؤ گے اور آنے والی نسلیں تمہارا نام ادب و احترام سے لیں گی اور تمہارے لئے دعائیں کریں گی اور تم وہ کچھ پاؤ گے جو دوسروں نے نہیں پایا۔ اپنی آنکھیں نیچی رکھو لیکن اپنی نگاہ آسمان کی طرف بلند کرو۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔''

(الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر صفحہ ۳۵ تا ۳۷، ۱۹۶۳ء)

جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۴۸ء

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دلی خواہش تھی کہ جیسے بھی ممکن ہو سکے قادیان میں بسنے والے درویش قید کی حالت سے نکل کر آزاد طور پر ملک میں گھوم پھر سکیں۔ اور جو خطرات اس وقت تک درپیش تھے وہ جلد سے جلد دور ہوں۔ تقسیم ملک کے دوسرے سال جب جلسہ سالانہ قریب آیا تو آپ نے جماعت کو توجہ دلائی کہ وہ ہندوستان کی جماعتوں سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو قادیان کے جلسہ میں شامل کریں۔ حالات بہت خراب تھے اس لئے جماعت نے یہ انتظام کیا کہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے لوگ دہلی پہنچ جائیں اور وہاں سے مبلغ سلسلہ دہلی کی قیادت میں پولیس کی حفاظت میں قادیان جلسہ میں شرکت کے لئے آیا جائے۔

جماعتی پروگرام کے تحت دہلی، میرٹھ، مظفر نگر، شاہجہانپور، ساندھن، علی گڑھ، امروہہ، مالابار، بریلی، کلکتہ، بمبئی، مونگھیر، مظفر پور، رانچی، اور بھوپال کے ۶۶ افراد پہلے دہلی آئے بعد میں مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ دہلی کی امارت میں پولیس اسکورٹ کے ساتھ قادیان آئے۔ اس سال کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بھی حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو روح پرور پیغام ارسال فرمایا اس کا مکمل متن پیش خدمت ہے:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم   بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہٖ الکریم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالناصر

نیا ماحول اور نئی ذمہ داریاں

برادران جماعت احمدیہ قادیان و ہندوستان یونین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

میں آپ لوگوں کو سالانہ جلسہ کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت قائم رکھنے کی توفیق پانے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ سُنا گیا ہے کہ ہندوستان یونین نے سو کے قریب ہندوستانی احمدیوں کو جلسہ میں شامل ہونے کی اجازت دی ہے گو یہ اجازت بہت بعد میں ملی ہے اور شاید اس سے جماعت کے لوگ فائدہ نہ اُٹھا سکیں۔ لیکن اگر بعض افراد کو اس سے فائدہ اُٹھانے کی توفیق ملی ہو تو میں انہیں بھی اس اہم موقعہ پر حصہ لینے پر مبارکباد دیتا ہوں۔

برادران! جماعتیں بڑے صدمات میں سے گذرے بغیر کبھی بڑی نہیں ہوتیں۔ قربانی کے مواقع کا میسر آنا اور پھر قربانی کرنے کی قابلیت ظاہر کر دینا، یہی افراد کو جماعتوں میں تبدیل کر دیتا ہے اور اس سے جماعتیں بڑی جماعت بنتی ہیں۔ ہماری قربانیاں اس وقت تک بالکل اور قسم کی تھیں اور ان کو دیکھتے ہوئے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہماری جماعت کے بڑے بننے کے امکانات موجود ہیں۔ مگر اب جو قادیان کا حادثہ پیش آیا ہے وہ اس قسم کے واقعات میں سے ہے جو قوموں کو بڑا بنایا کرتے ہیں۔ اگر اس وقت ہماری جماعت نے اپنے فرائض کو سمجھا، اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کیا تو بڑائی اور عظمت اور خدائی برکات یقیناً اس کے شامل حال ہوں گی اور وہ اس کام کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگی جو خدا تعالیٰ نے اس کے سپرد کیا ہے۔

میں قادیان کے رہنے والے احمدیوں کو اس امر کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ شور و شر کا زمانہ جس نے عمل کے مواقع کو بالکل باطل کر دیا تھا اب ختم ہو رہا ہے۔ آہستہ آہستہ امن فساد کی جگہ لے رہا ہے۔ بہت سی جگہوں کے راستے کھل گئے ہیں اور باقی کے متعلق امید ہے کہ آہستہ آہستہ کھل جائیں گے۔ مگر جس رنگ میں کام چل رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا کی جماعت احمدیہ کا ایک مرکز پر جمع ہو جانا ابھی کچھ وقت چاہتا ہے۔ وہ وقت لمبا ہو یا چھوٹا لیکن بہر حال جب تک وہ وقت نہ آئے جس حد تک موجودہ

تعطل کو دور کیا جا سکتا ہے اس کا دور کیا جانا ضروری ہے۔ گذشتہ سال جو تعطل واقع ہوا وہ معافی کے قابل تھا کیونکہ تمام علاقے آپس میں کٹے ہوئے تھے اور ایک دوسرے تک خبر پہنچانا ناممکن تھا۔ لیکن اب وہ حالت نہیں رہی۔ اب کسی نہ کسی ذریعہ سے قادیان اور ہندوستان کی جماعت کا تعلق قائم رکھا جا سکتا ہے اور تبلیغ اور اشاعت کے کام کو بھی ہاتھوں میں لیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ ایام میں جو تباہی آئی اس موقعہ پر قادیان کے اکثر احباب نے نہایت عمدہ نمونہ دکھایا اور قابل تعریف قربانی پیش کی جس پر میں ہی نہیں ہندوستان اور پاکستان کے لوگ ہی نہیں بلکہ دُنیا کے دور دراز ملکوں کے لوگ بھی قادیان کے لوگوں کی قربانی کی تعریف کر رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے لوگ اب قادیان کو صرف ایک مذہبی مرکز کے طور پر نہیں دیکھ رہے بلکہ قربانی کرنے والے ایثار کرنے والے اور اس دُکھ بھری دُنیا کو اس کے دُکھوں سے نجات دینے کی کوشش کرنے والے لوگوں کا مرکز سمجھ رہے ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ سے قادیان اب صرف احمدیوں کا مرکز نہیں رہا بلکہ وہ مختلف مفید عام کاموں کی خواہش رکھنے والے لوگوں کی توجہ کا مرکز بھی ہو گیا ہے۔ ابھی چند دنوں کی بات ہے کہ ایک مجلس میں شامل ہونے کا مجھے موقعہ ملا۔ میرے پاس امریکن قونصل جنرل کی بیوی تشریف رکھتی تھیں۔ مجلس سے اُٹھتے وقت میں نے ان سے کہا کہ اپنے خاوند سے مجھے انٹروڈیوس کرا دیں۔ انہوں نے اپنے خاوند کو مجھ سے ملوایا۔ ملنے کے بعد سب سے پہلے فقرہ جو امریکن قونصل جنرل نے کہا وہ یہ تھا کہ مجھے قادیان دیکھنے کی بہت خواہش ہے افسوس ہے کہ اس وقت تک میں اس خواہش کو پورا نہیں کر سکا۔ میں نے کہا ہمیں بھی بہت خواہش ہے لیکن افسوس کہ اس وقت ہم بھی اس خواہش کو پورا نہیں کر سکتے۔ اِسے سُن کر نہایت افسوس سے امریکن قونصل جنرل نے کہا۔ ہاں ہمیں بھی اس بات کا بہت افسوس ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے گو احمدیہ جماعت کی اکثریت قادیان کو چھوڑنے پر مجبور ہوئی ہے اور اب صرف چند سو احمدی قادیان میں رہ گئے ہیں۔ لیکن قادیان پہلے سے بھی زیادہ دُنیا کی توجہ کا مرکز ہو گیا ہے اور اس کی وجہ وہی قربانی اور شاندار نمونہ ہے جو قادیان کے احمدیوں نے پیش کیا۔ اور آپ لوگ اس قربانی کی مثال کو زندہ رکھنے والے ہیں اور اس وجہ سے اس معاملہ میں سب سے زیادہ مبارک باد کے مستحق ہیں لیکن صرف کسی چیز کو زندہ رکھنا کافی نہیں ہوا کرتا۔ اس چیز کو زیادہ سے زیادہ پھیلانا اصل کام ہوتا ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نورِ آسمانی کو اپنے دل میں زندہ رکھتے جو آسمان سے اس وقت نازل ہوا تھا تو یہ بھی ایک بہت بڑا کام ہوتا۔ لیکن اتنا بڑا کام نہیں جو اس صورت میں ہوا کہ آپؐ نے اس نور کو اپنے دل ہی میں زندہ نہیں رکھا بلکہ ہزاروں لاکھوں اور انسانوں کو بھی اس نور سے منور کر دیا۔ صحابہ کرامؓ نے اس نور کو اپنی زندگیوں میں زندہ رکھ کر ایک بہت بڑا نمونہ دکھایا۔ لیکن اُن کا یہ نمونہ اس سے بھی زیادہ شاندار

تھا کہ انہوں نے نورِ محمدی کا ایک حصہ اپنے سینوں سے نکال کر لاکھوں اور کروڑوں دیگر انسانوں کے دلوں میں بھی بھر دیا۔ پس اے میرے عزیزو! آپ کی زندگی کا پہلا دور ختم ہوتا ہے اور نیا دور شروع کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ پہلے دور کی مثال ایسی تھی جیسے چٹان پر ایک لیمپ روشن کیا جاتا ہے تاکہ وہ قریب آنے والے جہازوں کو ہوشیار کرتا رہے اور تباہی سے بچائے۔ لیکن نئے دور کی مثال اس سورج کی سی ہے جس کے گرد دُنیا گھومتی ہے اور جو باری باری ساری دُنیا کو روشن کر دیتا ہے۔ بیشک آپ کی تعداد قادیان میں تین سو تیرہ ہے لیکن آپ اس بات کو نہیں بھولے ہونگے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان میں خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے کام کو شروع فرمایا تھا تو اُس وقت قادیان میں احمدیوں کی تعداد صرف دو تین تھی۔ تین سو آدمی یقیناً تین سے زیادہ ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے وقت قادیان کی آبادی گیارہ سو تھی۔ گیارہ سو اور تین کی نسبت ۱/۳۶۶ کی ہوتی ہے۔ اگر اس وقت قادیان کی آبادی بارہ ہزار سمجھی جائے تو موجودہ احمدیہ آبادی کی نسبت باقی قادیان کے لوگوں سے ۱/۳۶ ہوتی ہے۔ گویا جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کام شروع کیا اس سے آپ کی طاقت دس گنے زیادہ ہے۔ پھر جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کام شروع کیا اس وقت قادیان سے باہر کوئی احمدیہ جماعت نہیں تھی لیکن اب ہندوستان میں بھی بیسیوں جگہ پر احمدیہ جماعتیں قائم ہیں۔ ان جماعتوں کو بیدار کرنا، منظّم کرنا، ایک نئے عزم کے ساتھ کھڑا کرنا اور اس ارادہ کے ساتھ ان کی طاقتوں کو جمع کرنا کہ وہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو ہندوستان کے چاروں گوشوں میں پھیلا دیں۔ یہ آپ لوگوں کا ہی کام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ قادیان احمدیوں کا مرکز ہے آپ لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم اس لئے قادیان میں بیٹھے ہیں کہ یہ ہم احمدیوں کا مرکز ہے۔ اب یہ آپ لوگوں کا فرض ہے کہ مرکز کو مرکز کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کریں۔ مرکز چند مجاوروں کے جمع ہو کر بیٹھ جانے کا نام نہیں۔ مرکز ایک بے انتہاء جذبہ کا نام ہے جو اپنے ماحول پر چھا جانے کا ارادہ کر کے کھڑا ہو۔ مرکز کا نام قرآن کریم میں ماں رکھا ہے اور ماں وہی ہوتی ہے جو اپنا خون پلا کر بچوں کو پالتی بڑا کرتی اور جوان کرتی ہے۔ پس قادیان مرکز اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی چھاتیوں کا دودھ تمام طالبانِ صداقت کو پیش کرے، اُنکو پالے اور اُنکی پرورش کرے اور اُن کو پروان چڑھائے۔ پس آپ لوگ اب اپنی نئی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے نئے سرے سے اپنے دفاتر کی تنظیم کریں اور ہندوستان کی باقی جماعتوں کو دوبارہ زندہ کرنے اور زندہ رکھنے کی کوشش کریں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اُن کو بڑھانے اور پھیلانے کی کوشش کریں۔ وہ تمام اغراض جن کے لئے احمدیہ جماعت قائم کی گئی تھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ان

اغراض کو سامنے رکھ کر صدر انجمن احمدیہ کی تنظیم کریں اور تمام ہندوستان کی جماعتوں کے ساتھ خط و کتابت کر کے اُن کو منتظم کریں اور پھیلنے پھولنے میں مدد دیں۔ اس کام کے متعلق میں چند تجاویز آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں:

اوّل:- ہندوستان یونین کی تمام احمدیہ جماعتوں کی لسٹیں جمع کریں۔ (جو لسٹیں وہاں موجود نہ ہوں وہ لسٹیں پاکستان کے مرکز سے منگوالیں۔)

(۲) پریس کو دوبارہ جاری کرنے کی...کوشش کریں۔ جب تک قادیان کا پریس واگذار نہیں ہوتا اس وقت تک ضروری اشتہارات لکھ کر دہلی بھجوا دیا کریں اور وہاں سے چھپوا کر ریل میں منگوالیا کریں اور پھر ڈاک کے ذریعہ تمام ہندوستانی جماعتوں میں تقسیم کر دیا کریں۔

(۳) چونکہ گذشتہ صدمہ سے بعض جماعتوں میں کمزوری پیدا ہوگئی ہے اس کو دور کرنے کے لئے مختلف علاقوں میں مبلغ مقرر کریں تا کہ وہ پھر پھر کے جماعتوں کی دوبارہ تنظیم کریں۔ اس وقت مبلغ صرف دہلی، بمبئی، حیدر آباد دکن، بہار، اڑیسہ، اور کلکتہ میں ہیں۔ جونہی آپ کام کرنے کے قابل ہو جائیں اور اپنے انتظامات کو مکمل کر لیں دہلی کے مبلغ کی طرح باقی مبلغوں کو بھی براہ راست قادیان کے ماتحت کر دیا جائے گا۔ مگر اب بھی حقیقتاً وہ آپ ہی کے ماتحت ہیں اور آپ کو اُن سے کام لینا چاہئے۔

(۴) اس وقت قادیان میں قریباً دو درجن دیہاتی مبلغ ہیں۔ ان لوگوں کو کوشش کر کے دہلی پہنچایا جائے اور وہاں سے آگے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں جہاں احمدیہ جماعتیں قائم ہیں پھیلا دیا جائے۔ یہ لوگ وہاں جا کر نہ صرف موجودہ جماعتوں کی تنظیم کریں بلکہ جماعت کو وسیع کرنے کی کوشش کریں۔ چونکہ آپ لوگ انڈین یونین میں ہیں اور وفادار شہریوں کی حیثیت میں ہیں کوئی وجہ نہیں کہ حکومت آپ میں اور دوسرے کام کرنے والے مسلمانوں میں کوئی فرق کرے۔ ان جانے والوں کے بدلے میں ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کر کے نئے واقفین بُلوا کے قادیان میں رکھے جائیں جو قادیان میں آ کر تعلیم حاصل کریں اور پھر بیرونی جماعتوں میں پھیلا دیئے جائیں۔ سردست اگر جلسہ میں کچھ احمدی باہر سے آ کر شامل ہوئے ہیں تو اُن کے ساتھ پانچ دیہاتی مبلغ بھجوا دیئے جائیں جو مولوی بشیر احمد صاحب دہلوی کی نگرانی میں یو. پی. کے مختلف علاقوں میں کام کریں☆ یو. پی کی جماعتوں میں سے لکھنؤ، شاہجہانپور، اور بریلی آگرہ کی اچھی جماعتیں تھیں۔

☆ حضور پرنور کے اس ارشاد کے مطابق دہلی سے آنے والے قافلہ کے ساتھ قادیان سے پانچ مبلغین روانہ کر دیئے گئے اور مولوی بشیر احمد صاحب کی نگرانی میں سب سے اول یو. پی کی تنظیم نو کا کام شروع ہوا۔

لیکن اب دیر سے ان کا پتہ ہی نہیں لگتا کہ وہ کہاں ہیں۔ اگر یہ لوگ وہاں جا کر کام کریں تو نہ صرف وہ جماعتیں جلد منظّم ہو جائیں گی بلکہ نئے سرے سے پھولنے اور پھلنے لگ جائیں گی۔ ان جانے والے مبلغین کو سمجھا دیا جائے اگر بعض جماعتیں گذشتہ صدمات کی برداشت نہ کر کے بالکل مردہ ہو چکی ہوں تب بھی گھبرائیں نہیں۔ ایک دو تین جتنے احمدی مل سکیں اُن کو جمع کر کے نئے سرے سے کام شروع کر دیں۔ پھر وہ انشاء اللہ دیکھیں گے کہ ابھی چند دن بھی نہیں گذرے ہوں گے اور پہلے سے بھی زیادہ مضبوط جماعتیں وہاں قائم ہو جائیں گی بلکہ ارد گرد کے علاقوں میں بھی احمدیت پھیلنے لگ جائے گی۔ یہ یاد رہے کہ سب کے سب مبلغوں کو اکٹھا نہ بھجوایا جائے کیونکہ ممکن ہے کہ ان کے قائم مقاموں کے آنے میں دقت پیدا ہو اور قادیان کی احمدی آبادی کم ہو جائے۔ اس خطرہ کو آپ کبھی نہ بھولیں۔ اور ہمیشہ اپنے ذہن میں رکھیں۔ ہمیشہ پہلے باہر سے آنے والوں کو اندر لایا کریں اور پھر بعض دوسروں کو باہر جانے کی اجازت دیا کریں سوائے اُن پانچ کے جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔

(۵) چونکہ اب ملک میں ہندی کا زور ہوگا اس لئے آپ لوگ بھی دیونا گری رسم الخط کے سیکھنے کی کوشش کریں اور ہندی زبان میں لٹریچر کی اشاعت کی طرف خاص توجہ دیں۔

(۶) جب تک باہر سے واقفین کے آنے کی پوری آزادی نہ ہو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ طالب علموں کو مولوی بشیر احمد صاحب اپنے ساتھ رکھ کر دہلی میں پڑھائیں اور کچھ طالب علموں کو ساتھ رکھ کر مولوی محمد سلیم صاحب کلکتہ میں پڑھائیں اور کچھ طالب علموں کو ساتھ رکھ کر مولوی عبد المالک صاحب حیدر آباد میں پڑھائیں اور پھر ان کو ارد گرد کے علاقوں میں پھیلاتے چلے جائیں لیکن یہ مدنظر رکھا جائے کہ ہندوستان کے چندوں سے ہندوستان کا خرچ چل سکے اور قادیان کی آبادی کا خرچ بھی وہیں سے نکل سکے۔

(۷) قادیان میں احمدیوں کے آنے اور قادیان کے احمدیوں کو ہندوستان یونین میں جانے کے متعلق آزادی کرانے کے لئے آپ لوگ باقاعدہ کوشش کریں اور کوشش کرتے چلے جائیں تا کہ قادیان میں پھر زائرین آنے لگ جائیں۔ اور قادیان کی نہر ایک کھڑے پانی کے جوہڑ کی سی شکل اختیار نہ کر لے۔

(۸) آبادی کی زندگی کے لئے عورتوں اور بچوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔ آپ لوگ متواتر حکومت کے ساتھ خط و کتابت کریں اور کوشش کریں کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ قادیان کے ساکنان کے بیوی بچے وہاں حفاظت کے ساتھ رہ سکیں۔

(۹) جونہی قادیان میں کچھ ایسے نوجوان آ جائیں جن کا تعلیم پانے کا زمانہ ہو تو فوراً ایک سکول کی بنیاد

رکھ دی جائے جس کے متعلق کوشش ہو کہ وہ آہستہ آہستہ بڑھتا چلا جائے۔

(۱۰) ہندوستان یونین کی صدر انجمن احمدیہ نے ایک دن کے لئے بھی ہندوستان نہیں چھوڑا، اسی طرح وہاں کی تحریک جدید انجمن بھی وہیں ہے۔ یہ انجمنیں قادیان کی جائیداد کا مطالبہ کر سکتی ہیں۔ آپ کو بڑے زور سے اس امر کا مطالبہ کرنا چاہیئے۔ افراد کی جائیداد کا بے شک جھگڑا ہو لیکن صدر انجمن احمدیہ اور تحریک جدید جو کہ ہندوستان یونین میں موجود ہیں تو کیوں حکومت اُن کے سپرد اُن کی جائیداد نہ کرے۔ کالج، سکول، ہسپتال، ریتی چھلہ، زنانہ سکول، دارالانوار کا گیسٹ ہاؤس، خدام الاحمدیہ کے دفاتر، تحریک جدید کی زمینیں، ان کے مالک قادیان میں بیٹھے ہیں۔ آپ لوگ اس کے متعلق دعویٰ کریں اور ان لفظوں میں کریں کہ جبکہ ان جگہوں کے مالک صدر انجمن احمدیہ، تحریک جدید اور خدام الاحمدیہ قادیان میں موجود ہیں اور جبکہ ان جگہوں سے فائدہ اُٹھانے والے احمدی ہندوستان یونین میں موجود ہیں تو کس قانون کے ماتحت ان چیزوں پر قبضہ کیا گیا ہے۔ یہ چیزیں ہمارے سپرد ہونی چاہئیں۔ اور ہمیں ان کے استعمال کا موقع دینا چاہیئے☆ عقل کے ساتھ اور ادب کے ساتھ اگر ان مطالبات کو حکام کے سامنے بار بار رکھا جائے اور ان پر یہ روشن کیا جائے کہ ہندوستان یونین کے احمدی ہندوستان یونین کے وفادار ہیں جس طرح پاکستان کے احمدی پاکستان کے وفادار ہیں پھر ان سے باغیوں کا سا سلوک کیوں کیا جاتا ہے تو یقیناً حکومت ایک دن اپنا رویہ بدلنے پر مجبور ہوگی۔

(۱۱) جب تک پریس نہیں ملتا اس وقت تک جماعتوں کے نام چٹھی لکھ کر ہر پندرھویں روز بھجوانا شروع کریں جس میں جماعتوں کو اُن کے فرض کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر عہدہ داران جگہ چھوڑ گئے ہیں تو نئے عہدہ دار مقرر کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر عہدہ دار عہدوں پر موجود ہیں لیکن کام نہیں کرتے تو اُن کو کام کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اگر بالکل بیدار نہیں ہوتے تو اُن کو بدلنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى. اگر آپ پیچھے پڑ جائیں گے تو یقیناً ایمان کی چنگاری پھر سُلگ اُٹھے گی سونے والے پھر بیدار ہو جائیں گے بلکہ مُردے بھی زندہ ہو جائیں گے اور پھر تروتازگی اور نشوونما کے آثار ظاہر ہونے لگ جائیں گے۔ آپ تین سو سے زیادہ آدمی وہاں ہیں۔ اگر ان میں سے سو آدمی کا خط پڑھے جانے کے قابل ہو اور ہر چٹھی تین تین سو کی تعداد میں باہر بھیجی جائے تو ہر

☆ اس حکم کی تعمیل میں ۲۶ رفتح / دسمبر کے اجلاس دوم میں جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کی طرف سے اتفاق رائے کے ساتھ ایک ریزولیوشن بھی پاس کیا گیا۔

لکھے پڑھے آدمی کو پندرہ دن میں صرف تین چٹھیوں کو نقل کرنا پڑتا ہے اور یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ ان چٹھیوں میں ایمان کو اُبھارنے یا زندگی کو قائم رکھنے، ہمت سے کام لینے اور خدا تعالیٰ کے اُن بے انتہا فضلوں میں حصہ لینے کی دعوت ہو جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کیا گیا تھا۔ طرح طرح سے اور بار بار جماعتوں کو ہلایا جائے، جگایا جائے اور نہ صرف ہلایا اور جگایا جائے بلکہ تبلیغ کر کے اپنے آپ کو وسیع کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔ اس وقت مُسلمان بے کسی کی حالت میں پڑا ہے۔ اس وقت وہ سچائی پر غور کرنے کے لئے تیار ہے۔ وہ اُس ہاتھ کے لئے ترس رہا ہے جو اُس کو نجات کی طرف لے جائے۔ اگر آج آپ لوگ صحیح طور پر جماعتوں کو بیدار کرنے کی طرف توجہ کریں تو ہندوستان میں احمدیت کے پھیلنے کا بے نظیر موقع ہے۔ سر دست مولوی بشیر احمد صاحب یو۔ پی۔ کی جماعتوں کو منظّم کریں اور یو۔ پی کے تمام چندے سوائے تحریک جدید کے چندہ کے جو غیر ممالک کی تبلیغ پر خرچ ہوتا ہے قادیان بھجوائیں آپ لوگ باقاعدہ خط و کتابت کے ذریعہ سے ہمیں بتاتے رہیں کہ فلاں فلاں جماعت منظّم ہوگئی ہے اور اُن کا چندہ قادیان میں آنے لگ گیا ہے تا ایسا نہ ہو کہ دو عملی کی وجہ سے کوئی جماعت بالکل تباہ ہو جائے۔ جب آپ یو۔ پی کی جماعتوں کو منظّم کرلیں گے تو ہم دوسرے صوبوں کو باری باری آپ کے سپرد کرتے چلے جائیں گے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اب خاموشی سے جھنڈے کو پکڑ کر کھڑے رہنے کا وقت گذر چکا۔ وہ کام آپ نے شاندار طور پر کیا جس کے لئے دُنیا بھر کے احمدی آپ لوگوں کے ممنون ہیں اور آنے والی نسلیں بھی آپ کی ممنون رہیں گی۔ مگر انسان ایک بڑھنے والی ہستی ہے۔ ہر روز اُس کے حالات متغیر ہوتے ہیں اور ہر روز کے بدلے ہوئے حالات کے مطابق اسے کام کرنا پڑتا ہے کل کی روٹی آج کام نہیں آسکتی اور آج کی روٹی آنے والے کل کام نہیں آسکتی۔ پس وہ عظیم الشان خدمت جس کے کرنے کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق بخشی ہے۔ اس کا تقاضا ہے کہ آپ اب اگلا قدم اُٹھائیں اور قادیان کے خاموش مرکز کو ایک زندہ مرکز میں تبدیل کر دیں۔ ہندوستان یونین کی آبادی ۲۸-۲۹ کروڑ کے قریب ہے۔ اس کی اصلاح اور اس کی نجات کوئی معمولی کام نہیں، کسی زمانہ میں ساری دُنیا کی آبادی اتنی ہی تھی۔ پس آپ سے سینکڑوں سال پہلے ساری دُنیا کی اصلاح کا کام جتنا اہم تھا اتنا ہی آج ہندوستان کی اصلاح کا کام اہم ہے جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نے قادیان کی چھوٹی سی بستی کو بڑھا کر ایک سعی و عمل کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بنانے کی توفیق بخشی وہ بھی انسان تھے اور آپ بھی انسان ہیں آپ اپنے آپ کو افراد کی حیثیت میں دیکھنا چھوڑ دیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ كَانَ اُمَّةً (النحل ع ۱۶) ابراہیمؑ ایک اُمت تھا۔ جو لوگ خدا تعالیٰ پر نظر رکھتے ہوئے اس کی عائد

کردہ ذمہ داریوں کو سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو فرد سمجھنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اُمت سمجھتا ہے اور اُن میں سے بعض شخص تو اپنے آپ کو دُنیا سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اور وہ دوسرے دوست بھی جو باہر سے اس وقت قادیان میں تشریف لا سکے ہوں وہ بھی آج سے اپنا نقطۂ نگاہ بدل دیں۔ آج سے ان میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اُمت سمجھنے لگ جائے۔ وہ یہ سمجھ لے کہ جس طرح آم کی گٹھلی میں سے ایک بڑا درخت پیدا ہو جاتا ہے، جس طرح بڑ کے چھوٹے سے بیج میں سے سینکڑوں آدمیوں کو سایہ دینے والا بڑ پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح وہ اُمت بن کر رہے گا۔ وہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں اپنی نسلیں پھیلا دے گا۔ وہ خاموش قربانی کی جگہ اب اصلاح کے لئے اپنی قربانی کو پیش کرے گا۔ ہندوستان اس بات کا متقاضی ہے کہ اس کے اندر پھر سے انسانیت کو قائم کیا جائے۔ پھر سے صُلح اور آشتی کو قائم کیا جائے پھر سے خدا تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں پیدا کی جائے اور یہ کام سوائے آپ لوگوں کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ عزم صمیم کے ساتھ اُٹھیں طوفان کا سا جوش لے کر اُٹھیں اور ہندوستان پر چھا جائیں جس کا نتیجہ ضرور یہ نکلے گا کہ وہ لوگ جو آج احمدیت کو بغض اور کینہ کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ایک دشمن کی حیثیت میں دیکھتے ہیں وہ اور اُن کی نسلیں آپ لوگوں کے ہاتھ چومیں گی۔ آپ لوگوں کے لئے برکتیں مانگیں گی اور دُعائیں دیں گی کہ آپ لوگ اس بدقسمت ملک کو امن دینے والے اور صلح اور آشتی کی طرف لانے والے ثابت ہوئے احمدیت ایک نور ہے۔ احمدیت صُلح کا پیغام ہے۔ احمدیت امن کی آواز ہے۔ تم اس نور سے دُنیا کو منور کرو۔ تم اس پیغام کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ تم اس آواز کو دُنیا کے گوشہ گوشہ میں بلند کرو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔

خاکسار مرزا محمود احمد
۲۰-۱۲-۴۸ [1][2]

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد تیرہ، صفحہ: ۸۵ تا ۹۴)

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں قادیان میں فوراً کام شروع ہوا

۱۔ ’’مکتوباتِ اصحاب احمد علیہ السلام جلد اول‘‘ مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. قادیان (بھارت) صفحہ: ۴۷ تا ۵۵ طبع اوّل مطبوعہ اگست ۱۹۵۲ء

۲۔ ۲۶ رفتح / دسمبر ۱۳۲۷ ہش / ۱۹۴۸ء کو قصر خلافت کے وسطی کمرہ میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ایک اجلاس منعقد کیا گیا جس میں حضرت مصلح موعودؓ کے اس انقلاب انگیز پیغام کی روشنی میں مناسب تجاویز زیر غور لائی گئیں اور نئے تقاضوں کے مدنظر ضروری مشورے کئے گئے۔

مبلغین کو باہر روانہ کیا گیا۔ ہندوستان کی جماعتوں کو اکٹھا کرنے اور اُن میں نئی روح پیدا کرنے کی کوشش شروع ہوگئی۔ جس کا نتیجہ آج ہمیں دکھائی دیتا ہے اس وقت ہندوستان میں تین ہزار سے بھی زیادہ مضبوط جماعتیں قائم ہو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں کا باہر سے قادیان آنے کا سلسلہ شروع ہوا اسکول جاری ہوئے۔ پریس جو منجمد پڑا تھا وہ جاری کیا گیا۔ الغرض حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس پیغام نے درویشانِ قادیان اور ہندوستان کی جماعتوں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا پیغام

جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء میں شرکت کرنے والوں کے نام حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے جو پیغام ارسال فرمایا تھا وہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

ھوالناصر

اے احبابِ قادیان! خدا آپ کے ساتھ ہو اور آپ کو بہترین فضلوں کا وارث بنائے، آمین ثم آمین۔

میں آپ کی خدمت میں جلسہ سالانہ ۱۹۴۸ء کے مبارک اور تاریخی موقعہ پر اپنی طرف سے اور پاکستان کے جملہ احمدیوں کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کا تحیّہ پیش کرتا ہوں۔

گزشتہ انقلابی فسادات کے بعد قادیان میں جماعت احمدیہ کا یہ دوسرا سالانہ جلسہ ہے اور طبعاً اس جلسہ کا خیال جو دراصل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کی مقدس یادگار ہے۔ ہمارے دلوں میں کئی قسم کے جذبات پیدا کر رہا ہے۔ مگر ہم خدا کے فضل سے مومن ہیں اور ہر مومن کا یہ کام ہے کہ وہ جذبات کے ہیجان کو غم واندوہ اور مایوسی کے راستہ کی طرف ڈالنے کی بجائے بیش از بیش قوت عمل میں منتقل کرنے کی کوشش کرے۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خواہ قادیان کی یاد کتنی ہی شدید ہو اور اس کی کشش کیسی ہی زبردست سمجھی جائے، بہرحال جماعت کا سب سے مقدس کام اُس غرض وغایت کو پورا کرنا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور میں اس موقعہ پر آپ لوگوں کو یہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جہاں قادیان سے باہر سے آئے ہوئے احمدیوں کا یہ کام ہے کہ وہ فریضۂ تبلیغ کے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خدمتِ مرکز کے کام میں بھی کوشاں رہیں وہاں اہل قادیان کا یہ فرض ہے کہ وہ قادیان میں بظاہر قاعد بن کر بیٹھے ہوئے بھی اس مجاہدانہ مقصد کی طرف سے غافل نہ ہوں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث کئے گئے تھے گویا جماعت کے دونوں حصوں کو دونوں قسم کے فرائض کی طرف بہ یک وقت توجہ رکھنی چاہئے۔ گو زیادہ اہم مقصد بہرحال زیادہ توجہ کا حقدار ہے۔ آپ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ قادیان میں محصور ہو کر بیٹھے ہوئے آپ فریضۂ تبلیغ کس طرح ادا کر سکتے ہیں کیونکہ خدا نے مومن کے لئے ہر حال میں کسی نہ کسی جہت سے ہر عمل صالح کا رستہ کھول رکھا ہے اور یقیناً اگر آپ چاہیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ ضرور چاہتے ہیں، موجودہ وقت میں بھی ذیل کے تین طریق پر اپنے فریضے سے عہدہ بر آ ہو سکتے ہیں:

(اوّل) اُن شریف مزاج اور سنجیدہ غیر مسلموں کو تبلیغ کر کے جو آپ کے ارد گرد رہتے ہیں یا آپ سے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں۔ اور آپ یقین رکھیں کہ مظلوم اور بے بس انسان کی تبلیغ میں ہمیشہ زیادہ اثر ہوا کرتا ہے۔

(دوم) دینی اور اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ نمونہ قائم کر کے، کیونکہ اچھا نمونہ ایسی چیز ہے جو دشمنوں تک کا دل موہ لیتا ہے اور بسا اوقات سیاسی لحاظ سے غالب انسان اخلاقی اور دینی لحاظ سے مغلوب ہو جایا کرتا ہے۔

(سوم) جماعت کی ترقی اور اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے خدا کے حضور دعائیں کر کے، کیونکہ جب مومن ظاہری اسباب کے لحاظ سے بے دست و پا ہو جاتا ہے تو خدا کا یہ ازلی قانون ہے کہ ایسے حالات میں اس کی دُعا کی تاثیر ہمیشہ بڑھ جایا کرتی ہے۔

پس یہ تین ایسے آسان اور موٴثر طریق ہیں جنہیں اختیار کر کے آپ قادیان کی موجودہ محصوریت کی زندگی میں بھی فریضۂ تبلیغ ادا کر سکتے ہیں اور اپنی اہم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں۔

آپ کو یہ نکتہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ جہاں ایک حد تک جسم اور روح ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور ایک کی طاقت دوسرے کی طاقت کا ذریعہ بنتی ہے وہاں یہ بھی خدا کا اٹل قانون ہے کہ ایک خاص حد کے بعد ان دونوں کے رستے جُدا جُدا ہو جاتے ہیں یعنی اُس خاص حد کے بعد جسم کی طاقت روح کی کمزوری اور جسم کی کمزوری روح کی طاقت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اسی لئے باوجود اس کے کہ اسلام نے رہبانیّت یعنی تارک الدنیا ہونے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ وہاں اس نے بعض موقعوں پر ایک جزوی قسم کی رہبانیّت کی اجازت بھی دی ہے بلکہ صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ اسے پسند کیا اور اس کی تحریک فرمائی ہے۔ چنانچہ رمضان کے مہینے میں اعتکاف کا عشرہ اسی قسم کی جزوی رہبانیّت کا منظر پیش کرتا ہے کہ جب انسان گویا دُنیا کے تمام تعلقات سے کٹ کر خالصۃً روحانی فضاء میں اپنا وقت گذارتا ہے اور ان ایام میں اس بات کے سوا اُس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ اپنے جسم کو بھول کر روح کو روشن کرنے میں منہمک رہے۔ اور ایک طرح سے اس قسم کی کیفیت حج میں بھی پائی جاتی ہے جس میں انسان گویا اپنے مادی تعلقات کو کاٹ کر صرف خدا کے لئے یہ ایّام گذارتا ہے اور اس قسم کا ماحول یقیناً روح کی ترقی اور اُس کی بلندی اور اس کے جلا کا موجب ہوتا ہے۔ یہی کیفیّت آپ کے لئے قادیان کی موجودہ زندگی نے پیدا کر دی ہے کیونکہ آجکل وہاں آپ اپنے بیوی بچوں سے جُدا، اپنے کاروبار سے کٹے ہوئے، اپنے ہر قسم کے دُنیوی تعلقات سے دور پھینکے ہوئے زندگی کے دن گذار رہے ہیں۔ یہ زندگی یقیناً اپنے بعض پہلوؤں کے لحاظ سے جسم کے لئے تکلیف دہ ہوگی۔ مگر آپ کو مبارک ہو کہ یہی

زندگی آپکی روحوں کے لئے ایک ایسے خوشگوار مرغزار کا حکم رکھتی ہے جہاں مومن کی روح گویا خوشی کے ساتھ کلیلیں بھرتی ہوئی فرشتوں کی رفاقت اور خدا کے سایہ میں اپنا وقت گذارتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِ حرا میں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہوشیار پور کے ایک دور اُفتادہ کھنڈر مکان میں خود موقعہ تلاش کر کے خلوت کی جگہ ڈھونڈی اور آپ جانتے ہیں کہ یہ دونوں خلوتیں دُنیا میں کس عظیم الشان روحانی انتشار کا موجب بن گئیں۔ پس میرے دوستو! آپ کے لئے جو موقعہ خود خدا نے ایک قسم کی وقتی اور جزوی رہبانیّت کا پیدا کر دیا ہے اسے غنیمت سمجھو اور اپنی دعاؤں اور نوافل اور جہاد نفس اور پاک نمونہ سے اُن بھاری تغیرات کو قریب تر لے آؤ جو آسمان پر تو مقدر ہیں مگر ابھی تک زمین پر ظاہر نہیں ہوئے۔

گزشتہ سال کے غیر معمولی حادثات اور قیامت خیز انقلابات میں بھی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کا یہ ممتاز پہلو موجود ہے کہ باوجود اس کے کہ جماعت کے بیشتر حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا قادیان کے وہ خاص مقدس مقامات جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے براہ راست برکت حاصل کی یعنی مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ، مینارۃ المسیحؑ بیت الدعا، دار المسیحؑ، مقبرہ بہشتی وغیرہ وہ سب ابھی تک خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ کے قبضے میں ہیں اور آپ لوگوں کو ان کی خدمت کا شرف حاصل ہوا ہے اور اس طرح جماعت کو یہ موقعہ میسر آ گیا ہے کہ اس کا ایک حصہ باہر آ کر تبلیغ کی جدو جہد میں مصروف ہے اور دوسرا حصہ مرکز میں بیٹھ کر مقدس مقامات کی خدمت بجالا رہا ہے۔ یہ وہ خصوصیت ہے جو مشرقی پنجاب کے کسی اور مقام کو حاصل نہیں ہوئی۔ مگر اس خصوصیّت کی قدر کو دوبالا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر حصہ اپنی خدمت کے مخصوص پہلو کے ساتھ ساتھ جہانتک اس کے لئے ممکن ہو دوسرے پہلو کو بھی مدنظر رکھے یہ مت خیال کرو کہ ان فرائض کی ادائیگی میں حکومت کی طرف سے کوئی روک ہوسکتی ہے۔ دُنیا کی کوئی متمدّن حکومت فریضۂ تبلیغ کی پُر امن ادائیگی اور مقدس مقامات کی خدمت میں روک نہیں ہوسکتی۔ یہ وہ بنیادی حقوق انسانی ہیں جسے حکومتِ ہند نے بھی اپنے بار بار کے اعلانوں میں صراحت کے ساتھ تسلیم کیا ہے لیکن بہرحال قرآن شریف کے اس سنہری اصول کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ یعنی اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ اندازِ نصیحت کے طریق پر دعوت دو اور بحث اور مجادلہ کی صورت میں کبھی پسندیدہ اسلوب کو نہ چھوڑو کیونکہ اس طرح تم فریق ثانی کے دل کی کھڑکیوں کو زیادہ آسانی کے ساتھ کھول سکو گے۔ خدا کے فضل سے اب آہستہ آہستہ نارمل حالات پیدا ہو رہے ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ حالات کے اس تغیر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن ذمہ داریوں

کوادا کرنے کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دیں جو خدا نے ہم پر عائد کی ہیں۔ باقی اگر کوئی فرد اب بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاہلانہ انداز میں پیش آتا ہے تو اس کے لئے اسلام کی صاف صاف تعلیم موجود ہے کہ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوْا سَلَامًا۔

احمدیت کی تحریک خدا کے فضل سے ایک عالمگیر تحریک ہے جو اپنے منبع و مأخذ کی طرح تمام قیود زمانی و مکانی سے آزاد ہے کیونکہ احمدیت کی غرض و غایت اسلام کی تجدید اور دلائل و براہین کی مدد سے اسلام کی اشاعت ہے اور اسلام وہ مذہب ہے جو قیامت تک کے لئے اسود واحمر کی ہدایت کے واسطے قائم کیا گیا ہے۔ پس اسلام کی طرح احمدیت کے لئے صرف پاکستان اور ہندوستان کا سوال نہیں ہے بلکہ ہر ملک اس کا گھر اور ہر خطۂ ارض اس کا آشیانہ ہے اور یقیناً جماعت احمدیہ کے افراد جہاں بھی ہوں گے اپنے ملکی قانون کے پابند اور پُر امن شہری بن کر رہیں گے۔ مگر ذمہ داریاں ہمیشہ دوہری ہوا کرتی ہیں یعنی جہاں مُلک اپنے شہریوں پر کچھ پابندیاں لگاتا ہے وہاں وہ لازماً اپنے اوپر بھی اُن کے بعض حقوق تسلیم کرتا ہے۔ پس اپنی حکومت کے حقوق اسے دو اور ضرور دو۔ مگر دوسری طرف اپنے حقوق بھی اس سے لو اور ضرور لو اور چونکہ ہمارے حقوق دراصل سب خدا کے حقوق ہیں اس لئے ہم مسیح ناصریؑ کے مشہور الفاظ میں کہہ سکتے ہیں ''جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو'' کہ یہی دین و دُنیا میں حقیقی امن کا راستہ ہے۔

میں اس موقعہ پر اس بات کے اظہار سے بھی رُک نہیں سکتا کہ قریباً آٹھ نو ماہ سے جہاں تک قادیان کا تعلق ہے پاکستان اور ہندوستان کے درمیان ہر قسم کے کانوائے کا سلسلہ رُکا ہوا ہے اس لئے قادیان کی موجودہ آبادی کا وہ حصہ جو دراصل پاکستان کا شہری ہے یعنی وہ اپنے مقدس مرکز کی زیارت اور اپنے مقدس مقامات کی خدمت کے لئے قادیان گیا اور پھر حالات کی مجبوری کی وجہ سے ابھی تک واپس نہیں آسکا، وہ خدمتِ مرکز کی رُوحانی خوشی کے ساتھ ساتھ طبعاً بعض جسمانی تکالیف اور پریشانیوں کا بھی شکار ہو رہا ہے۔ ہم حکومت کے متعلقہ حکام کے ذریعہ اس بات کی مسلسل کوشش کر رہے ہیں کہ ایسے دوستوں کو واپس آنے کا موقعہ مل جائے اور ان کی جگہ وہ دوست قادیان چلے جائیں جو قادیان کے باشندے ہیں اور اپنے مرکز میں واپس جا کر خدمتِ دین کا موقعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ انتہائی کوشش کے باوجود ابھی تک اس معاملہ میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ اس بات کے تو کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان دوستوں اور ان کے عزیزوں کے ساتھ ہمیں دلی ہمدردی ہے مگر میں یہ بات تو ضرور کہوں گا کہ جب تک ہمیں اس معاملہ میں کامیابی نہیں ہوتی ایسے دوست قادیان کے قیام کو ایک نعمت خیال کرتے ہوئے اس سے پورا پورا فائدہ

اُٹھانے کی کوشش کریں۔ انہیں وہ موقعہ حاصل ہے جو احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہنے والا ہے اور انشاء اللہ ان کی آئندہ نسلیں اُن کی اس وقت کی خدمت کا قیامت تک فخر کے ساتھ ذکر کیا کریں گی اور بہر حال یہ ایک عارضی جُدائی ہے۔ وَجَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ اور پھر مومن کی روح تو جسم کی جدائی میں بھی قرب کا لُطف حاصل کرلیا کرتی ہے۔ یہ الفاظ میں نے صرف احتیاط کے طریق پر ہر رنگ کی طبیعت کو مدنظر رکھ کر لکھے ہیں ورنہ حق یہ ہے کہ قادیان کے دوستوں کی طرف سے جس قسم کی للّٰہیت اور فدائیت اور رضاء و محبت اور صبر وسکون کے خطوط مجھے ہر روز پہنچتے رہتے ہیں وہ میرے لئے باعث خوشی ہی نہیں بلکہ یقیناً باعث فخر ہیں۔

بھائیو! آپ میں سے بعض میرے عزیز ہیں بعض دوست ہیں اور بعض بزرگ بھی ہیں ہاں وہی بزرگ جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ابتدائی زمانہ میں حضور کی محبت سے فیض پایا اور پھر اب تک اسی مئے عشق سے بیش از بیش سرشار چلے آتے ہیں۔ خدا آپ کی صحتوں اور عمروں میں برکت عطا کرے اور جس طرح اس نے آپ کی روحوں کو بلند کیا ہے اسی طرح وہ آپ کی زندگیوں کو بھی لمبا فرمائے تا کہ یہ ظاہر کے ٹوٹے ہوئے پیوند پھر اس دُنیا میں مل جائیں جس طرح کہ وہ عالم ارواح میں اب بھی ملے ہوئے ہیں۔ مگر غیب کا علم صرف خدا کے ہاتھ میں ہے اور وہی اس بات کو جانتا ہے کہ اس دُنیا میں کس کی ملاقات مقدر ہے اور کس کی نہیں۔ پس اے ہمارے قادیان کے بھائیو! میں اور ہمارے پاکستانی بھائی آپ سب کو خدا کے سپرد کرتے ہیں وہی خدا جس کی رحمت اور شفقت کے پروں کے نیچے ہم سب کا مشترک بسیرا ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

والسلام

خاکسار مرزا بشیر احمد آف قادیان

حال رتن باغ لاہور

۲۰؍دسمبر ۱۹۴۸ء

(تاریخ احمدیت جلد تیرہ ۱۳ صفحہ: ۹۵ تا ۱۰۰)

اسی طرح حضرت امّ المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے درویشانِ قادیان کے نام جو محبت بھرا پیغام ارسال فرمایا تھا وہ حسب ذیل ہے:

''مجھے آپ کی طرف سے درخواست پہنچی ہے کہ میں قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر آپ کو کوئی پیغام بھیجوں۔ سو میرا پیغام یہی ہے کہ میں آپ سب کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھتی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ آپ بھی مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھتے ہوں گے کہ ایک دوسرے کے متعلق مومنوں کا سب سے مقدم فرض یہ مقرر کیا گیا ہے۔ آپ لوگ بہت خوش قسمت ہیں کہ گزشتہ فسادات اور غیر معمولی حالات کے باوجود آپ کو خدا تعالیٰ نے قادیان میں ٹھہرنے اور وہاں کے مقدس مقامات کو آباد رکھنے اور خدمت بجالانے کی توفیق دے رکھی ہے۔ میں یقین رکھتی ہوں کہ آپ لوگوں کی یہ خدمت خدا کے حضور مقبول ہوگی اور احمدیت کی تاریخ میں ہمیشہ کے لئے خاص یادگار رہے گی۔

میں ۱۸۸۴ء میں بیاہی جا کر قادیان میں آئی اور پھر خدا کی مشیّت کے ماتحت مجھے ۴۷ء میں قادیان سے باہر آنا پڑا۔ اب میری عمر اسی سال سے اوپر ہے اور میں نہیں کہہ سکتی کہ خدائی تقدیر میں آئندہ کیا مقدر ہے مگر بہر حال میں اپنے خدا کی ہر تقدیر پر راضی ہوں اور یقین رکھتی ہوں کہ خواہ درمیانی امتحان کوئی صورت اختیار کرے قادیان انشاء اللہ جماعت کو ضرور واپس ملے گا۔ مگر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو موجودہ امتحان کو صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ برداشت کر کے اعلیٰ نمونہ قائم کریں گے۔

چند دن سے قادیان مجھے خاص طور پر زیادہ یاد آرہا ہے۔ شاید اس میں جلسہ سالانہ کی آمد آمد کی یاد کا پرتو ہو یا آپ لوگوں کی اس دلی خواہش کا اثر ہو کہ میں آپ کے لئے اس موقعہ پر کوئی پیغام لکھ کر بھجواؤں۔

میری سب سے بڑی تمنا یہی ہے کہ جماعت ایمان اور اخلاص اور قربانی اور عمل صالح میں ترقی کرے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش اور دُعا کے مطابق میری جسمانی اور روحانی اولاد کا بھی اس ترقی میں وافر حصہ ہو۔

آپ لوگ اِس وقت ایسے ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں جو خالصتاً روحانی ماحول کا رنگ رکھتا ہے۔ آپ کو یہ ایام خصوصیّت کے ساتھ دُعاؤں اور نوافل میں گزارنے چاہئیں اور عمل صالح اور باہم اخوت واتحاد اور سلسلہ کے لئے قربانی کا وہ نمونہ قائم کرنا چاہئے جو صحابہؓ کی یاد کو زندہ کرنے والا ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ آمین۔'' (الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر صفحہ: ۳۴ و ۳۵)

قادیان کے ماحول میں تبدیلی

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماحول میں تبدیلی بھی پیدا ہوتی گئی۔ اس تبدیلی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشوروں اور دُعاؤں نیز دیگر افراد جماعت کی کوششوں کا پورا پورا ہاتھ تھا۔ قادیان میں آ کر بسنے والوں نے جب درویشوں کے اعلیٰ اخلاق و کردار کو دیکھا تو اُن کی نفرتیں دور ہو گئیں پھر پولیس کی مدد سے احمدی بعض کاموں کے لئے قادیان سے باہر جانے لگے۔ درویش جو صرف ایک محلہ میں قیدیوں کی سی زندگی گزار رہے تھے اُن کے لئے ایک طرح سے رہائی کے سامان پیدا ہو گئے اور درویش بلا روک ٹوک قادیان کے دوسرے محلوں نیز قادیان سے باہر جانے لگے لیکن احتیاطاً پولیس کے آدمیوں کو اپنے خرچ پر ساتھ لیجاتے اور یہ سلسلہ ۱۹۵۰ء تک قائم رہا اس کے بعد حالات کافی حد تک سازگار ہو گئے۔ اس تعلق سے بعض حالات اور خلیفۃ المسیح کے بعض ارشادات تاریخ احمدیت میں درج ہیں وہ ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

''اس سال کی ایک بھاری خصوصیت یہ ہے کہ درویشانِ قادیان جو ہش ۱۳۲۷ تک قادیان میں قیدیوں کی سی زندگی بسر کر رہے تھے اور اپنے حلقے سے باہر پولیس کی حفاظت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتے تھے۔ نہ صرف قادیان کے محلوں میں بلا روک ٹوک جانے لگے بلکہ قادیان کے مضافات اور بعد ازاں بٹالہ میں بھی دو ایک دفعہ صرف مقامی پولیس کو اطلاع دے کر پہنچ گئے ہندو سکھ اصحاب کے نزدیک مسلمانوں کا ان کے درمیان بلا خوف و خطر چلنا پھرنا ایک اچنبھے کی بات تھی اور وہ ایک ہجوم کی شکل میں اکٹھے ہو جاتے تھے ماہِ شہادت/اپریل ۱۳۲۸ہش/۱۹۴۹ء کے پہلے ہفتہ میں کئی درویشوں نے نظامِ سلسلہ سے درخواست کی کہ انہیں کاروبار کی غرض سے بیرونی دیہات اور بٹالہ اور گورداسپور وغیرہ میں جانے کی اجازت دی جائے مگر حضرت مصلح موعودؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرے نزدیک اس سے بچنا چاہئے۔ اِس ہدایت کی روشنی میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مزید یہ نصیحت فرمائی کہ میری رائے میں قدم تدریجی اُٹھانا چاہئے چنانچہ درویشانِ قادیان نے نہایت حزم و احتیاط سے آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا اور انہیں یہ دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی کہ غیر مسلم پبلک کے جذباتِ نفرت میں کافی کمی واقع ہو گئی ہے اور کم از کم بٹالہ اور گورداسپور میں ان کے جانے پر کسی قسم کا کوئی مظاہرہ نہیں ہوا البتہ حیرت و استعجاب کا اظہار ضرور کیا گیا جو ایک طبعی امر تھا۔ اِس صورتِ حال نے درویشوں کے حوصلے بہت بلند کر دئے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے ایک مطبوعہ نوٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ خوشگوار تبدیلی جس سے درویشوں کا دورِ محصوریت اللہ عزّ وجلّ کی عنایت اور فضل و کرم کی بدولت دَورِ رابطہ میں بدل گیا۔ ماہِ

شہادت وہجرت ۱۳۲۸ہش کے دوران ہوئی۔ چنانچہ آپ نے الفضل ۱۰ ر ماہ ہجرت ۱۳۲۸ ہش صفحہ ۲ میں لکھا:

''آہستہ آہستہ نقل وحرکت کی سہولت پیدا ہو رہی ہے چنانچہ ہمارے بعض دوست بعض ضروری کاموں کے تعلق میں متعدد دفعہ بٹالہ جا چکے ہیں اور ایک دفعہ گورداسپور بھی ہو آئے ہیں اور واپسی پر راستہ میں دھاریوال بھی ٹھہرے تھے ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ احتیاطاً چار چار پانچ پانچ کی پارٹی میں جاتے ہیں اور جلد واپس آجاتے ہیں۔''

امیر المومنین سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے گزشتہ سالانہ جلسہ قادیان (۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء) کے موقع پر جوروح پرور پیغام دیا اس میں خاص طور پر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ قادیان میں احمدیوں کے آنے اور قادیان کے احمدیوں کو ہندوستان یونین میں جانے کے متعلق آزاد کرانے کے لئے آپ لوگ باقاعدہ کوشش کریں اور کوشش کرتے چلے جائیں۔''

حضور کے اِس فرمانِ مبارک کی تعمیل میں ہندوستان بھر کی احمدی جماعتوں☆ نے بھارت کے گورنر جنرل، وزیرِ اعظم، ہوم منسٹر، گورنر مشرقی پنجاب اور ہوم منسٹر مشرقی پنجاب کو قرار دادیں پاس کر کے بھجوائیں۔ کہ جماعت احمدیہ ایک پر امن مذہبی جماعت ہے جس کا مذہبی مرکز قادیان ہے جس کی مرکزی تنظیم صدر انجمن احمدیہ ہے اور جسکے ذمہ ہندوستان کی تمام مقامی احمدی جماعتوں کی مذہبی تعلیمی اور اخلاقی نگرانی کا کام ہے فسادات ۱۹۴۷ء کے باعث یہ تعلق منقطع ہو گیا اور مرکز سے عہدیدار، مبلغین اور انسپکٹر جماعتوں کی نگرانی کے لئے نہیں بھجوائے جا سکے اور نہ بیرونی مقامی جماعتوں کے افراد اور عہدیدار ہی قادیان پہنچ کر مذہبی اور اخلاقی امور میں مرکز سے ہدایات لے سکتے ہیں، اِس طرح بھارتی جماعتوں کی تنظیم اور تعلیم و تربیت کو بہت نقصان پہنچ رہا ہے لہٰذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ حکومت ہمارے لئے اپنے مقدس مرکز قادیان میں بلا روک ٹوک کثرت سے جانے کے لئے سفر کی سہولت اور حفاظت کا انتظام فرمائے اور اِس طرح مرکزی عہدیداروں اور مبلغین وغیرہ کے لئے آسانیاں مہیا کرے۔ ہم یہ بھی عرض کرتے ہیں کہ قادیان صرف مرکزی تنظیمی انجمن کا ہیڈ کوارٹر ہی نہیں بلکہ اس میں جماعتِ احمدیہ کے خصوصی اہمیت رکھنے والے مقاماتِ مقدسہ بھی ہیں۔ یہیں بانیٔ جماعتِ احمدیہ پیدا ہوئے اور منصبِ نبوت پر فائز ہوئے خدا کے بے شمار نشانات آپؑ کے ذریعہ ظاہر ہوئے اور آپؑ نے خود اس بستی کے متعلق فرمایا کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے

☆ مثلاً بمبئی، شاہجہانپور، بنارس، دہلی، سہارنپور، کانپور، پٹنہ، جے پور شہر، کلکتہ، لکھنؤ، مظفر پور، کٹک، پوری، بھدرک، مونگھیر، بھاگلپور، سکندر آباد دکن، میرٹھ، الہ آباد، بریلی، علی گڑھ، رانچی، موسیٰ بنی مائنز، فیض آباد، ملکی (بہار)

اورخدا نے اس کو برکت دی ہے۔اندریں صورت قادیان کی زیارت ہمارا مذہبی فریضہ ہے اور ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ بھارتی احمدیوں کے لئے دہلی سے قادیان اور پھر واپسی تک کے لئے سفر کی حفاظتی تدابیر بروئے کار لائی جائیں جس کے لئے عملی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ قادیان جانے والے احمدی جماعتِ احمدیہ دہلی کے مقامی مبلغ و امیر مولوی بشیر احمد صاحب (بلیماراں سٹریٹ) کی معرفت سرکاری افسروں کو مناسب وقت پہلے یہ اطلاع دے دیا کریں کہ فلاں تاریخ کو اتنے افراد قادیان جانا چاہتے ہیں یا مرکزی نمائندے اور دوسرے احمدی فلاں تاریخ کو قادیان سے روانہ ہونا چاہتے ہیں ان ہر دو صورتوں میں سرکاری سطح پر حفاظتی انتظام فرمایا جائے۔حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ۱۵، ۱۶ رنبوت ۱۳۲۸ ہش/ نومبر ۱۹۴۹ء کو مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر جماعتِ احمدیہ قادیان کے نام حسبِ ذیل مکتوب تحریر فرمایا:

''جلسہ قریب آ رہا ہے اب آپ کو پوری طرح کوشش کرنی چاہئے کہ مختلف جگہوں سے پچیس تیس آدمی کم سے کم مستقل مہاجر ہو کر قادیان آ جائیں اور پچیس تیس آدمیوں کو قادیان سے فارغ کر کے ادھر بھجوا دیا جائے کیونکہ غالباً اتنے لوگ وہاں ہیں جو ادھر آنا چاہتے ہیں یا ان کے حالات ایسے ہیں کہ ان کو ادھر بھجوا دینا چاہئے۔اس طرح دس بارہ نوجوانوں کو بلوا کر دیہاتی مبلغوں کی طرح تعلیم دینی چاہئے۔ملکانہ، مالا بار، بہار اور بنگال سے ایسے آدمی منگوانے چاہئیں اس طرح کے اضلاع سے اور جو موجودہ دیہاتی مبلغ ہیں وہ تین سال سے پڑھ رہے ہیں ان کو باہر بھجوانا چاہئے۔تا وہ کام کریں پہلے موجودہ جماعتوں کو سنبھالنے اور ان کو بڑھانے کی کوشش ہونی چاہئے اسکے بعد نئے نئے تبلیغی مرکز مختلف صوبوں میں کھولنے چاہئیں یہ وقت انتہائی کوشش کا ہے کوئی مشکل نہیں کہ اگر آپ لوگ توجہ کریں تو سال ڈیڑھ سال میں لاکھ دو لاکھ کی جماعت ہندوستان میں پیدا نہ ہو جائے۔اگر ایسا ہو جائے تو چھ سات لاکھ سالانہ کی آمد آسانی سے قادیان میں ہوتی رہے گی جو زمانہ کے ساتھ بڑھتی چلی جائے گی اور آپ لوگ پھر مدرسہ احمدیہ، دینیات کالج، ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج وہاں بنانے کی توفیق پالیں گے۔جو زمانہ زندہ رہنے کی کوشش کا تھا اللہ تعالیٰ نے خیریت سے اس زمانہ کو گذار دیا ہے اب آپ نے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔نئے ماڈل سوچنے کا ابھی سوال نہیں قادیان میں جو کچھ پہلے تھا اسے دوبارہ قائم کرنے کے لئے کسی سکیم کے سوچنے کی ضرورت نہیں وہ سکیم تو سامنے ہی ہے اس کے لئے صرف اِن باتوں کی ضرورت ہے۔

اوّل:- قادیان میں عورتوں، بچوں کا مہیا کرنا، اڑیسہ، کانپور اور بہار میں بہت غریب عورتیں مل جاتی ہیں۔جو شادیاں کر سکتی ہیں اُن کی اِن علاقوں میں شادیاں کروایئے اور قادیان میں عورتیں بسوایئے۔

دوم:- ہزاروں ہزار مسلمان جو مارا گیا ہے ان کے بیوی بچے ابھی دہلی اور اس کے گردونواح میں موجود ہیں ایسے پندرہ بیس بچے منگوائیے اور پرائمری سکول کھول دیجئے، دس بیس نوجوان باہر سے وقف کی تحریک کر کے دیہاتی مبلغ بنانے کے لئے منگوائیے اور مدرسہ احمدیہ قائم کر دیجئے۔ اگر پُرانا پریس نہیں ملتا تو نئے پریس کی اجازت لیجئے۔ دستی پریس پتھروں والا ہو یہ سودوسو میں آجاتا ہے بلکہ خود قادیان میں بنوایا جاسکتا ہے اس پر ایک پرچہ ہفتہ وار چھاپنا شروع کر دیجئے آپ لوگوں کے لئے کام اور شغل نکل آئے گا کچھ لوگ کاتب بن جائیں گے کچھ کاغذ لگانے والے اور ہتھی چلانے والے بن جائیں گے اور کئی لوگوں کے لئے کام نکل آئے گا۔ آبادی بڑھے گی تو خالی جگہوں کو دیکھ کر لوگوں کو جو لالچ پیدا ہو جاتا ہے وہ جاتا رہے گا اور جو خالی ٹکڑے پڑے ہیں ان میں نئی عمارتیں بن جائیں گی۔

سوم:- حکیم خلیل احمد صاحب میرے خیال میں اگر وہاں آجائیں یا اور کوئی حکیم تو ایک مطب بھی کھول دیا جائے اور ایک طبیہ کلاس کھول دی جائے دیہاتی مبلغ بھی طب سیکھیں اور مرزا وسیم احمد صاحب بھی طب سیکھ لیں اور ایک بہت بڑا دواخانہ کھول دیا جائے جس کی دوائیں سارے ہندوستان میں جائیں خدا چاہے تو لاکھوں کی آمدنی اِس ذریعہ سے ہوسکتی ہے۔ یہ خط تمام ممبران انجمن کو سُنا دیں تا سب لوگ اِس سکیم کو اپنے سامنے رکھیں اور جلد سے جلد اِس سکیم کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔"

(مثل نمبر ۲۶ دفتر خدمت درویشان ربوہ)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ۶ رشہادت ۱۳۲۸ ہش/ اپریل ۱۹۴۹ء کو بذریعہ مکتوب ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کی جماعتوں کو منظم کرنے کی جو میں نے ہدایت دی ہے اس کے بارے میں یاد رکھیں کہ سب سے اوّل یو۔ پی، بمبئی، بہار اور مدراس کے چندے جمع کرنے پر زور دیں نیز سب جگہوں پر سالانہ جلسے کرانے اور قادیان کے لئے زندگی وقف کرنے پر زور دیں جو اپنے بال بچوں سمیت رہیں۔ اِسی طرح ہندوستان کے احمدی نوجوانوں کو تبلیغ کے لئے وقف ہونے کی تحریک کریں۔

حضور نے اِس مکتوب میں یہ بھی حکم دیا کہ قادیان میں تبلیغی کالج کھول دیں تا ہندوستان میں تبلیغ وسیع ہو سکے۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان ہندوستانی جماعتوں کی تنظیم کے لئے اِس سال صرف یہ قدم اُٹھا سکی کہ نظارت بیت المال کی طرف سے مولوی غلام احمد صاحب ارشد کو یو۔ پی بھجوا دیا جنہوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے اس علاقہ کی جماعتوں کو از سرِ نو منظم کیا اور اُن کا با قاعدہ سروے کر کے احمدی افراد کی فہرستیں تیار

کیں۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۴ صفحہ: ۴۹ تا ۵۴)

قادیان کے ماحول میں تبدیلی تو اصل میں خدا تعالیٰ کے فضل پر منحصر تھی اس کے ساتھ ساتھ درویشوں نے بھی بڑی ہمت اور دلیری سے کام کیا اور حالات جلد بدل گئے۔ اور باہر آنے جانے کی سہولت ہوئی۔ اس کی ایک مثال اس جگہ دینی ضروری خیال کرتا ہوں۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک باغ کوٹھی دارالسلام کے پاس تھا اس میں تقریباً سو قسم کے آم تھے۔ یہ شروع میں ایک آدمی کے نام الاٹ ہوا ایک مرتبہ کمشنر صاحب جالندھر ڈویژن قادیان تشریف لائے تو محترم عبدالحمید صاحب عاجز اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد نے اُن سے ملاقات کر کے اس باغ کے آموں کے انعامات کے سرٹیفکیٹ دکھائے اور اُن کو بتایا کہ یہ باغ کسی فرد کو الاٹ نہ کریں کیونکہ اس میں پانی بھی وقت پر نہیں دیا جاتا اور سب آم برباد ہو جائیں گے اس پر اُنہوں نے پرائیویٹ فرد سے لیکر حکومت کی تحویل میں لے لیا۔ مکرم خواجہ عبدالستار صاحب درویش کا خاندان تقسیم ملک سے قبل بھی یہ باغ خرید کیا کرتا تھا اس لئے اُن کے ذریعہ آموں کی شناخت کروائی گئی اور اس پر نام آویزاں کر دیئے گئے بعد میں اس کی توسیع بھی ہوئی۔ لیکن حکومت کی کم توجہی کی بنا پر اس باغ کا ایک حصہ ضائع بھی ہو گیا اس وقت بھی یہ حکومت کی تحویل میں ہے۔

۱۹۵۰ء میں جب یہ عام نیلامی کے ذریعہ فروخت ہونے لگا تو بعض درویشوں نے اسے خریدنے کا ارادہ کیا۔ جس میں خاکسار کے والد محترم فضل الرحمٰن صاحب درویش مرحوم مکرم خواجہ عبدالستار صاحب درویش مکرم چوہدری عبدالحمید صاحب آڑھتی درویش مرحوم مکرم محمد شفیع صاحب دوکاندار درویش مرحوم وغیرھم بارہ درویش تھے۔ اس وقت محلہ سے باہر جانے پر بھی پابندی تھی۔ ایسے حالات میں اُس کو خرید کر وہاں رکھوالی کرنا بڑی ہمت کا کام تھا۔

اس باغ کو خرید کرنے کے لئے سب سے پہلا مسئلہ دفتر والوں سے اجازت کا تھا۔ مکرم خواجہ عبدالستار صاحب نے بیان کیا کہ ہم مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ہم باغ خرید کرنا چاہتے ہیں ہمیں اجازت دیں لیکن اُنہوں نے انکار کر دیا کہ حالات کے پیش نظر میں اجازت نہیں دے سکتا۔ آپ امیر جماعت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جائیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب ہم اُن کے پاس گئے تو اُنہوں نے بھی غصہ سے جو اُنکا انداز تھا ہمیں ڈانٹ دیا اور فرمایا کہ اس کی اجازت میں نہیں دے سکتا ناظر امور عامہ ہی دے گا۔

ایک لحاظ سے حالات کے پیشِ نظر اجازت دیتے خوف بھی آتا تھا کہ خدانخواستہ کچھ ہو جائے تو ساری ذمہ داری افسران پر آئے گی۔ خیر اس تعلق سے محترم ناظر صاحب امور عامہ کی خدمت میں پھر سے درخواست کی گئی کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے ہم دس بارہ آدمی ہیں اور پھر اگر ہم یوں ہی ڈرتے رہے تو پھر یہ ڈر کب ختم ہو نگے ہمیں تو بہر حال کام کے سلسلہ میں باہر نکلنا ہے اس طرح محلّہ میں کب تک قید رہیں گے۔ بالآخر محترم ناظر صاحب نے اجازت دے دی۔

خواجہ صاحب نے بتایا کہ یہ باغ ہم نے عام نیلامی میں اس وقت بائیس صد روپے میں خرید کیا تھا۔ اور باغ خرید کرنے کے پیچھے نیت نفع حاصل کرنا نہیں تھی نیّت صرف یہ تھی کہ ہم محلّہ سے باہر نکلیں گے باغ میں اذانیں دیں گے اور وہاں نمازیں ادا کریں گے تا کہ خوف دور ہو اور لوگوں پر یہ اثر بھی ہو کہ ہم خوف زدہ نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جب باغ خرید لیا تو دفتر سے ہم نے دو ماہ کی رخصت حاصل کی اس وقت جو پانچ روپے وظیفہ ملا کرتا تھا وہ بھی بند ہو گیا اور روٹی کی قیمت ادا کرنے کا بھی حکم ہوا۔ خیر ہم لوگ باغ میں چلے گئے۔ وہاں سے خاکسار کے والد مکرم فضل الرحمٰن صاحب درویش مرحوم آکر صبح شام لنگر خانہ سے روٹی لیجایا کرتے تھے۔ راستہ میں کبھی کبھی پولیس والے بھی مل جاتے اور پوچھتے، بتانے پر کہ میں باغ سے آرہا ہوں روٹی لینے جا رہا ہوں کچھ نہ کہتے۔ اُن دنوں میں چونکہ رمضان تھا اس لئے روٹی رات کو دو بجے ہی لیجانی پڑا کرتی تھی۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ کبھی کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

خواجہ صاحب نے بتایا کہ ہم نے پہلے دن سے ہی باغ میں اذان دینی اور باجماعت نماز ادا کرنی شروع کر دی۔ اسی طرح پرندوں کو اُڑانے کے لئے ایک ریکڑا بنوا لیا جس میں گندھک اور پوٹاش ڈال کر چلانے لگے رات کو وقتاً فوقتاً چلایا کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ارد گرد کے لوگ ڈر گئے کہ مسلمان یہاں آگئے ہیں اور بم چلاتے ہیں۔ اُن دنوں سردار گوردیال سنگھ صاحب جو بعد میں میونسپلٹی کے صدر ہوئے انہوں نے محلّہ والوں کو جمع کیا اور پولیس اسٹیشن میں ہماری شکایت کر دی کہ یہ لوگ ایک تو رات کو اور دن میں اذانیں دیتے ہیں اور رات کو بم چلاتے ہیں۔ تھانے دار صاحب نے دو پولیس والوں کو باغ میں ہمیں بلانے کے لئے بھیجا۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ میں نے مکرم چوہدری عبد الحمید صاحب آڑھتی سے کہا کہ ہم پولیس اسٹیشن جائیں گے لیکن اس کا علم دفتر والوں کو نہ ہو کیونکہ وہ تو ہمیں پہلے ہی اجازت نہیں دے رہے تھے کہتے ہیں کہ ہم تھانے پہنچے تو وہاں لوگوں کی ایک بھیڑ جمع تھی۔ تھانے دار صاحب نے ہم سے پوچھا کہ باغ میں تم لوگ رہتے ہو اور کیوں رہتے ہو؟ تو ہم نے بتایا کہ ہم ہی رہتے ہیں اور سرکار سے ہم نے باغ خرید کیا ہے

اس کی نگرانی کرتے ہیں۔اس پر اُسنے کہا کہ تم کو پتہ ہے یہ اتنے لوگ یہاں کیوں جمع ہوئے ہیں؟ تو خواجہ صاحب نے کہا کہ ہمیں تو معلوم نہیں کہ لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں اس پر اسنے کہا کہ یہ لوگ اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ تم لوگ وہاں اذان دیتے ہو۔تو ہم نے جواب دیا کہ یہ بات درست ہے کہ ہم وہاں اذان دیتے ہیں۔اسلام میں حکم ہے کہ جہاں دو آدمی جمع ہوں وہاں اذان دیکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی جائے ہم تو وہاں بارہ آدمی ہیں اس لئے ہم اذان دیکر نمازیں پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی اُن کو اذان کا ترجمہ بتایا کہ ہم یہ کہتے ہیں۔اس پر تھانے دار صاحب نے فرمایا کہ اس میں تو کوئی ایسی بات نہیں ہے جو خطرے والی ہو۔اس پر ایک صاحب نے فوراً کہا کہ صاحب یہ رات کو بم چلاتے ہیں۔اس پر اُنہیں بتایا گیا کہ رات کو پھل کو چمگادڑ پڑتا ہے اس کو اڑانے کے لئے ہم نے ریکڑا بنایا ہوا ہے۔بازار سے گندھک اور پوٹاش ملتی ہے اس کو ملا کر اس میں بھر کر چلاتے ہیں تا کہ جانور پھل کا نقصان نہ کرے۔اس پر تھانے دار صاحب نے فرمایا کہ اس میں بھی کوئی حرج کی بات نہیں۔اور حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ ان کو سرکار نے باغ دیا ہے انہوں نے پیسے خرچ کئے ہیں میں ان کو وہاں سے بے دخل نہیں کرسکتا یہ پھل توڑ لینے تک وہیں رہیں گے جاؤ بلا وجہ ہم کو پریشان نہ کیا کرو۔اس طرح خدا تعالیٰ نے تھانے دار صاحب کے دل میں ہماری ہمدردی کے جذبات پیدا فرمادیئے۔

خواجہ صاحب نے فرمایا کہ جب ہم نے دیکھا کہ تھانے دار صاحب ہمارے لئے نرم ہیں درست بات کے حق میں ہیں تو اس موقعہ کو غنیمت جان کر ہم نے اُن سے درخواست کی کہ اب آپ ایک ہماری بھی درخواست سُن لیں اس پر تھانے دار صاحب نے فرمایا کہ ہاں کہو کیا بات ہے۔تو ہم نے بتایا کہ جناب! منوہر سنگھ بھاٹیہ چکی والا ہمیں پستول چلا چلا کر ڈراتا ہے اور ہر روز اس کا یہ کام ہے اس کو منع کریں کہ وہ ہماری طرف پستول کر کے گولیاں نہ چلایا کرے ہمیں ڈر لگتا ہے۔اس پر تھانے دار صاحب نے جناب منوہر سنگھ صاحب چکی والے کو فوراً بلایا اور اس سے پوچھا کہ تمہارے پاس پستول ہے تو اُنہوں نے اقرار کیا کیونکہ وہ لائسنس شدہ تھا۔اس پر اُنہوں نے کہا کہ تم ان کی طرف پستول کر کے گولیاں چلاتے ہو تو فوراً کہنے لگے کہ صاحب میں نشانہ پکا رہا ہوں اس پر تھانے دار صاحب نے غصے کے لہجے میں اُن سے کہا کہ ہاں تم نشانہ پکاتے ہو وہ بھی انہیں لوگوں پر، خبردار اگر آئندہ ان لوگوں نے یہ شکایت کی کہ تم نے گولی چلائی ہے تو میں تمہارا لائسنس کینسل کر دونگا اور پستول بھی ضبط کر لونگا۔اس طرح خدا تعالیٰ نے پورے خوف کے ماحول کو امن میں بدل دیا۔انہوں نے بتایا کہ حقیقت یہ تھی کہ لوگ ہم سے خوف کھاتے تھے اور ڈرتا کوئی باغ میں نہ گھستا تھا۔

(بعد میں پستول والے دوست جماعت کے مداح بن گئے اور انہیں چین نہیں آتا تھاجبتک کہ ہمارے محلّہ میں آکر ملاقات نہ کریں۔

باغ چونکہ بہت بڑا ہے اس کا سارا پھل قادیان میں فروخت ہونا ممکن ہی نہ تھا اس لئے مال بٹالہ اور امرتسر لیجایا جاتا پہلے پہلے تو لوگ ہمیں دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ مسلمان کہاں سے آگئے لیکن جیسے ہی تاجرانہ رابطے قائم ہو گئے تو یہ رابطے دوستی میں تبدیل ہو گئے۔اکثر و بیشتر بٹالہ اور امرتسر مال لیکر خاکسار کے والد ہی جایا کرتے تھے۔اس کے بعد خوف کا ماحول ختم ہوا دفتر بازار بھی ختم ہو گیا اور لوگ اکیلے بھی قادیان کے محلوں بازاروں نیز بٹالہ، امرتسر گورداسپور گھومنے لگے۔وہ زمین جو درویشوں پر تنگ ہوگئی تھی وہ فراخ ہوگئی فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

قادیان سے باہر نکلنے اور درویشانِ کرام سے پیش آنے والے چند ایمان افروز واقعات جو رسالہ الفرقان درویش نمبر میں شائع ہوئے ہیں وہ بھی ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

۱۹۴۹ء میں قادیان کے درویشوں کو موقع ملا کہ وہ قادیان میں محصوریت کی زندگی سے نکل کر بٹالہ، گورداسپور، جالندھر، امرتسر وغیرہ شہروں میں جانے لگے۔اُن دنوں مسلمانوں کا وجود اس قدر اچنبھا اور نادر تھا کہ لوگ ان کو دیکھ کر جوق در جوق اُن کے ارد گرد جمع ہو جاتے اور ان شہروں میں اکثر اوقات ایسا نظارہ سامنے آتا کہ آگے آگے چند درویش صفت احمدی جا رہے ہیں اور ان کے پیچھے اور ارد گرد ہندوؤں اور سکھوں کا جمِ غفیر جلوس کی شکل میں چل رہا ہے۔اُن ایام میں کئی دفعہ ایسا بھی موقعہ آیا کہ ارد گرد اکٹھے ہونے والے لوگوں میں سے بعض سب و شتم سے کام لیتے، بعض متحیّرانہ نگاہوں سے دیکھتے، بعض مسلمانوں کے نادر الوجود ہونے کی وجہ سے ان سے محبت اور ملائمت سے پیش آتے۔

اِس ضمن میں یہ واقعہ قابلِ ذکر ہے کہ ایک دفعہ ہمارے ۲دو درویش یعنی مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. رات نو بجے کے قریب جالندھر کے ایک چھوٹے بازار سے گزر رہے تھے۔بعض بچوں نے جو وہاں پر کھیل رہے تھے انہیں اسلامی لباس اور شکل میں دیکھ کر بعض ناپسندیدہ نعرے لگائے۔گو انہیں ان نعروں کے سُننے سے تکلیف ہوئی لیکن وہ بغیر جواب دینے کے آگے کی طرف بڑھتے گئے۔ابھی دس پندرہ قدم کا فاصلہ طے کیا تھا کہ ایک بڑے بازار کا چوک سامنے آگیا اور ان کا ایک معمر سکھ سردار بھولا سنگھ صاحب سے سامنا ہوا۔اُس بزرگ سکھ نے انہیں دیکھتے ہی بلند آواز سے کہا کہ کیا آپ قادیان کے احمدی بھائی ہیں؟ اثبات میں جواب سُن کر انہوں نے بلند آواز سے تین دفعہ کہا ’’قادیان

کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو۔'' ''قادیان کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو۔'' ''قادیان کے احمدیوں پر خدا کی رحمت ہو۔'' یہ آواز سُنکر اور ہمارے درویش بھائیوں کو دیکھ کر اُس چوک میں بڑا اجتماع ہو گیا جس کو دیکھ کر سردار صاحب موصوف اور بھی جوش میں آگئے اور حاضرین سے مخاطب ہو کر اونچی آواز سے کہنے لگے کہ میں احمدیہ جماعت کی یونہی فرضی تعریف نہیں کرتا بلکہ اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں میں قلعہ گوجر سنگھ لاہور کا رہنے والا ہوں۔ میرے پڑوس میں کئی احمدی احباب رہتے تھے۔ (جن میں سے محترم میاں محمد شریف صاحب E.A.C کا نام مجھے ابھی تک یاد ہے) اس کے علاوہ بھی بہت سے احمدی معززین کے ساتھ میرے ذاتی تعلقات رہے ہیں۔ میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں کہ جو اخلاق اور روحانیت احمدیہ جماعت میں پائی جاتی ہے اُس کا نمونہ نہ سکھوں میں ہے، نہ ہندوؤں میں ہے، نہ عیسائیوں میں ہے، اور نہ کسی اور قوم میں ہے۔ وہ اسی طرح احمدیہ جماعت کی تعریف تقریباً آٹھ دس منٹ کرتے رہے اور جب ہمارے دوست اُن سے رخصت ہونے لگے تو اُنہوں نے اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے کہا کہ ''آپ لوگ بہشت میں رہتے ہیں۔''

(۲) وہاں سے روانہ ہو کر جب یہ دونوں درویش بھائی ریلوے سٹیشن جالندھر پر آئے (کیونکہ ان کا دہلی جانے کا پروگرام تھا) اور گاڑی میں انٹر کلاس کے ڈبہ میں داخل ہوئے تو سامنے کی سیٹ پر ایک ہندو دوست نے انہیں مخاطب ہو کر کہا کہ ''آؤ قادیان کے احمدی بھائیو میرے پاس بیٹھو۔'' جب وہ انکے پاس بیٹھ گئے تو وہ صاحب سب ہمسفروں کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ میں نے احمدی لوگوں کو خاص طور پر اپنے پاس بٹھایا ہے کہ اس جماعت کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ میں اس وقت لاکھ پتی ہوں اور کامیابی کے ساتھ اپنا رنگ سازی کا کاروبار چلا رہا ہوں۔ میرے مکانات اور دُکانیں اور رنگ سازی کے کارخانے کرموں ڈیوڑھی امرتسر میں ہیں میری دو دکانوں میں ایک نیک اور پاکباز احمدی مستری غلام نبی صاحب مِس گر کرائے دار تھے۔ بعض مسلمان اُن کی مخالفت کرتے تھے اور اصرار کرتے تھے کہ اس مرزائی کو دکان سے نکال دیں۔ میں اُن کو جواباً یہ کہتا تھا کہ مستری صاحب ایک نیک اور بزرگ آدمی ہیں اور یہ باقاعدہ کرایہ ادا کرتے ہیں میں کس قصور پر ان کو دکان سے نکال دوں، میں ایسا ظلم نہیں کر سکتا۔ ایک دفعہ مسلمان معززین کا ایک وفد میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مستری صاحب کے مسگری کے کام کی وجہ سے اُن کی باجماعت نماز میں جو قریب کی مسجد میں ہوتی ہے خلل آتا ہے۔ میں نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ مسجد کافی دور فاصلہ پر ہے اور مستری صاحب کے تانبا کے برتن بنانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ مسجد تک نہیں پہنچتی۔ تاہم میں نے مستری

صاحب کو بتایا کہ اس طرح ایک وفد نے اُن کے متعلق یہ اعتراض کیا ہے۔ مستری صاحب ایک نہایت نیک اور سلیم الطبع انسان تھے وہ کہنے لگے کہ جہاں تک ان معززین کے اعتراض کا سوال ہے بالکل غلط ہے، ان کی نماز میں میرے برتن سازی کے کام کی وجہ سے کوئی خلل نہیں آتا تاہم میں انکی دلجوئی کی خاطر یہ کر سکتا ہوں کہ جب اذان شروع ہو تو میں اپنا کام بند کر دیا کروں گا اور نماز ختم ہونے کے بعد کام شروع کیا کروں گا۔ میں مستری صاحب کی اس معاملت اور تعاون کی روح سے بہت متاثر ہوا اور میں نے کہا خواہ کچھ بھی ہو میں آپ کو اپنی دکان سے نہیں نکالوں گا۔ جب ۴۷ء میں امرتسر میں آتش زنی کی وارداتیں کثرت سے شروع ہوئیں تو ایک دن اُن دکانوں سے جن میں مستری صاحب کرایہ دار تھے ملحقہ تین منزلہ مکان آتش زدگی کے نتیجہ میں دھڑام سے نیچے گرا اور اُس کے جلتے ہوئے شہتیر اور کڑیاں دکانوں کے دروازوں کے ساتھ ٹکرانے لگیں۔ آگ اس قدر وسعت اختیار کر چکی تھی کہ کوئی شخص دروازوں کے نزدیک نہ آ سکتا تھا۔ ہم لوگ دور سے آتشزنی کا یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور میں اس بات سے خوفزدہ اور پریشان تھا کہ ان شہتیروں اور کڑیوں سے اب دکانوں کے دروازوں میں آگ لگے گی۔ اور دکانوں کے جلنے کے بعد ان کے ساتھ ملحقہ کمرہ میں جورنگ سازی کا بھڑکیلا سامان (Explosure Material) رکھا ہوا ہے وہ آگ میں جل کر خاک سیاہ ہو جائے گا۔ لیکن یہ پرماتما کی عجیب قدرت تھی کہ مستری صاحب کی نیکی اور عبادت گزاری کی برکت سے آگ کو بریک لگ گئی اور وہ ان دکانوں کو جلا نہ سکی اور آج میں اس نیک احمدی کی بدولت لاکھوں کا کاروبار چلا رہا ہوں۔ ان حالات میں میں احمدیہ جماعت کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔

(۳) ۱۹۵۰ء کے قریب کا واقعہ ہے کہ ابھی مشرقی پنجاب کی فضا پورے طور پر معمول پر نہیں آئی تھی اور درویش حضرات قادیان سے باہر دوسرے شہروں میں اکٹھے ہو کر سفر کیا کرتے تھے کہ ایک دفعہ جب بعض دوست جن میں شیخ عبدالحمید صاحب عاجز، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ مولوی برکات احمد صاحب راجیکی، اور فضل الٰہی خان صاحب وغیرہ شامل تھے کسی کام کے لئے امرتسر گئے اور وہاں پر ریلوے سٹیشن کے سیکنڈ کلاس ویٹنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے اُس وقت ان کے علاوہ پانچ سات ہندو سکھ معززین بھی ویٹنگ روم میں بیٹھے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا اور ہمارے درویش بھائیوں نے نیچے کپڑا بچھا کر باجماعت نماز ادا کی جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک فوجی افسر جو انہیں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہا تھا آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے جواباً کہا کہ ہم قادیان کے احمدی مسلمان ہیں یہاں پر نجی ضرورت کے لئے آئے تھے اور اب گاڑی پر واپس جائیں گے۔ وہ کہنے لگا کہ جب آپ لوگ ویٹنگ

روم میں داخل ہوئے تھے تو آپ کے لباس اور شکل وصورت سے میں نے یہی سمجھا کہ آپ مسلمان ہیں لیکن مجھے آپ سے کہنے کی جرأت نہ ہوئی میں خود بھی مسلمان ہوں میرا اصل وطن مدراس ہے اور ریاست کشمیر میں فوجی ڈیوٹی پر متعین ہوں لیکن میرا یہ حال ہے کہ جب میں مشرقی پنجاب سے گزرتا ہوں تو یہاں کے غیر معمولی حالات اور مسلمانوں سے اس علاقہ کے یکسر خالی ہونے سے میں کبھی اپنا نام بھی کسی کو نہیں بتاتا لیکن آپ لوگ یہاں سب کے سامنے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی میں کچھ خوف محسوس نہیں کرتے بلکہ احباب نے کہا کہ ہم یہاں امرتسر میں ہی نہیں بلکہ پلیٹ فارم پر اور ویٹنگ روم میں یا ٹرین میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں اور ہمیں خوف محسوس نہیں ہوتا حقیقی بات یہ ہے کہ جہاں تک جرأت اور بہادری کا سوال ہے آپ بوجہ فوجی افسر ہونے کے ہم سے زیادہ جری ہیں لیکن جہاں تک زندہ ایمان کا تعلق ہے وہ نعمت آپ کو حاصل نہیں ہوئی۔ لہذا آپ اپنے نام کو چھپاتے ہیں۔ پھر درویش بھائیوں نے ان کو جماعت کا لٹریچر دیا اور قادیان کے متعلق زیادہ حالات بھی سُنائے جسے سُن کر وہ بہت محظوظ ہوئے۔

(۴) ابتدائی زمانۂ درویشی کی بات ہے ہمارے چند درویش بھائی جن میں مولوی برکات احمد صاحب راجیکی، شیخ عبدالحمید صاحب عاجز، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور فضل الٰہی خان صاحب وغیرہ شامل تھے قادیان سے گاڑی میں سوار ہو کر بٹالہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ مقامی انچارج پولیس بطور اسکورٹ (Escort) کے تھا۔ انٹر کلاس کے ڈبہ میں اور بھی بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور جماعت کے متعلق تبلیغی باتیں ہو رہی تھیں۔ جب وہ بٹالہ سٹیشن پر اُترے تو اُن کا ایک ہم سفر معزز سکھ آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ آپ لوگوں نے یہ تبلیغی باتیں یہیں کی ہیں اگر لدھیانہ کی طرف آؤ تو ایک سیکنڈ میں تمہیں بہشت میں داخل کر دوں (اس کا مطلب یہ تھا کہ گولی مار کر ہلاک کر دوں) ہمارے دوستوں نے خندہ پیشانی سے جواب دیا 'سردار' صاحب ہم پہلے ہی بہشت میں رہتے ہیں اور آپ کو ہمیں بہشت میں داخل کرنے کی تکلیف کی ضرورت نہیں۔ یہ سُن کر اُس نے اپنا فقرہ دہرایا کہ میں ذمہ دار آدمی ہوں اور ذمہ داری سے بات کرتا ہوں کہ اگر تم لوگ لدھیانہ کی طرف آؤ تو میں ایک سیکنڈ میں تم کو بہشت میں داخل کر دوں ہمارے احباب نے بھی اپنا جواب دُہرایا یہ بات اُس وقت تو رفع دفع ہو گئی۔ اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے سلسلۂ حقہ کے نام لیواؤں کے لئے اُس سکھ 'سردار' کی اس تعلّی اور تکبّر کا انتقام لینے کا فیصلہ فرمایا اور وہ اس طرح کہ لدھیانہ کے گورنمنٹ کالج کی طرف سے والی بال کے ٹورنامنٹ کا انتظام کیا گیا۔ منتظمین کو کسی نے بتایا کہ قادیان کے احمدی مسلمانوں کی والی بال کی ایک ٹیم ہے وہ اگر لدھیانہ میں

آئے تو لوگوں کا اشتیاق اور دلچسپی اور بھی بڑھ جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے احمدیہ جماعت کے نام اپنا دعوت نامہ جاری کر دیا۔ درویشوں کی والی بال کی ٹیم معمولی قسم کی تھی چند نوجوان صرف ورزش کی خاطر تھوڑا بہت کھیل لیا کرتے تھے۔ جب یہ دعوت نامہ موصول ہوا تو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اپنے والی بال کے کھلاڑیوں کو لے کر لدھیانہ پہنچ گئے۔ باوجود پریکٹس کی کمی کے درویش بھائیوں کی ٹیم بفضلہٖ تعالیٰ دو میچ جیت گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت شہرت وعزت دی۔ میچ کے بعد ہمارے احباب دار البیعت دیکھنے کے لئے گئے اور وہاں جا کر دعا کی اور نماز ادا کی۔ لدھیانہ کے لوگ ان احمدی مسلمانوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ شخص جس نے ہمارے دوستوں کو بٹالہ میں چیلنج دیا تھا جو گورنمنٹ کالج لدھیانہ کا پروفیسر تھا وہ وہاں کہیں نظر نہ آیا۔ فسبحان الذی اخزی الاعادی۔

(مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے بیان کیا کہ پروفیسر صاحب نے جب چیلنج کیا تھا اس وقت قادیان کا تھانیدار بھی وہاں موجود تھا جس نے بٹالہ پلیٹ فارم پر اُتر کر ہمیں کہا کہ ایسے حالات میں میں بھی اس پروفیسر کو کچھ کہنے کی ہمت نہیں پاتا۔ لیکن بعد میں پروفیسر صاحب اُن کی اھلیہ اور قادیان کے اُن کے عزیز واقارب جلد ہمارے دوست بن گئے)

(۵) ۱۹۵۱ء کی بات ہے کہ ہمارے چند درویش امرتسر گئے۔ جب وہ ہال بازار سے گزر رہے تھے تو ایک چھوٹے قد کا شخص ان سے ملاقی ہوا (وہ ایک سکول میں ڈرائنگ ماسٹر تھا) اور اُس نے وفورِ محبت سے سب سے معانقہ کیا اور انہیں اپنے گھر لے گیا۔ وہاں جا کر اُس نے کہا کہ میں احمدیہ جماعت کے اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوں تقسیم ملک سے کئی سال پہلے میں شام کی گاڑی سے قادیان پہنچا۔ مجھے ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موگا کے گھر جانا تھا، مجھے ان کے گھر کا پتہ معلوم نہ تھا۔ رات اندھیری اور آسمانی ابر آلود تھا۔ جب میں پلیٹ فارم سے باہر آیا تو میرے سامنے دس گیارہ سال کا ایک احمدی بچہ کھڑا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں نے ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب موگا کو ملنا ہے کیا تم بتا سکتے ہو کہ اُن کا مکان کس محلّہ میں ہے؟ اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب کا مکان محلّہ دارالشکر میں ہے لیکن اس اندھیری رات میں آپ کا اس محلّہ میں پہنچنا اور مکان کو تلاش کرنا بہت مشکل ہے میں خود آپ کے ساتھ جا کر ان کے مکان تک پہنچا آتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے میرا بیگ اٹھا لیا اور مجھے ڈاکٹر صاحب کے مکان تک لے آیا۔ میں نے اس کی بے لوث خدمت کے پیش نظر کچھ نقدی دینی چاہی لیکن اس بچہ نے سختی سے انکار کیا اور کہا کہ آپ ہمارے مہمان ہیں، آپ کی خدمت اور راہنمائی میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے، اجرت کا سوال نہیں۔

انہوں نے بتایا کہ مجھے یہ واقعہ ساری عمر نہیں بھول سکتا اور جو اثر احمدیہ جماعت کے اخلاق کا مجھ پر ہوا ہے وہ نا قابلِ فراموش ہے۔ چنانچہ ماسٹر صاحب نے مٹھائی اور لیمونیڈ سے ہمارے احباب کی تواضع کی اور بس سٹینڈ تک اُن کے ساتھ آئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد جب ہمارے کچھ دوست امرتسر گئے تو اُن کے خلوص کی وجہ سے ان کی رہائش گاہ پر بھی گئے۔ اُس وقت اُن کی جسمانی حالت اچھی نہ تھی لیکن پھر بھی وہ دوپہر کی گرمی میں ہمارے دوستوں کی تواضع کے انتظام کے واسطے بازار تک گئے۔ جب درویش بھائی واپس جانے لگے تو وہ اس بچے کا واقعہ دُہراتے ہوئے ان کے ہمراہ بس سٹینڈ تک گئے۔ دوستوں نے ان کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ان کو بار بار کہا کہ وہ ساتھ نہ جائیں لیکن انہوں نے کہا کہ جب احمدیہ جماعت کا ایک بچہ مجھے منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے آیا تھا تو میرا بھی فرض ہے کہ میں آپ کو بس کے اڈے تک الوداع کہوں بعد ازاں جب بھی دوستوں کی اُن سے ملاقات ہوتی وہ تکلیف اٹھا کر بھی سٹیشن یا بس سٹینڈ تک ہمارے دوستوں کو الوداع کرتے تھے۔

(٦) ملک کے مشہور صحافی سردار دیوان سنگھ صاحب مفتون ایڈیٹر اخبار ریاست دہلی کو احمدیہ جماعت کے ساتھ جو عقیدت اور حسنِ ظن پیدا ہوا اس کی ابتداء بھی ایک چھوٹے سے واقعہ سے ہوئی۔ انہوں نے عند الملاقات بیان کیا کہ مجھے گھر کے کام کے لئے ایک نوکر کی ضرورت تھی۔ میں نے احمدیہ جماعت کی امانت و دیانت کی شہرت کے پیش نظر ایک احمدی لڑکا جس کی عمر گیارہ سال کے قریب تھی اپنے ہاں ملازم رکھا۔ وہ کچھ عرصہ تک میرے گھر کا سودا سلف اور گھر کا دیگر نجی کام مستعدی سے کرتا رہا۔ ایک دفعہ میں نے اس کو چالیس روپے کے قریب دیئے اور بعض اشیاء خرید لانے کے لئے کہا۔ وہ اشیاء خریدنے کے لئے بازار تو چلا گیا لیکن واپس نہ لوٹا۔ مجھے اِس بات سے بہت تکلیف ہوئی کہ یہ لڑکا احمدی ہونے کے باوجود دھوکہ دیکر چلا گیا ہے میرے دل میں کئی قسم کے توہمات جماعت احمدیہ کے متعلق پیدا ہوتے رہے۔ اس واقعہ پر کئی ماہ گزر گئے تو مجھے اُس لڑکے کا خط ملا جس میں اُس نے لکھا تھا کہ جب میں سودا لینے کے لئے گھر سے نکلا تو مجھے اپنی والدہ کی تشویشناک علالت کا تار ملا۔ میں اُس پریشانی اور غم کی وجہ سے نہ آپ کو اطلاع دے سکا اور نہ ہی آپ کی رقم واپس کر سکا اور والدہ کی عیادت کے لئے چلا آیا۔ اُس وقت سے اب تک اپنی والدہ کی خدمت و بیمار پرسی کرتا رہا۔ اب چند روز پہلے میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ مجھے بہت شرمندگی ہے کہ میرے اچانک بغیر اطلاع چلے آنے سے آپ کو تکلیف ہوئی ہوگی اب میرے حالات آپ کی ملازمت کرنے کے قابل نہیں لہذا میں آپ کی رقم جو لایا تھا وہ بذریعہ منی آرڈر واپس ارسال کر رہا ہوں۔

انہوں نے بتایا کہ یہ خط پڑھ کر مجھے اُس بچے کی امانت اور دیانت کے متعلق بڑی خوشی ہوئی اور احمدیہ جماعت کے متعلق میرا جو خوش کن تصور تھا وہ اور بھی پختہ ہو گیا۔ بعد میں کئی احمدی احباب سے مراسم پیدا ہوئے اور احمدیہ جماعت کے متعلق میرا خیال زیادہ سے زیادہ اچھا ہوتا گیا۔ کیونکہ یہ جماعت اپنی امانت، دیانت اور رواداری میں ایک خاص مقام رکھتی ہے۔

(۷) قادیان میں تقسیم ملک کے بعد پولیس کے کئی قسم کے کارکن اور افسر متعین ہوئے جو اپنے فرائض ادا کرتے رہے۔ چونکہ عام طور پر پولیس کے افسران کو تاریک پہلو اور نکتہ چینی کا رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے اسلئے درویشی کے ابتدائی زمانہ میں جب حالات ابھی معمول پر نہ آئے تھے اور مغربی پاکستان سے آنے والے پناہ گزین بوجہ زخم خوردہ ہونے کے قادیان کے درویشوں کے متعلق بدظن اور شکوہ کناں تھے اور پُرانے باشندوں میں سے بھی بعض مخالفین از راہ کینہ وتعصب غلط رپورٹیں جماعت کے خلاف پہنچاتے رہتے تھے۔ اُن دنوں ایک سب انسپکٹر پولیس جو سی. آئی. ڈی. کے محکمہ سے تعلق رکھتے تھے معاندین کے خیالات سے متاثر ہو کر درویشانِ کرام کے متعلق ناواجب کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔

ایک دن وہ جناب ناظر صاحب امور عامہ قادیان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بعض افسران احمدیہ جماعت کے تاریخی حالات اور کوائف دریافت کرتے ہیں لہذا مجھے کچھ لٹریچر دیا جائے تا کہ میں اس کے مطالعہ سے ازخود جماعت کے حالات بتا سکوں۔ ناظر صاحب امور عامہ نے اس کو اسلامی اصول کی فلاسفی، رسالہ پیغام صلح اور کچھ دیگر لٹریچر مطالعہ کے لئے دے دیا۔ تین چار روز کے بعد وہ دوبارہ آئے اور یہ اطلاع دی کہ پہلا لٹریچر وہ پڑھ چکے ہیں کچھ اور لٹریچر دیا جائے تا کہ سلسلہ کے متعلق واقفیت وسیع ہو سکے۔ ناظر صاحب موصوف نے براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدیں جو اتفاق سے اُن کے پاس تھیں اُنکو دے دیں۔ اس کے چار پانچ روز بعد جولائی کے مہینہ میں سخت دھوپ اور تمازتِ آفتاب کے وقت وہ جناب ناظر صاحب امور عامہ کے رہائشی مکان پر آئے۔ جب ان سے اس شدتِ گرمی میں دوپہر کے وقت آنے کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ میرے ساتھ عجیب واقعہ پیش آیا ہے جسکو بتانے کے لئے آیا ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ جو کتاب آپ نے مجھے دی ہے اِس میں جادو بھرا ہوا ہے۔ میں کئی روز سے اِس کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا اور آج بھی مکان کے اندر کے کمرہ میں اس کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ مجھے کچھ تھکاوٹ سی محسوس ہوئی میں نے کتاب کو تکیہ کے ایک طرف رکھ دیا اور اس کے مضامین پر لیٹے ہوئے غور کرنے لگا کہ دفعتاً مجھے زور سے یہ الفاظ سُنائی دیئے کہ ”خدا کی قسم حضرت محمدؐ صاحب سچے رسول ہیں“ میں یہ پُر شوکت الفاظ سُن کر حیرت میں پڑ

گیا۔ میرا مکان تین منزلہ ہے۔ جس کمرہ میں میں لیٹا ہوا تھا وہ مکان کے اندرونی حصہ میں ہے۔ باہر سے کوئی آواز وہاں سُنائی نہیں دے سکتی۔ احمدیوں کا محلّہ میرے مکان سے دو فرلانگ سے بھی زیادہ دور ہے اور اِس گرمی اور دوپہر میں کسی احمدی دوست کا میرے گھر کے پاس سے گزرنا ممکن نہیں پھر یہ آواز کیسے اور کہاں سے آئی؟ میں یقین کرتا ہوں کہ یہ آواز آسمانی اور خدائی آواز ہے جو حق بات کو واضح کرنے کے لئے مجھے سُنائی گئی ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ اس واقعہ کے بعد انسپکٹر صاحب موصوف کا مخالفانہ رویہ عدل وانصاف اور ہمدردی میں تبدیل ہو گیا۔ اور نہ صرف یہ کہ وہ احمدیہ جماعت کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے لگے بلکہ جب اُن کا تبادلہ قادیان سے ضلع فیروز پور میں ہو گیا تو وہاں سے بھی اس واقعہ کی وجہ سے اُن کی احمدیہ جماعت کے ساتھ دلچسپی قائم رہی اور انہوں نے اپنے بعض خطوط میں جو انہوں نے قادیان کے غیر مسلموں کو تحریر کئے یہ بات تاکیداً لکھی کہ قادیان کے احمدی مسلمان بہت شریف الطبع ہیں۔ حسنِ اخلاق سے متصف ہیں۔ پس ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے۔ (محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. مرحوم کا بیان ہے کہ ان صاحب نے نماز بھی یاد کرنا شروع کی۔ ان صاحب پنڈت یوگراج صاحب کا جماعت کی ہمدردی کی وجہ سے تبادلہ کر دیا گیا۔ ایک دفعہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب، محترم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب، محترم شیخ عبد الحمید عاجز صاحب اور خاکسار ایک رشتہ کے معاملہ میں چندیگڑھ گئے تھے۔ وزیر داخلہ سے ملاقات کی تھی۔ بعد میں پنڈت جی نے کہا کہ میں اب ڈی.ایس. پی، سی.آئی.ڈی. ہوں۔ آپ صاحبان میرے سارے ہم پلہ افسران کو تبلیغ کریں۔ چنانچہ تبلیغ کی گئی۔ اب وہ وفات پا چکے ہیں۔)

(۸) خدا کی تائید اور نصرت کو جملہ درویشانِ کرام نے زمانۂ درویشی میں بارانِ رحمت کی طرح بار بار نازل ہوتے دیکھا ہے۔ قادیان کے میونسپل الیکشن کے تعلق میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل ایمان افروز نشانات ظاہر ہوئے۔ جو مختصراً ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں:

(الف) تقسیم ملک سے پہلے قادیان کی آبادی نوے فیصد کے قریب احمدی تھی اور سوائے ایک دو محلوں کے جن میں ہندو، سکھ اور غیر احمدی مسلمان آباد تھے دیگر سب محلے احمدی آبادی سے معمور تھے جن میں میونسپل انتخاب کی چنداں ضرورت نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بعد مشورۂ احباب ہر وارڈ کے متعلق فیصلہ فرما دیتے تھے اور احمدی دوست میونسپل کمشنر مقرر ہو جاتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد چونکہ احمدی آبادی کا اکثر حصہ قادیان سے ہجرت کر گیا تھا اسلئے دوسرے شہروں کی

طرح قادیان کے احمدی ممبرانِ کمیٹی کے نام سرکاری گزٹ کے ذریعہ سے منسوخ کر دیئے گئے۔ ان منسوخ شدہ اسماء میں غلط طور پر محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب (امیر جماعت احمدیہ قادیان) کا نام بھی درج تھا۔ اس غلطی کی درستی کے لئے سلسلہ کی طرف سے ضلع کے افسران اور حکومت پنجاب کو توجہ دلائی گئی کہ چونکہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے قادیان سے ہجرت نہیں کی بلکہ مستقل طور پر قادیان میں مقیم ہیں اسلئے بطور مہاجر کے ان کا نام ممبری سے خارج نہ ہونا چاہئے تھا۔ اِس بارے میں جماعت کا ایک وفد مسٹر بھیم سین سچر وزیر اعلیٰ پنجاب سے گورداسپور میں ملاقی ہوا۔ اس وقت ضلع کے ڈپٹی کمشنر مسٹر سروپ کرشن I.C.S بھی موجود تھے۔ وفد کی بات کو سُن کر جناب چیف منسٹر صاحب نے یہ جواب دیا کہ اگر چہ مولوی صاحب قادیان میں مقیم ہیں اور انہوں نے ہجرت نہیں کی تاہم چونکہ اُن کی فیملی مہاجر بن چکی ہے لہذا وہ بھی ممبر نہیں رہ سکتے۔ اس جواب کو سُن کر اراکین وفد کو بہت مایوسی اور تکلیف ہوئی۔ وہ اسی حالتِ افسردگی میں قادیان واپس لوٹے ۔لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف تھا کہ دو دن کے بعد مسٹر شری نکیش صاحب کمشنر جالندھر ڈویژن کی ہمدردی اور کوشش سے مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو بطور ممبر کمیٹی کے بحال کر دیا گیا۔

(ب) بعد ازاں جب ۵۳ء میں میونسپل انتخاب نئے سرے سے ہوا اور جماعت کی ریزرویشن کی درخواست بھی نامنظور ہوگئی تو سلسلہ کی طرف سے باقاعدہ انتخاب لڑنے کی کارروائی شروع کی گئی احمدیہ حلقہ والے وارڈ میں ساڑھے سات سو کے قریب ووٹ تھے جن میں سے احمدی ووٹر زیادہ سے زیادہ دوصد تھے۔ جو غیر مسلم بطور پناہ گزین کے اس وارڈ میں رہائش پذیر ہوئے تھے وہ غیر معمولی حالات اور زخم رسیدہ ہونے کی وجہ سے جماعت کے امیدوار کو چند ووٹ دینے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ دوسرے مخالف امیدوار یعنی حکیم کرتار سنگھ صاحب بھاٹیہ قوم سے تعلق رکھتے تھے اور اس وارڈ میں اکثریت اسی قوم کی تھی حکیم کرتار سنگھ صاحب شہر میں بہت اثر و رسوخ پیدا کر چکے تھے۔ وہ کانگریس کے سرگرم ممبر تھے نیز ان کا کاروبار بھی بہت نفع رساں تھا۔ لہذا طبعی طور پر احبابِ جماعت کو اس بات کا خوف تھا کہ مذکورہ حالات میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ چنانچہ اس بارے میں جماعت کی طرف سے ایک چٹھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود کی خدمت میں ربوہ لکھی گئی جس میں اختصار کے ساتھ پُر خطر حالات کا ذکر کر کے دعا کی درخواست کی گئی۔ اسکے جواب میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مندرجہ ذیل ارشاد فرمایا:-

''اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور فرمائیگا''

حضور کے یہ دعائیہ الفاظ پیشگوئی کا رنگ رکھتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا تصرف عجیب رنگ میں ظاہر ہوا باوجود شدید مخالفت اور نا مساعد حالات کے جماعت والے وارڈ میں ۵۶۲ پول شدہ ووٹوں میں سے ۲۷۲ ووٹ جماعت احمدیہ کے نمائندہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے حق میں پڑے۔ حکیم کرتار سنگھ صاحب کو ۲۴۸ ووٹ ملے اور بقیہ ووٹ دیگر دو امیدواروں کو حاصل ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اِس الیکشن میں دوسرے وارڈوں میں جو معزز اور صاحب اثر سکھ و ہندو افراد کھڑے ہوئے تھے وہ باوجود کامیابی کا یقین رکھنے کے شکست کھا گئے۔ لیکن جماعت احمدیہ کا نمائندہ باوجود بے سروسامانی اور حالات کی نا مساعدت کے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کے نتیجہ میں کامیاب ہو گیا۔ فالحمدللہ۔ (محترم ملک صلاح الدین صاحب نے فرمایا کہ ایک صاحب بھاٹیہ کے مقابل کھڑے ہوئے۔ اور ووٹر بھاٹیہ صاحب کی کسی بات سے ناراض ہو گئے۔ اور غیر مسلم ووٹ اس طرح تقسیم ہوئے۔ اور حضرت مولوی صاحب کامیاب ہو گئے۔) قارئین کو خاکسار یہ بھی بتانا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ نہ صرف آئندہ ہر انتخاب میں کامیاب ہوتے رہے بلکہ اپنی وفات تک بطور صدر بلدیہ کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

(ج) تقسیم ملک کے بعد دوسرے انتخاب میں درویشوں کے اہل و عیال کی واپسی، اور نئی شادیوں کے باعث احمدی ووٹوں کی تعداد اپنے وارڈ میں تسلی بخش ہو گئی تھی اور احباب پر امید تھے کہ اگر انہیں غیر مسلموں کے ووٹ حاصل نہ بھی ہو سکے تب بھی کامیابی یقینی ہے۔ چنانچہ اس پوزیشن کی اطلاع سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں کی گئی۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ''صرف اپنے ووٹ لینے کافی نہیں ہیں دوسروں کے ووٹ حاصل کرنے کی بھی کوشش کی جائے۔ اس سے جماعت کا رعب قائم ہوتا ہے۔''

چنانچہ حضور کے ارشاد کے ماتحت احباب نے اپنے وارڈ کے غیر مسلم ووٹروں کو بھی کنوینسنگ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت سے سکھ اور ہندو دوست بھی ہمارے نمائندہ کے حق میں ووٹ ڈالنے کے لئے تیار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے سلسلہ حقہ کے حق میں اس طرح موافق ہوا چلائی کہ مقابل کا امیدوار اور اس کا ساتھی سخت مرعوب ہوئے یہاں تک کہ مدمقابل امیدوار مدن لال خود بھی ووٹ دینے کے لئے پولنگ بوتھ پر حاضر نہ ہوا اور ووٹ شماری کے وقت اس کا نمائندہ یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر چلا گیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے حق میں ووٹوں کی بھاری اکثریت ہے۔ لہذا ووٹ شماری کے نتیجہ کی انتظار کی ضرورت نہیں۔ جب محترم مولوی صاحب کی کامیابی کا اعلان ہوا اور آپ اپنے وارڈ میں چکر لگاتے ہوئے گزرے تو

سکھ اور ہندو عورتوں تک نے اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑے ہو کر آپ کو ودھائی (مبارکباد) دیتے ہوئے کہا کہ احمدی امیدوار بھی ہمارے بھائی ہیں ہمیں ان کی کامیابی کی بہت خوشی ہوئی ہے۔ ہم نے بھی ان کو ووٹ دیئے ہیں۔ حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ الودود نے جس رعب کے طاری ہونے کا ذکر فرمایا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے جماعت کو عطا فرمایا۔ واللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ." (رسالہ الفرقان ربوہ درویشان قادیان نمبر ۱۹۶۳ء، صفحہ:۴۹ تا ۵۹)

قادیان کے پہلے درویش کا وصال

مکرم حافظ نور الٰہی صاحب ولد مکرم حافظ محمد عارف صاحب کوٹ مومن ضلع سرگودھا (امیر جماعت احمدیہ بہاول نگر) ۵-۶ جنوری ۱۹۴۸ء کو قادیان پہنچے تھے۔ نہایت ہی فرشتہ سیرت اور دُعا گو بزرگ تھے شب بیداری اُن کا خاصی اور احمدیت کے شیدائی تھے۔ آپ کی وفات قادیان کی مقدس زمین میں ۲۶-۲۷ اپریل ۱۹۴۸ء کو ہوئی۔ درویشوں میں فوت ہونے والے آپ سب سے پہلے درویش تھے۔ آپ کی مخلصانہ تڑپ ہی آپ کو قادیان لائی تھی آپ ہمیشہ کے لئے قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے۔

جس وقت حافظ صاحب بیمار تھے اور حالت بہت نازک تھی اس وقت خاکسار کے والد محترم فضل الرحمٰن صاحب مرحوم درویش بھی ان کے پاس ڈیوٹی دیا کرتے تھے۔ والد صاحب نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے اُن سے کہا کہ حافظ صاحب آپ کو کسی چیز کی خواہش ہو تو بتائیں میں آپ کو لا کر دیتا ہوں۔ انسان کو بیماری میں بعض اوقات کسی خاص چیز کے کھانے کا شوق ہوتا ہے تو میں نے خیال کیا کہ ممکن ہوا تو لا کر دوں گا۔ اسکے جواب میں حافظ صاحب نے جو کہ زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے تھے اور بیماری شدید تھی فرمایا بس ایک چیز کی خواہش ہے پوچھا وہ کیا فرمانے لگے یہ کہ ''قادیان کی واپسی دیکھ لوں، حافظ صاحب کی وفات کے بعد ۱۶۱ درویش اس تمنا کو اپنے سینہ میں لئے اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں آج جو زندہ ہیں وہ بھی اس تمنا کو لئے بیٹھے ہیں اور دُعا گو ہیں کہ اے خدا تو قادیان کی واپسی ہماری زندگیوں میں دکھا۔ خدا کرے وہ دن جلد آئیں اور خلافتِ احمدیت کا تخت گاہ پھر یہی قادیان ہو۔ آمین ثم آمین

عشاقِ احمدیت کی قادیان میں تشریف آوری

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ مرکز احمدیت قادیان میں ٹھہرنے والوں کے لئے یہ ہدایت تھی کہ وہ دو دو ماہ کے لئے یہاں ٹھہریں گے بعد میں اُن کی جگہ دوسرے لوگ آجائیں گے۔لیکن بعد کے حالات نے ایسا ممکن نہ ہونے دیا۔تاہم مرکزِ احمدیت پر شمع احمدیت کے پروانے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار تھے۔ حالات کے لحاظ سے صرف تین قافلے ہی قادیان آسکے جو درویشی چراغ بنے خدا تعالیٰ ان کی قربانیوں کو بھی قبول فرمائے۔آمین

پہلا قافلہ:- پہلا قافلہ ۶ رجنوری ۱۹۴۸ء کو قادیان پہنچا جس میں درج ذیل عشاقِ احمدیت شامل تھے:

نمبر شمار	نام	ولدیت	ساکن
۱-	مکرم کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب	مکرم مہر دین صاحب	دسوہ ضلع لائل پور
۲-	مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری	مکرم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب بقاپوری	بقاپور ضلع گوجرانوالہ
۳-	مکرم بشارت احمد صاحب	مکرم خوشی محمد صاحب	قادیان
۴-	مکرم محمد ابراہیم صاحب خادم	مکرم مہتاب دین صاحب	قادیان
۵-	مکرم ماسٹر محمد یٰسین صاحب	مکرم علم دین صاحب	کوئٹہ
۶-	مکرم صوفی خدا بخش صاحب	مکرم گوہر خان صاحب	زیرہ
۷-	مکرم میر محمد اکبر صاحب	مکرم میر محمد بخش صاحب وکیل	گوجرانوالہ
۸-	مکرم حافظ نور الٰہی صاحب	مکرم محمد عارف صاحب	کورٹ مومن ضلع سرگودھا
۹-	مکرم عبد الکریم صاحب حجام	مکرم اللہ دتا صاحب	ترگڑی ضلع گوجرانوالہ
۱۰-	مکرم منظور احمد صاحب گھنوکے	مکرم ماسٹر یعقوب علی صاحب	گھنوکے ضلع ججا سیالکوٹ

دوسرا قافلہ:- قافلہ نمبر ۲، ۵/مارچ ۱۹۴۸ء کو قادیان پہنچا جس میں ذیل کے ۱۵ عشاقِ احمدیت قادیان تشریف لائے۔

نمبر شمار	نام	ولدیت	ساکن
۱-	حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہُ اللہ تعالیٰ	حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ	قادیان

۲-	مکرم مولوی عبدالوہاب صاحب عمر	حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ	قادیان
۳-	مکرم قریشی افتخار احمد اشرف صاحب	مکرم ماسٹر محمد علی صاحب اظہر	قادیان
۴-	مکرم بابا اللہ دتا صاحب	مکرم ماہیا صاحب	قادیان
۵-	مکرم مستری جان محمد صاحب	مکرم حسن بخش صاحب	قادیان
۶-	مکرم عبدالاحد خان صاحب	مکرم محمد عبداللہ صاحب	قادیان
۷-	مکرم بابا محمد الدین صاحب	مکرم بھولا صاحب	قادیان
۸-	مکرم حاجی ممتاز علی صاحب (صحابی)	حضرت مولوی ذوالفقار علی خان صاحب گوہر	قادیان
۹-	مکرم فتح محمد صاحب نانبائی	مکرم محمد عبداللہ صاحب	قادیان
۱۰-	مکرم بابا نور احمد صاحب	مکرم عمرالدین صاحب	قادیان
۱۱-	مکرم تمیم صاحب سیلونی	مکرم محی الدین صاحب	سیلون
۱۲-	مکرم ملک محمد عبداللہ صاحب	مکرم ملک عبدالرحمٰن صاحب	نوشہرہ ککّے زئیاں ضلع سیالکوٹ
۱۳-	مکرم ملک محمد یوسف صاحب	مکرم ملک علی محمد صاحب	رتوچھ ضلع جہلم
۱۴-	مکرم ماسٹر محمد اسمٰعیل صاحب	مکرم نظام الدین صاحب	راج گڑھ لاہور
۱۵-	مکرم چوہدری عبدالقدیر صاحب	مکرم چوہدری سردار خان صاحب	مولنکی چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

تیسرا قافلہ:- حضرت مصلح موعودؓ نے مجلس مشاورت ۱۹۴۸ء میں تحریک فرمائی تھی کہ شمع احمدیت کے پروانے قادیان کی جگہوں کو آباد کرنے کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اس آواز پر لبیک کہنے والوں کا یہ قافلہ ۱۱؍مئی ۱۹۴۸ء کو قادیان پہنچا جو لاہور سے صبح آٹھ بجے روانہ ہوا تھا۔ اس قافلہ میں بارہ صحابہ شامل تھے جن میں حضرت بھائی عبدالرحیم صاحب (جو امیر قافلہ بھی تھے) اور حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی بھی موجود تھے۔ حضور نے قافلہ روانہ ہونے سے قبل سب کو شرف مصافحہ بخشا اور بعد دُعا قافلہ قادیان کے لئے ٹرکوں کے ذریعہ روانہ ہوا۔

ملٹری چوکی کے افسران نے آنے والوں کی اسم وار فہرست تیار کی جس کے بعد یہ قافلہ مجسٹریٹ صاحب ملٹری پولیس کی کافی تعداد۔ چند سائیکل سواروں اور دو ایک شہسواروں کے جُھرمٹ میں دارالشکر سے ہوتے اور فروٹ فارم، اسٹیشن، کوٹھی حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال سے گزرتے ہوئے دارالانوار کی بڑی سڑک سے داخلِ شہر ہوا۔ اور حضرت مولوی عبدالغنی خان صاحب اور نیک محمد خاں صاحب غزنوی کے مکان کے پاس جا کرُ رکا۔ (الفضل ۱۸ر ہجرت/مئی ۱۳۲۷ہش/ ۱۹۴۸ء صفحہ: ۲)

ان چونتیس افراد پر مشتمل قافلہ کی آمد پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ کے نام جو خصوصی پیغام اور نصیحت فرمائی وہ حسب ذیل ہے:

''جملہ درویشوں کو میری طرف سے بعد سلام یہ پیغام پہنچا دیں کہ وہ ان بزرگوں کی آمد کو ایک خدائی نعمت سمجھتے ہوئے ان کی صحبت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں اور ان کے علم و عمل کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔ صحابہ کا مقدس گروہ دن بدن کم ہوتا جا رہا ہے۔ باوجود اس کے ہم انہیں اپنے آپ کو ان کی صحبت سے محروم کرتے ہوئے آپ کے پاس بھجوائے جا رہے ہیں۔ پس اس نعمت کی قدر کریں اور دعاؤں اور نوافل پر پہلے سے بھی زیادہ زور دیں اور باہم اتحاد اور تعاون اور بزرگوں کے ادب کا وہ نمونہ قائم کریں جو اسلام آپ سے چاہتا ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا پیارا مرکز ہمیں کب واپس ملے گا۔ مگر جب تک ہمیں وہ واپس نہیں ملتا ان بزرگوں کا وجود اور ان کے ساتھ آپ جیسے مخلص اور جانثار درویشوں کا وجود اس شمع کا حکم رکھتا ہے جو ایک وسیع اور تاریک میدان میں اکیلی اور تنِ تنہا روشن ہو کر دیکھنے والوں کے لئے نور ہدایت کا کام دیتی ہے۔ اگر آپ خلوص نیت اور سچی محبت اور پاک جذبۂ خدمت کے ساتھ قادیان میں ٹھہریں گے اور اپنے آپ کو احمدیت کا اعلیٰ نمونہ بنائیں گے تو نہ صرف خدا کے حضور میں آپ کی یہ خدمت خاص قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی بلکہ آنے والی نسلیں بھی آپ کے اس نمونہ کو فخر کی نظر سے دیکھیں گی۔''

(الفضل ۱۸ر مئی ۱۹۴۸ء صفحہ: ۲، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۳، صفحہ: ۸۰)

یہ قافلہ مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل تھا جن میں سے بعض پہلے تین سو تیرہ صحابہ میں سے تھے:

نمبر شمار	نام	ولدیت	ساکن
۱-	حضرت منشی محمد دین صاحب واصلباقی	مکرم نورالدین صاحب	کھاریاں ضلع گجرات
۲-	حضرت بھائی عبد الرحیم صاحب قادیانیؓ صحابی	مکرم جھنڈا سنگھ صاحب	قادیان

۳-	حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانیؓ صحابی	مکرم مہتہ گوراں دتا صاحب	قادیان
۴-	مکرم بابا شیر محمد صاحبؓ (صحابی)	مکرم دِتا خان صاحب	قادیان
۵-	مکرم بابا سلطان احمد صاحبؓ صحابی	مکرم نور علی صاحب	قادیان
۶-	مکرم ملک خیر دین صاحب	مکرم کریم دین صاحب	قادیان
۷-	مکرم چوہدری حسن دین صاحبؓ (صحابی)	مکرم فضل دین صاحب	قادیان
۸-	مکرم چوہدری فیض احمد صاحب	مکرم غلام غوث صاحب	قادیان
۹-	مکرم مرزا محمود احمد بیگ صاحب	مکرم مرزا کریم بیگ صاحب	قادیان
۱۰-	مکرم نور محمد صاحب ماشکی	مکرم اللہ دتا صاحب	قادیان
۱۱-	مکرم صدیق احمد صاحب	مکرم نور محمد ماشکی صاحب	قادیان
۱۲-	مکرم محمد ابراہیم صاحب غالبؔ	مکرم دلاور علی صاحب	قادیان
۱۳-	مکرم نور محمد صاحب پونچھی	مکرم فضل احمد پونچھی صاحب	قادیان
۱۴-	مکرم ڈاکٹر عطر دین صاحبؓ (صحابی)	مکرم بھولا صاحب	قادیان
۱۵-	مکرم حافظ عبد العزیز صاحب	مکرم محمد بخش صاحب	قادیان
۱۶-	حضرت حاجی محمد الدین صاحبؓ (صحابی)	مکرم نور احمد صاحب	تہال ضلع گجرات
۱۷-	مکرم بابا صدر الدین صاحب	مکرم فضل داد صاحب	ٹکرالی ضلع گجرات
۱۸-	مکرم چوہدری جان محمد صاحب	مکرم چوہدری شاہ محمد صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
۱۹-	مکرم چوہدری فضل احمد صاحب	مکرم چوہدری میر داد صاحب	گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ
۲۰-	مکرم چوہدری محمد عبد اللہ صاحب	مکرم علی گوہر صاحب	لائل پور
۲۱-	مکرم چوہدری شکر دین صاحب	مکرم نواب دین صاحب	بن بابو ضلع سیالکوٹ
۲۲-	مکرم بابا غلام محمد صاحبؓ (صحابی)	مکرم فوجدار صاحب	مانگا ضلع سیالکوٹ

۲۳-	مکرم چوہدری عطا محمد صاحب	مکرم جمیعت خان صاحب	ضلع لائل پور چک نمبر ۲۹۰
۲۴-	مکرم قاضی فضل محمدؐ صاحب	مکرم چوہدری موج دین صاحب	کپورتھلہ
۲۵-	مکرم شیخ محمد یعقوب صاحب	مکرم تاج محمود صاحب	چنیوٹ ضلع جھنگ
۲۶-	مکرم شیخ غلام جیلانی صاحب	مکرم سمندر دین صاحب	سامان ضلع لائل پور
۲۷-	مکرم حافظ صدر الدین صاحبؓ (صحابی)	مکرم محمد الدین صاحب	قادر آباد ضلع سیالکوٹ
۲۸-	مکرم بابا اللہ دتا صاحب	مکرم شاہ باز خان صاحب	دوالمیال ضلع جہلم
۲۹-	مکرم بابا کرم الٰہی صاحبؓ (صحابی)	مکرم عیدا صاحب	شاکے ضلع شیخوپورہ
۳۰-	مکرم خواجہ ضیاء الحق صاحب	مکرم عبد الحق صاحب	گوجرہ ضلع لائل پور
۳۱-	مکرم عبد اللہ خان صاحب	مکرم فتح محمد صاحب	بھڈال ضلع سیالکوٹ
۳۲-	مکرم سید محمد شریف شاہ صاحب	مکرم سید حسین شاہ صاحب	سیالکوٹ
۳۳-	مکرم مولوی الٰہ دین صاحب	مکرم احمد دین صاحب	شاہدرہ لاہور
۳۴-	مکرم محمد احمد صاحب نسیم	مکرم ٹی. حسین کٹی صاحب	مالا بار

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب قادیان آنے کی تحریک فرمائی تو مکرم محمد ابراہیم صاحب غالب نے بھی درخواست دی اور کوئی نصیحت کرنے کی درخواست کی آخری قافلہ میں شامل تھے اس پر حضور نے فرمایا تھا:

''قادیان جانا اچھا ہے مگر وہاں اچھے ہو کر رہنا اور بھی اچھا ہے پس اچھے بن کر رہو تا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل جلد سے جلد نازل ہو۔ آمین

دستخط (حضرت) مرزا محمود احمد (صاحبؓ)

خلیفۃ المسیح الثانی

۹-۵-۴۸

(ہفت روزہ بدر ۲۱/ مارچ ۱۹۵۳ء)

مکرم محمد ابراہیم صاحب غالب نے ساری زندگی اس نصیحت پر عمل کیا خدا تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

دُشمنانِ احمدیت کا ایک تباہ کن منصوبہ اور اُسکی ناکامی

الٰہی جماعتوں کے ساتھ مخالفتیں جڑی ہوتی ہیں اور سچی جماعتوں کے دشمن اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کی خاطر جان توڑ کوششیں کرتے ہیں۔ خدا کی طرف سے قائم شدہ جماعتوں کی ڈھال خود خدا ہوتا ہے اس لئے شیطان فطرت لوگ کبھی بھی اپنے ارادوں میں کامیاب ہو کر الٰہی جماعتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ منہ کی کھاتے ہیں۔

ایک طرف جماعت کا مخالف طبقہ درویشوں کو قادیان کی مقدس بستی سے بے دخل کرنے کی سازشوں میں جٹا ہوا تھا تو دوسری طرف ۱۹۴۹ء میں اللہ رکھا نامی ایک منافق شخص کو احمدیوں کے خلاف کھڑا کر کے اپنے ناپاک اور مذموم منصوبوں کی کامیابی کے خواب دیکھنے لگا۔ یہ شخص موضع گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ کا تھا جو تقسیم ملک سے قبل حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کے زمانہ میں دارالشیوخ قادیان میں رہا کرتا تھا۔ اور دارالشیوخ ادارہ کے لئے مختلف دیہات میں گھوم کر آٹا جمع کیا کرتا تھا۔ تقسیم ملک کے وقت اپنے گاؤں واپس چلا گیا اور چند ماہ بعد ہی جماعتی اجازت کے بغیر غیر آئینی طور پر ہندوپاک سرحد پار کر کے قادیان میں آ گیا۔ مقامی جماعت نے اسے ہر ممکن طریق سے سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ قادیان سے واپس چلا جائے اور باقاعدہ اجازت لیکر قادیان آئے۔ چونکہ یہ مخالفین احمدیت کا آلۂ کار بن کر قادیان میں آیا تھا اس لئے اس کے واپس جانیکا سوال پیدا نہ ہوتا تھا اور نہ ہوا۔

احمدیت کے مخالف ایک طرف درویشوں پر گہری نظریں رکھے ہوئے تھے کہ کسی وقت بھی کوئی غلط حرکت ہو تو اس سے فائدہ حاصل کرتے ہوئے قادیان کے درویشوں کو قادیان سے بے دخل کر دیں اور دوسری طرف یہ شخص تھا کہ جس کی آمد بھی غیر قانونی تھی اس پر کسی نے انگلی تک نہ اُٹھائی۔ بلکہ اسکی پشت پناہی کرتے رہے۔

اللہ رکھا نے جماعتی نظام کو پارہ پارہ کرنے کے لئے سب سے پہلے وہی حربہ استعمال کیا جو خلفاء راشدین اور خلافتِ راشدہ کے دشمنوں کا طُرہ امتیاز تھا کہ اس نے آتے ہی صدر انجمن احمدیہ کے عہدیداروں اور مرکزی شخصیتوں کو اعتراضات کا نشانہ بنایا بلکہ اُن کے خلاف ایک مہم جاری کر دی جس پر حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لکھا کہ وہ اپنی حرکتوں سے باز آ جائے لیکن بجائے اس کے کہ یہ باز آتا اس میں اور زیادہ اشتعال اور تیزی کا رنگ پیدا ہو گیا۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس سے مقاطعہ کا حکم صادر فرمایا۔ نیز یہ بھی ہدایت فرمائی کہ درویش اس شخص کو اپنے حلقہ میں داخل نہ ہونے دیں اس سلسلہ میں

حضور نے جو اعلان مقاطعہ فرمایا تھا حسب ذیل ہے:

''میاں اللہ رکھا سیالکوٹی حال قادیان چونکہ جماعت میں فتنہ پیدا کرتے ہیں اور جماعتی نظام میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے میں اِس اعلان کے ذریعہ انہیں اپنی جماعت سے خارج کرتا ہوں اور فتنہ سے بچنے کے لئے تمام احمدیوں کو حکم دیتا ہوں کہ ان سے سلام کلام بند رکھیں اور اپنی مجالس میں آنیکی اجازت نہ دیں تا کہ وہ خواہ مخواہ جماعت کی بدنامی کی کوئی صورت پیدا نہ کر دیں۔ میں ان کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ان کے اندر اگر ذرہ بھی ایمان کا باقی ہے تو اس سے باز آ جائیں اور اپنی حرکات کو چھوڑ دیں اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ان کا معاملہ خدا تعالیٰ سے ہوگا اور وہ اپنی عاقبت آپ خراب کریں گے۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی''

(الفضل ۹ راگست ۱۹۴۹ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۴ صفحہ: ۵۷)

یہ شخص انتہائی درجہ کا بدکلام اور فتنہ پرداز تھا۔ اگرچہ مبائعین کی طرف منسوب ہوتا تھا لیکن حقیقت میں دل سے خلافت کا ہی منکر تھا اس نے حضور کے حکم کو ماننے سے انکار کر دیا اور ساتھ ساتھ یہ اعلان کرنا شروع کیا کہ میں خلیفۃ المسیح الثانی کو خلیفہ برحق مانتا ہوں۔ یہ باتیں یہ شخص صرف منافقت کی بناء پر ہی کہتا تھا۔ ورنہ اگر دل سے خلیفہ کو برحق تسلیم کرتا تو فوراً آپکی بات کو مان کر اپنی روش میں تبدیلی پیدا کرتا۔ ایسا نہ کرتے ہوئے اسنے نہایت درجہ بدکلامی شروع کر دی۔ یہ شخص اپنے گھر کی چھت پر چڑھ جاتا اور درویشوں کو نہایت گندی اور فحش گالیاں دیا کرتا۔ اور مخالفین کے اکسانے پر وہ ایک پھٹا پرانہ مصلّٰی لئے دارالمسیح کے بیرونی دروازے پر پہنچ جاتا اور زبردستی اندر گھسنے کی کوشش کرتا نیز کہتا کہ میں احمدی ہوں مجھے کوئی خارج نہیں کرسکتا میرا بھی حق ہے کہ میں مقامات مقدسہ کی زیارت کروں اور مساجد میں عبادت کروں۔ دارالمسیح میں داخل ہونے میں جب کامیابی نہ ہوتی تو دفتر تحریک جدید کے قریب ہی مصلّٰی بچھا لیتا۔ نماز تو کم ہی پڑھا کرتا تھا البتہ درویشوں کو دل کھول کر گالیاں دیا کرتا لیکن درویش اس نظارہ کو دیکھتے اور اس کی گالیاں سُن کر بھی صبر و تحمل کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑتے۔ آخر تھک تھکا کر خود ہی وہاں سے اُٹھ کر چلا جاتا۔ الغرض نت نئے طریق سے احمدیوں کو یہ پریشان کرتا۔

پہلے اس کی یہ حرکتیں محلّہ میں ہی ہوا کرتی تھیں بعد میں بازار سے گزرتے ہوئے درویشوں کے ساتھ بھی نازیبا حرکتیں شروع کر دیں بازاری گالیاں دینا تو اس کا عام شیوہ بن چکا تھا۔ شرارت کی نظر سے ماہ جولائی ۱۹۴۹ء کو اس نے ایک درویش کو بازار میں پکڑا اور اسے گالیاں دیں پھر رات کو ایک مکان پر چڑھ کر

اس نے یہ کذب بیانی کی کہ احمدیوں نے فسادات کے دوران بہت سے غیر مسلموں کو قتل کیا ہے اور خاص طور سے بعض کے نام لے لے کر اس نے یہ شرارت شروع کر دی یہ کذب بیانی کا سلسلہ مسلسل کئی ماہ تک جاری رہا جس کا نتیجہ ایک تکلیف دہ مقدمہ کی صورت میں سامنے آیا کہ اللہ رکھا نے ستمبر ۱۹۴۹ء کو سردار امریک سنگھ ریزیڈنٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ۲۵ (پچیس) درویشوں کے خلاف زیر دفعہ ۱۰۷ مقدمہ دائر کر دیا۔

جن درویشوں کے خلاف یہ مقدمہ کیا گیا تھا ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) خان فضل الٰہی صاحب امور عامہ۔ (۲) منشی محمد صادق صاحب مختار عام۔ (۳) مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی.اے ناظر امور عامہ۔ (۴) ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. مؤلف اصحابِ احمد۔ (۵) مولوی برکت علی صاحب جنرل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ قادیان۔ (۶) چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی۔ (۷) صوفی عبد القدیر صاحب۔ (۸) خواجہ عبد الکریم صاحب (۹) محمد اشرف صاحب گجراتی۔ (۱۰) محمد یحیٰ صاحب سرساوی۔ (۱۱) محمد رفیق صاحب سرساوی۔ (۱۲) میر رفیع احمد صاحب۔ (۱۳) محمد ابراہیم صاحب خادم۔ (۱۴) محمود احمد صاحب سرگودھی۔ (۱۵) عبد الحمید صاحب دکاندار۔ (۱۶) مبارک علی صاحب کمپونڈر۔ (۱۷) مولوی محمد عبد اللہ صاحب۔ (۱۸) سلطان احمد صاحب کھاریاں (یہ درویش مقدمہ کی کاروائی شروع ہونے سے قبل انتقال فرما گئے تھے)۔ (۱۹) شیر محمد صاحب پٹھانی۔ (۲۰) چوہدری سعید احمد صاحب مہار۔ (۲۱) کیپٹن ڈاکٹر بشیر احمد صاحب۔ (۲۲) مستری غلام قادر صاحب۔ (۲۳) چوہدری بدر دین صاحب عامل۔ (۲۴) افتخار احمد صاحب اشرف۔ (۲۵) بشیر احمد صاحب ٹھیکیدار بھٹہ۔

جب یہ مقدمہ ہوا اس زمانہ میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کی مالی پوزیشن بھی اچھی نہ تھی اور پھر درویشوں کے پاس بھی اس کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقت نہ تھی۔ اس وقت اس مقدمہ کی طرف سے ہنگامی طور پر مبلغ دو صد روپے صدر انجمن احمدیہ قادیان نے منظور کئے تھے (ریزولیوشن نمبر ۱۰۳/ ۴۹-۸-۲۱) اس مقدمہ کے تعلق سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

۱۸ ستمبر ۱۹۴۹ء کو مقدمہ کی باضابطہ کارروائی بٹالہ میں شروع ہوئی۔ عدالت نے اِن درویشوں کو نوٹس جاری کیا کہ وہ بیان کریں کہ کیوں آپ سے ایک سال کے لئے ہزار ہزار روپے کی ضمانتِ حفظِ امن نہ لی جائے۔ درویشوں نے ضمانت دینے سے انکار کیا جس پر اللہ رکھا کا بیان ہوا جو بے بنیاد اور بے سروپا الزامات کا مجموعہ تھا۔ دورانِ بیان اس نے عدالت کو بھی بتایا کہ وہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کی تعمیل کے لئے ہر وقت

تیار ہے مگر اِس ذاتی معاملہ میں ان کا کوئی حکم نہیں مان سکتا۔ اللہ رکھا کی طرف سے منوہر سنگھ، پریتم سنگھ (پنا گیر) اور ماسٹر رام سنگھ اور ریشم سنگھ منشی چوکی پولیس قادیان نے گواہی دی۔ اور درویشوں کی طرف سے بٹالہ کے دو وکیل بخشی سائیں داس صاحب اور لالہ رام رتن صاحب ایڈووکیٹ بطور وکیل پیش ہوئے مگر انہیں پہلے دن مدعی اور اس کے گواہوں پر جرح کرنے کا موقع نہیں ملا۔ درویشوں نے ۳۰ رنومبر ۱۹۴۹ء کو شیخ بشیر احمد صاحب امیر جماعتِ احمدیہ لاہور اور صدر بار ایسوسی ایشن لاہور کی لکھی ہوئی ایک مدلل بحث بھی عدالت میں پیش کی مگر مجسٹریٹ صاحب نے اس پر کوئی توجہ دینے کی بجائے باقی بحث بند کرادی اور درویشوں کو ایک ایک ہزار کی ضمانتیں پیش کرنے یا انہیں ایک ایک سال قید کئے جانے کا فیصلہ سُنا دیا۔ غریب درویش بھلا چوبیس ہزار روپے کی رقم کہاں سے لاتے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ضمانت کے لئے کوئی رقم نہیں ہاں وہ جائیداد ضرور ہے جس پر اس وقت حکومتِ مشرقی پنجاب کا قبضہ ہے چنانچہ مجسٹریٹ نے یہی ضمانت قبول کرلی۔ جو درویش اپنی جائیدادیں نہ رکھتے تھے ان کی طرف سے بھائی شیر محمد صاحب، میاں عبدالرحیم صاحب دیانت سوڈا واٹر اور ڈاکٹر عطر دین صاحب نے اپنی جائیدادیں بغرض ضمانت پیش کردیں۔ (مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. نے فرمایا کہ جلسہ سالانہ ۱۹۴۹ء پر محترم چوہدری فیض احمد صاحب سابق انسپکٹر بیت المال والد محترم چوہدری سعید احمد صاحب تشریف لائے۔ اللہ رکھا اُن کے وطن کا تھا اُنہوں نے سمجھایا جس سے) اس مقدس بستی کی فضا اس فتنہ سے ہمیشہ کے لئے پاک ہوگئی۔ اور میرے ذریعہ ڈپٹی ہائی کمشنر صاحب پاکستان متعین جالندھر سے اُس کا پرمٹ بنوا کر چوہدری صاحب کے ہمراہ یکم جنوری ۱۹۵۰ء کو بھجوا دیا گیا۔

اللہ رکھا نے پاکستان پہنچ کر حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں حسبِ ذیل خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین السلام علیکم

بندہ مظلومیت کی حالت میں حضور کی خدمت میں حضور کے ارشاد کے مطابق امیر صاحب قادیان کی اجازت سے آیا ہے اور حضور کے ارشاد کے مطابق قادیان رہتا تھا۔ قادیان سے کبھی بھی منہ پھرا نہیں سکتا۔ قادیان میرا مقدس شہر۔ میرے پیارے حضرت مسیح موعودؑ کا مقدس شہر اور وہاں آپؑ کا مزار اور مذہبی یادگاریں ہیں جہاں ہم لوگ جاتے ہیں۔ میں احمدی ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کو مانتا ہوں اور خلیفۂ وقت کو مانتا ہوں اب بھی اگر خدا نے چاہا تو حضور کے ارشاد سے ہی قادیان جاؤں گا حضور کی ناراضگی میں نہیں

جاؤں گا۔‘‘[1]

اِس خط پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

’’معاف تو ہم نے کر دیا ہے مگر اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا اور منافق نہیں ہے۔ میری صحت اچھی ہونے پر میں مجلس میں بلوا کر پیش کروں گا کہ یہ جھوٹ بول کر قادیان کو تباہ کرنیکی کوشش کرتا رہا اور منافق ہے۔[2]

۱-۲ حضور کے یہ دونوں خطوط وارشادات شعبہ تاریخ احمدیت میں محفوظ ہیں (تاریخ احمدیت جلد ۱۴ صفحہ: ۵۸ تا ۶۰)

نوٹ:- اللہ رکھا کا تعلق اس کی وفات تک غیر مبائعین سے رہا۔ انہیں کی کتب وہ فروخت کرتا اور اُن افراد سے اس کا گہرا تعلق تھا۔ جو مبائعین کے دشمن تھے اور جماعت سے نکلے ہوئے تھے۔ اس کو مکرم چوہدری سعید احمد صاحب درویش اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. نے آخری وقت میں لاہور میں دیکھا کہ یہ پاگل ہو چکا تھا اور شدید موسم گرما میں بھی بھاری گرم پارچات پہنے ہوتا تھا۔

قادیان کے جلسہ سالانہ پر پاکستانی قافلہ

جلسہ سالانہ قادیان منعقدہ ۲۶ رتا ۲۸ ردسمبر ۱۹۴۹ء میں جہاں ہندوستان کے مختلف علاقوں سے احمدی افراد نے شرکت کی وہاں پاکستان سے بھی پچاس افراد پر مشتمل ایک قافلہ جلسہ میں شمولیت کے لئے قادیان آیا۔ اور یہ قافلہ تقسیم ملک کے بعد جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کرنے والا پہلا قافلہ تھا۔

قادیان آنے کے لئے چار صد افراد نے درخواستیں کی تھیں لیکن حکومت کی طرف سے عائد کردہ پابندی کی بناء پر صرف پچاس افراد کو ہی اجازت مل سکی اور ان کے اسماء قرعہ اندازی کے ساتھ نکالے گئے تھے۔ شامل ہونے والوں کی تعداد ۵۴ تھی جس میں دو ڈرائیور اور دو کنڈکٹر بھی شامل تھے یہ قافلہ ۲۵ دسمبر کو صبح نو بجے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرسوز دُعا کروانے کے بعد رتن باغ لاہور سے روانہ ہو کر بعد دوپہر دو بجے قادیان بخیریت پہنچ گیا۔ اور سب سے پہلے دوستوں نے بہشتی مقبرہ جا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر دُعا کی جہاں پر پہلے سے ہی بہت سے دوست استقبال کے لئے پہنچے ہوئے تھے۔ یہ قافلہ جلسہ سالانہ میں شرکت کے بعد ۳۰ ردسمبر کو واپس پاکستان روانہ ہو گیا۔

درویشان قادیان و ہندوستان کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی بعض اہم سکیمیں وارشادات

قادیان کے حالات میں جب کچھ تبدیلی واقع ہوگئی اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان و ہندوستان کی باقی جماعتوں کے لئے بعض اہم سکیمیں بنائیں اور اس پر عمل کرنے کے ارشادات فرمائے۔ حضورؓ نے ۱۴-۱۵ رنومبر ۱۹۴۹ء کو جو مکتوب محترم امیر جماعت احمدیہ قادیان کو تحریر فرمایا وہ یہ ہے:

''اب آپ کو پوری طرح کوشش کرنی چاہیئے کہ مختلف جگہوں سے پچیس تیس آدمی کم سے کم مستقل مہاجر ہو کر قادیان آجائیں اور پچیس تیس آدمیوں کو قادیان سے فارغ کر کے ادھر بھجوا دیا جائے کیونکہ غالباً اتنے لوگ وہاں ہیں جو ادھر آنا چاہتے ہیں یا ان کے حالات ایسے ہیں کہ ان کو ادھر بھجوا دینا چاہیئے۔ اس طرح دس بارہ نوجوانوں کو بُلوا کر دیہاتی مبلغوں کی طرح تعلیم دینی چاہیئے۔ ملکانہ، مالا بار، بہار اور بنگال سے ایسے آدمی منگوانے چاہئیں......اور جو موجودہ دیہاتی مبلغ ہیں وہ تین سال سے پڑھ رہے ہیں انکو باہر بھجوانا چاہیئے تا وہ کام کریں۔ پہلے موجودہ جماعتوں کو سنبھالنے اور ان کو بڑھانے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد نئے نئے تبلیغی مرکز مختلف صوبوں میں کھولنے چاہئیں۔ یہ وقت انتہائی کوشش کا ہے کوئی مشکل نہیں کہ اگر آپ لوگ توجہ کریں تو سال ڈیڑھ سال میں لاکھ دو لاکھ کی جماعت ہندوستان میں پیدا نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو جائے تو

چھ سات لاکھ سالانہ کی آمد آسانی سے قادیان میں ہوتی رہیگی ۔ جو زمانہ کے ساتھ بڑھتی چلی جائے گی اور آپ لوگ پھر مدرسہ احمدیہ، دینیات کالج ، ہائی سکول اور تعلیم الاسلام کالج وہاں بنانے کی توفیق پالیں گے ۔ جو زمانہ زندہ رہنے کی کوشش کا تھا اللہ تعالیٰ نے خیریت سے اس زمانہ کو گذار دیا ہے اب آپ نے آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے ۔ نئے ماڈل سوچنے کا ابھی سوال نہیں ۔ قادیان میں جو کچھ پہلے تھا اسے دوبارہ قائم کرنے کے لئے کسی سکیم کے سوچنے کی ضرورت نہیں وہ سکیم تو سامنے ہی ہے اس کے لئے صرف ان باتوں کی ضرورت ہے :-

اوّل :- قادیان میں عورتوں ، بچوں کا مہیا کرنا ، اڑیسہ ، کان پور اور بہار میں بہت غریب عورتیں مل جاتی ہے جو شادیاں کر سکتے ہیں ان کی ان علاقوں میں شادیاں کروایئے اور قادیان میں عورتیں بسوایئے ۔

دوم :- ہزاروں ہزار مسلمان جو مارا گیا ہے ان کے بیوی بچے ابھی دہلی اور اس کے گرد و نواح میں موجود ہیں ایسے پندرہ بیس بچے منگوایئے اور پرائمری سکول کھول دیجئے ۔ دس بیس نوجوان باہر سے وقف کی تحریک کر کے دیہاتی مبلغ بنانے کے لئے منگوایئے اور مدرسہ احمدیہ قائم کر دیجئے ۔ اگر پُرانا پریس نہیں ملتا تو نئے پریس کی اجازت لیجئے ۔ دستی پریس پتھروں والا ہو یہ سو دو سو میں آجاتا ہے بلکہ خود قادیان میں بنوایا جا سکتا ہے اس پر ایک پرچہ ہفتہ وار چھاپنا شروع کر دیجئے ۔ آپ لوگوں کے لئے کام اور شغل نکل آئے گا ۔ کچھ لوگ کاتب بن جائیں گے ، کچھ کاغذ لگانے والے اور ہتھی چلانے والے بن جائیں گے اور کئی لوگوں کے لئے کام نکل آئے گا ۔ آبادی بڑھے گی تو خالی جگھوں کو دیکھ کر لوگوں کو جو لالچ پیدا ہو جاتا ہے وہ جاتا رہے گا اور جو خالی ٹکڑے پڑے ہیں ان میں نئی عمارتیں بن جائیں گی ۔

سوم :- حکیم خلیل احمد صاحب میرے خیال میں اگر وہاں آجائیں یا اور کوئی حکیم تو ایک مطبّ بھی کھول دیا جائے اور ایک طبیہ کلاس کھول دی جائے ۔ دیہاتی مبلغ بھی طبّ سیکھیں اور مرزا وسیم احمد صاحب بھی طبّ سیکھ لیں اور ایک بہت بڑا دواخانہ کھول دیا جائے جس کی دوائیں سارے ہندوستان میں جائیں ۔ خدا چاہے تو لاکھوں کی آمدنی اِس ذریعہ سے ہو سکتی ہے ۔ یہ خط تمام ممبرانِ انجمن کو سُنا دیں تا سب لوگ اس سکیم کو اپنے سامنے رکھیں اور جلد سے جلد اس سکیم کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے ۔ ''

اِس سکیم کو جلد از جلد بروئے کار لانے کے لئے حضور نے اپنے مکتوب مورخہ ۳۱ ر صلح ۱۳۲۹ ہش / جنوری ۱۹۵۱ء میں تاکیدی ارشاد فرمایا کہ :-

'' ایک ہی طریق آپ کے لئے کھلا ہے کہ ہندوستان سے نئے آدمی منگوایئے ... اور جو پاکستان واپس

آنا چاہتے ہیں واپس آجائیں...ایک سوسینتیس آدمی کی درخواست آچکی ہے جو پاکستان واپس آنا چاہتے ہیں۔ وہ قریباً سب کا سب ایسا ہے جس کو سلسلہ خرچ دے رہا ہے۔ وہی خرچ ہندوستان والوں کو کیوں نہیں دیا جاسکتا۔ وہاں ہندوستان والے آدمی بُلا لئے جائیں انہیں گزارے دیئے جائیں۔ اور جو آدمی واپس کئے جانے چاہئیں ان کو واپس کروادینا چاہیئے۔ ان کی تعداد زیادہ سے زیادہ سو ہے کیونکہ سب پاکستان واپس آنا نہیں چاہتے۔ پس آسانی کے ساتھ یہ تبادلہ ہوسکتا ہے بغیر قادیان کو خطرہ میں ڈالنے کے۔''

نیز فرمایا:

''قادیان ایک مذہبی مرکز ہے مقبرہ یا درگاہ نہیں ہے۔ تبلیغ کے وسیع رستے ہندوستان میں کھلے ہیں پاکستان سے بھی زیادہ۔ لیکن نئے علماء پیدا کرنے کی کوشش نہیں ہورہی۔ ہم پاکستان سے تو علماء وہاں نہیں بھیج سکتے یہی چھ سات علماء جو وہاں ہیں انہوں نے ہی علماء پیدا کرنے ہیں۔ اگر نئے علماء پیدا کئے بغیر یہ لوگ مر گئے تو وہ علاقہ علماء سے خالی ہوجائے گا۔...بیس دیہاتی مبلغ قادیان میں بیٹھا ہے میں بار بار لکھتا ہوں کہ ان کو باہر نکالو اور ان کی جگہ ہندوستان سے دوسرے آدمی منگواؤ۔ یہ بیس آدمی اگر سارے ہندوستان میں تبلیغ کرے گا تو کتنا بڑا تغیر پیدا ہوجائے گا...اگر بیس خاندان باہر سے منگوائے جائیں اور انہیں تیس روپیہ ماہوار دیا جائے تو چھ سو روپیہ ماہوار خرچ پڑے گا۔ ایک تو یہ فائدہ ہوگا کہ انکے بیوی بچے بھی ساتھ آجائیں گے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ آزادی کے ساتھ ملک میں پھر سکیں گے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ بیس نئے شہروں میں ہماری تبلیغ شروع ہوجائے گی صرف بیس شہروں کی تنظیم سے ہی چھ سو روپیہ چھوڑ ایک ہزار روپیہ مہینہ کی آمد بڑھ جائے گی اور ایک سال کے اندر نئے احمدیوں کے ذریعہ سے دو تین ہزار روپیہ ماہوار کی آمد بڑھ جائے گی۔''

(تاریخ احمدیت جلد ۱۴ صفحہ ۲۰۲ تا ۲۰۳)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے آمدہ اسکیموں کے تحت ہندوستان میں اور قادیان میں کام شروع ہوا جس کے نتیجہ میں بہت جلد بہترین نتائج برآمد ہوئے۔

مہاجرین کی آمد

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحریک پر کہ ہندوستان کے دیگر علاقوں سے لوگ ہجرت کر کے قادیان آجائیں تا کہ قادیان کی احمدی آبادی میں اضافہ ہو سب سے بڑا سوال جو پیدا ہوا وہ اخراجات کا تھا کہ قادیان میں مقیم درویشوں کے اخراجات ہی اس قدر تھے جو صدر انجمن احمدیہ کی طاقت سے باہر ہو رہے تھے تو ان باہر سے ہجرت کر کے آنے والوں کے اخراجات کہاں سے ہونگے۔ اس تعلق سے انجمن میں ایک رپورٹ حسب ذیل پیش ہوئی۔

''رپورٹ نمائندہ تحریک جدید کہ صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ارشاد'' کہ ہندوستان کے دوستوں میں تحریک کی جائے کہ وہ کچھ عرصہ وقف کر کے قادیان میں آکر قیام کریں۔'' کے مطابق ہندوستان کی جماعتوں میں تحریک کی جارہی ہے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل امور کی وضاحت صدر انجمن احمدیہ سے کروادی جائے تا کہ تحریک پورے طور پر کی جاسکے۔

۱- ہندوستان سے جو دوست وقف کر کے قادیان میں آکر قیام کریں گے اُن کی خوراک اور دیگر ضروریات کے اخراجات کون برداشت کریگا؟

۲- جو دوست آمد ورفت کرایہ نہ دے سکتے ہوں اُن کو کرایہ کون ادا کرے گا؟

۳- جو دوست مستقل طور پر مع اہل وعیال قادیان میں قیام کے لئے اپنے آپ کو وقف کریں اُن کے اہل وعیال کے اخراجات کس کے ذمہ ہونگے۔''

اس پر یہ فیصلہ ہوا کہ ''تمام واقفین جو ہندوستان سے مستقل طور پر یا عارضی طور پر رہائش کے لئے قادیان آئیں اُن کی خوراک و دیگر ضروریات کے اخراجات دیگر درویشوں کی طرح دئے جائیں گے۔ اور جن احباب کو آمد و رفت کا کرایہ دینے کی ضرورت پیش آئے گی وہ بھی انجمن ادا کرے گی۔ اس طرح جو واقفین مع اہل وعیال مستقل رہائش کے لئے قادیان میں آئیں گے اُن کے اخراجات کی ذمہ داری صدر انجمن احمدیہ پر ہوگی۔ ہر خاندان کے اخراجات معین کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ حسب حالات انجمن فیصلہ کرے گی۔ (ریزولیوشن نمبر ۱۰۶/ ۴۹-۸-۲۱، صدر انجمن احمدیہ قادیان)

نمائندہ تحریک جدید کی طرف سے جب اس بات کی اطلاع ہندوستان کی جماعتوں کو دی گئی تو ہندوستان کے دیگر اضلاع سے ۹۷ دوست قادیان پہنچ گئے ان میں سے ۵۱ واقفین اور باقی غیر واقفین تھے۔ واقفین میں سے ۱۶ مرد ۲۲ عورتیں اور ۱۵ چھوٹے بچے شامل تھے۔ (ریکارڈ دفتر علیا)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحریک پر سب سے پہلے جو گھرانہ قادیان ہجرت کر کے آیا وہ مکرم قمر الدین صاحب دہلوی کا تھا۔ مکرم قمر الدین صاحب کے والد والدہ اور دو چھوٹے بھائی مکرم مہر الدین صاحب اور مکرم عمر الدین صاحب سرسپورنز دد ہلی میں قیام پذیر تھے آپ مکرم قمر الدین صاحب کے بلانے پر ۲۳ ر ستمبر ۴۹ء کو قادیان تشریف لائے۔ اس وقت مکرم عمر الدین صاحب کی عمر ۵ سال تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ حسین بی بی صاحبہ نے ابتدائی دور میں کچھ عرصہ لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں خدمت کی۔ نیز آپ کے والد صاحب صدر انجمن احمدیہ کی زمین ملحقہ باغ بہشتی مقبرہ میں زمینداری کرتے تھے شروع شروع میں آپ کا ذریعہ معاش یہی تھا۔

صدر انجمن احمدیہ یہ کوشش کر رہی تھی کہ زیادہ سے زیادہ درویش اپنے کاروبار شروع کر دیں تا کہ اُن کے وظائف کا بوجھ جو انجمن پر پڑا ہوا ہے کم ہو جائے۔ باوجود اس کے کہ بعض درویش اجازت کے ساتھ اپنی مجبوریوں کی بناء پر پاکستان چلے گئے لیکن نئے مہاجرین کا بوجھ پڑنے سے انجمن پر بوجھ کم نہ ہوا۔ اس پر انجمن نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ جو دوست وقف کر کے نہیں آئے ہیں وہ باہر چلے جائیں اور اُن کی جگہ واقفین کو بلایا جائے لیکن ایسے واقفین ہوں جو یا تو مجرد ہوں یا پھر ایک دو بچے والے ہوں۔

ایسے حالات میں جب تنگی کا دور تھا انجمن نے اپنا کاروبار کرنے والوں کے لئے صنعتی قرضہ دینے کی بھی سکیم بنائی تا کہ درویش بھی اور مہاجرین بھی اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں۔ اور ساتھ ہی مہاجرین کے لئے یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ اگر وہ قرض وغیرہ لیکر کام بھی نہ کر سکتے ہوں اور نہ ہی اپنے اخراجات خود برداشت کر سکتے ہوں تو پھر وہ بخوشی واپس جا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس درویشوں پر یہ پابندی تھی کہ وہ قادیان سے باہر جا کر کام نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ ایک درویش نے قادیان سے باہر جا کر کام کرنے کی اجازت طلب کی تو ناظر صاحب امور عامہ نے یہ رائے پیش کی کہ نظارت کی رائے میں چونکہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے اپنی ایک گزشتہ ہدایت میں درویش کے لئے قادیان سے باہر مستقل ملازمت کو قادیان کی آبادی کو نقصان پہنچنے کے مدنظر پسند نہیں فرمایا۔" (ریکارڈ دفتر)

الغرض قادیان کی آبادی کے لئے بہت سے لوگ آئے لیکن یہاں کی سخت اور مشقت والی زندگی کو دیکھ کر اکثر واپس جانے پر مجبور ہو گئے لیکن بعض نے بڑی ہی فراخدلی اور ہمّت سے مرکز سے چپکے رہنے کا عہد کیا اور ہمیشہ کے لئے یہاں کے ہو کر رہ گئے۔

درویشوں کے اہل وعیال کی واپسی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ درویش جن کے اہل و عیال پاکستان میں ہیں اُن کی واپسی کا انتظام کیا جائے اس طرح بھی قادیان کی آبادی بڑھ سکے گی۔ حضور رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کی روشنی میں کوشش کی گئی اور وقتاً فوقتاً قافلوں کی صورت میں درویشوں کے اہل و عیال قادیان آنے شروع ہوئے درویشوں کے اہل وعیال کی واپسی میں مکرم فضل الٰہی خان صاحب کی فیملی سب سے پہلے قادیان آئی آپ کے اہل وعیال ۱۹۵۰ء میں قادیان تشریف لائے۔

جماعتی طور پر قافلوں کی صورت میں اہل وعیال کی واپسی کے سلسلہ میں سب سے پہلے ۳۰ رجون ۱۹۵۱ء میں بارہ درویشوں کے اہل وعیال قادیان آئے۔

اس موقعہ پر درویشانِ قادیان کے کیا جذبات تھے اُن کا تذکرہ مکرم ملک صلاح الدین صاحب صاحب ایم.اے. مؤلف اصحاب احمدؓ نے یوں کیا ہے۔لکھا ہے کہ:

''۱۹۴۸ء سے اہل وعیال کی واپسی کے لئے کوشش ہو رہی تھی بالآخر حکومت ہند کی طرف سے چند ماہ قبل اہل وعیال منگوانے کی اجازت ملی اور حکومتِ پاکستان نے بھی اس کی اجازت دے دی۔ گویا دونوں حکومتوں کے اتفاقِ رائے سے یہ کام ہوا۔ لیکن گذشتہ ماہ کی ابتداء میں اچانک یہ روح فرسا اطلاع گورنمنٹ ہند کی طرف سے آئی کہ اجازت کی میعاد گزر چکی ہے۔ اس میعاد کی ادھر اور اُدھر کے منتظمین کو کوئی اطلاع نہ تھی بلکہ یہ اطلاع تھی کہ کوئی میعاد مقرر نہیں ہے۔ بہرحال منسوخی کی اطلاع ملنے پر صدر انجمن احمدیہ قادیان نے مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز اور خاکسار کو اِس سلسلہ میں دلّی بھیجا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ۲۳ رجون کو میعاد میں توسیع منظور ہو کر لاہور اطلاع چلی گئی۔ پاکستان حکومت کی طرف سے میعاد ۳۰ رجون تک کی تھی۔ وقت بہت تنگ تھا اور درویشوں کے اہل وعیال متفرق مقامات پر تھے۔ ان کے جلد اور بروقت پہنچنے کے لئے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بہت ہی سعی فرمائی جو خدا کے فضل سے مشکور ہوئی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

قریباً سارے دوست جن کے اہل وعیال آرہے تھے۔ فون پر اطلاع ملنے پر استقبال کے لئے واہگہ بارڈر پر پہنچ گئے۔ نظارت امور عامہ کی طرف سے انتظام کے لئے اخویم فضل الٰہی صاحب مقرر تھے۔ ۲۸ رجون کو گیارہ درویشوں کے اہل وعیال قریبا ساڑھے گیارہ بجے دن سرحدِ پاکستان عبور کر کے سرزمینِ ہند میں داخل ہوئے جہاں سے لاری کے ذریعہ ساڑھے چھ بجے شام روانہ ہو کر قریبا آٹھ بجے شام بٹالہ اور

وہاں سے ساڑھے دس بجے شب بخیریت تمام قادیان پہنچے۔سڑک کی خرابی کی وجہ سے قادیان کے راستہ میں ٹرک پھنس گیا اس وجہ سے کافی وقت صرف ہو گیا۔جوں جوں ان کی آمد میں دیر ہوتی جاتی تھی۔درویشوں کا اشتیاق اور فکر بڑھتا جاتا تھا اور وہ دست بدعا تھے کہ اللہ تعالیٰ قافلہ کو خیریت سے لائے۔احمدیہ چوک (نزد مکان حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمد صاحب) میں درویش ہلال عید کی طرح چشم براہ تھے اور قافلہ کی آمد پر خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔'' (تاریخ احمدیت جلد پندرہ صفحہ ۳۶-۳۷)

پاکستان سے درویشان کے اہل وعیال کی واپسی کا یہ پہلا قافلہ تھا۔اس کے بعد اگرچہ حکومت نے اس بات کی یقین دہانی کروائی تھی کہ باقی درویشوں کے اہل وعیال بھی جلد از جلد قادیان آ جائیں گے لیکن ایسا نہ ہوا۔اور درویشانِ قادیان کے اہل وعیال کی واپسی میں ایک تعطل پیدا ہو گیا۔اس سے جماعت کی پریشانی میں اضافہ ہوا اور حکومت کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کے لئے جماعتی طور پر کاروائی ہونے کے ساتھ ساتھ اخبارات میں بھی اس کا تذکرہ کیا گیا اور حکومت کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ وہ باقی درویشوں کے اہل و عیال کو بھی ہندوستان آنیکی اجازت دے۔اخبار بدر میں درج ہے کہ:

''قادیان کے احمدیوں کے اہل وعیال کی واپسی قابل توجہ گورنمنٹ''

نیز لکھا:

۱۹۴۷ء کے فسادات کے نتیجہ میں ہمیں بحالتِ مجبوری اپنی مستورات اور بچوں کو قادیان سے پاکستان بھجوانا پڑا۔اس کے بعد کافی عرصہ تک قادیان اور اردگرد کی فضا مکدّر رہی۔اور ہمارے لئے یہ ممکن نہ تھا کہ اپنے اہل وعیال کو واپس قادیان میں لا کر محفوظ طور پر رکھ سکتے۔ایک عرصہ کے بعد فضا کے سازگار ہونے پر بعض ذمہ دار افسران کے مشورہ سے ہم نے اپنے اہل وعیال کی واپسی کے لئے ۱۹۴۹ء کے وسط میں حکومت کو درخواست دی۔ایک لمبی تگ ودو اور خط وکتابت کے بعد مئی ۵۰ء میں حکومت کی طرف سے یہ اطلاع ملی کہ قادیان کے احمدیوں کو اس شرط پر اہل وعیال کو واپس لانے کی اجازت دی جاتی ہے کہ ان کے پاس اس وقت جسقدر مکانات موجود ہیں اور جن میں صرف مرد ہی رہتے ہیں۔ان کے علاوہ ان کو کوئی مزید مکانیّت نہ دی جائے گی۔اگرچہ یہ شرط ہمارے لئے تکلیف دہ تھی لیکن ہم نے اس شرط کو اس لئے قبول کر لیا کہ کم از کم جلد ہماری فیملیاں واپس آ جائیں اور ہماری زندگیاں معمول پر آ جائیں جو لمبے عرصہ کی جدائی کی وجہ سے بے حد مشکلات اور پریشانی کا باعث بنی ہوئی ہیں حکومت کی طرف سے ایک شرط یہ بھی عائد کی گئی کہ صرف بچوں اور عورتوں کو واپس لانے کی اجازت ہوگی۔مرد خواہ بوڑھے اور ضعیف ہوں اور ان کی زندگی کا انحصار خواہ

قادیان میں مقیم کسی درویش پر ہی کیوں نہ ہوان کو واپسی کی اجازت نہ دی جائیگی۔

بہر حال ان شرائط کے باوجود بھی ہم نے حکومت کے حکم کا خیر مقدم کیا۔اور افسران کو اس سے اطلاع دے دی۔اس سے پہلے یعنی جنوری ۱۹۵۰ء میں ہندوستان کے اکثر اخبارات میں یہ اطلاع نشر ہوئی کہ قادیان کے احمدیوں کو ان کے اہل وعیال واپس لانے کی اجازت مل گئی ہے۔لیکن باوجود اس کے ہمیں حکومت کی طرف سے اس وقت تک اطلاع نہ دی گئی۔آخر ایک لمبی کوشش اور خط وکتابت کے بعد ماہ مئی میں حکومت کی طرف سے مذکورہ بالا اطلاع مع شرائط کے دی گئی۔

اس اطلاع کے مطابق ڈپٹی ہائی کمشنر ہندوستان مقیم لاہور کو ہمارے اہل وعیال کی طرف سے پرمٹ کے لئے درخواستیں دی گئیں۔لیکن انہوں نے بغیر حکومت ہند کی خاص منظوری کے پرمٹ بنوانے سے انکار کر دیا۔چنانچہ حکومت ہند سے خاص اجازت حاصل کرنے کے لئے بہت سی مزید تگ ودو کرنا پڑی۔اور آخر ایک لمبا عرصہ کے بعد یعنی ۳۰؍جون ۱۹۵۱ء کو صرف ۱۲ خاندان پرمٹ حاصل کر کے قادیان واپس آسکے۔ بقیہ درخواستیں جو سرکاری ہدایات کے ماتحت باقاعدہ فارم 'C' پر بھجوائی گئی تھیں باوجود بار بار کے توجہ دلانے کے اور دہلی اور شملہ میں بھی بہت سے مصارف برداشت کر کے جانے کے ابھی تک زیر کارروائی ہیں اور ان پر کوئی فیصلہ باوجود اتنا لمبا عرصہ گزرنے کے نہیں کیا جاتا۔اس کے نتیجہ میں ایک طرف قادیان میں مقیم دوست اپنے اہل وعیال کی لمبی جدائی اور غیر معمولی حالات میں زندگی بسر کرنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہیں۔ اور دوسری طرف ان کے بیوی بچے بغیر نگرانی اور دیکھ بھال کے تکلیف ومصیبت کے دن کاٹ رہے ہیں اور بہت سی خانگی الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ہم حکومتِ ہند اور پنجاب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے اہل وعیال کی واپسی کے لئے جلد انتظام کرے تاکہ قادیان میں مقیم احمدی جو ہر طرح سے پُرامن اور وفادار ہیں اپنے مقدس مرکز میں آرام اور چین سے رہ سکیں اس اہم معاملہ میں اسقدر تاخیر جو سالہا سال تک ممتد ہو کسی طرح بھی درست اور حکومت کی شان کے مطابق نہیں سمجھی جاسکتی۔

(ہفت روزہ بدر ۲۱؍جولائی ۱۹۵۲ء صفحہ ۲ کالم ۱-۲)

الحمدللہ جماعت کی کوشش ثمر آور ہوئی اور حکومت نے درویشوں کی فیملیوں کو ہندوستان آنے کی اجازت دے دی اس طرح دوسرا قافلہ ۱۵؍اکتوبر ۱۹۵۲ء کو جو کہ ۱۴ خاندان پر مشتمل تھا۔بخیریت قادیان پہنچا۔اس سلسلہ میں اخبار بدر میں درج ہے کہ:

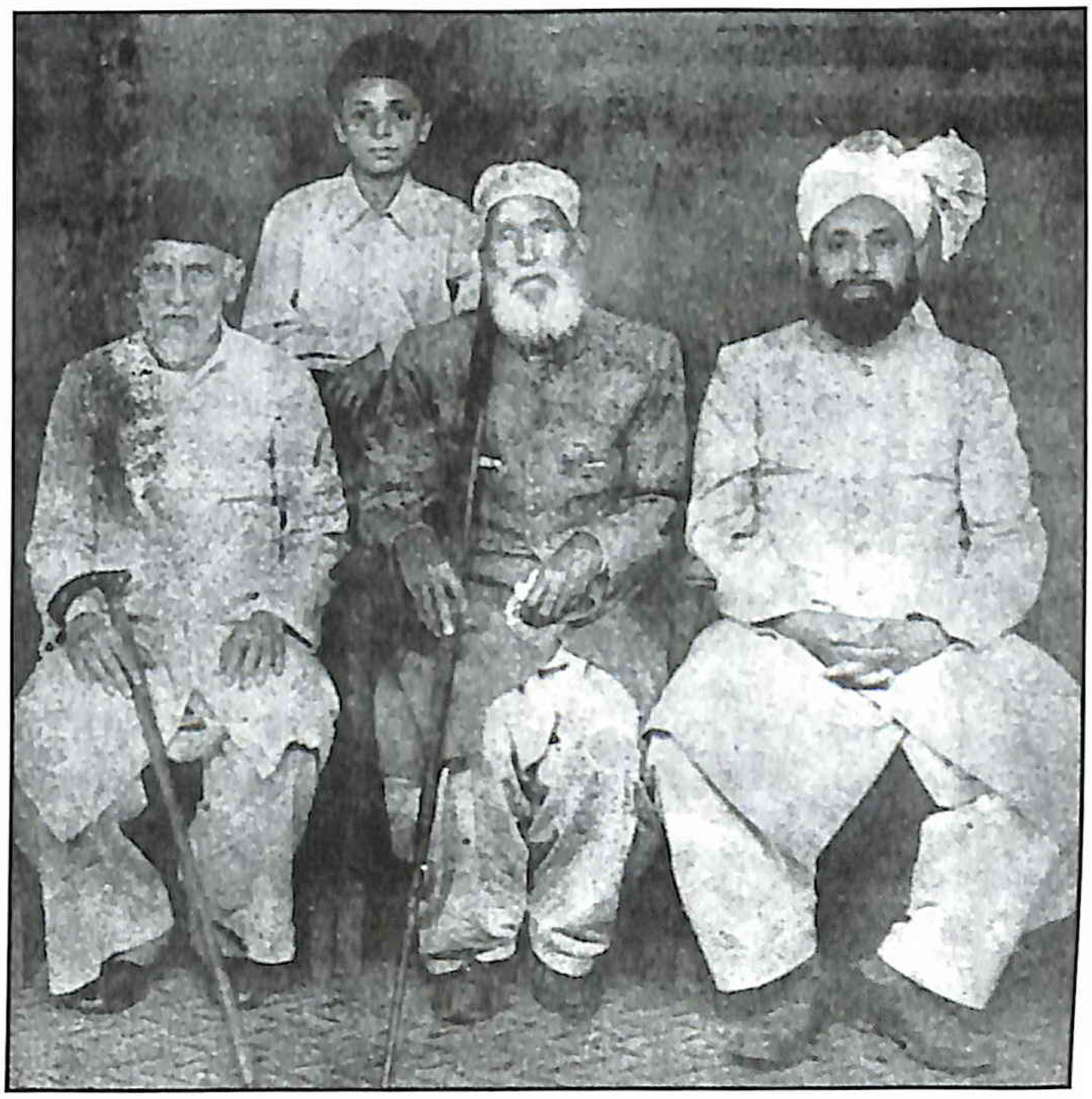


ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان



قادیان کے معروف درویشان کرام

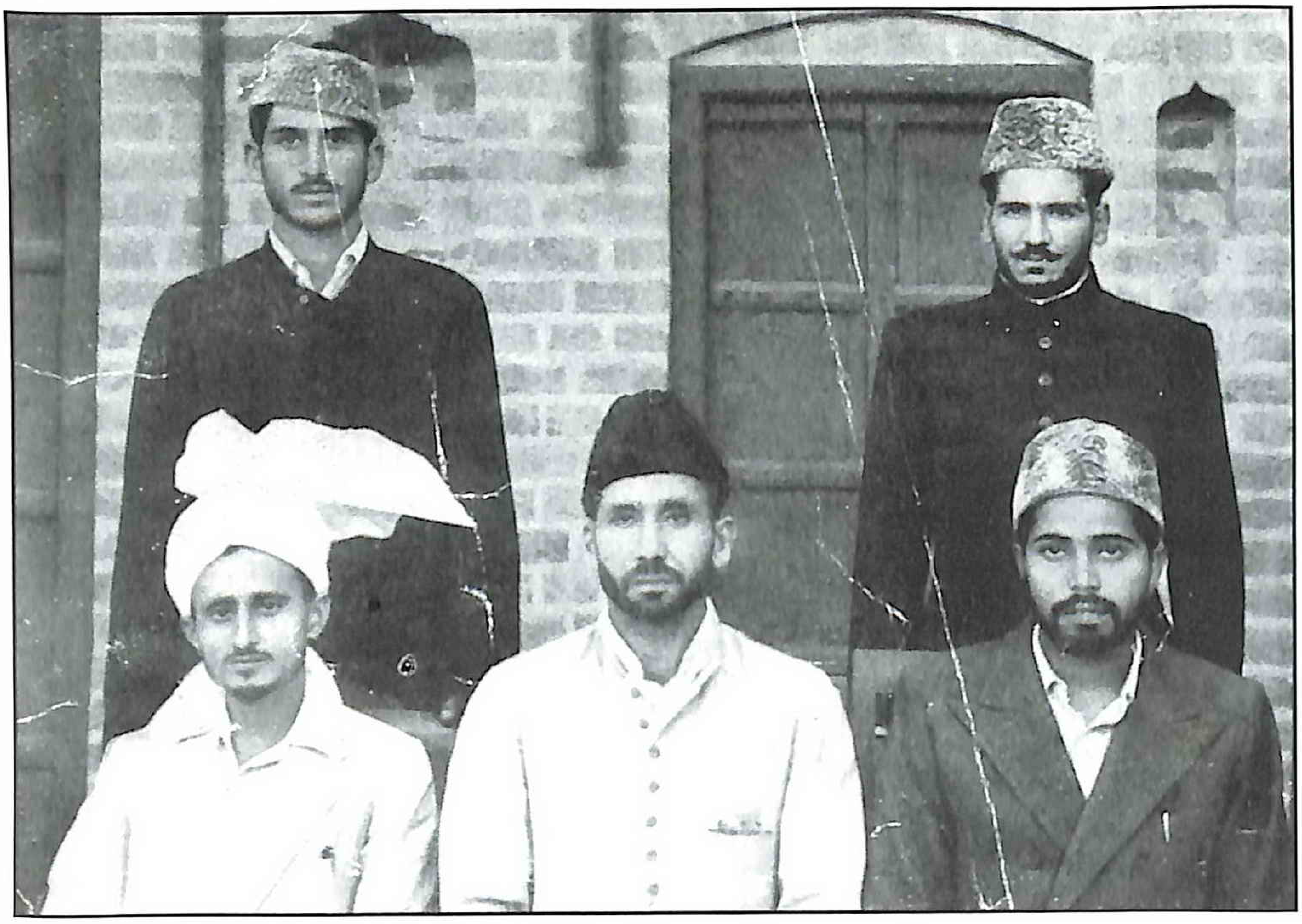
دائیں سے بائیں:-محترم چوہدری فیض احمد صاحب مرحوم، محترم ملک صلاح الدین صاحب مرحوم، محترم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز مرحوم، محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ، محترم مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ، محترم مولوی ابراہیم صاحب قادیانی مرحوم، محترم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب مرحوم



دائیں سے بائیں: مکرم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری۔ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانیؓ۔
مکرم حکیم خلیل احمد صاحب مونگھیری۔ پیچھے عطاء المجیب صاحب راشدؔ۔ (قادیان میں لی گئی تصویر)



اراکین صدر انجمن احمدیہ تقسیم ملک کے بعد



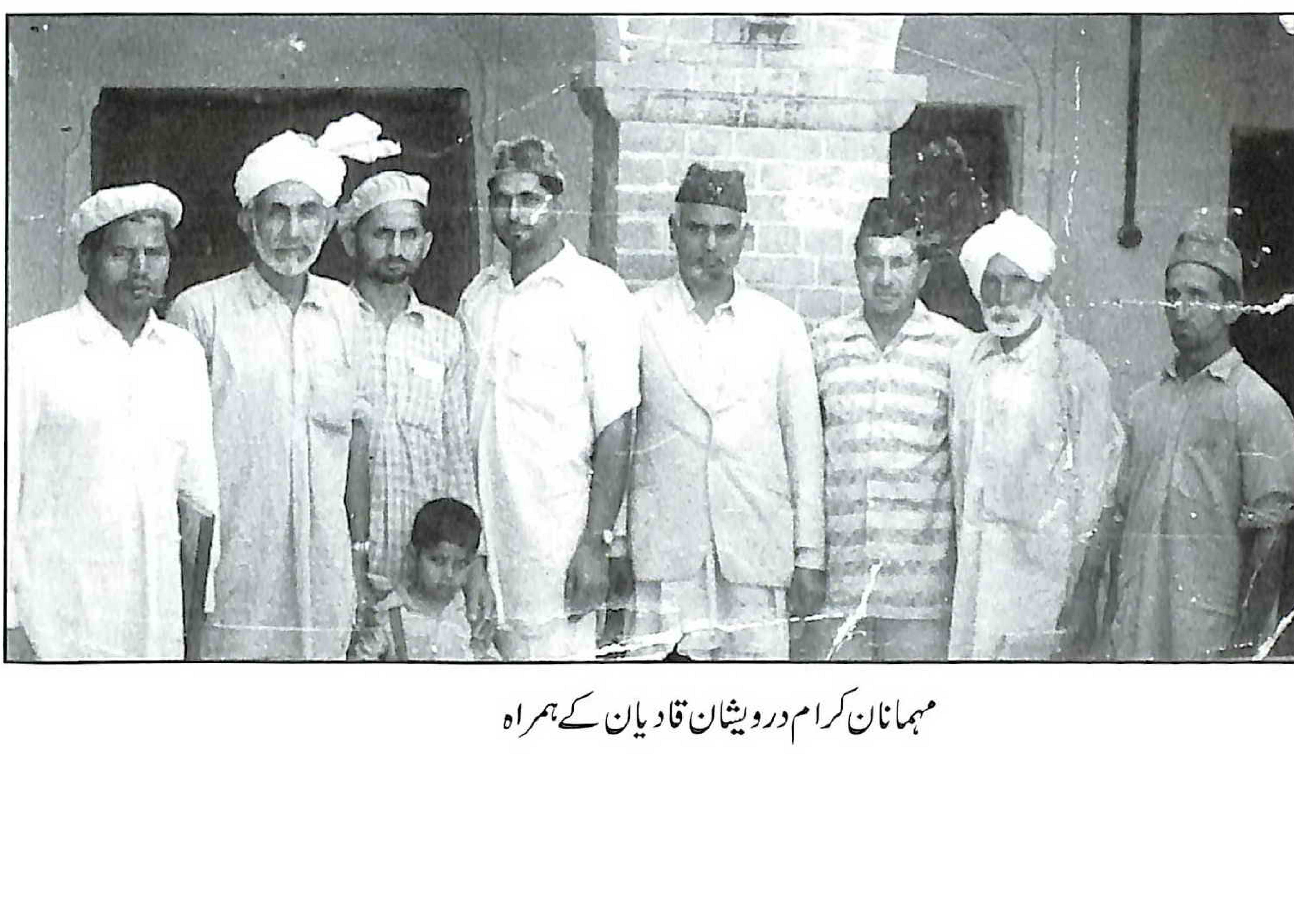
درویشان قادیان۔ کرسیوں پر دائیں سے بائیں: ۱) مکرم بدرالدین صاحب عامل بھٹہ۔
۲) مکرم مولوی برکت علی صاحب انعام ۔۳) مکرم محمد حفیظ صاحب بقاپوری۔



حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ صاحبزادہ
مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ ودیگر درویشانِ کرام کے ساتھ



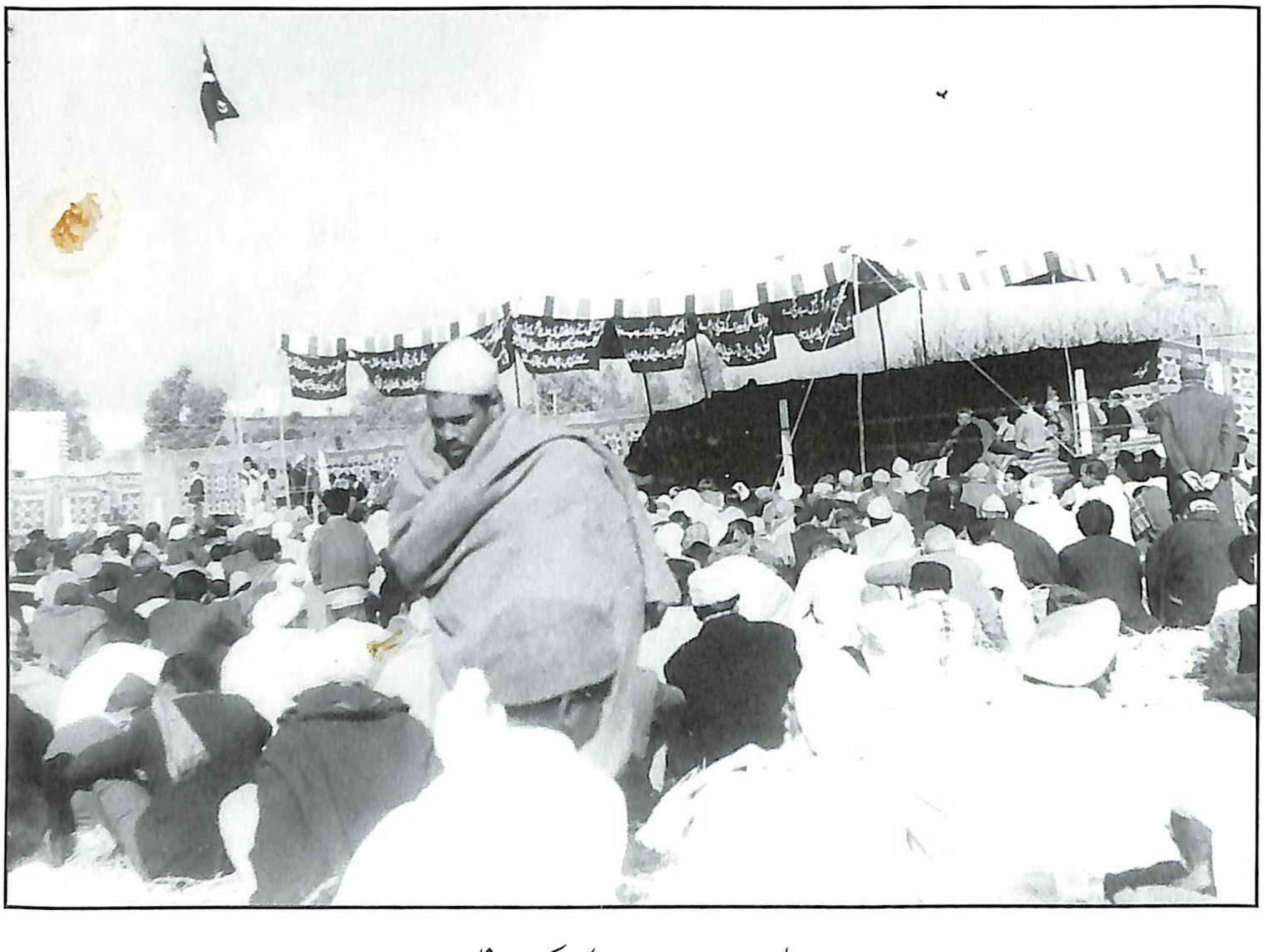
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ، ماریشس سے واپسی پر حضرت
مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ رضی اللہ عنہ امیر جماعت قادیان کے ہمراہ



مہمانان کرام درویشان قادیان کے ہمراہ



جلسہ سالانہ قادیان 1979ء۔ مولانا شریف احمد صاحب امینی تقریر فرما رہے ہیں۔



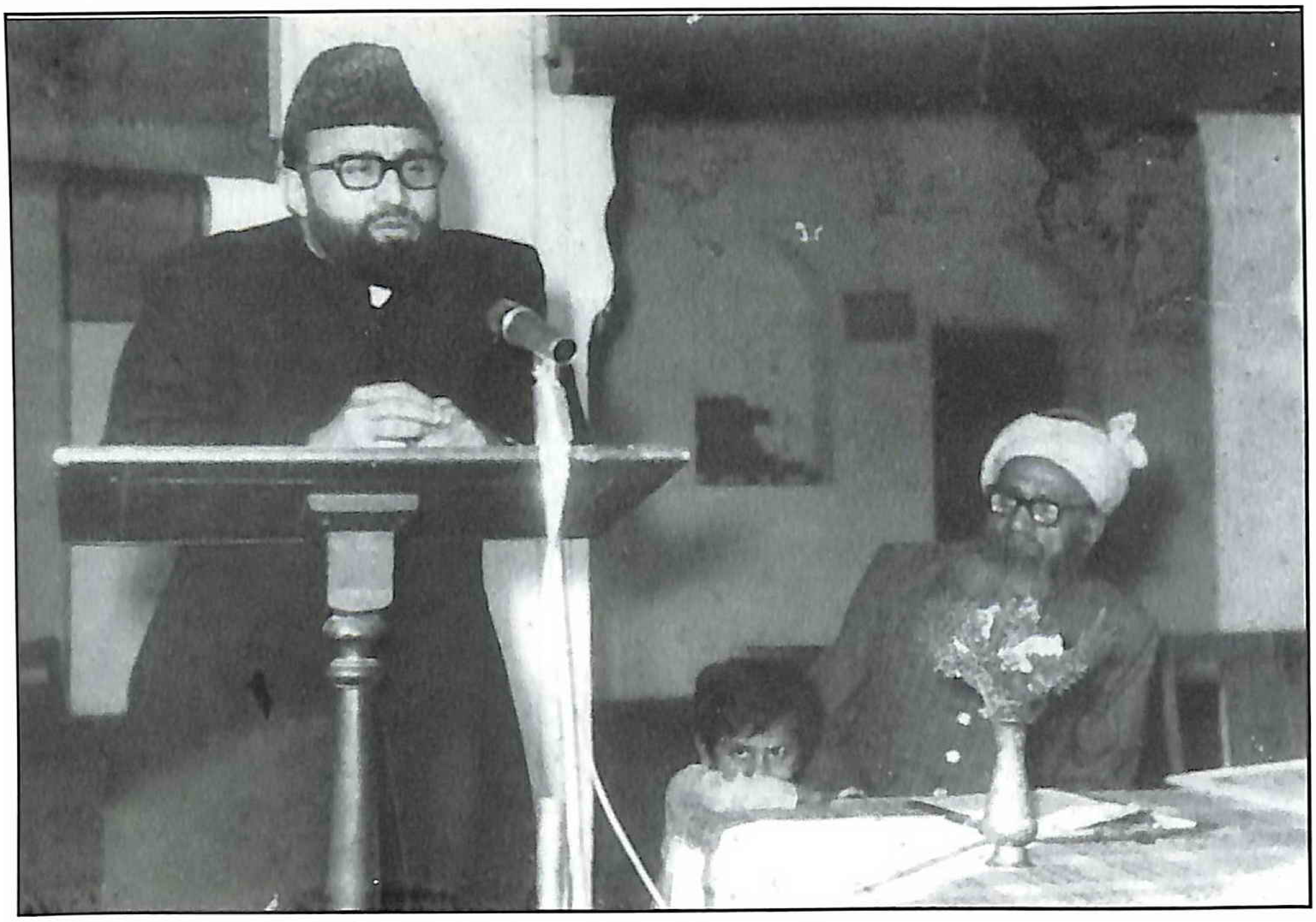
جلسہ سالانہ قادیان کا ایک منظر



دائیں سے بائیں: حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ ۲) نامعلوم ۳) مکرم محمد شریف شاہ صاحب مرحوم



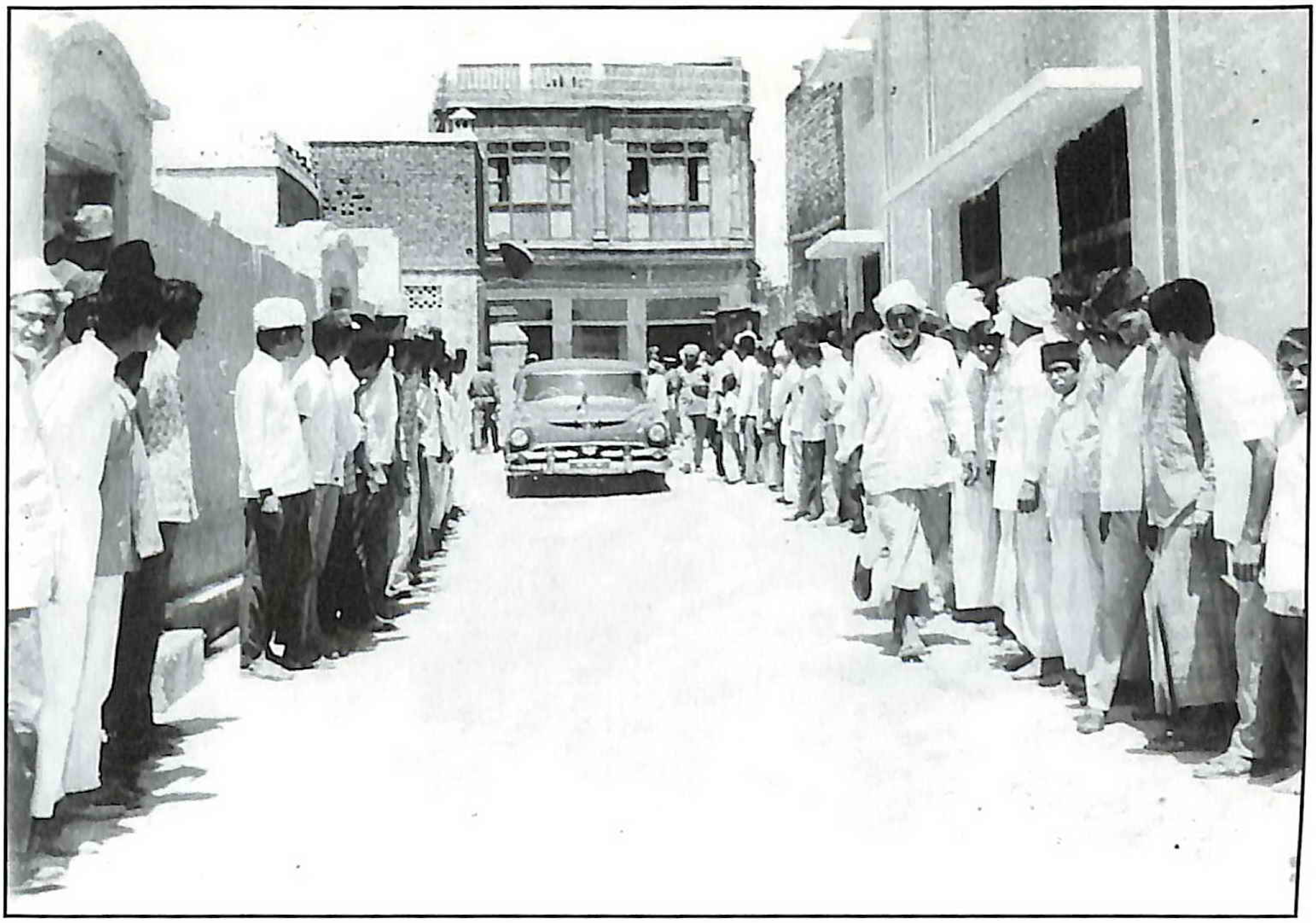
محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ مرحوم درویش و مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز مرحوم درویش



حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کی صدارت میں مسجد اقصیٰ میں
محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ تقریر فرما رہے ہیں



جلسہ سالانہ قادیان کا ایک منظر



جناب ٹی۔این۔ رینا صاحب کے استقبال کا ایک منظر



جناب جنرل ٹی۔این۔ رینا صاحب حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کے ساتھ

درویشوں کے چودہ ۱۴ خاندانوں کی قادیان میں واپسی

الحمدللہ کہ متواتر کوشش اور تگ ودو کے بعد مورخہ ۱۵/ اکتوبر کو درویشوں کے مزید ۱۴ خاندان قادیان میں واپس پہنچ گئے۔ ان خاندانوں میں صرف مستورات اور بچے شامل ہیں حکومت کی طرف سے بہت سی درخواستوں میں سے صرف ۲۴ کی منظوری مورخہ ۹/ اکتوبر کو ملی تھی۔ لیکن یہ منظوری اتنے تنگ وقت میں ملی کہ مغربی پاکستان کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی فیملیوں کو بروقت اطلاع دیکر جمع کرنا اور انکے لئے ۱۴ تاریخ تک پرمٹ وغیرہ حاصل کر کے بارڈر سے گذارنا ناممکن تھا لہذا مجبوراً منظور شدہ خاندان میں سے بھی ۱۰ خاندان بروقت واپس آنے سے رہ گئے۔

واپس آنیوالے جملہ خاندان حسینی والا (ضلع فیروز پور) بارڈر سے ہندوستان میں داخل ہوئے۔ جہاں پر نظارت امور عامہ قادیان کی طرف سے ان کے استقبال اور انتظام وسہولت کے لئے قادیان سے نمائندے موجود تھے۔ بارڈر کے ہندوستانی افسران نے حسنِ انتظام کا ثبوت دیا اور مستورات کی سہولت اور آرام کا خیال رکھا جس کے لئے ہم انکے شکر گزار ہیں۔ اس جگہ اس بات کا اظہار کیا جانا بھی مناسب ہوگا کہ قادیان کے احمدی درویش تقریباً پانچ سال سے بغیر اہل وعیال کے غیر معمولی اور تکلیف دہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ (مستورات اور بچوں کو ۱۹۴۷ء میں مجبوراً قادیان سے بھجوانا پڑا) دو سال سے زائد عرصہ سے یہاں کے حالات کسی قدر ساز گار ہونے پر حکومت کو درویشوں کے اہل وعیال کی واپسی کے لئے درخواست دی گئی اور اس عرصہ میں علاوہ لمبی خط وکتابت کے کئی دفعہ قادیان سے جماعت کے نمائندے شملہ اور دہلی بھی گئے اور افسران متعلقہ کو ملکر اپنی مشکلات واضح کیں لیکن ابتک صرف ۲۶ خاندان واپس قادیان آسکے ہیں (۱۲ خاندان گذشتہ سال واپس آئے تھے) بقیہ درویش حسب معمول تجرد کی تکلیف دہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس ضمن میں جہاں ہم اربابِ حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ قادیان میں رہنے والے پُر امن احمدیوں کی سہولت اور آرام کا خیال رکھتے ہوئے انکے سب خاندانوں کی واپسی کی منظوری دے وہاں ہم احباب سے بھی درخواست دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے قادیان کے جملہ درویشوں کی مشکلات کو دور فرمائے۔ اور انکے لئے آرام وسہولت اور کشائش کے باب وا کرے۔ آمین۔

(ہفت روزہ بدر ۲۱/ اکتوبر ۱۹۵۲ء صفحہ: ۱)

اس کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے ۵۵-۱۹۵۴ء میں باقی درویشان قادیان کے اہل وعیال بھی قادیان پہنچ گئے۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔

درویشان کی شادیاں

قادیان میں ٹھہرنے والے بہت سے درویش ایسے بھی تھے جن کی شادیاں نہیں ہوئی تھیں۔ اس تعلق سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''اڑیسہ، کانپور اور بہار میں بہت غریب عورتیں مل جاتی ہیں جو شادیاں کر سکتی ہیں۔ اُنکی اِن علاقوں میں شادیاں کروایئے اور قادیان میں عورتیں بسوایئے۔'' حضور کے اس ارشاد کی روشنی میں درویشوں کی شادیوں کی کوشش کی گئی اور چند سالوں کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام درویشوں کی شادیاں ہو گئیں۔ درویشی دور میں سب سے پہلے مکرم مولوی عبدالقادر صاحب دہلوی کی شادی عمل میں آئی۔

درویشوں کے حالات مالی لحاظ سے اس لائق نہ تھے کہ وہ شادی کر سکیں خدا تعالیٰ ہی اسباب کا پیدا کرنے والا ہے اُنہیں دنوں مدراس کے ایک احمدی دوست شیخ عبدالحفیظ صاحب نے درویشوں کی امداد کے لئے پانچ ہزار روپے دیئے جو کہ مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ کے ذریعہ بھجوائے گئے تھے۔ سیٹھ صاحب نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے۔ کی وساطت سے حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں یہ روپیہ پیش کیا اور ساتھ ہی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس روپیہ کے مصرف کے بارہ میں استفسار کیا تو حضور نے فرمایا کہ:

''شیخ... صاحب کی رقم قادیان بھجوا دیں۔ اس وقت نوجوانوں کی شادیوں کا سوال ہے۔ کچھ کمزوروں و بیماروں کو دیں۔ زیادہ اُن شادی کرنے والے نوجوانوں کو شادی کے موقعہ پر ڈیڑھ ڈیڑھ دو دو سو کر کے دے دیں۔'' (ریزولیوشن نمبر ۴/۲۷ ۵۰-۳-۷)

اس میں سے ایک ہزار کی رقم کمزوروں اور بیماروں کے لئے تعیّن کی گئی اور چار ہزار شادیوں کے لئے۔

اس طرح اس ارشاد کے تحت درویشوں کو شادی کے موقعہ پر شادی فنڈ ملنا شروع ہوا اس فنڈ سے مکرم عبدالقادر صاحب دہلوی کو ۵۰ روپے اور لڑکی والوں کو ۱۰۰ روپے دینے کا سب سے پہلا فیصلہ ہوا۔ قارئین درویشوں کی شادیوں کی سادگی کا اندازہ اسی بات سے لگا سکتے ہیں۔ آفرین ہے اُن لوگوں پر جنہوں نے ایسے بے سروسامان اور غریب مفلوک الحال لوگوں کو صرف خدا کی رضاء کی خاطر اپنی لڑکیاں دیں جو بعد میں درویشوں کے ساتھ مقامِ درویشی پا گئیں۔ مولوی صاحب کا بیٹا اسمٰعیل نوری درویشی دور کا پہلا بچہ تھا۔ جو اسوقت جرمنی میں مقیم ہے۔

جب کسی درویش کی شادی ہوتی تو اسکو اسٹور میں سے کچھ سامان بھی دیا جاتا تھا وہ بھی زیادہ نہیں صرف دو چار اشیاء مثلاً کھانے کے برتن اور سونے کے لئے چارپائی وغیرہ اور یہی گھر کا اثاثہ ہوتا۔

درویشوں کی آمد تو کوئی تھی نہیں شادی فنڈ کے اندر رہ کر ہی شادی کی خوشیاں پوری کرتے۔ ایک درویش نے جو میرے استاد بھی ہیں اپنی شادی کا واقعہ سُنایا کہ شادی فنڈ ڈیڑھ صد روپے ملا تھا کچھ کپڑے اپنے بنائے اور کچھ بیوی کے لئے شادی یوپی میں ہونی تھی کچھ دوست بھی ساتھ گئے آخر ڈیڑھ صد ہی تو تھا خواہ کتنا ہی سستا زمانہ ہو۔ آنے جانے میں پیسے ختم ہو گئے اور جس وقت میں قادیان آیا تو جیب میں صرف بارہ روپے موجود تھے دعوتِ ولیمہ کی تقریب باقی تھی۔ بارہ روپے خرچ کر کے دعوت ولیمہ ہوئی دوست و احباب خوش ہوئے کہ ایک درویش اور بیوی والا ہو گیا۔ اب کیا تھا ہاتھ میں ایک روپیہ نہیں بس بیوی مجھے دیکھتی اور خوش ہو لیتی اور میں بیوی کو دیکھ کر خوش ہو لیتا یہ تو تھی شادی کی حسین داستان۔

میں نے پوچھا آپ کے پاس شادی کے وقت سامان کیا تھا تو انگلیوں پر چند برتن گنا دیئے کہنے لگے البتہ ایک چادر میرے پاس موجود تھی دوسری دفتر والوں نے اسٹور سے عنایت کر دی مگر چارپائی بھی اپنی داستان خود بیان کرتی تھی کہ ایک ماہ تک تو میں اس کا بان ہی باندھتا رہا۔ چند رسیاں باندھ لیتا جو ٹوٹی ہوتیں درخواستِ آرام لئے چارپائی پر جاتا تو وہ بھی اس کے جواب میں ٹک ٹک کی آواز بلند کرتی۔ آخر تھی تو وہ بھی ناقص کہاں تک چلتی آخر خدا نے وظیفہ ملنے کے دن دکھائے تو پھر ہم نے اُسے نئی دلہن بنا دیا۔

یہ حال کسی ایک درویش کا نہ تھا بلکہ سوائے چند ایک کے سب کی داستان برابر برابر چلتی ہے لیکن ان حالات کے باوجود کسی درویش نے الّا ماشاءاللہ ناشکری کا ایک کلمہ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔ بلکہ ہر حال میں خدا کے احسانوں کو یاد کرتے ہوئے اس کی حمد کے ترانے گائے کہ اس نے ہمیں درویشی عطا کی۔

ایک درویش کی شادی ہوئی تو اُنہوں نے سنت پر عمل کرتے ہوئے سب احباب کو اپنے گھر سے کھانا لانے کی درخواست کی سب نے ایسا ہی کیا خود اُنہوں نے کوئی معمولی سا کھانا تیار کرایا۔ بعد میں خدا نے اُنہیں اس قدر نوازا کہ اب تک وہ دو تین مرتبہ لندن جا چکے ہیں جہاں انکا ایک بیٹا اور ایک بیٹی رہتے ہیں۔

حضورؓ کی اس تحریک کے بعد چند ہی سالوں کے اندر اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے تمام درویشوں کی شادیاں ہو گئیں اور قادیان کی گلیوں میں پھر سے بچے نظر آنے لگے جو قادیان کی آبادی کا ذریعہ بنے الحمدللہ۔

حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ امیر مقامی قادیان کا نکاح

درویشان قادیان کی شادیوں کے سلسلہ میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کا تذکرہ اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ آپ قادیان کے امیر تھے۔آپ کی پہلی بیوی پاکستان میں ہی رہیں جس وجہ سے آپ نے ہندوستان ہی میں شہر بریلی علاقہ یو.پی میں شادی کی۔آپ کے نکاح ثانی کے متعلق اخبار بدر میں ہے کہ:

''یہ خبرنہایت مسرّت سے سنی جائے گی کہ جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر مقامی وناظر اعلیٰ قادیان کے نکاح ثانی کا اعلان ناصرہ خاتون صاحبہ بنت مکرم قریشی محمد یونس صاحب بریلی کے ساتھ ڈیڑھ ہزار روپیہ مہر پر مورخہ ۵۲-۸-۲۹ کوسیدنا امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ربوہ میں فرمایا۔اللہ تعالیٰ ہر طرح مبارک فرمائے اور مثمر ثمرات حسنہ بنائے۔(ادارہ بدر کی طرف سے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں اور مکرم قریشی صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش ہے۔)''

(اخبار بدر قادیان ۷/ستمبر ۱۹۵۲ء صفحہ:۲، کالم:۱)

آپ کا نکاح ماہ اگست میں ہوا تھا لیکن رخصتانہ کی تقریب ماہ نومبر میں عمل میں آئی۔آپ یکم نومبر کو بریلی تشریف لے گئے تھے اور بعد رخصتانہ ۴/نومبر کو قادیان واپس تشریف لائے بدر میں درج ہے کہ:

''قادیان مورخہ ۴/نومبر جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ قادیان جو اپنی شادی کے لئے یکم نومبر کو بریلی تشریف لے گئے تھے بخیر و عافیت مع اہلیہ صاحبہ کے واپس پہنچ گئے ہیں۔بہت سے درویشوں نے آپ کا استقبال امرتسر میں کیا۔قادیان ریلوے سٹیشن سے دارالمسیح تک بذریعہ کار واپسی ہوئی۔مہمان خانہ کے دروازے پر حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے مع دوسرے ممبران صدر انجمن احمدیہ کے آپ کا استقبال کیا اور گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔سب سے پہلے آپ بہشتی مقبرہ دُعا کے لئے تشریف لے گئے۔اور وہاں سے لوٹ کر اپنے رہائشی مکان میں آئے۔آپ کے مکان اور ماحول کو خوبصورت جھنڈیوں سے سجایا گیا۔خدا تعالیٰ آپ کی شادی کو ہر طرح بابرکت فرمائے۔''

(اخبار بدر ۷/نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ:۲، کالم ۱-۲)

درویشوں کا تبلیغ کے لئے باہر جانا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض ہی یہ تھی کہ وہ صداقتیں جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئی ہیں وہ پھر ظاہر ہوں اس کی تکمیل فریضۂ تبلیغ کے بغیر ممکن ہی نہ تھی۔ تقسیم ملک کے وقت ہندوستان میں پانچ علماء کے سوا سب علماء حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر ہجرت کر گئے تھے۔ ہندوستان کی وسعت کے لحاظ سے پانچ علماء کچھ بھی نہ تھے۔ یہ علماء بھی ہندوستان کی بڑی بڑی جماعتوں میں موجود تھے اور اپنے اپنے طور پر تبلیغ کے فریضہ کو سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جیسے ہی کچھ حالات بہتر ہوئے تو یہ ارشاد فرمایا کہ قادیان کے درویشوں میں سے بعض کو جو دیہاتی مبلغین کی ٹریننگ حاصل کر رہے تھے اُن کو تبلیغ کی غرض سے ہندوستان کے دوسرے علاقوں کی طرف بھجوایا جائے۔

تقسیم ملک کے وقت قادیان میں دیہاتی مبلغین کی ٹریننگ کرنے والے خدام کو قادیان میں ہی روک لیا گیا تھا۔ اور مخدوش حالات میں بھی اُن کی کلاسیں جاری رکھی گئی تھیں۔ اس سے غرض ہی یہ تھی کہ جیسے ہی حالات کچھ بہتر ہونگے انہیں تبلیغ کی غرض سے دوسرے علاقوں میں روانہ کیا جائے گا۔ حضورؓ کا ارشاد آجانے پر سب سے پہلا قافلہ جو قادیان سے ہندوستان کے دیگر علاقوں کی طرف ۱۹۴۹ء میں روانہ ہوا وہ چھ افراد پر مشتمل تھا۔ اس وفد کے اراکین یو. پی.، بہار. آندھرا، کرناٹک، بنگال کے مختلف علاقوں میں متعین ہوئے۔ پھر بعد میں آہستہ آہستہ ان تبلیغ کرنے والوں کی تعداد میں خدا تعالیٰ کے فضل سے اضافہ ہوتا رہا۔ ان درویشوں کی کوششوں اور کاوشوں کا نتیجہ اس رنگ میں ظاہر ہوا کہ جہاں نئے لوگ جماعت میں شامل ہونا شروع ہوئے اس کے ساتھ ساتھ پُرانی جماعتوں میں استحکام پیدا ہو گیا جن میں سے اکثر یہ خیال کر بیٹھی تھیں کہ اب قادیان میں کوئی فرد جماعت باقی نہیں ہے خلیفۂ وقت کے ساتھ سب ہجرت کر گئے ہیں۔ درویشوں کی ان قربانیوں کے نتیجہ میں جماعتی تنظیم مضبوط ہوئی جماعتوں میں اضافے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے انجمن کے بجٹ میں بھی اضافہ ہوا۔ اب ۲۰۰۶-۲۰۰۵ء کا مجموعی بجٹ صدر انجمن احمدیہ و انجمن تحریک جدید و وقف جدید مبلغ-/5,90,25,706 ہے۔ جبکہ ۴۸-۱۹۴۷ء کا بجٹ صرف پینتیس ۳۵ چھتیس ۳۶ ہزار تھا۔ اس وقت مرکزی مبلغین و معلمین کی تعداد دو ہزار سے زائد ہے۔ جو ہندوستان کے تمام صوبوں میں متعین ہیں۔

تعلیم الاسلام سکول

قادیان بہر حال جماعت احمدیہ کا دائمی مرکز ہے اس لئے ضروری تھا کہ اس کی کھوئی ہوئی ساکھ کو پھر سے قائم کیا جائے۔ تقسیم ملک سے قبل اسکول کالج سب موجود تھے تقسیم ملک نے اُن کو بھی بند کر دیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درویشان قادیان کو اس طرف توجہ دلائی کہ یہاں اسکول بھی جاری کیا جائے خواہ اس کے لئے بچے باہر سے لائے جائیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے اس ارشاد کی روشنی میں استاذی المحترم قریشی فضل حق صاحب مرحوم کی نگرانی میں صرف چار طلباء کے ساتھ ۱۶ر فروری ۱۹۴۹ء کو اس اسکول کی پھر سے داغ بیل پڑی۔ جیسے جیسے درویشوں کے بچوں میں اضافہ ہوا اسکول کی ترقی بھی ہوتی رہی اور تعلیم کا معیار بھی بلند ہوتا رہا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ کثیر تعداد میں غیر مسلموں کے بچے بھی ہمارے اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آنے لگے تھے۔

محترم قریشی فضل حق صاحب مرحوم بچوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے۔ آپ کی جیب میں ہر وقت ایک تیز دھار چاقو رہتا آپ حیران ہونگے کہ شفقت کا چاقو سے کیا تعلق، لیکن تھا۔ آپ چاقو صرف اس غرض سے رکھتے کہ جہاں بھی بیچارے طلباء قلم کا مطالبہ کرتے آپ وہیں فوراً چاقو نکالتے اور قلم بنا کر بچے کے ہاتھ میں تھما دیتے اس کام کے لئے کسی جگہ کی تخصیص کی کوئی شرط نہ تھی کلاس جاری ہو۔ اپنی دوکان پر ہوں، گھر پر ہوں یا پھر بازار سے گزر رہے ہوں۔ آپ نے اس معاملہ میں کبھی بھی کسی بچے کو مایوس نہیں کیا۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ کے ہاتھوں میں رعشہ کی تکلیف ہوگئی مگر پھر بھی آپ نے اس کام سے ہاتھ نہ کھینچا۔

کلاس میں داخل ہو جاؤ قریشی صاحب مرحوم مصروف عمل ہیں کبھی فارغ ہو کر نہ بیٹھتے تھے ہر وقت بچوں میں مگن بس ایک ہی دھن سر پر سوار کہ یہ درویشوں کے بچے اصحاب صفہ کے لعل پڑھ لکھ کر سلسلہ کے خادم بن جائیں۔ اسوقت کے ناظر تعلیم محترم ملک صلاح الدین صاحب مرحوم نے ہی مکرم قریشی فضل حق صاحب مرحوم کے ذریعہ مدرسہ تعلیم الاسلام جاری کرایا۔ قریشی صاحب کو تقسیم ملک سے پہلے بطور سلسلہ کے ٹیچر کے بچوں کو تعلیم دینے کا تجربہ حاصل تھا۔

اسکول میں آپ کے ہاتھ میں ایک باریک سی چھڑی ضرور رہتی۔ شرارت کرنے والے بچوں پر نظر بڑی تیکھی پڑتی تھی اور باوجود شفیق ہونے کے بچوں پر آپ کا رعب بھی خوب تھا کیا مجال کہ بچے شور شرابا کریں۔ آپ کی بچوں سے شفقت کی ایک مثال دیتا ہوں۔ بعض بچے ایسے بھی ہوتے تھے اور اب بھی ہوتے ہیں جو اسکول جانے سے ڈرتے ہیں یا کتراتے ہیں۔ قریشی صاحب مرحوم کو جب اسبات کا علم ہوتا کہ فلاں

بچہ ناغہ کرتا ہے اور وقت پر اسکول نہیں جاتا تو آپ اس بچے کو اپنی جیب سے ٹافی دیا کرتے یا پھر پیسے دیا کرتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ گھر والے شکایت کرتے کہ ہمارا بچہ اسکول آنے سے خوف کھاتا ہے تو آپ خود سے اُنہیں مشورہ دیتے کہ وہ چند آنے مجھے دے دیں میں اس بچے کو روز ایک دو پیسے دیا کرونگا اس وقت ایک دو پیسے کی کافی چیز آجاتی تھی تو آپ اُس بچے کو اپنے پاس بلاتے پیار کرتے اور کبھی پیسے کبھی ٹافی ہاتھ میں تھما دیتے پھر کیا تھا بچے کو لالچ اور پھر شفقت اسکول کی طرف کشاں کشاں کھینچ لاتی۔ آج خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہی اسکول جو پُرانی اور بوسیدہ کچی عمارت میں چار طلباء سے شروع ہوا تھا۔ پختہ عمدہ ہائی اسکول بن چکا ہے جس میں سینکڑوں مسلم، سکھ، ہندو اور عیسائی بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ شروع میں لڑکیوں لڑکوں کو محترم قریشی صاحب ہی پڑھایا کرتے تھے بعد میں لڑکوں اور لڑکیوں کا اسکول الگ الگ کر دیا گیا۔ اس طرح ابتدائی درویشی دور میں ہی خدا تعالیٰ نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات اور دُعاؤں کی بدولت اسکول جاری کرنے کا موقعہ عطا کر دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

پریس

قادیان میں پریس تو موجود تھا لیکن چلانے والا کوئی نہ تھا۔ جب حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد موصول ہوا کہ پریس جاری کی جائے تو بعض درویشوں نے جن میں مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب بھی موجود تھے اس منجمد پریس کو جاری کرنے کی کوشش کی زیادہ تجربہ تو تھا نہیں پھر کام بھی زیادہ نہ ملتا تھا نفع کی جگہ نقصان ہونے لگا اس پر اُسے بند کر دینا پڑا بعد میں اُسے فروخت کر دیا گیا۔ پھر بعد میں ایک درویشان نے ربوہ جا کر ٹریننگ بھی حاصل کی۔ لیکن پریس کامیابی سے نہ چل سکا بعد میں اُسے فروخت کر دیا گیا۔ جماعت نے جب پریس کی پھر ضرورت محسوس کی تو جالندھر سے ایک پُرانا پریس خرید کر قادیان میں لگایا۔ اسی پریس میں مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب درویش کا ہاتھ آگیا تھا جس کی وجہ سے اُن کا بائیاں ہاتھ ضائع ہو گیا۔

۱۹۸۸ء میں فضل عمر پریس کے لئے ایک ہینڈ فیڈ آفسٹ مشین خرید کی گئی اور پُرانی مشین فروخت کر دی گئی۔ اب چونکہ سلسلہ کی ضرورتیں بڑھ گئی ہیں اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قادیان کے لئے ایک نئی آٹومیٹک مشین خرید کر دی ہے جس کے ساتھ فولڈنگ مشین اور سلائی مشین بھی کام کر رہی ہے الحمد للہ جماعت اب اس کے ذریعہ سے لاکھوں کی تعداد میں کتب فولڈر، پمفلیٹ وغیرہ شائع کر رہی ہے۔

الغرض درویشوں نے اپنی زندگیاں خدا کی خاطر وقف کر چھوڑی تھیں۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے جب بھی ارشاد موصول ہوتا ہر درویش لبیک لبیک کہتا ہوا اس راہ پر چل پڑتا اور کبھی بھی اپنی زبان سے نہ کا لفظ نہ نکالتا۔ بس ایک ہی بات ہر درویش نے اپنے دل میں جمائی ہوئی تھی اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

درویشان کی صحت پر نظر

اول تو محدود ماحول ہونے کی بناء پر خوراک اچھی نہ تھی اس تعلق سے بھی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے متعدد بار ہدایت فرمائی کہ درویشوں کی خوراک میں بہتری ہونی چاہئے (یہ ہدایات دفتری ریکارڈ میں موجود ہیں) اس کے ساتھ ہی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد بھی فرمایا کہ:

''درویشوں میں ورزش اور سیر اور غسل اور خوش رہنے کی عادت ڈالی جائے۔''

حضورؓ کے اس ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی گئی جس نے یہ رپورٹ پیش کی کہ ابتدائی طور پر سامان خرید کرنے کے لئے 40 روپے کی ضرورت ہوگی اور آئندہ ہر ماہ 15 روپے کے اخراجات ہونگے۔ نیز آئندہ کے لئے مد سامان ورزش کھول کر باقاعدہ بجٹ بنا کر اخراجات کھیل وغیرہ کی سالانہ منظوری کی سفارش کی جس پر انجمن نے ابتدائی طور پر مبلغ 25 روپے منظور کرتے ہوئے ''مد سامان ورزش قائم کردی لیکن یہ اخراجات صرف حلقہ مبارک اور حلقہ مسجد اقصیٰ کے درویشوں کے لئے مختص تھے۔

(ریزولیوشن نمبر ۳۳/ ۴۹-۴-۲۷)

درویش عام طور پر کبڈی فٹ بال والی بال بیڈمنٹن جیسی کھیلیں کھیلا کرتے تھے۔ کبڈی اور والی بال کی ہماری ٹیمیں علاقہ میں اوّل نمبر پر تھیں۔ جس وقت درویشان قادیان سے باہر دیگر ٹورنامنٹس میں شامل ہوا کرتے تو اکثر اوّل انعام حاصل کرتے اس طرح درویشوں کے ساتھ غیروں کو بھی ان کے اچھے کھیل کی وجہ سے بڑی محبت پیدا ہوگئی۔ اور تعلقات عامہ کی راہ صاف ہوئی۔ قادیان کے درویشوں کی والی بال اور کبڈی کی ٹیم پنجاب بھر میں اتنی معروف ہو چکی تھی کہ آج بھی وہ بزرگ جوان کھیلوں کو دیکھا کرتے تھے جب ملتے ہیں تو یاد کرتے ہیں۔ بٹالہ، دھاری وال، جالندھر تک میں جا کر میچ کھیل کر آئے اور ٹرافیاں حاصل کیں اور بہت نام کمایا اور علاقہ میں خوب شہرت پائی اِن ٹیموں میں مکرم چوہدری عبد السلام صاحب، مکرم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب، مکرم مولوی برکت علی صاحب، مکرم محمد یوسف صاحب نامور درویش تھے۔

بزم درویشان

تقسیم ملک سے قبل قادیان علم کا گہوارہ تھا بڑے بڑے اسکول کالج نیز دینی مدارس قائم تھے۔ بلکہ قادیان کے کالج کے بارے میں آج بھی لوگ یہ کہتے ہیں کہ ضلع گورداسپور کا یہ واحد کالج تھا اور یہاں کی لیبارٹری ہندوستان کی معروف لیبارٹریز میں سے ایک تھی۔ تقسیم ملک نے ان درسگاہوں پر بھی اپنا بد اثر ڈالا

اورعلم وعرفان کی یہ درس گاہیں بند ہوگئیں۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان کے درویشوں کو ارشاد فرمایا کہ وہاں جس طرح بھی ممکن ہو سکے درویشوں میں علمی ذوق پیدا کیا جائے تا کہ قادیان کی کھوئی ہوئی شوکت کو پھر سے حاصل کرنے میں یہ بات سنگ میل کا کام کرے۔اسی ارشاد کے تحت قادیان میں ایک بزم ''بزمِ درویشان'' کے نام سے قائم کی گئی۔اس بزم کے تعلق سے رسالہ درویشانِ قادیان میں درج ہے کہ:

بزمِ درویشان کا قیام آج سے قریباً تین سال قبل پیارے آقا سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے منشائے مبارک کے مطابق مورخہ ۴۸-۱-۱۲ بروز سوموار ہوا۔ جبکہ ۱۹۴۷ء کے انقلاب میں علم وہنر کا مرکز قادیان عملاً جہاں دیدہ تجربہ کار لوگوں سے خالی ہوگیا اور ماسوائے چند علمائے کرام کے باقی سب کو مجبوراً ہجرت کرنی پڑی۔ نیز یہ محسوس کرتے ہوئے کہ تقریر کا ملکہ سوائے چند احباب کے دوسروں کو نہیں ہے بزمِ درویشان کا قیام عمل میں لایا گیا تا کہ درویشان کا قیمتی وقت علمی، ذہنی قویٰ کی ترقی اور روحانی مدارج کی بلندی کے لئے صرف ہو۔الغرض بزم کے اغراض ومقاصد میں قرآن مجید باترجمہ، وتفسیر سیکھنا، سلسلہ احمدیہ کی تعلیم سے واقفیّت پیدا کرنا،فنِ تقریر کی مشق حاصل کرنا وتبلیغ کے لئے مناسب تربیت حاصل کرنا اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنا شامل ہیں۔

قارئین کرام کے ذوق کے لئے اجلاس کا مختصر سا پروگرام تحریر ہے۔(۱) تلاوت قرآن کریم باترجمہ باتفسیر (۲) نظم (۳) رپورٹ اجلاس سابقہ (۴) خلاصہ کتاب سلسلہ دس صفحات (۵) دوتقریریں (۶) خبریں یعنی حالات حاضرہ پر تبصرہ (۷) صدارتی تقریر۔علاوہ ازیں ہر تقریر کے اختتام پر حاضرین کو سوالات پوچھنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ابتک اپنی اپنی استعداد کے مطابق اراکینِ بزم نے کافی حد تک فنِ تقریر میں دسترس حاصل کر لی ہے۔ بزم کی طرف سے مختلف اوقات میں اجلاس ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بزم کی طرف سے ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا۔جس کے لئے جماعت احمدیہ کے مشہور شعراء کرام نے اپنے اپنے کلام ارسال فرمائے جس کو ایک رسالہ کی صورت میں احباب کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔آئندہ بزم کا ارادہ ہے کہ ماہوار یا پندرہ روزہ رسالہ قادیان سے شائع کرے تا کہ درویشانِ قادیان کی آواز دنیا تک پہنچ سکے۔اور دنیا جان لے کہ خدا تعالیٰ کے پیارے مسیح موعود علیہ السلام کا یہ قول باوجود سخت انقلاب کے کس شان سے پورا ہورہا ہے۔

''ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے۔''
(الوصیت) وما توفیقی الاّ باللہ۔(رسالہ درویشانِ قادیان دسمبر ۱۹۵۰ء صفحہ:۱۴)

بزمِ درویشان نے چند دستورِ اساسی بھی مقرر کئے تھے جو درج ذیل ہیں:

۱-اراکینِ بزم کو اسلامی طریق پر فنِ تقریر سکھانا۔

۲-اراکینِ بزم کی دینی اور علمی قابلیّت میں اضافہ کرنا۔

۳-اراکینِ بزم کو آدابِ مجلس کی تعلیم دینا۔

دستورِ اساسی کے علاوہ بزم نے اپنے لائحہ عمل کو عملی جامہ پہنانے کے لئے بہت سے قواعد وضوابط مرتب کئے جن پر باقاعدہ عمل ہوتا رہا۔ پھر اراکین بزم کو یہ احساس پیدا ہوا کہ تقسیم ملک سے قبل قادیان سے جماعت کے بہت سے اخبار اور رسائل نکلا کرتے تھے۔ لیکن تقسیم ملک کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اس لئے بزم نے ایک ماہانہ رسالہ درویش کے نام سے شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ سب سے پہلے بزمِ درویشان نے نمونہ کے طور پر ’درویشانِ قادیان‘‘ کے نام سے ایک مجلّہ دسمبر ۱۹۵۰ء میں شائع کیا۔ اس کے بعد ۴؍جنوری ۱۹۵۱ء کو ماہنامہ جاری کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس رسالہ کے لئے ’’درویش‘‘ نام کو پسند فرمایا۔ اس رسالہ کا اوّل شمارہ ماہ ستمبر ۱۹۵۱ء میں زیر نگرانی نظارت دعوت و تبلیغ قادیان شائع ہوا۔

اس بزم کے اراکین شروع میں تو کم ہی تھے بعد میں آہستہ آہستہ اضافہ ہوا ستمبر ۱۹۵۱ء میں اس بزم کے اراکین کے اسماء حسبِ ذیل تھے۔

’’چوہدری سعید احمد صاحب بی.اے. آنرز، چوہدری مبارک علی صاحب، محمود احمد صاحب عارف، ملک بشیر احمد صاحب ناصر، یونس احمد صاحب اسلم، شریف احمد صاحب، بشیر احمد صاحب حافظ آبادی، میر رفیع احمد صاحب، مستری غلام قادر صاحب (حلقہ مبارک)، منظور احمد صاحب سیالکوٹی، عبد الغفور صاحب (حلقہ ناصر آباد)، ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ٹیلر، عبد القدیر صاحب (حلقہ مبارک)، عطاء اللہ صاحب آف پھیروچیچی (حلقہ اقصیٰ)، محمد احمد صاحب گجراتی، محمود احمد صاحب مبشر، منشی عبد الرحیم صاحب فانی، خواجہ عبد الکریم صاحب خالد۔‘‘ (بحوالہ رسالہ ’’درویش‘‘ قادیان ستمبر ۱۹۵۱ء صفحہ:۴۶)

اس بزم نے بڑی کامیابی کے ساتھ ایک عرصہ تک کام کیا بعد میں اس بزم کی نوعیت تبدیل ہو گئی اور اس کے اراکین سلسلہ کے دیگر اہم کاموں میں مصروف ہو گئے۔ جس سے آگے نئی تنظیمیں قائم ہوئیں۔

رسالہ درویش

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اس رسالہ کو بزم درویشان نے جاری کیا تھا۔ اس کی ایک نمونہ کی کاپی جو

درویشانِ قادیان کے نام سے شائع ہوئی تھی اس میں ہی اس بزم کے اراکین نے ایک ماہانہ رسالہ جاری کرنے کا اپنا ارادہ ظاہر کر دیا تھا جس کی تکمیل بعد میں ہوئی۔

بزم درویشاں کے تحت جو نمونہ کی کاپی ''درویشانِ قادیان'' کے نام سے شائع ہوئی تھی اس میں مربی بزم محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی نے بزم کے قیام کی غرض وغایت اور آئندہ اس بزم کے ارادوں کو ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:

''بزمِ درویشاں جس کے زیر اہتمام نظم ونثر کا یہ مجموعہ شائع ہو رہا ہے۔ اواخر ۱۹۴۷ء کے پر آشوب زمانہ میں قادیان میں قائم کی گئی۔ اسکی غرض جیسا کہ معتمد صاحب کے نوٹ سے ظاہر ہے۔ درویشانِ قادیان میں علمی، ادبی اور تقریری شوق پیدا کرنا اور انکے اوقات کو عمدہ اور اعلیٰ مصرف میں لانا ہے۔ تین سال کے عرصہ میں اس بزم پر قبض وبسط اور مدوجزر کے کئی دور آئے لیکن یہ خوشی کی بات ہے کہ عہدیداران اور اراکینِ بزم نے اس کے پروگرام کو لگا تار جاری رکھا۔

بزم کا موجودہ دور ایک ترقی اور بیداری کا دور سمجھا جاتا ہے۔ جسمیں نہ صرف یہ کہ تقریری اعتبار سے پہلے کی نسبت ترقی ہوئی ہے اور کئی ایک انعامی مقابلے بھی کرائے گئے ہیں۔ بلکہ تحریری کام کی طرف بھی توجہ دی گئی ہے۔ جس کا نتیجہ احباب کے سامنے ہے۔

اس مجموعہ نظم ونثر میں جو بزم کی اس رنگ کی پہلی کوشش ہے درویشانِ قادیان ان کے مقام اور ذمہ داریوں کے متعلق کافی مفید باتیں اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ جو امید ہے کہ نہ صرف قادیان میں مقیم احباب کے لئے باعث، ازدیادِ ایمان ہونگی بلکہ بیرونی احباب کے لئے بھی فائدہ بخش اور معلومات میں اضافہ کرنے والی ثابت ہونگی۔

اراکینِ بزم نے اپنا یہ ارادہ بھی ظاہر کیا ہے کہ وہ آئندہ قادیان کے حالات کے متعلق ایک پندرہ روزہ یا ماہوار رسالہ بھی شائع کرینگے جس میں تبلیغی وتربیتی مضامین بھی ہونگے۔ خدا تعالیٰ ان کو اس ارادے کے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور انکی کوششوں میں برکت دے۔ اور اس مجموعہ میں انہوں نے جو ارشادات سیدنا حضرت امیر المؤمنین المصلح الموعود ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور دوسرے بزرگوں کے درج کئے ہیں۔ انکے مطابق اراکین کو اور دوسرے سب درویشوں کو اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور وہ دن جلد لائے جب ہمارا مقدس آقا اپنے قدّوسیوں کے ساتھ اس تخت گاہ رسول میں جلوہ افروز ہو۔ اور ''مرکز احمدیت'' ایک دفعہ پھر زندہ اور فعّال مرکز کے طور پر تمام دنیا میں اپنی روشنی اور نور کو پھیلانے کا باعث بنے۔

آمین۔‘‘ (رسالہ درویشان قادیان دسمبر ۱۹۵۰ء، صفحہ:۲)

بزمِ درویشان کے فیصلہ پر جب رسالہ ’’درویش‘‘ جاری ہونے لگا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ عالیہ میں درخواست کی گئی کہ اس رسالہ کے لئے ازراہِ شفقت کوئی پیغام ارسال فرمائیں۔اس پر بذریعہ تار آپ نے درج ذیل پیغام ارسال فرمایا:

Bazm Drweshan C/o. Mobarak Ali
Darul Masih, Qadian.

Whatever service you do to yours God or is your faith and country, be earnest, be honest, be straightforward. And don't look upon people to help you. If your work is for God, God will help you, if not, nobody will help you.

Khalifatul Massih
Rabwah 26-7-51

ترجمہ:-آپ جو بھی اپنے خدا یا مذہب اور ملک کے لئے کریں۔اس میں پوری سنجیدگی، دیانتداری، اور راستبازی سے کام لیں۔انسانوں کی امداد پر انحصار نہ رکھیں۔تمہارا کام خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو وہ خود تمہاری نصرت و تائید فرمائے گا۔ورنہ کوئی فرد آپ کی مدد نہیں کرسکتا۔

(حضرت) خلیفۃ المسیح (ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

۲۶رجولائی ۱۹۵۱ء

اس رسالہ کے ایڈیٹر مکرم چوہدری مبارک علی صاحب مقرر ہوئے تھے اور نائب ایڈیٹران کے طور پر مکرم ملک بشیر احمد صاحب ناصر و چوہدری عبدالقدیر صاحب مرحوم کام کرتے رہے۔جبکہ پرنٹر و پبلشر مکرم یونس احمد صاحب اسلم مرحوم مقرر تھے۔کچھ عرصہ مکرم محمد صادق صاحب ناقد بھی اس کے ایڈیٹر رہے یہ رسالہ زیادہ وقت تک نہ چل سکا اس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا یہ رسالہ امرتسر سے چھپتا اور قادیان سے جاری ہوا کرتا تھا۔

قادیان کے رہائشی مکانات کی فروخت

قادیان کی اکثر آبادی احمدی تھی بعض گھر غیروں کے بھی تھے وہ بھی ایک مخصوص ایریا میں۔ محلّہ احمدیہ میں درویش مقیم تھے لیکن باقی قادیان کے سب محلے خالی تھے جن کو لازمی طور پر حکومت نے فروخت کرنا تھا۔ ۱۹۵۹ء میں جب ان مکانوں دوکانوں اور دوسری جگہوں کی نیلامیاں ہو رہی تھیں۔ اس وقت ان جائیدادوں کی خرید کے لئے ایک پالیسی بنائی گئی جسے دفتر حفاظت مرکز ربوہ نے ارسال کیا جو دفتری ریکارڈ میں موجود ہے اور حسبِ ذیل ہے کہ:

''مکرم ومحترم ناظر صاحب امورعامہ قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قادیان میں جو متروکہ مکانات (احمدیوں اور غیر احمدیوں کے) فروخت یا نیلام ہو رہے ہیں یا ہونگے اُنکے متعلق اختصار کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔ اب کسی قدر تشریح کے ساتھ لکھتا ہوں کہ ایسے متروکہ مکانوں کے متعلق مندرجہ ذیل پالیسی ملحوظ رکھی جائے۔ اور میرا یہ نوٹ ممبران انجمن اور دیگر افسران کو بھی سُنا دیا جائے۔

(۱) غیر احمدیوں کے متروکہ مکانوں کو بیشک بلا روک ٹوک خریدا جائے کیونکہ وہ اپنے متروکہ مکانوں کا معاوضہ یہاں پاکستان میں حاصل کر رہے ہیں۔ اور اپنے متروکہ مکانوں پر اپنا حق کلی طور پر ترک کر رہے ہیں۔

(۲) جن احمدیوں کے متعلق یہ بات پختہ طور پر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جماعتی ہدایت کے خلاف اپنے قادیان کے مکان کا پاکستان میں کلیم کیا ہے اور معاوضہ حاصل کیا ہے۔ یا کرنے والے ہیں۔ اُنکے متروکہ مکانوں کو بھی بیشک خریدا جائے کیونکہ وہ بھی اپنا حق کھو چکے ہیں۔ اور اُنکو بعد میں مطالبہ کا کسی قسم کا حق نہیں رہتا۔ میں عنقریب ایسے لوگوں کی فہرست تیار کر کے بھجوانے کی کوشش کرونگا۔

(۳) جن احمدیوں نے اپنے قادیان کے مکانوں کا کلیم نہیں کیا اور جماعتی تنظیم کے ماتحت اس حق کے مطالبہ سے اجتناب کیا انکے مکانوں کو نہ خریدا جائے۔ کیونکہ بعد میں ناگوار پیچیدگی اور حقوق کی کش مکش کا سوال پیدا ہو سکتا ہے اور ویسے بھی ایسے لوگ اکرام کے حقدار ہیں۔

(۴) مکانوں کو چھوڑ کر ہر قسم کی دوسری جائیداد دوکانوں اور کارخانوں اور زمینوں کو بیشک خریدا جائے۔ کیونکہ ان جائیدادوں کا یہاں کلیم کیا جا رہا ہے۔

(۵) درویشوں کے حلقہ میں کسی قسم کی متروکہ جائیداد کا خواہ مکان یا دوکان ہو کارخانہ ہو یا زمین ہو کلیم



جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۳ء کے موقعہ پر شرکاءِ جلسہ ودرویشان قادیان کی یادگار تصویر



جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۵۲ء کے موقعہ پر شرکاءِ جلسہ و درویشان قادیان کی یادگار تصویر



جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۴۸ء کے موقعہ پر پاکستان سے آنے والے وفد کی درویشان قادیان کے ساتھ یادگاری تصویر


اصحاب الصفہ
درویشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام
ضلع گجرات مقیم قادیان ۲/جون ۱۹۴۸ء
اصحاب الصفہ

نہ کیا جائے۔اس کے متعلق موجودہ حالات میں کل حق صدر انجمن احمدیہ قادیان کا ہے۔

فقط والسلام مرزا بشیر احمد ۵۹-۱۱-۹

(ریکارڈ دفتر امور عامہ حفاظت مرکز فائل نمبر ۱۱)

قادیان کے درویشوں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل کیا۔بعض ایسے بھی درویش تھے جن کے اپنے مکان محلّہ احمدیہ میں موجود تھے سوائے چند افراد کے کسی نے انکا مطالبہ بھی نہ کیا۔

اس جگہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ قادیان میں بعض درویش ایسے بھی تھے جن کے مکان دیگر محلوں میں موجود تھے لیکن اُسکو بھی وہ بعض وجوہات کی بناء پر حاصل نہ کر سکے لیکن کبھی بھی اُنہوں نے اپنے منہ سے اُن مکانوں کے لئے آہ نہیں بھری چند وجوہات حسب ذیل ہیں:

قادیان میں جو مکان بنائے جاتے تھے وہ عام طور پر تین قسم کی زمینوں پر بنتے تھے ایک تو وہ زمین تھی جن کا ریکارڈ گورنمنٹ میں موجود تھا۔دوسری وہ زمین تھی جو لوگوں کی اپنی ملکیت تھی جب بھی وہ کسی کو فروخت کی جاتی تو اس کا ریکارڈ بھی گورنمنٹ میں کسی نہ کسی طرح بن جاتا تیسری صورت یہ تھی کہ قادیان کی اکثر زمین خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تھی ایسی زمینوں کا ریکارڈ پرائیویٹ طور پر تو موجود تھا لیکن گورنمنٹ میں موجود نہ تھا۔

قادیان میں ٹھہرنے والوں کے مکان جو پہلی دو صورتوں کے تحت آتے تھے اُن کا حاصل کرنا بھاگ دوڑ پر منحصر تھا یا پھر اس پر قبضہ کی صورت میں ہوسکتا تھا لیکن حالات اس قسم کے نہ تھے کہ محلّہ احمدیہ کو چھوڑ کر درویش اپنے گھروں میں جا کر بیٹھ جاتے بعد میں جب یہ نیلام ہو گئے تو خرید کرنے والے سے حاصل کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔اس طرح قادیان میں رہنے کے باوجود درویشان اپنے مکانوں کو حاصل نہ کر سکے۔

دوسری قسم کے مکان والوں کے پاس کوئی ایسا ریکارڈ ہی نہ تھا کہ گورنمنٹ کو دکھا کر اپنے حق کو محفوظ رکھ سکتے اس طرح درویشوں کی جائیدادیں باوجود قادیان میں رہنے کے اُن کے ہاتھوں سے چلی گئیں اور آج تک غیر اُن پر قابض ہیں۔اس کی مثال ہمارے اپنے مکان واقع محلّہ دارالرحمت سے دی جاسکتی ہے۔

ایسا بھی ہوا کہ اگر کسی درویش نے اپنے مکان پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو غیروں کی طرف سے دباؤ پڑا اور زبردستی قابض بھی ہو گئے گورنمنٹ کا ریکارڈ بھی موجود تھا۔مقدمہ ہوا۔فیصلہ بھی درویش کے حق میں ہو گیا لیکن قابض شخص سے قبضہ حاصل کرنے میں کامیابی نہ مل سکی اور مکان ہاتھ سے چلا گیا۔اس کی مثال بابا

نور احمد باورچی مرحوم کے مکان سے دی جاسکتی ہے جو کہ خاکسار کے نانا تھے۔ ان سب باتوں کے باوجود ان درویشوں نے اپنی ضائع ہونے والی جائیدادوں کا افسوس کے رنگ میں کبھی ذکر نہیں کیا۔ اُن پر دورِ درویشی کو فوقیت دی خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ان کے اخلاص کو اور بڑھائے اور ان کو اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

بڑے باغ کا مقدمہ

بہشتی مقبرہ کے ساتھ ہی آم کے درختوں کا ایک باغ بڑا باغ کے نام سے معروف تھا۔ اسی باغ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اُس وقت رہائش رکھی جن دنوں زلزلہ کا خطرہ تھا اور ایک زلزلہ آچکا تھا۔ یہ ۱۹۰۵ء کی بات ہے۔ اسی باغ کے ایک طرف شہ نشین ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رفقاء کے ساتھ بیٹھا کرتے اور مجلسِ عرفان جما ہوا کرتی تھی نیز کبھی کبھی آپ اپنے رفقاء کی اسی جگہ پھلوں سے تواضع کیا کرتے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پر خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ہاتھ پر پہلی بیعت اسی باغ میں لی گئی اور آپ کی نمازِ جنازہ بھی اسی باغ میں ادا کی گئی جہاں اس وقت جنازہ گاہ و مقام ظہور قدرتِ ثانیہ کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ الغرض اس باغ کے ساتھ تاریخِ احمدیت کے بہت سے واقعات جڑے ہوئے ہیں اس کا شمار مقامات مقدسہ میں ہوتا ہے۔ ۱۹۴۸ء میں ایک شخص بنام وریام سنگھ نے اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ڈیوٹی پر درویشوں نے اس کو وہاں سے ہٹایا لیکن یہ پھر زبردستی وہاں داخل ہوا اس کا نتیجہ ایک مقدمہ کی صورت میں ظاہر ہوا اس تعلق سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

۴/ماہ شہادت ۱۳۲۷ ہش/اپریل ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے کہ بعض مقامی حکام کی انگیخت پر ایک شخص وریام سنگھ اس باغ میں پایا گیا۔ جس نے بتایا کہ یہ باغ کلاسوالہ کے ایک سکھ کی ملکیت ہے جس نے مجھے اپنا نگران بنا کر بھجوایا ہے۔ باغ کے محافظ درویشوں نے اسے اصل حقیقت بتا کر واپس کر دیا۔ مگر وہ اسی دن ظہر کے وقت دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ مالک نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک اسے تحریراً یا جبراً نہیں روکا جاتا اسے باغ کے اندر ہی رہنا چاہئے چونکہ اس بارہ میں کوئی تحریر دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا اس لئے باہمی کشمکش تک نوبت جا پہنچی اور تحصیلدار صاحب اور نائب تحصیلدار نے باغ دیکھنے کے بعد رپورٹ کر دی کہ یہ باغ اور بہشتی مقبرہ دو جدا جدا چیزیں ہیں اور ان کے مالکانہ حقوق بھی الگ الگ لوگوں کو حاصل ہیں۔ مقامی حکام نے اس رپورٹ کی توثیق و تصدیق کے لئے پٹواریوں سے نقشہ جات بنوائے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ واقعی بہشتی مقبرہ اور باغ کے مالک دو مختلف وجود ہیں اور یہ کہ باغ کے حقیقی مالک ہندوستان سے پاکستان جا چکے ہیں لہذا اسے شرنارتھیوں (پناہ گزینوں) کے نام الاٹ ہونا چاہئے۔

یہ سب کاروائی چونکہ صریحاً غیر قانونی، ناجائز اور خلافِ حقیقت تھی اس لئے جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے احتجاج کیا گیا اور ذمہ دار افسران کے سامنے باغ کی مذہبی حیثیت روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ جس پر ڈپٹی کمشنر صاحب نے عارضی طور پر باغ کی الاٹمنٹ کے خلاف حکم امتناعی جاری کر دیا اور

بالآخر ماہ تبوک ۱۳۲۸ھش/ستمبر ۱۹۴۹ء میں مشرقی پنجاب کی صوبائی حکومت نے فیصلہ کیا کہ بڑا باغ اور مقبرہ بدستور جماعت احمدیہ کے قبضہ میں رہیں گے۔ البتہ باغ کے ساتھ اور اسی میں شامل دو باغیچوں پر درویشوں کا قبضہ درست نہ سمجھا۔ یہی فیصلہ بہشتی مقبرہ سے ملحق ایک کھیت کی نسبت کیا گیا جو اس کی توسیع کے پیش نظر مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی (پنجابی شاعر) سے لیا گیا تھا۔ لیکن ہندوستان کی احمدی جماعتوں کے مسلسل احتجاج اور پیہم درخواستوں کے نتیجہ میں ۵ر صلح ۱۳۳۳ھش/جنوری ۱۹۵۲ء کو مؤخر الذکر فیصلہ بھی منسوخ کر دیا گیا۔

۱۳۲۷ھش/ ۱۹۴۸ء کے آخر میں بھارت سرکار نے فیصلہ کیا کہ قادیان ریفیوجی ٹاؤن ہے۔ اس فیصلہ کے نتیجہ میں قادیان کی اراضی اور دوسری جائیدادیں باضابطہ طور پر غیر مسلم پناہ گزینوں کو الاٹ کر دی گئیں۔ حالانکہ اس سے قبل قادیان کی جائیدادوں پر محض عارضی قبضہ دیا گیا تھا۔ جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان نے قراردادیں پاس کیں کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادیں اس کو واپس دلائی جائیں۔ یہ معاملہ بہت طول کھینچ گیا اور سالہا سال تک کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ بالآخر ۱۳۳۳ھش/۱۹۵۴ء میں بھارتی حکومت نے تسلیم کر لیا کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان تارکینِ وطن میں شامل نہیں اس لئے وہ اپنی جائیداد پر قبضہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۳ صفحہ: ۷۴ تا ۷۶)

بہشتی مقبرہ سے منسلک باغ پر قبضہ کی کاروائی کا علم جب ہندوستان کی دوسری جماعتوں کو ہوا تو سب طرف سے اس کاروائی کے خلاف آواز بلند ہوئی اور ہندوستان کی جماعتوں نے ریزولیوشن پاس کئے اور حکومتِ ہند کو اس طرف توجہ دلائی کہ جو مقدمہ باغ بہشتی مقبرہ کے تعلق سے اسسٹینٹ کسٹوڈین صاحب گورداسپور کے پاس کیا گیا ہے وہ صرف اور صرف جماعت احمدیہ کے مرکز اور جماعت کو تنگ کرنے کے لئے کیا گیا ہے اس کو فوراً ختم کیا جائے یہ مقدمہ سراسر مذہبی حقوق میں مداخلت ہے کسٹوڈین اس باغ کو واپس جماعت احمدیہ کے قبضہ میں دے۔ اس سلسلہ میں جو ریزولیوشن ہوئے وہ اخبار بدر میں اس طرح درج ہیں کہ:

باغ بہشتی مقبرہ کے خلاف نئی شرارت کے متعلق جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کا احتجاج

"جماعت احمدیہ بمبئی نے اپنے ایک غیر معمولی اجلاس منعقدہ یکم دسمبر ۱۹۵۲ء کو جناب وی.اے. کریم صاحب پریزیڈنٹ جماعت کی صدارت میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا:

جماعت احمدیہ بمبئی کا یہ غیر معمولی اجلاس اس مفسدانہ فعل کی پُر زور مذمت کرتا ہے جو بعض عناصر نے قادیان کے مقدس باغ اور مقبرہ بہشتی کے خلاف کیا ہے۔ اس میں حضرت احمد علیہ السلام بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اور آپکے مقدس خلیفہ اور بہت سے مشہور صحابہ دفن ہیں۔

یہ مقبرہ تمام جماعت کے نزدیک بہت مقدس اور متبرک ہے اور خاص اہمیت رکھتا ہے اور باغ اس مقبرہ کا حصہ ہے۔ اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے خاندان کی ملکیت ہے اور احمدیہ جماعت اس باغ کو مقدس سمجھتی ہے۔ کیونکہ حضرت بانی سلسلہ کا جسد اطہر جنازہ کے لئے اس میں رکھا گیا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اس باغ میں جماعت کی بیعت لی۔ علاوہ ازیں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ اپنے صحابہ کے ساتھ اسی باغ میں کئی ماہ تک کیمپ میں رہے۔ اور اپنے حینِ حیات اکثر اس باغ میں آتے جاتے رہے۔ اور اس کے پھلوں کو استعمال کرتے رہے۔ نیز ابتک احمدیہ جماعت اسی باغ میں اپنے جنازے اور عید کی نمازیں ادا کرتی رہی۔

مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر حکومت نے مکمل تحقیقات کے بعد اور اس باغ کی مذہبی تقدیس اور اہمیت کے متعلق پوری تسلی کرنے کے بعد اس باغ کو احمدیہ جماعت کے قبضہ میں ہی رہنے دیا۔ اور اس کو الاٹمنٹ سے مستثنیٰ قرار دیا۔ اور حکومت کا یہ فیصلہ بذریعہ کمشنر صاحب جالندھر کا، ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور فنانشل کمشنر صاحب ریلیف اینڈری ہیبلیٹیشن شملہ جماعت کو پہنچادیا گیا۔

لیکن اب افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ باوجود مندرجہ بالا فیصلہ کے بعض شریروں نے جو وقتاً فوقتاً جماعت کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے درپے رہتے ہیں ایک نئی شرارت باغ کے متعلق اٹھائی ہے۔ اس بات پر افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے کہ محکمہ کسٹوڈین میں گورنمنٹ کو مذکورہ فیصلہ کے خلاف ایک مقدمہ اس باغ کے خلاف دائر کر دیا ہے۔ اور اس طرح بلاوجہ احمدیہ جماعت اور اس کے مرکز کو تنگ کیا ہے۔ اور اس کے مذہبی حقوق میں مداخلت کی ہے۔ ہمارا مرکز پہلے ہی مالی لحاظ سے بہت کمزور ہے۔ اور اس کا تقریباً پچاس ہزار روپیہ جو کہ صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت تھی گزشتہ دو سال سے کسٹوڈین نے قبضہ میں کیا ہوا ہے۔

لہذا احمدیہ جماعت بمبئی حکومت سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اس معاملہ میں پوری مداخلت فرمائے اور جماعت کے لئے مستقل سہولت کا انتظام کرے اور اس قسم کی تعدیوں کو روکے تا کہ احمدیہ جماعت کے مرکز میں احباب آزادانہ طور پر اپنے مذہبی فرائض کو ادا کر سکیں۔

اس ریزولیوشن کی نقول (۱) آنریبل پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند، (۲) آنریبل مولانا ابو الکلام صاحب آزاد وزیر تعلیم ہند۔ (۳) آنریبل شری اے. پی. جین وزیر آبادکاری نئی دہلی (۴) آنریبل وزیر اعظم مشرقی پنجاب (۵) کسٹوڈین جنرل نئی دہلی (۶) پراونشل کسٹوڈین شملہ کو بھجوائی جائیں۔"

جماعت احمدیہ دہلی و یو. پی. کا احتجاج

"جماعت احمدیہ دہلی نے اپنے غیر معمولی اجلاس میں مندرجہ ذیل ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں اور لوکل افسران کی متواتر جدو جہد کے بعد قادیان مرکزِ احمدیت کی فضاء کافی حد تک درست ہو چکی ہے۔ اور جماعتہائے احمدیہ ہندوستان و بیرون اس وجہ سے کافی حد تک مطمئن ہیں لیکن افسوس ہے کہ بعض شریر جو قادیان میں فتنہ انگیزی کرتے رہتے ہیں جماعت احمدیہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی شرارت کھڑی کرتے رہتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں علاوہ خواہ مخواہ کی پریشانی کے جماعت کو مالی نقصان بھی پہنچتا ہے۔

جماعت احمدیہ کا ایک مقدس باغ بہشتی مقبرہ سے متصل ہے۔ مکمل تحقیقات کے بعد متعلقہ افسران نے مستقل الاٹمنٹ سے مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ اور یہ امر بعض شریروں کو احمدیہ جماعت کو پریشان کرنے کے لئے موقعہ مہیا کرنے کا باعث بنا ہے۔ چنانچہ ایک درخواست اسسٹینٹ کسٹوڈین صاحب گورداسپور کے پاس دی گئی ہے کہ اس باغ کو نکاسی جائیداد قرار دیا جائے۔ اور اس کو پناہ گزینوں کو الاٹ کر دیا جائے۔ چنانچہ باوجود گورنمنٹ کے سابقہ فیصلہ کے ایک مقدمہ شروع کر دیا گیا ہے۔ ہم ممبران جماعت احمدیہ دہلی اور یو. پی. جو یہاں پانچ دسمبر کو جمع ہوئے ہیں گورنمنٹ کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہوئے درخواست کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر اس معاملہ میں مداخلت کرے اور اس کاروائی کو حکماً روک دے تا کہ احمدیہ جماعت پریشانی اور مالی نقصان سے بچ سکے۔" (اخبار بدر قادیان ۱۴؍دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ:۲ کالم ۱ تا ۴)

جماعتوں کے زبردست احتجاج کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ باغ صدر انجمن احمدیہ کی ملکیت میں آ گیا اس پر جماعتوں کو مطلع کرنے کے لئے اخبار بدر میں نظارت امور عامہ قادیان کی طرف سے یہ اعلان شائع ہوا کہ:

مقدمہ باغ بہشتی مقبرہ

’’احباب کی خدمت میں اطلاعاً شائع کیا جاتا ہے کہ باغ بہشتی مقبرہ جس کے متعلق گزشتہ دنوں ایک مقدمہ اسسٹینٹ کسٹوڈین صاحب گورداسپور کے پاس جماعت کے خلاف شروع کیا گیا تھا۔ اور جس کے متعلق اکثر جماعت ہائے ہندوستان نے باغ کے مذہبی تقدس کے پیش نظر تشویش اور بے چینی کا اظہار کیا تھا۔ اور بہت سی جماعتوں نے ریزولیوشنوں کے ذریعہ سے حکومتِ پنجاب سے اس کاروائی کے ختم کرنے کی درخواست کی تھی مورخہ ۱۵؍جنوری کو ختم ہو گیا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ان تمام احباب کو جنہوں نے کسی نہ کسی رنگ میں اس جماعتی کام میں تعاون فرمایا ہے جزائے خیر دے۔ اور تمام جماعت کا ہر طرح سے حافظ و ناصر ہو۔

والسلام

ناظر امور عامہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان‘‘

(اخبار بدر قادیان ۲۱؍جنوری ۱۹۵۳ء صفحہ:۴)

اسی طرح جناب ڈائرکٹر صاحب آباد کاری پنجاب گورنمنٹ جالندھر اپنی چٹھی نمبر LRI/Qadian/468-L.R.C. مورخہ ۹؍مارچ ۱۹۵۳ء بنام پریزیڈنٹ صاحب انجمن احمدیہ صوبائی کشمیر سرینگر میں لکھتے ہیں کہ:

’’حکومت پنجاب قادیان کے اس مقدس باغ کو جس میں بہشتی مقبرہ واقع ہے احمدیہ جماعت کے مذہبی جذبات کے پیشِ نظر اور اس باغ کے تقدس کے پیش نظر مذہبی ادارہ قرار دے چکی ہے اور اس کو مستقل الاٹمنٹ سے مستثنیٰ کر چکی ہے۔‘‘

اس باغ کا قبضہ صدر انجمن احمدیہ کے پریزیڈنٹ کے پاس ہے۔ لہذا کشمیر کی صوبائی انجمن کا اس بارہ میں خدشہ کسی بُنیاد پر مبنی نہیں۔‘‘

(نوٹ:- مندرجہ بالا جواب صوبائی انجمن احمدیہ کشمیر کے اس پروٹیسٹ کے جواب میں موصول ہوا ہے جو انہوں نے اس مقدس باغ کے متعلق ایک مقدمہ کی وجہ سے جو اب ختم ہو چکا ہے گورنمنٹ کو بھجوایا تھا۔‘‘(اخبار بدر قادیان ۲۸؍فروری ۱۹۵۲ء صفحہ:۲)

شروع درویشی میں اسی باغ میں ایک مرتبہ چند درویش پہرہ پر تھے جس میں خاکسار کے والد محترم بھی

موجود تھے اُنہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ ہمارا دل کیا کہ ہم گنّے کھائیں۔ باغ کے قریب ہی گنّوں کے کھیت تھے ننگل میں غیر مسلم آچکے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم پانچ چھ خادم باغ سے نکل کر جیسے ہی گنّے کے کھیت پر پہنچے اور ابھی دو دو گنّے ہی توڑے ہونگے کہ ننگل گاؤں سے پچاس ساٹھ کے قریب افراد بھالے تلواریں ہاتھوں میں لئے گالیاں دیتے ہوئے ہماری طرف آئے۔ والد صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے سوچا کہ اگر ہم اس وقت ڈر گئے تو نقصان ہوگا اگرچہ ہم خالی ہاتھ تھے ہمارے پاس صرف گنّے ہی تھے۔ ہم کھیت کے ایک طرف ہوکر کھڑے ہوگئے سامنے سے بھاگتا آتا جتھا ایک ایکڑ کے فاصلہ پر کھڑا ہوگیا۔ اور ہم نے اونچی آواز سے اُن لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو یہ کھیت ہمارے لوگوں کے ہیں ہم نے اپنے کھیتوں سے گنّے توڑے ہیں آپ کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن اگر آپ کو پھر بھی تکلیف ہے اور ہمارے مارنے کے ارادے سے آئے ہو تو آجاؤ ہم بھاگنے والے نہیں ہیں۔

والد صاحب بتاتے تھے کہ ہم چھ افراد تھے اور یہ پچاس ساٹھ لیکن خدا تعالیٰ نے ہم نہتوں کا رعب اُن کے دلوں میں ایسا ڈالا کہ وہ لوگ وہیں سے واپس چلے گئے اور ہم بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے باغ میں واپس آگئے۔

شروع شروع میں جب بہشتی مقبرہ میں درویش ڈیوٹی دیا کرتے تھے اس وقت سردی کے دنوں میں استعمال کے لئے گرم کپڑے نہ تھے ڈیوٹی دینے والے درویش اسی باغ کی سوکھی لکڑی کاٹ کر اسے آگ لگا کر تاپا کرتے۔ اس پر بعض اوقات اعتراض بھی ہوا اور جواب طلبی بھی لیکن سردی سے بچنے کا یہ واحد طریق تھا اس کی اطلاع جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ''درویشوں کی زندگیوں سے باغ کی لکڑی مہنگی نہیں''۔ بعد میں اس باغ کے بہت سے درخت سوکھ جانے کی وجہ سے یا پھر پھل نہ دینے کی وجہ سے کاٹ دیئے گئے ہماری ہوش تک اس باغ کی لکڑی کاٹی جاتی رہی ہم خود باغ میں جا کر پتے اکٹھے کر کے جلانے کے لئے لایا کرتے تھے۔ بعد میں اس کی جگہ فارسی آم کے پودے مکرم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم نے جو اُن دنوں سیکرٹری بہشتی مقبرہ تھے لگائے اور آج یہ باغ خاصی آمد کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔

درویشوں کے تعلقاتِ عامہ

قادیان کے ماحول میں کافی تبدیلی ہو چکی تھی لیکن پارٹیشن کی تلخیاں ابھی بھی دلوں میں موجود تھیں۔ درویشانِ قادیان خدمتِ مرکز کے لئے یہاں بیٹھے تھے حالات کا تقاضہ یہ تھا کہ مرکز قادیان اردگرد کے ماحول میں اپنے آپ کو شناخت کروائے۔ اس کے لئے مختلف طریق اختیار کئے گئے۔ قادیان میں خدا تعالیٰ کے فضل سے کبڈی کے اچھے کھلاڑی موجود تھے جو سلسلہ کے کاموں سے فارغ ہو کر آپس میں کبڈی کھیلا کرتے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ درویشانِ قادیان کو باہر کی ٹیموں کے ساتھ کبڈی کھیلنے کی دعوت دی گئی۔ ۱۷راگست ۱۹۵۲ء کو اٹھوال میں ایک کبڈی کا میچ ہوا اس میں غیر مسلم کھلاڑیوں کے ساتھ چار احمدی کھلاڑی بھی شامل ہوئے۔ اخبار بدر میں درج ہے کہ:

مورخہ ۱۷راگست کو اٹھوال ضلع گورداسپور میں کبڈی کا ایک میچ ہوا۔ جس میں اردگرد کے ہزاروں لوگ جن میں بعض ہوشیار پور امرتسر اور جالندھر کے اضلاع سے بھی آئے تھے دیکھنے کے لئے شامل ہوئے۔ قادیان اور اردگرد سے علاوہ غیر مسلم کھلاڑیوں کے چار احمدی کھلاڑی بھی شامل ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ مولوی برکت علی صاحب، چوہدری عطاء اللہ صاحب، فضل الٰہی صاحب گجراتی اور محمد شریف صاحب ننگلی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی کھلاڑیوں کی کھیل بہت نمایاں رہی۔ اور لوگوں نے تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے کئی لوگوں نے انعام میں رقوم بھی پیش کیں۔ قادیان اور اردگرد کے دیہات کی ٹیم جیت گئی۔ فالحمدللہ۔"

(اخبار بدر قادیان ۲۱راگست ۱۹۵۲ء صفحہ:۲، کالم ۳)

پھر وہ وقت بھی آیا جب جماعت احمدیہ قادیان کی ایک اپنی کبڈی ٹیم بھی اُبھر کر سامنے آئی۔ اور جہاں جہاں بھی کبڈی کے میچ ہوئے احمدیہ کبڈی ٹیم اس میں شرکت کرتی۔ احمدیہ کبڈی ٹیم نے ریڈ کراس سوسائیٹی کی طرف سے ایک میلہ میں شرکت کی جو کہ پٹھانکوٹ میں منعقد ہوا تھا اور احمدیہ کبڈی ٹیم نے اس میں شاندار کامیابی حاصل کرتے ہوئے اوّل انعام حاصل کیا اخبار بدر میں درج ہے کہ:

"قادیان ۱۵رنومبر ریڈ کراس سوسائیٹی کی طرف سے ایک میلہ پٹھانکوٹ میں منعقد کیا گیا۔ جس میں کئی دن کا پروگرام رکھا گیا۔ اور کبڈی کے میچ کا بھی انتظام کیا گیا۔ سوسائیٹی کے منتظمین نے خاص طور پر کبڈی کے لئے احمدی کھلاڑیوں کو شمولیت کے لئے مدعو کیا۔ اگرچہ ہمارے دوست درویشانہ زندگی گزار رہے ہیں اور ان کو علاوہ ذہنی پریشانیوں کے خوراک بھی معیاری نہیں ملتی تاہم سلسلہ کی طرف سے مولوی برکت علی صاحب کی قیادت میں ٹیم بھجوادی گئی۔ یہ امر باعث خوشی ہے کہ باوجود اس کے کہ کبڈی ایسے قواعد کے ساتھ

کھیلی گئی جو ہمارے نوجوانوں کو پہلے سے معلوم نہ تھے۔ پھر بھی ہماری ٹیم دو میچ جیت گئی۔ اور اس نے فائنل میچ میں نمایاں کامیابی حاصل کی احمدیہ ٹیم کی شرکت کی وجہ سے عام لوگوں نے بھی بہت دلچسپی لی اور سوسائٹی کے بہت سے ٹکٹ زائد فروخت ہوئے کامیاب رہنے والی ٹیم اور اچھے کھلاڑیوں کو مورخہ ۳۰ ماہ حال کو انعام بھی دیا جائے گا۔ جو جناب ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور تقسیم فرمائیں گے۔''

(اخبار بدر ۲۱ نومبر ۱۹۵۲ء صفحہ: ۲، کالم ۳-۴)

کبڈی کی ٹیم کے علاوہ والی بال کی ٹیم بھی موجود تھی۔ والی بال کی ٹیم نے بہت شہرت حاصل کی قادیان کے سکھ نیشنل کالج میں ایک ٹورنامنٹ منعقد ہوا تو اس میں ہماری والی بال ٹیم نے اوّل انعام حاصل کیا۔ لکھا ہے کہ:

''قادیان مورخہ یکم دسمبر قادیان میں کئی دنوں سے ٹورنامنٹ ہو رہا ہے جس کے انچارج کیپٹن کرتار سنگھ صاحب سکھ نیشنل کالج قادیان ہیں۔ اس میں ہماری والی بال کی ٹیم شریک ہوئی اور خدا کے فضل سے تین میچوں میں کامیاب ہوئی۔ پہلا میچ امرتسر کی ''بی'' ٹیم سے ہوا۔ دوسرا دھاریوال کی ٹیم سے اور تیسرا فائنل میچ امرتسر کی ''اے'' ٹیم سے کھیلا گیا۔ ہماری ٹیم میں مندرجہ ذیل درویش شامل تھے:

(۱) صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ (۲) عبد السلام صاحب (۳) مولوی برکت علی صاحب (۴) میر رفیع احمد صاحب (۵) محمد یوسف صاحب گجراتی (۶) مرزا محمد اقبال صاحب۔

مورخہ یکم دسمبر کو تقسیم انعامات کا جلسہ کالج کی گراؤنڈ میں جناب اے. ایس مڈھا صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس گورداسپور کی زیر صدارت منعقد ہوا اور انعامات مسٹر مڈھا نے تقسیم کئے۔

ہماری والی بال ٹیم کو ایک بڑا کپ انعام میں ملا۔ اور محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اور عبد السلام صاحب کو چھوٹے کپ نمایاں کھیل کی وجہ سے ملے۔ فٹ بال کی مقامی ٹیم میں ہمارے دو کھلاڑی مولوی برکت علی صاحب اور مولوی عبد القادر صاحب شامل ہوئے۔ اس کھیل میں منتظمین کی طرف سے جناب مرزا برکت علی صاحب آف آبادان کو ریفری مقرر کیا گیا۔ جنہوں نے خوش اسلوبی سے ان فرائض کو سرانجام دیا۔''

(اخبار بدر قادیان ۷ دسمبر ۱۹۵۲ء صفحہ: ۲، کالم ۳-۴)

قادیان کی والی بال ٹیم میں بہترین کھلاڑی موجود تھے۔ ۱۹۵۳ء میں جب پنجاب والی بال ایسوسی ایشن کا انتخاب ہوا تو اس میں ہمارے ایک درویش مکرم چوہدری عبد السلام صاحب درویش کا بھی انتخاب کیا تھا اور آپ نے نیشنل چیمپین شپ جبل پور میں ہونے والے میچوں میں شرکت کی۔ قادیان کے چند درویشوں

میں سے پنجاب والی بال ٹیم کے لئے ایک درویش کا انتخاب درویشانِ قادیان اور جماعت احمدیہ کے لئے ایک بڑا اعزاز تھا۔ الغرض درویشان قادیان نے خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر لحاظ سے اپنے جوہر دکھائے اور اپنے اردگرد کے ماحول کو اپنا مداح بنا لیا۔ وہی لوگ جن کے دلوں میں کدورتیں موجود تھیں وہ ان کے جوہروں سے واقف ہو کر ان کے یارو مددگار بن گئے۔

تعلقات عامہ کو بڑھانے کا ایک طریق یہ بھی تھا کہ درویشان قادیان مختلف جگہوں کے اجتماعات میں شرکت کر کے وہاں جا کر اسلامی تعلیم اور جماعتی روایات کو پیش کرتے ہوئے اجتماعات میں تقاریر کرتے غیروں کو اپنے ہاں دعوت دیتے اخبار بدر میں لکھا ہے کہ:

مورخہ ۵۲-۳-۱۳ کو گوردوارہ بابرسری رام تھمن (نزد کھجالہ) میں سکھوں کا ایک بڑا اجتماع تھا۔ جس میں علاوہ تقاریر کے کبڈی کے ایک میچ کا بھی انتظام کیا گیا۔ سیکرٹری صاحب گوردوارہ مذکور نے اس موقعہ پر احمدیہ جماعت کو بھی شمولیت کی دعوت دی اور کبڈی کے میچ میں شریک ہونے کے لئے ٹیم بھی بھجوانے کے لئے کہا۔ چنانچہ قادیان سے ناظر صاحب دعوت و تبلیغ، جناب ناظر صاحب امور عامہ اور مکرم مرزا برکت علی صاحب اسسٹنٹ سول انجینئر اینگلو ایرانین کمپنی ایران مع دو کھلاڑیوں فضل الٰہی صاحب اور عطاء اللہ صاحب کھجالہ تشریف لے گئے۔ اجتماع میں سردار تیجا سنگھ صاحب ممبر پارلیمنٹ سردار وریام سنگھ صاحب ایم. ایل. اے. اور سردار آتم سنگھ ایم. ایل. اے. بھی موجود تھے۔ ان ہرسہ اصحاب نے چار پانچ ہزار کے قریب حاضرین کو خطاب کیا۔ جس میں اخلاقی معیار کو بلند کرنے۔ شراب نوشی کو ترک کرنے اور صحتوں کو درست کرنے کے لئے قیمتی نصائح کیں نیز عوام کی مشکلات کے اِزالہ کے لئے جو کچھ حکومت کی طرف سے ہو رہا ہے یا پہلے ہو چکا ہے اس پر روشنی ڈالی۔ جماعت کی طرف سے ملک صلاح الدین صاحب ایم. اے. ناظر دعوت و تبلیغ نے باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت سے رہنے کی تلقین کی۔ اور سکھ گوروؤں کے عمدہ طریق کار سے مثالیں دے کر امن و اتحاد کے اصولوں کی وضاحت کی۔ جملہ تقاریر پنجابی زبان میں ہوئیں۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے مبلغ پانچ روپے گوردوارہ کی امداد کے لئے بھی پیش کئے گئے۔ جو منتظمین نے شکریہ کے ساتھ قبول کئے۔

جلسہ کے بعد کبڈی کا میچ ہوا جس میں ہمارے دونوں کھلاڑیوں نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ اور پبلک اُن کے کھیل کو دیکھ کر بہت مسرور ہوئی جماعت کی طرف سے اچھے کھلاڑیوں کو انعام دینے کے لئے بھی مبلغ پانچ روپے دیئے گئے۔ جماعت کے نمائندوں کی شرکت سے بفضلہٖ تعالیٰ تمام لوگوں پر اچھا اثر پڑا۔“

(اخبار بدر قادیان ۲۱/مارچ ۱۹۵۲ء صفحہ: ۱۲، کالم ۳-۴)

درویشان کی طرف سے گرنتھ صاحب کے دو نسخوں کا تحفہ

درویشانِ قادیان نے صلح جوئی اور اتحاد کی بے مثال مثالیں قائم کی ہیں۔ اسلام کا ایک حسین اصول یہ بھی ہے کہ کسی بھی قوم کی دل آزاری نہ کی جائے بلکہ ہر پہلو سے دلداری اور صلح کی بنیادوں کو مضبوط کیا جائے۔

قادیان کے گرد و نواح میں اکثر سکھ بھائی آ کر آباد ہوئے تھے۔ جن حالات میں ملک تقسیم ہوا اور ہجرت کرنی پڑی وہ اپنی کہانی آپ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنی جان پیاری تھی لوگ بھرے گھر چھوڑ کر گئے اور آئے تھے۔ ایسے حالات میں جب کہ جان کے لالے پڑے ہوں کون خیال کر سکتا تھا کہ اپنی مقدس کتب کو ساتھ لیتا۔ درویشانِ قادیان نے صلح و اتحاد کی بنیاد ڈالنے کی غرض سے پاکستان سے دو گرنتھ صاحب کے نسخے منگوا کر اپنے سکھ بھائیوں کو پیش کئے۔ اس موقعہ پر ایک شاندار تقریب عمل میں آئی اخبار بدر میں درج ہے کہ:

''قادیان ۱۳؍ جنوری بروز منگل ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے محبت و اتحاد کی ایک اہم تقریب عمل میں آئی جبکہ مقامی سنگھ سبھا کی طرف سے صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ صاحب کی قیادت میں حسب ذیل سات افراد گرنتھ صاحب کے دو نسخے لینے کے لئے احمدیہ محلّہ میں تشریف لائے:

(۱) صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ صاحب (۲) سردار اوتار سنگھ صاحب (۳) سردار امر سنگھ صاحب ذیلدار (۴) سردار نرائن سنگھ صاحب سفید پوش (۵) گیانی فوجا سنگھ صاحب (۶) جوگندر سنگھ صاحب پوسٹ مین (۷) سردار اقبال سنگھ صاحب منڈی والے۔

سکھ بھائیوں کے استقبال کے لئے جماعت احمدیہ کے مندرجہ ذیل قابل ذکر افراد مہمان خانہ کے سامنے موجود تھے:

(۱) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ قادیان (۲) جناب مولوی برکات احمد صاحب راجیکی ناظر امور عامہ قادیان (۳) محترم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت قادیان (۴) مکرم مرزا برکت علی صاحب آف آبادان (۵) مکرم مولوی عبدالقادر صاحب معاون ناظر امور عامہ قادیان (۶) مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب معاون ناظر دعوت و تبلیغ و نمائندہ اخبار بدر۔

معزز مہمانوں کی آمد پر سب سے پہلے ان کی چائے اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔ اور اس کے بعد جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ گرنتھ

صاحب کے دونوں نسخے خوبصورت رومالوں میں لپٹے ہوئے اور پھولوں کے ہاروں سے لدے ہوئے جناب صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ صاحب کو پیش کئے۔

سکھ بھائیوں نے یہ نسخے اپنے ہاتھ پانی سے دھو کر پورے مذہبی تقدس اور احترام سے قبول کئے۔ اور ٹانگے میں رکھ لئے دوسرے ٹانگوں میں علاوہ سکھ بھائیوں کے جماعت کے ذمہ دار افراد بھی بیٹھ گئے۔ ان کے علاوہ تقریباً پچاس ساٹھ کے قریب احمدی احباب بھی پیدل جلوس کی شکل میں ساتھ روانہ ہوئے۔ سکھ بھائی اونچی آواز سے شبد پڑھتے جاتے تھے۔ اور اپنے طریق کے مطابق بینڈ اور نفیریاں بھی بجاتے جاتے تھے۔

احبابِ جماعت کی طرف سے جلوس کے روانہ ہوتے وقت اور بعد میں بھی مناسب مقامات پر ''گرونانک کی جے'' اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ زندہ باد'' اور نعرہ ہائے تکبیر بھی بلند کئے گئے۔ سکھوں اور احمدی مسلمانوں کا یہ مخلوط جلوس اور دونوں کے بزرگوں اور مذاہب کے نعرے بہت خوشکن اور بھلے معلوم ہوتے تھے۔

ٹھیک ساڑھے نو بجے جلوس شہید گنج گوردوارہ میں پہنچا۔ جو محلّہ دارالبرکات میں واقع ہے۔ گوردوارہ کے دروازہ پر جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب پریزیڈنٹ سنگھ سبھا اور جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر جنرل سیکرٹری کی قیادت میں چیدہ چیدہ سکھ حضرات استقبال کے لئے موجود تھے۔ حسنِ اتفاق سے سکھ صاحبان کا ماگھی کا مذہبی تہوار بھی تھا۔ اس لئے مرد و زن بچوں بوڑھوں کا ایک جمّ غفیر گوردوارہ میں جمع تھا۔ جو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے میں مشغول تھے۔

جناب گیانی صاحب موصوف نے گرنتھ صاحب کے ساتھ جملہ احمدی افراد کو محبت اور تپاک کے ساتھ گوردوارہ کے اندر جانے کے لئے کہا۔ چنانچہ ہال کمرہ میں جہاں گرنتھ صاحب کا کیرتن ہو رہا تھا تمام احمدی احباب داخل ہو کر گرنتھ صاحب کے مغربی جانب بیٹھ گئے۔

ساڑھے نو بجے جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب نے ایک مختصر مگر جامع تقریر پنجابی میں کی جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

آج کا دن ایک اہم دن ہے جو سکھ تواریخ میں خاص طور پر بطور یادگار کے منایا جاتا ہے یہ ''ماگھی'' کا تہوار ہے۔ آپ نے گورو گوبند سنگھ صاحب اور ان کے ان سکھوں کا واقعہ جو محاصرہ کے وقت ان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا کہ آج کا دن ٹوٹے ہوئے رشتہ کو جوڑنے والا دن ہے۔

اور ہمیں بے حد خوشی اور مسرت ہے کہ اس دن کی یاد کو تازہ کرنے کے لئے آج احمدی مسلمانوں کی طرف سے بھی ٹوٹے ہوئے تعلقات کو از سر نو جوڑنے اور استوار کرنے کے لئے آگے قدم بڑھایا گیا ہے۔

میرے احمدی دوست بڑی محبت اور عقیدت اور رواداری کے جذبہ کے ساتھ میرے مادرِ وطن سے گورو گرنتھ صاحب کے دو نسخے (بیڑیں) لے کر یہاں پہنچے ہیں۔ شاید ہندوستان بھر میں یہی ایک جماعت ہے جس نے ہماری مقدس امانت کو بڑی عقیدت اور محبت کے ساتھ پاکستان سے منگوا کر ہمارے سپرد کیا۔ ہم اس جماعت کے حسنِ اخلاق رواداری اور دوست داری کی جتنی بھی قدر کریں کم ہے۔

ہمیں بہت دیر تک اس روادار جماعت کے متعلق گمراہ رکھا گیا ہے۔ حالانکہ ہمارے مسلمانوں کے ساتھ پرانے تعلقات تھے۔ اور اب ان کو تازہ کرنے کے لئے احمدیوں نے محبت اور پیار کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ بیشک گورو گرنتھ صاحب کی دو بیڑیں سو سوا سو روپیہ میں مل سکتی ہیں لیکن اس مقدس کتاب کی اور جس قیمتی جذبہ سے یہ ہمارے سپرد کی گئی ہے اس کی قیمت روپیہ میں نہیں ڈالی جاسکتی اصل قابل قدر چیز تو وہ روح اور محبت کا جذبہ ہے جو احمدیہ جماعت کے برگزیدہ اصحاب نے ظاہر کیا ہے۔

جماعتِ احمدیہ قادیان کے گزشتہ سالانہ جلسہ پر جب جناب مولوی عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت نے یہ اعلان کیا کہ گیانی واحد حسین صاحب کی طرف سے اس موقعہ پر صرف دو نسخے لائے گئے ہیں۔ لیکن انہوں نے اور بہت سے نسخے جمع کئے ہوئے ہیں جو وہ زیادہ اخراجات کا بار نہ اُٹھا سکنے کی وجہ سے نہ لا سکے۔ تو میں نے اس وقت جناب مولوی برکات احمد صاحب ناظر امور عامہ کو جو میرے پاس ہی بیٹھے تھے کہا کہ ان بیڑوں کے لانے پر جو بھی خرچ آئے وہ سب کا سب ہم بخوشی ادا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن مولوی برکات احمد صاحب نے اس رواداری اور محبت کے پیش نظر جو احمدیہ جماعت کے افراد دوسرے لوگوں سے رکھتے ہیں جواب دیا کہ یہ نہیں ہوسکتا گورو گرنتھ صاحب کو اپنے خرچ پر منگوانا ہمارا فرض ہے۔ اور ہم سب اخراجات خود ہی ادا کریں گے۔

آخر میں آپ نے کہا کہ بے شک ۱۹۴۷ء کے خونی واقعات سے ہمارے دل زخمی ہیں لیکن احمدیہ جماعت کی طرف سے ہمارے دل صاف ہیں۔ انہوں نے ہمارے ساتھ رواداری کا برتاؤ کیا ہے۔ خاص طور پر اس موقعہ پر گورو گرنتھ صاحب کے دو نسخے پیش کر کے پرانے تعلقات کو تازہ اور مضبوط کیا ہے۔ اور سید بدھو شاہ صاحب کا سا عمدہ نمونہ دکھایا ہے۔ جنہوں نے گورو گوبند سنگھ صاحب کا جنگ میں ساتھ دیا تھا۔ آپنے دو بیٹوں کو ان کی خاطر شہید کرایا تھا۔ اور ان کی قیمت اور صلہ میں گورو صاحب کا ایک کنگھا اور چند بال انعام

میں لئے تھے۔اسی قسم کے پرانے تعلقات میں میرے احمدی دوستوں نے اضافہ کیا ہے۔

میں احمدیہ جماعت کے برگزیدہ افراد سے یہ درخواست کروں گا کہ چونکہ ان کے لئے پاکستان سے گوروگرنتھ صاحب لاکر ہمیں دینے کی سہولت ہے۔اس لئے وہ جس قدر نسخے بھی وہاں سے منگوا سکیں منگوا دیں۔ہم ان کے بہت ہی شکر گزار ہوں گے۔

آخر میں گیانی صاحب نے فرمایا کہ میں احمدی دوستوں کوخوش آمدید کہتا ہوں خدا کرے کہ ہمارے اور ان کے تعلقات میں اور بھی عمدگی اورخوشگواری ہو۔اوراس میں اضافہ ہوتا چلا جائے۔''

(اخبار بدر ۲۱رجنوری ۱۹۵۳ء صفحہ:۱-۲)

قادیان میں ہونے والی صلح واتحاد کی اس تقریب کا تذکرہ ایک سکھ اخبار''معاصر پربھات'' نے اپنی ۱۸رجنوری ۱۹۵۳ء کی اشاعت میں کیا۔جسکو اخبار بدر میں بھی ایڈیٹر صاحب اخبار بدر کے ایک تعارفی نوٹ کے ساتھ شائع کیا گیا۔اخبار معاصر نے لکھا:

''قادیان ۱۶رجنوری کل قادیان میں رہنے والے احمدی مسلمانوں نے گوروگرنتھ صاحب کے دو نسخے پاکستان سے منگوا کر مقامی سنگھ سبھا کی خدمت میں گوردوارہ شہید گنج میں پیش کئے ہیں۔یہ پوتر تقریب بہت ہی محبت اور پیار کی فضا میں ہوئی تقریباً آٹھ بجے صبح تین ٹانگوں کے ساتھ صوبیدار گیانی گوردیال سنگھ جی اپنے پانچ ساتھیوں کے ساتھ احمدی محلّہ میں پہنچے اُن کا استقبال جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ جناب مولوی برکات احمد صاحب بی.اے.ناظر امور عامہ اور جناب حکیم خلیل احمد صاحب نے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔اس کے بعد ان سکھ بھائیوں کی بڑی عزّت اور محبت سے چائے پھل اور مٹھائی سے تواضع کی گئی۔

اس کے بعد مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے بڑی عقیدت سے گورومہاراج کی دو بیڑیں جن پر قیمتی رومال اور ہار ڈالے ہوئے تھے پیش کئے جو تانگہ میں بڑی عقیدت سے رکھی گئیں۔بعد میں ایک جلوس کی شکل میں جس میں ساٹھ ستر کے قریب احمدیہ جماعت کے افراد شامل تھے۔کچھ پیدل اور کچھ تانگوں میں گوردوارہ شہید گنج کی طرف روانہ ہوئے۔راستہ میں ست سری اکال کے جیکارے بلائے گئے۔گوردوارہ شہید گنج کے دروازے پر سردار گوردیال سنگھ پریذیڈنٹ سنگھ سبھا اور جناب گیانی لابھ سنگھ فخر جنرل سیکرٹری سنگھ سبھا نے گورومہاراج اور احمدی بھائیوں کا سواگت کیا اس کے بعد گوردوارے میں گیانی لابھ سنگھ نے ماگھی کے تہوار کے متعلق سکھ اتہاس پر روشنی ڈالی اور کہا کہ جس طرح یہ تہوار ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑنے اور ٹوٹی ہوئی

گانٹھنے کے لئے منایا جانا چاہئے ہمیں خوشی ہے کہ سکھ روایات کے مطابق ٹھیک اُسی طرح احمدی بھائیوں نے محبت اور پریم کا ایک تازہ موقعہ پیدا کیا ہے۔ اور ہمیں ان کے متعلق غلط فہمی تھی۔ لیکن اُن کا سالانہ جلسہ سننے اور حالات معلوم کرنے سے اُن کی محبت پریم اور رواداری کا علم ہوا ہے۔ خاص طور پر جن مشکلات سے گورو گرنتھ صاحب کی دو بیڑیں پاکستان سے منگوا کر دی ہیں۔ وہ اُن کی محبت اور پریم کا زندہ ثبوت ہے۔ اور ہمیں اُمید ہے کہ احمدی بھائی اپنے وعدے کو پورا کرنے کے لئے اور بھی بہت سی بیڑیں پاکستان سے منگوا کر دیں گے۔ اور محبت کے اس سمبندھ کو اور بھی مضبوط کریں گے۔

اس کے جواب میں احمدیہ جماعت کی طرف سے حکیم خلیل احمد صاحب نے وعدہ کیا کہ وہ اور بھی نسخے منگوا کر دیں گے۔ سردار گوردیال سنگھ پریذیڈنٹ سنگھ سبھا نے بھی احمدیت سے تعلق رکھنے والے بھائیوں کے پریم اور اُن کی طرف سے سکھوں کے ساتھ اچھے سلوک کی سراہنا کی۔ آپ نے کہا کہ واقعی ماگھی کا یہ تہوار تعلقات کو خوشگوار بنانے کے لئے اپنے اندر ایک شاندار اتہاسک کارنامہ رکھتا ہے۔ اس تہوار پر دسم پاتشاہ سری گورو گوبند سنگھ جی نے بیدھے کا وہ کاغذ پھاڑ کر اُن چالیس کو بخش دیا تھا جو کسی وقت بھوک سے لاچار ہو کر اُن مکتوں نے گورو جی کو دیا تھا۔ آپ نے کہا کہ ہمارا یہ پریم اور بھی زیادہ ہونا چاہئے۔

(سکھ معاصر پربھات جالندھر مورخہ ۱۸ر جنوری ۱۹۵۳ء، بحوالہ بدر ۷ر فروری ۱۹۵۳ء صفحہ: ۲)

جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے سکھ دوستوں کو وقتاً فوقتاً گرنتھ صاحب کے نسخے دیئے جاتے رہے اسی طرح ایک مرتبہ ننکانہ صاحب کا پوتر جل اور چرن دھون بھی پیش کی گئی۔ ۲۱ر جنوری ۱۹۵۵ء کی اخبار بدر کی رپورٹ کے مطابق چند سالوں ہی میں جماعت نے دس گرنتھ صاحب کے نسخے پاکستان وغیرہ سے منگوا کر اپنے سکھ بھائیوں کو تحفۃً پیش کئے۔

تعلقات عامہ کو بڑھانے کی غرض سے احمدیہ شفاخانہ نے بھی بہترین کردار ادا کیا۔ اس کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں بھی گزر چکا ہے۔ اس کے لئے ڈاکٹر بشیر احمد صاحب کی خدمات قابل قدر ہیں۔ آپ نے اس زمانہ میں ہزاروں غیر مسلموں کا مفت علاج کر کے تعلقات عامہ کو بڑھانے میں بہت اہم فریضہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ آپکے درجات بلند فرمائے۔ آمین

تنازعہ ریتی چھلہ

ریتی چھلہ محلہ احمدیہ سے جانب شمال واقع ہے اس کا تنازعہ بہت پرانا ہے۔ مخالفین جماعت اس جگہ کو ہتھیانے کے لئے بڑی دیر سے کوشش میں رہے ہیں اور اگر اُن سے اور کچھ نہ بن پڑتا تو مالی نقصان پہنچا کر خوش ہونا اُن کا شیوہ رہا ہے۔

ریتی چھلہ کا تنازعہ تقسیم ملک سے پہلے بھی ایک مرتبہ اُٹھا تھا ۱۹۳۷ء میں اس کا فیصلہ ہائی کورٹ لاہور نے جماعت کے حق میں دیا تھا۔ ایک مرتبہ جماعت نے ریتی چھلہ کے گرد جو کہ صدر انجمن کی ملکیت تھی تار کی ریلنگ کر دی جس پر مخالفین نے شور مچایا کہ اس سے عوام کو تکلیف ہوتی ہے۔ لہذا یہ کانٹے دار تار کھول دی جائے اس تعلق سے مخالفین نے سب جج کورٹ بٹالہ سے اپنے حق میں فیصلہ بھی کروالیا۔ لیکن اس وقت اس فیصلہ کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کی گئی تو وہاں سے جماعت کے حق میں فیصلہ ہوا تقسیم ملک کے بعد بھی مخالفین کی طرف سے اس بارے میں وقتاً فوقتاً تنازعے کھڑے ہوتے رہے اور ہر ممکن طریق سے جماعت کو تنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔

غالباً ۷۹،۸۷ء کی بات ہے۔ جس وقت ریتی چھلہ میں شمال مشرقی جانب دو کانیں تعمیر ہو رہی تھیں چھت پڑنی باقی تھی تو مخالفین شرارت کے نظریہ سے اسٹے آرڈر لے آئے اور کام رُک گیا اس پر جماعت نے کوشش کر کے اسٹے آرڈر تڑوایا اور کام شروع کر دیا۔ میں اس وقت وہیں موجود تھا کہ مخالفین کا ایک ریلہ آیا جس میں اڑھائی تین صد افراد ہونگے انہوں نے دیکھتے دیکھتے دو کانوں کی سب دیواریں گرا دیں اور کامیابی کے شادیانے بجاتے ہوئے واپس چلے گئے۔

باوجود اس کے کہ مخالف اچھی طرح جانتا ہے کہ یہ جگہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ہے پھر بھی کوئی نہ کوئی اڑچن پیدا کرتا ہی رہتا ہے۔ چنانچہ ۸۸-۳-۷ کو جوڈیشل کورٹ میں حق ملکیت کو چیلنج کرتے ہوئے جناب جتندر کمار صاحب ولد شری ملکھراج صاحب میونسپل کمشنر قادیان نے مقدمہ کر دیا۔ یہ مقدمہ سول کوٹ نمبر ۶۵/ ۱۹۸۸ء کے تحت پانچ سال تک چلا آخر خدا تعالیٰ کے فضل سے ۹۳-۸-۲۷ میں جب مکرم جمیل احمد صاحب ناصر ناظم جائیداد تھے اس کا فیصلہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں ہوا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

مخالفین کی یہ روش شروع سے رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح جماعت اور افراد جماعت کو پریشان کیا جائے اس بناء پر مخالف ہمیشہ کسی نہ کسی بہانے افرادِ جماعت پر مقدمات کرنے کی کوشش کرتا رہا اور مقدمات کئے بھی گئے۔ ایک مرتبہ عید گاہ پر قابض جناب گوردیال سنگھ باجوہ کی گندم کو آگ لگ گئی اس کا الزام ہمارے درویش

بزرگوں ایک مکرم چوہدری سکندر خان صاحب اور دوسرے مکرم غلام قادر صاحب ڈار پر لگایا گیا ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے دونوں درویش بزرگوں کو بری کیا۔ اس میں ملک صلاح الدین صاحب مختار عام نے مع اپنے وکیل پیش ہو کر یہ ثابت کیا کہ ناجائز بجلی استعمال کرنے سے آگ لگی ہے۔ اور اس کا معاوضہ حاصل کرنے کے لئے یہ کوشش کی گئی۔ دفتر ڈپٹی کمشنر محکمہ بجلی قادیان نے باجوہ موصوف کے خلاف شہادتیں پیش کر دیں جس سے سردار گوردیال سنگھ اپنے مقصد میں ناکام ہوا۔

اسی طرح ایک اور مقدمہ بھی چند سال قبل مخالفین نے سراسر جھوٹ اور دروغ گوئی کی بناء پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی قادیان اور مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز پر کیا جس میں چند نوجوانوں کے نام بھی موجود ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے سب کو باعزت بری کر دیا۔ الغرض مخالف ہر ممکن طریق سے جماعت کو پریشانی میں ڈالنے اور افرادِ جماعت کو تنگ کرنے کی کوشش میں رہا لیکن ہمیشہ ہی مخالفین نے منہ کی کھائی انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہی کھائیں گے اور خدا جماعت کو ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے گا۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان

صدر انجمن احمدیہ کا قیام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا اس وقت سے ہی صدر انجمن احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور ہدایات کی روشنی میں اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔ تقسیم ملک کے بعد اس کی ایک شاخ پاکستان میں بھی صدر انجمن احمدیہ ربوہ کے نام سے قائم ہوئی۔ زمانہ درویشی میں قائم صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ابتدائی ممبران کے اسماء حسب ذیل تھے:

(۱) مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بیرسٹرایٹ لا ناظر اعلیٰ ونمائندہ خاندان حضرت مسیح موعودؑ۔

(۲) مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم وتربیت و ناظر دعوۃ وتبلیغ ونمائندہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔

(۳) جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضلؓ امیر جماعت احمدیہ قادیان و ناظر ضیافت۔

(۴) مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی بی۔اے۔ مرحوم واقفِ زندگی ناظر امور عامہ وامور خارجہ۔

(۵) مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز بی۔اے ناظر بیت المال ومحاسب۔

(۶) مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب قادیانی مرحوم ممبر

(۷) مکرم چوہدری سعید احمد صاحب بی۔اے۔آنرز مرحوم نمائندہ درویشان نمبر۳ ممبر

(۸) مکرم کیپٹن شیر ولی صاحب مرحوم نمائندہ درویشان نمبر۱

(۹) مکرم ڈاکٹر میجر محمود احمد صاحب مرحوم ممبر

(۱۰) مکرم حسن محمد صاحب عارف بی۔اے۔واقف زندگی ونمائندہ تحریک جدید ممبر

(۱۱) مکرم مرزا محمد حیات صاحب مرحوم نمائندہ درویشان نمبر۲

(۱۲) مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی مرحوم ممبر

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبران مختلف وقتوں میں تبدیل ہوتے رہے اور بہت سے درویشان کو صدر انجمن احمدیہ کی ممبری کا شرف حاصل ہوا۔ محترم مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد سے سوائے درمیانی کچھ عرصہ کے جس میں محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔مرحوم مؤلف اصحاب احمد کے باقی عرصہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہی ناظر اعلیٰ اور امیر مقامی کے عہدہ پر فائز رہ کر جماعت کی بہترین خدمت کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حالیہ ممبران حسب ذیل ہیں:

(۱) محترم حضرت مرزا وسیم احمد صاحب	ناظر اعلیٰ وصدر صدر انجمن احمدیہ
(۲) محترم مولانا جلال الدین صاحب نیّر	ناظر بیت المال آمد
(۳) محترم مولانا محمد انعام صاحب غوریؔ	ناظر اصلاح وارشاد
(۴) محترم شیراز احمد صاحب	ناظر تعلیم
(۵) محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب	ناظر بیت المال خرچ
(۶) محترم مولانا برہان احمد صاحب ظفرؔ	ناظر نشر واشاعت
(۷) محترم مولانا ظہیر احمد صاحب خادمؔ	ناظر دعوۃ الی اللہ
(۸) محترم مولانا محمد نسیم خان صاحب	ناظر امور عامہ/ خارجہ
(۹) محترم مولانا منیر احمد صاحب خادمؔ	ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد وتعلیم القرآن وقف عارضی
(۱۰) محترم منیر احمد صاحب حافظ آبادی	وکیل اعلیٰ تحریک جدید
(۱۱) محترم اطہر الحق صاحب انجینئر	ایڈیشنل ناظر تعمیرات

(۱۲) محترم محمد کریم الدین صاحب شاہدؔ	ممبر
(۱۳) محترم محمد عمر علی صاحب	ممبر
(۱۴) محترم منیر احمد صاحب خادمؔ	صدر انصار اللہ
(۱۵) محترم محمد اسماعیل طاہر صاحب	صدر خدام الاحمدیہ
(۱۶) محترم سید محمد سرور صاحب	ممبر
(۱۷) محترم حکیم محمد دین صاحب	ممبر
(۱۸) محترم ڈاکٹر عبد الباسط خان صاحب	ممبر
(۱۹) محترم محمد حمید کوثر صاحب	ممبر
(۲۰) محترم حافظ صالح محمد الہٰ دین صاحب سکندر آباد	ممبر
(۲۱) محترم محمد شریف عالم صاحب بہار	ممبر
(۲۲) محترم سید خلیل احمد صاحب کلکتہ	ممبر

مقدمہ عید گاہ

قادیان کے مغربی جانب عید گاہ کی زمین ہے جس کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آبائی قبرستان بھی ہے۔جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دادا قادیان سے کپورتھلہ چلے گئے تھے اور وہاں اُن کی وفات ہو جانے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے والد ماجد حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب آپ کی نعش کو قادیان لائے تھے تو اسی قبرستان میں تدفین عمل میں آئی تھی۔

تقسیم ملک کے بعد سردار بلبیر سنگھ صاحب ولد شری اللہ دتا صاحب نے قبرستان اور اس سے ملحقہ زمین عید گاہ پر قبضہ کر لیا۔ اس زمین عید گاہ کو حاصل کرنے کے لئے جو تینتیس ۳۳ کنال ایک مرلہ ہے۔ ۷۳-۵-۲۵ میں سب جج بٹالہ جناب گوردیال سنگھ صاحب کی عدالت میں مقدمہ کیا گیا۔ جماعت کو اس بات کا علم ہونے پر کہ جج فریقِ مخالف کی طرف زیادہ مائل ہے یہ کوشش کی کہ ان کی عدالت سے مقدمہ کسی دوسری عدالت میں ٹرانسفر ہو جائے۔اس ٹرانسفر کے لئے جماعت نے ۷۴-۱۲-۲۴ کو ایک درخواست سب جج کی عدالت میں دی اور ایک ڈسٹرک جج کی عدالت میں۔اس وقت عدالت میں داخل کئے گئے کاغذات میں انجمن کی رجسٹریشن کے کاغذ موجود نہ تھے اس پر جج نے ۷۴-۱۲-۳۰ اور ۷۴-۱۲-۱۹ کو دو جزوی فیصلے جماعت کے خلاف کر دیئے۔اس کے بالمقابل انجمن نے ۷۵-۱-۴ کو ہائی کورٹ میں ایمنڈمنٹ کے لئے ایک درخواست پیش کی جس پر ہائی کورٹ نے ۷۵-۱-۶ کو ٹرائیل کورٹ کو اسٹے آرڈر دے دیا۔نتیجتاً سب جج کی کورٹ نے انجمن کے خلاف فیصلہ کر دیا۔ اس پر جماعت نے ۸۳-۶-۷ کو ڈسٹرک کورٹ میں اپیل دائر کی اس کا فیصلہ انجمن کے حق میں ۸۴-۹-۲۸ کو ہوا۔بلبیر سنگھ خود اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں لیکن اُن کی بیوہ لکھوندر کور اور دیگر ورثاء نے ڈسٹرک کورٹ کے فیصلہ کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کر کے ۸۵-۷-۳ سے اسٹے آرڈر حاصل کیا ہوا ہے اور ابھی تک یہ مقدمہ زیر سماعت ہے۔عید گاہ کے ساتھ پرانا قبرستان تھا اسکا ایک بڑا حصہ فی الوقت کھیتوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے یہ قبرستان ''اہل اسلام'' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جبکہ یہ قبرستان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خاندانی قبرستان ہے۔خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس معاملہ میں جماعت کی مدد فرمائے۔تا وہ قبرستان جس پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے وہ جماعت کو جلد از جلد حاصل ہو سکے۔آمین۔

تبدیلی مکانات

محلّہ احمدیہ میں پائے جانے والے مکانات کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہی تھی۔ شروع شروع میں جب درویشوں کی شادیاں نہیں ہوئی تھیں یا اُن کی فیملیاں پاکستان سے نہ آئی تھیں تو ایک ایک مکان میں چار چار پانچ پانچ درویش بھی رہا کرتے تھے۔ اور بعض میں ایک دو بھی۔ اس وقت مکانوں کے تبادلوں کی کوئی مشکل نہ تھی۔ لیکن جس وقت درویشوں کی شادیاں ہوگئیں۔ تو ہر درویش نے اپنی رہائش کے لئے الگ مکان کا مطالبہ کیا چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا۔ جس کی شادی ہو جاتی یا جس کے اہل وعیال واپس آجاتے اُن کو الگ سے رہائش کے لئے مکان دے دیا جاتا۔ شروع شروع میں تو کم لیکن بعد میں جب درویش بچوں والے ہو گئے تبدیلی مکان کی تکالیف کا بھی اُنہیں سامنا کرنا پڑا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بعض درویش عہدیدار ایسے بھی تھے کہ جنکو تبدیلی مکان کی کوئی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑی بلکہ اُنہوں نے اپنی ساری عمر ہی ایک مکان میں گزار دی۔

درویشی دور میں جب بھی کسی درویش کو مکان کی تبدیلی کے لئے کہا گیا اس نے اٰمنا و صدقنا کہہ کر فوری اس پر عمل کیا۔ اور کسی قسم کا کوئی بہانہ نہ کیا۔ تبادلہ خواہ کسی بناء پر بھی ہوتا ہو بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا بسا بسایا گھر اُکھاڑ کر دوسری جگہ اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنا بڑا ہی مشکل کام ہوتا ہے۔ لیکن یہ سب باتیں مجبوریوں کا ایک حصہ تھیں میری عمر کوئی دس بارہ سال کی تھی اس وقت تبادلوں کا سلسلہ بڑی تیزی سے چلا کرتا تھا لیکن بعد میں آکر کچھ تھم گیا۔ آج بھی دفتر کبھی اپنی ضرورت کی خاطر کبھی درویش کی خواہش کو پورا کرنے کی خاطر تبادلہ کرتا ہے۔ اس بات کو لکھنے کی وجہ صرف یہ بتانا ہے کہ صدر انجمن کے مکانوں میں رہنے کی بناء پر بار بار تبادلوں کی تکلیف کو درویشان نے کبھی بُرا نہیں منایا بلکہ ہر بات پر لبیک کہا اور سر تسلیم خم کر دیا ان کا ان سب تکالیف کو برداشت کرنا محض خدا کی رضاء کی خاطر تھا۔ اللھم اجرھم اجراً عظیما.

''ربّ قادیاں'' اور اس کا انجام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ جب آپ نے منارۃ المسیح کی بنیاد رکھی تو قادیان کے آریوں کی طرف سے شدید مخالفت ہوئی اور انہوں نے چاہا کہ مینار کی تعمیر نہ ہونے دی جائے حکام کے پاس بات پہنچی تو جائزہ کے لئے حکامِ اعلیٰ قادیان تشریف لائے۔ جس وقت مینار کی تعمیر کے تعلق سے مخالفین بات کر چکے تو آپؑ نے حکام سے فرمایا کہ ان آریوں سے پوچھو کہ کوئی ایسا موقعہ ہے کہ اُن کو میری ذات سے کوئی فائدہ ہوتا ہو تو میں نے انہیں فائدہ نہ پہنچایا ہو اور یہ بھی پوچھیں کہ ان کے ہاتھ کوئی ایسا موقعہ آیا ہو کہ یہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہوں تو انہوں نے نہ پہنچایا ہو اس پر سب خاموش رہے اس پر حکام نے بات کو سمجھتے ہوئے مینار تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔

قادیان سے ہجرت تو احمدیوں نے کی تھی یہ مخالفت کرنے والے تو یہیں بیٹھے تھے اور اس کوشش میں بھی تھے کہ کسی طرح قادیان پوری طرح خالی ہو جائے جب ان کے خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوئے تو جماعت کے لئے مختلف طریقوں سے مشکلات پیدا کرنی شروع کر دیں۔ ان مخالفین میں سے ایک کنج بہاری لال بھی تھے۔ یہ قادیان کے ہی رہنے والے تھے اور جماعت کے شدید مخالف رہے ہیں۔ تقسیم ملک سے پہلے جماعت کے خلاف احراری پارٹی سرگرم عمل تھی اور یہ لوگ اس وقت ایک دم سامنے تو نہ تھے لیکن اُن کی پشت پناہی ضرور کرتے تھے اور الکفر ملة واحدة کے تحت تھے لیکن جس وقت جماعت کے سب مخالف پاکستان چلے گئے تو ان کا کھل کر جماعت کی مخالفت میں آنا ضروری تھا۔

قادیان میں جلسہ سالانہ ہوتا تو یہ بھی جلسہ کا انعقاد کیا کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اور جماعت پر وہ تمام قسم کے اعتراض کرتے جو اس زمانہ میں مسلمان علماء کیا کرتے تھے انبیاء کی ہتکِ عزت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دی جاتیں۔ آپ کی زندگی پر اعتراض یہ کہ حکومت کا کاشت کردہ پودا ہیں الغرض سب قسم کی دشنام دہی جو کی جاسکتی تھی کرتے اور حکومت کو افرادِ جماعت کے خلاف اکسانا اِن کا عام کام تھا۔ اس کے ساتھ ہی جو کام بھی جماعت کرتی اس کی راہ میں کوئی نہ کوئی روڑا ضرور اٹکاتے۔ کنج بہاری لال اپنے آپ کو ربّ قادیاں کہا کرتا تھا۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ نے بتایا کہ جماعت اگر کسی جگہ کو واگزار کروانے کی کوشش کرتی مقدمہ چلتا تو یہ باقاعدگی سے حاضر ہوتا اور ان کا مقصد اس میں صرف یہ ہوتا تھا کہ لوگوں کا ہمدرد بن کر ان سے پیسہ حاصل کیا جائے۔ آپ نے بتایا کہ ہمیشہ ایسا ہوتا کہ جب ہم کسی محلّہ کے کسی مکان کے لئے

مقدمہ کرتے اور اس مکان کا نمبر ۱۵۰ ہوتا تو یہ شخص اس مکان نمبر کے حوالہ سے کسی دوسرے محلّہ کے مکان نمبر ۱۵۰ کے آدمی کو جا کر ملتا اور کاغذات مقدمہ دکھاتا اور کہتا کہ جماعت نے تمہارا مکان خالی کروانے کے لئے مقدمہ کیا ہے میں اس کی پیروی کرونگا۔ اور اس سے روپیہ حاصل کرتا جبکہ مقدمہ کا اس مکان کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہوا کرتا تھا۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد نے بتایا کہ ایک مرتبہ میں نے کانگریس سیشن کے موقعہ پر جماعت کے بُک اسٹال کے لئے جگہ حاصل کی۔ جماعت کی کتابیں وہاں سے مفت بھی تقسیم کی جارہی تھیں۔ اور فروخت بھی۔ وہاں جناب کنج بہاری لال صاحب آگئے اور اُنہوں نے وہاں کے نگران وزیر پر زور ڈال کر اسٹال بند کروا دیا۔ محترم ملک صاحب نے فرمایا کہ جب ہم شام کو کانگریس پنڈال سے واپس آئے تو اس بات کا علم ہونے پر متعلقہ وزیر سے محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی کے ساتھ مل کر ملاقات کی اور بتایا کہ یہ الزام کہ ہم اپنا تبلیغی لٹریچر تقسیم کر کے اشتعال پیدا کرتے ہیں درست نہیں۔ ہماری درخواست پر لکھا ہے کہ ہم تبلیغی لٹریچر مفت اور قیمت سے دیں گے۔ اور اسکی منظوری ہوئی تھی۔ فائل دیکھ لی جائے۔ بمشکل کلرک متعلقہ سے یہ درخواست لیکر ملک صاحب نے دکھائی۔ تب وزیر صاحب نے کہا کہ مخلوط کتب رکھ لیں اس پر محترم گیانی عباداللہ صاحب کی وساطت سے کتب فروشوں نے اُن کی کتب حاصل کر کے الگ سے رکھ لیں۔ جو بعد میں اُنہیں واپس کر دی جانی تھیں۔ اس سے کنج بہاری لال صاحب کو بڑی خِفّت اُٹھانی پڑی اور اُنہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

قادیان میں جس زمانہ میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بہت اشتعال انگیزی کیا کرتے تھے اور بعض اوقات تو عطاء اللہ شاہ بخاری کی تعریف میں پل باندھا کرتے۔ اسی طرح پاکستان میں جماعت پر ہونے والے مظالم کو درست اور جائز قرار دیا کرتے۔ مَیں اُن کی تقریر کا ایک چھوٹا سا اقتباس اس جگہ نوٹ کرتا ہوں کہتے تھے:

''اب پاکستان میں بھی احمدیوں کی مخالفت ہے یہ انکی کارروائیوں کا نتیجہ ہے میں مبارک باد دیتا ہوں عطاء اللہ بخاری ماسٹر تاج الدین، شیخ حسام الدین کو کہ اُنہوں نے مرزائیوں کی رگ کو پہچان لیا ہے۔ یہ بڑے فتنہ انگیز ہیں۔ ان کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔'' (بحوالہ ریکارڈ دفتر)

یہ صاحب اپنی تقریر میں بعض اوقات ایسی ایسی باتیں کہہ جاتے تھے جن کو لکھنے کی طاقت نہیں اور کوئی شریف انسان نہ تو اس کو سُن ہی سکتا ہے اور نہ پڑھ ہی۔ اُنہیں دنوں کی بات ہے کہ اُن کے دو۲ بچے تھے۔ اس

نے ایک دن شدید مخالفانہ لیکچر جماعت کے بزرگوں کے خلاف دیا۔ اور بہت سی خلاف واقعہ باتیں کیں۔ اس وقت خدا کا قہری نشان ظاہر ہوا اس کا ایک بیٹا صبح اور دوسرا بیٹا اسی شام کو موت کے منہ میں چلا گیا۔ اور پھر وہ لاولد ہی رہا۔ محترم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم اُن کے ہاں افسوس کرنے گئے تو بہاری لال نے کہا ''میرے گھر تے ہونجا ہی پھر گیا ئے'' اس کے بعد اس کی اہلیہ بھی جو پہلے سے فاتر العقل تھی بالکل پاگل ہوگئی کنج بہاری لال قادیان میں جس مکان میں رہا کرتے تھے وہ بھی کسی کی ملکیت تھی جس کا فیصلہ بھی اس مالک کے حق میں ہو چکا تھا لیکن قبضہ نہ چھوڑتے تھے۔ اسی دوران ایک دن یہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے مالک مکان نے صدر کانگریس کی مدد سے اُن کی اہلیہ سے گھر خالی کروا کر اُن کو کسی اور طرف منتقل کر دیا۔ اس کے بعد ان صاحب ''ربّ قادیاں'' کہلانے والے نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن ناکام رہے مجبوراً ایک عبادت گاہ میں مقیم ہوئے۔ وہاں سے بھی نکالے گئے اور پھر بٹالہ منتقل ہوگئے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اِنّی مھین من اراد اھانتک کی صداقت پر مہر ثبت کر گئے۔

کنج بہاری لال پر مقدمہ

مخالفوں کا ہمیشہ سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ جب حقیقی دلائل سے بات نہ کر سکیں تو پھر اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آتے ہیں۔ اسلام کے خلاف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی مخالفین اسلام نے بہت کچھ لکھا اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر بڑے بے ہودہ حملے کئے۔ کنج بہاری لال صاحب نے بھی جماعت کے خلاف وہی طریق اپنایا اور ''زمین کی پکار'' کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کیا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر بیہودگی سے حملے کئے گئے تھے۔ جس سے افراد جماعت کی شدید دل آزاری ہوئی۔ اس پمفلٹ کی وجہ یہ ہوئی کہ جماعت نے کانگریس کے اجلاس میں ایک پمفلٹ میں لوگوں کو تحریک کی تھی کہ جو تکلیف زدہ ہوں وہ دُعا کے لئے اطلاع دیں اور اسی اجلاس میں دعا کی درخواستیں آنی شروع ہوگئی تھیں۔ اس سے جل بھن کر اسنے ''زمین کی پکار'' پمفلٹ شائع کیا تھا جماعت کی طرف سے حکام بالا کو اس سے مطلع کیا گیا۔ چنانچہ جولائی ۱۹۵۶ء میں اُس پر ایک فوجداری مقدمہ زیر دفعہ ۲۹۵ الف تعزیرات ہند ہوا۔ یہ مقدمہ عرصہ چار سال چلتا رہا۔ اس میں بہاری لال صاحب کی حمایت میں کافی لوگ تھے اس بناء پر عموماً جب بھی مقدمہ کی تاریخ ہوتی تو آخری وقت میں آواز دی جاتی تھی۔ اس مقدمہ میں محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ بھی بطور گواہ کے پیش ہوا

کرتے تھے محترم مولوی برکات احمد بھی ساتھ ہوتے اور حوالہ جات پیش کرنے میں مدد کی خاطر محترم امیر احمد صاحب درویش بھی ساتھ ہوا کرتے تھے۔ اس مقدمہ کا چرچا اخباروں میں بھی ہوا جیسا کہ اخبار ''روزنامہ پرتاپ'' جالندھر ۲۱ر جولائی ۱۹۵۹ء نے لکھا۔

''امرتسر ۲۰ر جولائی ''ربّ قادیاں'' کے خلاف گورداسپور کے سپیشل جج کے روبرو ایک مقدمہ کی سماعت ہو رہی ہے۔ ابھی تک اس مقدمہ میں استغاثہ کی شہادتیں ختم نہیں ہوئی ہیں۔ اور ایک گواہ ملک صلاح الدین ایم.اے پر تقریباً ایک سال سے جرح جاری ہے۔ اور مختلف تاریخوں پر گواہ پر ۲۰ر صفحات پر مشتمل جرح ریکارڈ کی گئی ہے۔ مقدمہ کے ملزم ''ربّ قادیاں'' کا کوئی وکیل نہیں ہے وہ خود ہی اس پر جرح کر رہا ہے۔ جرح کے دوران میں ملک صلاح الدین سے جو سوالات دریافت کئے گئے اُن کے متعلق دو سو کتابیں بطور حوالہ پیش کی گئی ہیں۔ یہ کتابیں عدالت میں پیش ہیں۔ اور اُن کی مالیت تقریباً چار ہزار روپیہ بیان کی گئی ہے۔ مقدمہ کے واقعات یہ ہیں کہ امرتسر کانگرس سیشن کے دوران میں احمدیوں کی طرف سے بہت سے چھوٹے چھوٹے کتابچے چھپائے گئے۔ جن کا مفہوم یہ تھا کہ مرزا قادیاں کو ہی اوتار تسلیم کیا جائے کیونکہ مرزا قادیان ہی خدا کی طرف سے مکتی کا داتا مقرر ہوئے ہیں۔ ان کتابچوں کے جواب میں پنڈت کنج بہاری لال نے جو بہت پرانے آریہ سماجی ہیں اور ''ربّ قادیاں'' کے نام سے مشہور ہیں ایک کتابچہ ''زمین کی پکار'' کے نام سے شائع کیا۔''

اس مقدمہ میں تمام اعتراضات کا جواب اصل کتابوں کے حوالوں سے دیا جاتا رہا۔ آخر پر مقدمہ چار سال بعد ۲۳ر اگست ۱۹۶۰ء کو ختم ہوا۔ اس مقدمہ میں کنج بہاری لال صاحب کی قادیان اور بٹالہ کے چوبیس افراد نے خوب مالی مدد کی جس کا ذکر اُنہوں نے اپنے ہی اخبار ''ہفت روزہ انتخاب بٹالہ'' کی اشاعت یکم ستمبر ۱۹۶۰ء کے صفحہ نمبر ۳ پر کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطبہ جمعہ کی اشاعت پر اخبار بدر کے ایڈیٹر محترم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری اور محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. پرنٹر و پبلشر پر کنج بہاری لال صاحب کی شرارت سے مقدمہ ہو گیا۔ جس وقت نوٹس کی کاپی آئی اسی وقت محترم ملک صلاح الدین صاحب نے جناب سردار پرتاپ سنگھ صاحب کیروں چیف منسٹر پنجاب سے چنڈی گڑھ میں ملاقات کی اور اُن کے مشورہ سے چیف سیکریٹری پنجاب گورنمنٹ سے ملاقات کر کے بتایا کہ مطالعہ کے بغیر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا یہ خطبہ شائع ہوا جو ہندوستان کے حالات میں شائع نہیں ہونا چاہئے تھا۔ ہم نے کہا کہ

آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ نیز درخواست کی کہ اس مقدمہ کی سماعت بند کمرے میں کرنے کی ہدایت کی جائے۔ مقدمہ کی سماعت پر کنج بہاری لال کو عدالت کے کمرہ سے نکال دیا گیا۔ اور عدالت کی ساری توجہ اس طرف رہی کہ دروازہ نہ کھلنا چاہیئے۔ جب کنج بہاری نے دروازہ ذرا سا کھولا تو نائب کورٹ کی عدالت نے دروازہ بند کروادیا۔ مقدمہ کے شروع ہوتے ہی محترم ملک صاحب نے عدالت سے پوچھا کہ جناب کیروں صاحب کی کیا ہدایت ہے۔ سرکاری وکیل نے بتایا کہ ملزمان مقابلہ نہ کریں نہ اپنی غلطی کا اقرار کریں۔ مقدمہ نہ چلایا جائے۔ ہمارے وکیل لالہ مل نے کہا کہ ہم دفاع کریں گے۔ کورٹ سے اجازت لیکر ہمارے لوگوں نے باہر جا کر اپنے وکیل سے مشورہ کیا اور ساری تفصیلی بات سُنائی۔ پھر عدالت میں دفتر ڈپٹی کمشنر کا حکم بتایا گیا کہ مقدمہ چلانے کی ہدایت ہے۔ اس پر مقدمہ کی کاروائی شروع ہوئی شملہ سے آئے ایک مترجم نے خطبہ کا ترجمہ سنایا۔ پھر محترم ملک صاحب اور مولوی محمد حفیظ صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ اور ہندو مذاہب کے اوتاروں سے متعلق جماعت کا مؤقف بتایا۔ ہمارے لوگوں کے متفق ہونے پر صرف ایک سرکاری گواہ پیش کیا گیا۔ جس نے کہا کہ میرے جذبات کو بھی اس خطبہ سے سخت ٹھیس پہنچی ہے۔ جب عدالت نے پوچھا کہ کیا تم اردو زبان جانتے ہو۔ تو اسنے کہا کہ نہیں۔ اس پر ہی اس کی شہادت ختم ہوگئی۔ اس پر عدالت اور سرکاری وکیل ہنسے کہ اس کا نام پولیس نے صرف اس لئے لکھا ہے تا کہ ہم متاثر ہوں کہ یہ میونسپل کمشنر ہے۔ پھر عدالت نے فیصلہ لکھوایا کہ دونوں ملزمان نے اقرار کیا ہے کہ اُن سے غلطی ہوئی ہے اور اس خطبہ کو موجودہ حالات میں شائع نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اس سے پہلے بھی ہر دو افراد پر اور کوئی مقدمہ نہیں ہے سو میں اُن کو بری کرتا ہوں۔ جب ہمارے ہر دو معزز ممبران کمرہ عدالت سے خوشی خوشی باہر نکلے تو کنج بہاری لال بڑا حیران ہوا۔ اس طرح اس مقدمہ پر بھی اُسکو ذلت اُٹھانی پڑی۔ یہ مجسٹریٹ وہی تھا جو ''زمین کی پکار'' والے مقدمہ میں سماعت کر رہا تھا۔ لیکن بعد میں اس کی سماعت کسی اور ایڈیشنل سیشن جج نے کی تھی۔

کنج بہاری لال کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ اسنے معاشی حالات سے تنگ آ کر اپنے گھر کا سامان اور کتب تک فروخت کر دیں مقدمہ کے دوران جو کتب اسنے حاصل کی تھیں اُنکی فروخت کے لئے اسنے ایک اشتہار شائع کیا جو اس کے اخبار ''انتخاب'' کے صفحہ نمبر ۲ پر موجود ہے۔ اس اشتہار سے تو کوئی دلچسپی نہیں لیکن اس کو اس جگہ پیش کرنا اس لئے ضروری خیال کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی اہمیت اور افادیت کا اظہار ایک مخالف کی قلم سے ہوتا نظر آتا ہے۔ لکھا ہے:

”میری کتابیں خرید لیں“

میرے پاس مرزائی جماعت کا مکمل لٹریچر ہے اور بہت سی نادر کتابیں سنبھال رکھی ہیں۔ پچھلے مقدمہ میں مجھے تابرخاست عدالت کی سزا ملی تھی (بٹالہ کے بعض لوگوں نے کورٹ پر دباؤ ڈال کہ کنج بہاری لال کو سزا نہ دی جائے۔ اس سے متاثر ہو کر کورٹ نے معمولی سزا دی تھی) یہ مقدمہ تعزیرات ہند زیر دفعہ ۲۹۵ چلایا گیا تھا۔ اس مقدمہ میں تمام کتابیں عدالت میں ثبوت کے لئے پیش کی گئی تھیں اور میں ان کتابوں پر عبور حاصل کر چکا ہوں۔ کوئی سبھا یا سوسائیٹی یا فرداً گران نادر کتب کو اپنی لائبریری کے لئے یا اپنے کالج کے لئے خریدنا چاہے تو وہ مجھ کو میرے دفتر اخبار انتخاب چکری بازار بٹالہ مل کر حاصل کر سکتے ہیں۔

مذہبی نقطہ نگاہ سے یہ کتابیں اپنی نظیر آپ ہیں۔ ہر مذہب کا لٹریچر اور اس پر نکتہ چینی کے علاوہ بہت سے عجیب و غریب حالات سے آپ اگر واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ کتابیں جو زیادہ تر اردو میں ہیں آپ کو بہت کار آمد ثابت ہونگی۔ آریہ سماجی اُپدیشک اور آریہ سماج لائبریری کے لئے یہ بے بہا خزانہ ہے۔ یہ سب کتابیں مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے خلیفہ صاحبان کی محنت اور کاوش کا نچوڑ ہیں۔ (ربّ قادیاں)“

(اخبار ہفت روزہ انتخاب بٹالہ ۵ر مئی ۱۹۶۸ء صفحہ:۲)

کنج لال صاحب کو اس دُنیا سے رخصت ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گزرا ہے لیکن آج قادیان اور بٹالہ میں سوائے چند افراد کے کوئی بھی انکی شخصیت سے واقف نہیں۔ یہ مخالفین احمدیت کے لئے عبرت کا مقام ہے۔

اسی طرح کنج لال صاحب کے مقدمہ کے تعلق سے ایک واقعہ رسالہ الفرقان درویشانِ قادیان نمبر میں شائع ہوا ہے اس کو بھی اس جگہ پیش کرتا ہوں:

”ایک دن جب عدالت برخاست ہوئی تو کنج لال نے از راہ شرارت بہت سی بیہودہ باتیں عدالت کے عملہ کے سامنے جماعت احمدیہ اور اسکے مقدس بانی علیہ السلام کے خلاف کہنی شروع کیں۔ اور ”سلسلہ احمدیہ“ مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو کھول کر اس میں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فوٹو لوگوں کو دکھایا۔ جونہی اس فوٹو پر حاضرین کی نظر پڑی تو سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ تم مرزا صاحب پر اعتراض کرتے ہو لیکن فوٹو سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے مہا پُرش اور سنت آدمی تھے۔ یہ ریمارکس سُن کر کنج لال کو بہت شرمندگی ہوئی اور اس نے محسوس کیا کہ اس کا سارا بیہودہ پروپیگنڈا اس فوٹو کی وجہ سے زائل ہو گیا

ہے۔

اِسی مقدمہ کے دوران میں جب وہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمانی عوارض کے متعلق پروپیگنڈا کر رہا تھا تو اس نے ’’ذکر حبیب‘‘ مصنفہ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو کھول کر سیشن جج صاحب کو حضور اقدس کا ایک فوٹو دکھایا۔ اس پر جج صاحب نے بے ساختہ کہا کہ فوٹو سے تو مرزا صاحب بہت نورانی معلوم ہوتے ہیں اور جن بیماریوں کا ذکر تم کرتے ہو وہ تو اس فوٹو میں نظر نہیں آتیں۔‘‘

(رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر ۱۹۶۳ء صفحہ: ۵۷)

مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد نے بیان کیا (جو آخری مرحلہ پر کئی سال تک مقدمہ واگزاری جائیداد کی پیروی کرتے رہے) کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بہت سی جائیدادوں پر لوگوں نے ناجائز قبضہ کیا ہوا تھا۔ جماعت کی طرف سے جب واگزاری جائیداد کا مقدمہ ہوا اُس وقت سکھ نیشنل کالج قادیان کے پرنسپل سردار باوا ہرکشن سنگھ صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی قائم کی گئی تھی۔ باوا صاحب مشہور سکھ لیڈر ماسٹر تارا سنگھ جی کے دستِ راست تھے۔ آپ پاکستان میں ایک کالج کے ربع صدی سے زیادہ عرصہ تک پرنسپل رہے تھے اور ان کے شاگرد مشرقی پنجاب اور مرکز دہلی میں اعلیٰ مناصب پر فائز تھے۔ اُن کو یقین تھا کہ اس بل بوتے پر وہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اس مملوکہ جائیدادوں کی واپسی سے محروم کر دیں گے۔ یہ لوگ جماعت کے خلاف پبلک جلسے کیا کرتے اور بھاری چندے جمع کیا کرتے تھے۔ انہیں کی طرف سے کنج بہاری لال نے پاکستان جا کر احراری ٹولہ سے معلومات بھی حاصل کی تھیں۔ کیونکہ یہ شخص احراریوں کا ممنونِ احسان تھا اس لئے یہ اپنی تقریروں میں اکثر مجلس احرار کی تعریف بھی کیا کرتا تھا۔ ان لوگوں نے صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کے واگزار نہ ہونے دینے کے لئے جتنی بھی مساعی غیر حسنہ کی اس میں یہ خائب و خاسر ہوئے اور خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کے ساتھ ساری جائیدادیں واگزار کروا دیں۔

ان لوگوں نے بحث مقدمہ میں مکانات کے الاٹیوں سے حلف لئے تھے کہ وہ کرایہ نامہ نہ لکھیں اور نہ کرائے دیں الحمدللہ ایک ایک کر کے میں نے سب کے کرائے لکھوائے اور قبضے لئے اور وصولیاں ہوتی رہیں۔ صرف دو جائیدادوں کے فیصلے صدر انجمن احمدیہ کے حق میں نہ ہوئے ان کے بارے میں محکمہ بحالیات حکومت ہند کے پاس اپیلیں کرنے پر اُن کے فیصلے بھی ہمارے حق میں ہو گئے اور تمام کے قبضے ملے۔ صرف ایک جائیداد کا معاملہ آخری فیصلہ ہونے پر بھی بعض مقامی حالات کی وجہ سے ابھی نافذ نہیں کیا جا سکا۔ اسی طرح رھن جائیدادوں کے کئی لاکھ روپئے کے بارے میں اطلاعات ربوہ سے نہیں آئی تھیں۔ اُن سے

معلومات حاصل کر کے ان کے مقدمات بغیر وکیل کئے دائر کر کے الحمدللہ کامیابی حاصل کی گئی اور اُن کی تنفیذ بھی ہوئی۔ الغرض مخالفین نے ہر موقعہ پر جماعت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی لیکن وہ ہر میدان میں ناکام و نامراد رہے اور خدا نے جماعت کو ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائی۔ الحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

قادیان کے احمدی اور شرنارتھی

مخالف کا ہمیشہ یہ کام رہا کہ جب بھی وہ کسی معاملہ میں ناکام ہوا تو اس نے واویلا شروع کر دیا۔ حکومت نے جماعت کی طرف سے پیش کردہ تمام ثبوتوں کا جائزہ لیکر جس وقت تمام جائیدادوں کے واگزار کرنے کا فیصلہ کیا تو اس وقت قادیان کی شرنارتھی سیوک سبھا نے ایک میمورنڈم ہندوستان کی مرکزی حکومت کو روانہ کیا۔ اس کی ایک کاپی اُنہوں نے بغرض اشاعت اخبار ''ریاست'' دہلی کے دفتر میں بھی روانہ کی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ صدر انجمن احمدیہ کی جائیدادوں کو واگزار نہ کیا جائے کیونکہ یہ لوگ شرنارتھی ہیں۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار نے لکھا۔

''شرنارتھی سیوک سبھا قادیان (گورداسپور) نے اس میمورنڈم کی ایک نقل اشاعت کے لئے دفتر ریاست میں بھیجی ہے جو اس سبھا نے ہندوستان کی مرکزی گورنمنٹ کو بھیجی۔ اس میمورنڈم میں خواہش کی گئی ہے کہ قادیان کی احمدی جماعت کو وہ جائیداد واپس نہ کی جائے جس پر شرنارتھی ۱۹۴۷ء سے قابض ہیں اور جس کو خالی کرنے کے لئے حکومت نے ابھی حال ہی میں حکم دیا ہے۔

قادیان کے احمدیوں کی پوزیشن یہ ہے کہ جب ۱۹۴۷ء میں فسادات ہوئے تو اُن کا زیادہ حصہ قتل وخون ریزی اور غنڈہ پن سے خوف زدہ ہو کر پاکستان چلا گیا۔ مگر دوسو کے قریب احمدیوں نے جس کو اب جاں نثار درویش کہا جاتا ہے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور بڑے بڑے خطرہ سے بے نیاز ہوتے ہوئے فیصلہ کیا کہ یہ اپنے اس مذہبی ہیڈکوارٹر کو نہ چھوڑیں گے کیونکہ یہاں ان کے بانی مذہب حضرت مرزا غلام احمد اور دوسرے مذہبی لیڈروں اور مشاہیر کے مقبرے اور تاریخی یادگاریں ہیں چنانچہ دوسو جاں نثار درویش پاکستان نہ گئے اور انہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر خطرہ کو لبیک کہا حالانکہ اس زمانہ میں مشرقی پنجاب میں مسلمان ہونا یا مسلمان کہلانا ایک سنگین جرم تھا جس کی سزا غنڈوں کے ہاتھوں سے قتل اور خون ریزی سے کم نہ تھی۔ یہ واقعات ۱۹۴۷ء کے ہیں۔ اس کے بعد جب اس صوبہ میں کچھ سکون اور امن ہوا تو یہاں کی احمدی جماعت نے حکومت سے درخواست کی کہ ان کی جائیداد (جس پر شرنارتھی قابض ہیں) اور روپیہ (جو بنکوں میں جمع تھا) ان کو

واپس کیا جائے۔ چنانچہ احمدیوں کی بہت بڑی جدوجہد کے بعد مرکزی گورنمنٹ نے حکم دیا کہ چونکہ یہ روپیہ اور جائیداد ایک مذہبی ٹرسٹ کی ملکیت ہے یہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ اس جائیداد کو کسٹوڈین کے قبضے میں رہنا خلافِ انصاف ہے۔ گورنمنٹ کے حکم سے بنکوں نے تو روپیہ ادا کر دیا مگر وہ شرنارتھی جو اس جائیداد پر قابض ہیں اس مقبوضہ جائیداد کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں اور یہ میمورنڈم بھی اس غرض کے لئے ہی گورنمنٹ کو بھیجا گیا ہے کہ یہ جائیداد کسٹوڈین پراپرٹی قرار دی جائے اور جائیداد کو شرنارتھیوں سے خالی نہ کرایا جائے۔ احمدیوں کی اس جائیداد کے متعلق بہت بڑا سوال اصول کا ہے۔ مثلاً ایک مسلمان کرنال کا رہنے والا تھا۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات سے خوف زدہ ہوکر یہ بمبئی چلا گیا۔ یہ کبھی بھی پاکستان نہیں گیا اور ہمیشہ ہی ہندوستان میں رہا تو اگر یہ مسلمان آج اپنے وطن کرنال جا کر وہاں اپنی جائیداد میں آباد ہونا چاہتا ہو تو کیا اس شخص کو صرف مسلمان ہونے کے جرم اور اس کے اپنی جان بچا کر بمبئی چلے جانے کے گناہ کی یہ سزا دی جاسکتی ہے کہ اس کی جائیداد واپس نہ کی جائے اور اسے کہا جائے کہ کرنال میں قدم نہ رکھو یا اگر ۱۹۴۷ء کے فسادات سے خوف زدہ ہوکر درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے تمام سجادہ نشین، مجاور اور جاروب کش دہلی سے بھاگ جاتے اور کوئی شخص بھی اس درگاہ میں نہ رہتا تو کیا اس درگاہ یعنی ایک مذہبی معابد کو کسٹوڈین کی ملکیت میں دیا جاسکتا تھا۔ یعنی اگر ان دونوں صورتوں میں کسٹوڈین کو جائیداد پر قبضہ کرنے کا حق حاصل نہیں تو پھر قادیان کی احمدی جماعت جو خاص مذہبی جماعت ہے، کی جائیداد کیونکر کسٹوڈین کے قبضہ میں رہ سکتی ہے اور کیوں اسے واپس نہ لیا جائے۔ جبکہ احمدی جماعت کے لئے قادیان کی وہی پوزیشن ہے جو سنّیوں کے لئے درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی اور قادیان میں تو دوسو کے قریب احمدی اپنی جان کو ہتھیلی میں رکھ کر ثابت قدم اور موجود رہے۔ قادیان کے شرنارتھیوں کے ساتھ ہر شریف انسان کو ہمدردی ہونی چاہئے کیونکہ یہ لوگ صاحب جائیداد تھے اور تباہ ہوکر پاکستان سے ہندوستان آئے اور ان کو ناقابلِ برداشت اور ناقابلِ بیان مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ان شرنارتھیوں کی امداد کی صورت یہ ہے کہ ہندوستان سے پاکستان جاچکے مسلمانوں کی جائیداد میں سے ان کو جائیداد دی جائے اور ان کی کسٹوڈین کے فنڈ میں سے نقد روپے کی امداد کی جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت اور قادیان کے شرنارتھی دونوں اس مسئلے پر سنجیدگی کے ساتھ غور کریں اور احمدی جماعت کی جائیداد ان کو واپس کی جائے کیونکہ احمدی جماعت مذہباً ہر اس حکومت کی وفا شعار ہے جو حکومت برسر اقتدار ہو۔ یعنی یہ لوگ حکومت کے خلاف کسی سیاسی تحریک میں حصہ نہیں لے سکتے یہ خالص مذہبی جماعت ہے اور ان کے ساتھ کینہ اور بغض کا سلوک کرنا انصاف قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(ریاست دہلی) (اخبار ’’بدر‘‘ ہفت روزہ قادیان ۱۴؍ جولائی ۱۹۵۵ء صفحہ:۲)

مقدمہ کسٹوڈین کے تعلق میں پہلا سفر رانچی

مقدمہ کسٹوڈین کے سلسلہ میں محترم عبدالحمید صاحب عاجز درویش مرحوم نے بڑے لمبے عرصہ تک کام کیا آپ نے اس مقدمہ کا ذکر اپنی کتاب ''کچھ باتیں کچھ یادیں ریگ رواں'' میں کیا ہے اس کو اس جگہ نوٹ کیا جاتا ہے تا کہ قارئین اسکی تفصیل کو بھی جان سکیں۔ آپ نے لکھا:

جب محکمہ کسٹوڈین جالندھر کی طرف سے نوٹس آیا اور تا فیصلہ ثانی صدر انجمن احمدیہ قادیان کی بنکوں میں موجود رقم بھی برآمد کروانے پر پابندی لگا دی گئی تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کی طرف سے تمام صورت حال سے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع دیتے ہوئے دُعا اور راہنمائی کے لئے عرض کیا گیا۔ یہاں پر مقیم افراد اور کارکنان میں سے کسی کو بھی مقدمات کی پیروی کا تجربہ نہیں تھا چنانچہ ہم نے حضور کی خدمت میں اطلاع دیتے ہوئے ہندوستان میں مختلف احمدی وکلاء جن کا ہمیں علم تھا کے نام حضور کی خدمت میں تحریر کر دئے۔ حالات ابھی ایسے تھے کہ ہم کسی دوسرے وکیل پر پوری طرح بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ارشاد موصول ہوا کہ رانچی کے وکیل سید محی الدین صاحب کے پاس جائیں چنانچہ انجمن نے مشورہ کر کے خاکسار کو وہاں بھجوایا۔ یہ واقعہ ۱۰ر جون ۱۹۵۱ء کا ہے خاکسار نے رانچی جا کر جب اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو فوری طور پر محترم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ نے فرمایا کہ

You are God sent۔

مقدمہ کسٹوڈین وخدائی تائید

اس کے بعد انہوں نے اپنی خواب سنائی کہ چند روز قبل انہوں نے خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کو ایک بڑے جلسے میں دیکھا کہ حضور نے سید صاحب کو بلا کر ان کے سپرد ایک فائل کی ہے۔ اس خواب کے پس منظر اور حضور کے فرمان کے پیش نظر سید صاحب موصوف نے بڑے جذبہ سے فرمایا کہ آپ وہ فائل لیکر آئے ہیں جو حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے خواب میں دی۔ آپ نے اس کیس کو ہر دوسرے کام پر مقدم رکھتے ہوئے پیروی کا وعدہ کیا۔ کئی مرتبہ وہ اپنے خرچ پر ۳۲ گھنٹوں کا سفر اختیار کر کے تشریف لائے۔ اور نہایت عمدگی اور ذمہ داری سے اس کیس کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ انہوں نے کسٹوڈین کی کاروائی پر ایک ابتدائی اور بنیادی قانونی اعتراض کیا کہ صدر انجمن احمدیہ ایک مذہبی اور خیراتی ادارہ ہے جو ۱۹۰۶ء سے لگاتار کام کر رہا ہے۔ اس کے ممبران کی تبدیلی سے کچھ فرق نہیں پڑتا اور انجمن کا وجود مجروح نہیں ہوتا۔ اس رجسٹرڈ ادارہ

کی جائیداد کسی ممبر کی ذاتی جائیداد نہیں ہے بلکہ انجمن کے میمورنڈم اور بائی لاز کے مطابق اس کی آمدنی منظور شدہ اغراض و مقاصد پر خرچ ہوتی ہے اس لئے محکمہ کسٹوڈین کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کی جائیداد کے متعلق کسی قسم کی دخل اندازی کرے۔ اس بنیادی قانونی نکتہ کو طے کرنے کے لئے محکمہ کسٹوڈین کی انکوائری صرف اس بات تک محدود ہوگئی کہ وہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے قانونی وجود کا جائزہ لے۔ چنانچہ ۱۹۰۶ء کا رجسٹریشن سارٹیفکیٹ رجسٹرار۔ سوسائٹیز کے دفتر میں داخل کی جانے والی ۴۷-۱۹۴۶ء کے بعد ہر سال کے ممبران انجمن کی فہرست کی مصدقہ نقول اور انجمن کا باقاعدہ رجسٹر یزولیوشن پیش کر کے یہ ثابت کیا گیا کہ انجمن احمدیہ متواتر کام کر رہی ہے چنانچہ ایڈیشنل کسٹوڈین جالندھر کی عدالت میں آخری بحث کے بعد ۱۹۵۳ء میں ہمارے حق میں یہ فیصلہ ہوا کہ صدر انجمن موجود ہے بنکوں میں اس کی ضبط شدہ رقم پر سے پابندی ہٹائی جاتی ہے اور صدر انجمن احمدیہ کو اس کی ملکیتی جائیداد واپس دی جاسکتی ہے۔ البتہ جائیدادوں کے متعلق انجمن کی ملکیت کا الگ الگ ثبوت پیش ہونے پر فیصلہ ہوگا۔ اس مقدمہ کے دوران میں اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے بہت سے روح پرور نظارے دیکھنے میں آئے۔

دو خوابیں

$\frac{۱۰}{۵۱}$-۷-۶ کو خاکسار نے خواب میں دیکھا کہ محترم صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب اور خلیفہ منیر الدین صاحب کے ساتھ بیڈمنٹن کھیلنے جا رہے ہیں جبکہ سیاہ رنگ کا ایک جانور جو لومڑی کی شکل کا ہے حملہ کرتا ہے اور ہمارے ہاتھ سے کچھ لیکر دوڑ جاتا ہے۔ خاکسار اور خلیفہ منیر الدین صاحب اس کا تعاقب کرتے ہیں اور تنگ گلیوں کے کئی موڑوں سے گذر کر جانور کا پیچھا کرتے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں ہاکیاں ہیں۔ کافی تعاقب کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ جانور ایک مٹی کے بڑے برتن میں چھینی ہوئی چیزیں ڈال دیتا ہے۔ ہم خواب میں ایسا محسوس کرتے ہیں کہ اس برتن میں جانور نے اسٹور بنایا ہوا ہے۔ ہم وہاں جا کر نہ صرف اپنی بلکہ کچھ اور بھی قیمتی چیزیں نکال لیتے ہیں اس کے بعد لومڑی کی شکل کتے میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ بھونکتے ہوئے ہمارا پیچھا کرتا ہے مگر ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا۔ $\frac{۱۱}{۵۱}$-۲۷-۲۶ کو مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مرحوم نے اپنی خواب بیان کی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار مبارک پر دعا کر رہے ہیں تو حضور اقدس علیہ السلام سامنے تشریف لائے ہیں اور اپنے مزار سے ایک مٹھی خاک دیتے ہیں لیکن اُسے لینے کے لئے مکرم مولوی برکات احمد صاحب کے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ خاکسار پاس کھڑا ہے وہ مجھ سے رومال لیکر

مٹی اس میں ڈلوا لیتے ہیں بعد میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مٹی نہیں بلکہ کچھ پھل ہے۔ ان دونوں خوابوں کے متعلق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ جوان دنوں ناظرِ خدمت درویشان تھے کی خدمت میں تحریر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ دونوں خوابیں مبشر ہیں۔ دشمن کے مکر و فریب سے حفاظت اور مصیبت کے وقت میں تسلی کی خواب ہے۔

سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ رانچی کا ذکر

مقدمہ کسٹوڈین کی پیروی کے دوران خاکسار کو کئی مرتبہ محترم سید محی الدین احمد صاحب کے پاس مشورہ کے لئے رانچی جانا پڑا خاکسار اس وقت ناظر بیت المال تھا۔ محترم سید صاحب موصوف کو مقدمہ کی ابتداء میں ہی مقدمہ کی فائل دیئے جانے کا خواب میں جو اشارہ ملا تھا اس کے نتیجہ میں خود محترم سید صاحب کے اپنے ایمان اور اخلاص میں قابل قدر اضافہ ہوا۔ پہلے ان کا ماہوار چندہ معمولی ہوا کرتا تھا۔ مگر اس واقعہ کے بعد دو تین سالوں میں ہی سید صاحب کا ماہوار چندہ ۳۰۰ روپیہ تک جا پہنچا۔ ایک مرتبہ انہوں نے خود ہی فرمایا کہ میرا چندہ ایک سو روپے ماہوار اضافہ کے ساتھ لکھ لیں میرے دریافت کرنے پر کہ کونسی مد میں لکھوں تو فرمانے لگے کہ ”خدا کی راہ میں دینا ہے۔ جس مد میں چاہیں لکھ لیں۔“ اس مخلص اور جواں ہمت بزرگ نے سلسلہ کی قانونی خدمت اور صدر انجمن کے وجود کو تسلیم کروانے میں جو نتیجہ خیز کاوش اور قربانی پیش کی جماعت کی تاریخ میں وہ ہمیشہ یاد رہے گی۔ آپ ایک نڈر، صاف گو، صاف باطن اور جرأتِ ایمانی کا مظاہرہ کرنے والے انسان تھے۔ آپ کو ہمیشہ خواہش رہی کہ ان کی اولاد کی دینی تربیت کے لئے قادیان سے سلسلہ کا کوئی مبلغ یا معلم رانچی میں رکھا جائے اور جب بھی وہاں کوئی مبلغ مقیم ہوا آپ نے اس کی سہولت اور ضروریات کا ہر طرح سے خیال رکھا۔

محترم سید صاحب کے اوصاف پر مشتمل اُن کے ایک بیٹے سید تبریز احمد صاحب ایڈووکیٹ کے ایک خط کا اقتباس پیش کیا جارہا ہے:

”ہمارے والد بزرگوار کا اصلی نام سید محی الدین احمد تھا مگر وہ پورے بہار میں ”بنو بابو“ کے نام سے مشہور تھے۔ اُن کی وفات ۲۷ رنومبر ۱۹۷۴ء کو رانچی میں ہوئی۔ وہ ایک نڈر اور مشہور فوجداری وکیل تھے اور ساتھ ہی ایک نیک اور بلند کردار کے رحم دل انسان تھے۔ انہوں نے شیخ محمد عبد اللہ صاحب سابق چیف منسٹر کشمیر کے خلاف سرکاری مقدمہ میں ان کے defence counsel کی حیثیت سے وکالت کی اور

نہایت قابلیت سے مقدمے کی پیروی کی جس کے بعد ان کے نام اور قابلیت کا چرچہ تمام ہندوستان میں ہوا۔

ہمارے والد صاحب کو احمدیت اور قادیان سے تا وفات جذباتی لگاؤ رہا اور باوجود کئی غیر احمدی رشتہ داروں اور دوستوں کی مخالفت کے انہوں نے احمدیت قبول کی اور سلسلہ کی برابر خدمت کرتے رہے۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیداد کا جب مقدمہ ہوا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب اس مقدمہ کی پیروی کے لئے رانچی کے وکیل کی ہدایت فرمائی اور والد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ خواب مقدمہ کی فائل سپرد کرنے کا نظارہ دکھایا تو والد صاحب محترم نے نہایت جوش اور خوش اسلوبی سے مقدمہ کی پیروی کی اور کئی بار اپنے صوبہ کے مقدمات کو نظر انداز کر کے پنجاب کا سفر اختیار کیا۔

ہمارے ابّا جان مرحوم نہ صرف ایک کامیاب وکیل تھے بلکہ وہ ایک بہت بڑے جرنلسٹ بھی تھے۔ انگریزی زبان پر پورا عبور حاصل تھا اور وفات تک ایک انگریزی اخبار The Sentinal کی سرپرستی فرماتے رہے۔ ایک انگریز جرنلسٹ اخبار کے ایڈیٹوریل اور دوسرے مضامین پڑھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ والد صاحب نے ساری تعلیم ہندوستان میں پائی۔ والد صاحب بزرگوار کی دوسری مصروفیات اور مشغلوں میں ایک الیکشن لڑنا بھی تھا وہ ایک مدت تک بہار اسمبلی میں MLC بھی رہے۔ آپ حاضر جوابی میں بہت مشہور تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ ایک دیوانی مقدمہ کی پیروی کر رہے تھے تو جج نے اُن سے پوچھا۔ ”بنو بابو! کیا آپ دیوانی مقدمہ میں بھی لڑتے ہیں۔“ تو انہوں نے فوراً جواب دیا جی ہاں ہم دیوانے ہو گئے ہیں اور پھر کہا کہ اصل میں تو ہم دیوانی کے وکیل ہیں ہاں کبھی مزہ بدلنے کے لئے فوجداری کیس لے لیتے ہیں؟ والد صاحب مرحوم بہت مہمان نواز تھے۔ رات کے کھانے پر تقریباً روزانہ کچھ وکلا شریک ہوتے تھے۔

ایک واقعہ جس سے اُن کی زبردست خود اعتمادی کا پتہ چلتا ہے یوں ہے کہ ایک دن ایک قتل کے مقدمہ کا فیصلہ ہونا تھا جس میں رہائی کا بہت کم چانس تھا۔ آپ اپنے موکل کے اصرار پر فیصلہ کے وقت سے پہلے عدالت میں پہنچ گئے۔ جج صاحب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ فیصلہ چار بجے سنایا جائے گا۔ آپ قبل از وقت کیسے چلے آئے۔ آپ نے اپنے مؤکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برجستہ کہا۔ ”میں نے اسے لاکھ کہا کہ تیری رہائی ہو رہی ہے۔ فیس دے اور مٹھائی بھی لیکن یہ مانتا ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ قابل جج جو شروع سے اپنے Mind کو سزا کا فیصلہ دینے کے لئے تیار کر رہا تھا۔ اپنے نظریہ پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اتنا بڑا وکیل جو اس قدر خود اعتمادی سے کہہ رہا ہے تو ضرور کوئی بات ہے اور موکل کی رہائی کا فیصلہ کر دیا۔

آپ ایک شفیق باپ تھے۔ مگر بچوں پر اُن کا خاصہ رعب تھا۔ اُن کی دُعاؤں کے اثر سے آج سارے بچے اُن کا نام روشن کئے ہوئے ہیں۔

جب آپ ایڈیشنل کسٹوڈین کی عدالت میں فائینل بحث ختم کر چکے تو کسٹوڈین اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہا آپ باہر کے صوبہ سے آئے ہوئے مہمان ہیں چنانچہ اس ناطے میں آپ کو چائے کی دعوت دیتا ہوں۔ مگر سید صاحب موصوف نے عدالت میں ہی ان کو نہایت جلالی انداز میں یہ جواب دیا کہ:

"If you give me a gentle man's promise, that you would do justice then only I shall have a cup of tea with you."

چنانچہ کسٹوڈین نے انصاف کرنے کا وعدہ کیا اور ہم سب وہاں چائے کی دعوت میں شامل ہوئے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سید صاحب کے ساتھ دو وکیل بطور جونیئر مقرر کئے گئے تھے۔ ایک دہلی کے باوا شوچرن سنگھ صاحب اور جالندھر کے ایک وکیل سردار بلونت سنگھ صاحب جو غیر ضروری تاریخوں میں پیش ہوتے تھے یا سید صاحب کی کسی تیار شدہ درخواست پر دستخط کر کے عدالت میں پیش کرتے تھے۔ محترم سید محی الدین صاحب کی قابلیت اور بے لوث خدمت کی شہرت اس قدر ہوئی کہ ۱۹۶۰ء میں جب کشمیر کے چیف منسٹر شیخ محمد عبداللہ پر حکومتِ ہند کی طرف سے مقدمہ چلایا گیا تو سید صاحب موصوف آپ کے چیف ڈیفنس کونسل منتخب ہوئے اور ملک کے اہم اور ذمہ دار لیڈروں نے سید صاحب کو یہ مقدمہ لینے پر آمادہ کیا جس کی انہوں نے اس قدر قابلیت سے پیروی کی کہ حکومت کو یہ مقدمہ واپس لینا پڑا۔ سید صاحب موصوف نے خدائی ایما پر سلسلہ کی اس خدمت کی احسن طور پر سعادت پائی اور ۱۹۷۴ء میں نیک فعال پختہ عمر میں وفات پا کر بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے قرب میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

سفر دہلی اور خواجہ حسن نظامی سے ملاقات

جنوری ۱۹۵۲ء کے دوسرے ہفتہ میں مقدمہ کسٹوڈین اور بعض دیگر جماعتی امور کی سرانجام دہی کے لئے مکرم مولوی برکات احمد صاحب کے ساتھ دہلی کا سفر اختیار کیا گیا۔ دہلی کے مشہور مسلمان وکیل سلطان یار خاں سے ملے اور ان کے مشورے سے باوا شوچرن سنگھ ایڈووکیٹ سے قانونی مشورہ کیا گیا اور وہ مقدمہ کے سلسلہ میں دہلی سے جالندھر ہمارے ساتھ آئے۔ اس موقعہ پر ایک روز محترم خواجہ حسن نظامی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے اپنی زندگی کے بعض دلچسپ حالات سنائے اور تقسیم ملک سے کئی سال قبل کا ایک

گروپ فوٹو ہمیں دکھایا جو کہ ان کی طرف سے دی گئی ایک دعوت کے موقعہ پر لیا گیا تھا اِس فوٹو میں حضرت مصلح موعودؓ کے ساتھ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، شریمتی سروجنی نائیڈو، خواجہ حسن نظامی صاحب، چوہدری بشیر احمد صاحب کاہلوں، چوہدری اعجاز احمد صاحب اور بعض اور افراد شامل ہیں۔ میری درخواست پر جناب خواجہ صاحب نے یہ تاریخی فوٹو مجھے دے دیا۔ یہ فوٹو درگاہ حضرت نظام الدین میں اُس مقام پر لیا گیا تھا۔ جہاں حضرت اماجانؓ کے بعض بزرگوں کی قبور ہیں۔ اُن دنوں خواجہ حسن ثانی نظامی صاحب دہلی کالج میں پڑھتے تھے۔ اُن کے ساتھ خاکسار کا ابتدائی تعارف اُس وقت سے ہے۔ بعد میں بھی کئی مرتبہ اُن سے ملنے اور تبادلہ خیالات کا موقع ملتا رہا۔

مقدمہ جائیداد کی مسل کا معائنہ

۹/۲/۵۲ کو قادیان سے جالندھر جا کر مقدمہ کسٹوڈین کی مسل معائنہ کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ میرے ساتھ مکرم مولوی برکات احمد صاحب، ٹھیکیدار بشیر احمد صاحب اور غالباً منور علی صاحب فوٹو گرافر تھے۔ مسل کے معائنہ سے اخبار ٹریبیون مورخہ ۶/۹/۴۹ کے حوالہ سے ہمارے علم میں بہت کچھ اضافہ ہوا۔

نوٹس بابت مکانات احمدیہ ایریا اور پنڈت نہرو سے ملاقات

مقدمہ کسٹوڈین کا فیصلہ ہمارے حق میں ہونے کے بعد ہم نے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جائیدادوں کی فہرست تیار کی اور ان کی ملکیت کے دستاویزات تلاش کرنے یا اُن کے مصدقہ نقول حاصل کرنے پر کافی لمبا عرصہ صرف ہوا۔ کاغذات مال کے نقول حاصل کرنے میں مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب مرحوم پٹواری نے کافی محنت کی اِسی طرح رجسٹری کی نقول لینے یا میونسپل ریکارڈ حاصل کرنے کے سلسلہ میں مکرم فضل الٰہی خان صاحب اور مکرم ملک صلاح الدین صاحب نے کافی کاوش کی۔ ۱۹۵۳ء سے لیکر ۱۹۵۶ء تک جب صدر انجمن احمدیہ کی ملکیتی جائیدادوں کے ثبوت محکمہ کسٹوڈین میں داخل کروادئے گئے تو چونکہ کالج، ٹی آئی اسکول اور نصرت گرلز سکول کی عمارتوں کے علاوہ کوٹھی دارالسلام اور متعدد عمارتوں کی واگذاری سے کئی اداروں اور ذمہ دار افراد کے قبضے متاثر ہوتے تھے اس لئے ہمارے خلاف ایک محاذ کی صورت میں کئی قسم کی مخالفتیں شروع ہوئیں۔ اور احتجاجی جلسے بھی ہوئے اور مقامی ذمہ دار افراد نے محکمہ

بحالیات کے افسروں سے ملکر ۱۹۵۷ء میں جماعت کے خلاف نئی سازش کر کے احمدیہ ایریا اور دارالمسیح میں واقع مکانات کے متعلق نیا نوٹس جاری کروا دیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ اس ایریا میں واقع جملہ مکانوں کا عرصہ دس سال کا کرایہ محکمہ کسٹوڈین کو ادا کیا جائے اور ان مکانوں کو کیوں نہ بذریعہ عام نیلامی فروخت کر دیا جائے چونکہ مقدس احمدیہ ایریا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام اور بزرگانِ جماعت کے مکانات تھے اور حکومت کو یہ معلوم تھا کہ اس جگہ کو کسی قیمت پر بھی جماعت احمدیہ کے افراد چھوڑنے کو تیار نہیں ہوں گے اس لئے ان کے متعلق نوٹس دینے پر جماعت اپنی جائیدادوں کی واپسی کا مطالبہ چھوڑ دے گی۔ ان مکانوں کے متعلق ہمارا موقف اس وقت یہ تھا کہ یہ ایریا، مساجد، مہمان خانہ اور بہشتی مقبرہ سے ملحق ہونے کی وجہ سے ۱۹۴۷ء میں ہمیں مقدس ایریا کے طور پر الاٹ کیا گیا تھا اور عرصہ دس سالوں سے ہم مالک کی حیثیت سے ان کا میونسپل ٹیکس ادا کرتے آرہے ہیں۔ ہزار ہا روپے اس جائیداد کی مرمت پر خرچ کئے ہیں اور اگر کثیر اخراجات کر کے ہم نے ان کو سنبھالا نہ ہوتا تو ان میں سے کافی مکان گر کر مٹی کا ڈھیر ہو چکے ہوتے۔ اس لئے ان مکانوں کے متعلق کرایہ کا نوٹس دے کر اور ان کو بذریعہ نیلامی فروخت کرنے کی دھمکی دے کر ہمیں پریشان نہ کیا جائے۔

حکومت کے اس نوٹس کا علم جب ہندوستان اور بیرونی جماعتوں کو ہوا تو ان کی طرف سے بھی حکومتِ ہند کے نام تشویش کی چٹھیاں اور میمورنڈم آنے شروع ہو گئے اور چونکہ یہ معاملہ خالص قانونی سطح پر حل ہونا مشکل نظر آتا تھا اس لئے ہم نے وزیراعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو سے مرکزی وفد کی ملاقات کا وقت لینے کے لئے لکھا۔ چنانچہ مورخہ ۳۰ $\frac{۴}{۵۸}$ کو ہمیں ملاقات کا وقت مل گیا۔ قادیان سے محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اور خاکسار، رانچی سے محترم سید محی الدین احمد صاحب ایڈووکیٹ، حیدر آباد سے محترم سیٹھ محمد اعظم صاحب مرحوم اور دہلی سے محترم مولوی بشیر احمد صاحب سابق مبلغ دہلی اس وفد کے ممبر تھے۔ پنڈت جی سے ہماری ملاقات قریباً پینتالیس منٹ تک ہوئی۔ محترم سید محی الدین احمد صاحب ہمارے وفد کے چیف Spokes man تھے۔ انہوں نے صدر انجمن احمدیہ کے موقف کی اچھی طرح وضاحت کی۔ پنڈت جی کے ہاتھ میں دو تین ورق کی ایک ٹائپ شدہ رپورٹ تھی۔ سب باتیں سُننے کے بعد انہوں نے ہمیں یقین دلایا کہ ہمارے مقدس ایریا کے اندر Evacuee مکانات کو بذریعہ نیلامی غیر از جماعت افراد کی دخل اندازی سے محفوظ رکھا جائے گا مگر ساتھ ہی انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ جن مکانوں کے متعلق محکمہ کی طرف سے ہم کو نوٹس دیا گیا ہے چونکہ ان کے مالکان ملک چھوڑ چکے ہیں اس لئے جماعت کی ان پر مالکانہ حیثیت کو

مستقل طور پر قائم رکھنے کے لئے ہمیں ان کی برائے نام ریزرو قیمت ادا کر دینی چاہئے تا کہ آئندہ کبھی کسی جانب سے ان کی ملکیت کے متعلق تنازعہ کی صورت پیدا نہ ہو۔ اس موقع پر خاکسار نے عرض کیا کہ تقسیم کے بعد ہمارے ذرائع آمد مسدود اور محدود ہو چکے ہیں اور جن جائیدادوں کے متعلق ہمیں نوٹس دیا گیا ہے اور ریزرو قیمت دینے کا سوال ہے وہ جائیدادیں نہ صرف ہندوستان کے احمدیوں کے لئے بلکہ تمام دنیا کے احمدیوں کے لئے مقدس ہیں اس لئے حکومت کو ان کی ریزرو قیمت ادا کرنے کے لئے ہمیں چندہ کی خصوصی تحریک شروع کرنی پڑے گی اور جوں جوں رقم آتی جائے گی ہم ادائیگی کرتے چلے جائیں گے۔ اسلئے طے شدہ قیمت کی ادائیگی کے لئے ہمیں لمبے عرصہ کی مہلت دی جانی مناسب ہے۔

اس پر پنڈت جی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہونے کے بعد فرمانے لگے کہ کھنہ جی سے تفصیلات طے کر لیں (شری مہر چند کھنہ جو ان دنوں وزارت بحالیات کے وزیر تھے)۔ پنڈت جی کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی بین الاقوامی حس متاثر ہوئی ہے مگر انہوں نے اپنی طرف سے براہِ راست جواب دینا ضروری نہ سمجھا چنانچہ اگلے روز ہمارا وفد کھنہ صاحب سے ملا تو انہوں نے اپنے ساتھ سیکریٹری بحالیات شری دھرم ویر صاحب آئی سی ایس۔ جوائنٹ سیکریٹری مسٹر جوہن سن Mr. Johnson ڈپٹی چیف سٹلمنٹ کمشنر شری I.N. Chib اور ڈپٹی وزیر بحالیات مسٹر ہاسکر صاحب کو گفتگو میں شریک رکھا۔ پانچ سال میں ساری اقساط میں پیش کش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر حکومت کی طرف سے دی گئی رعایت کے باوجود جماعت کی طرف سے دوسرے ملکوں میں بدنامی کی گئی تو ان کو بھی پریس نوٹ جاری کرنا پڑے گا کہ انہوں نے جماعت کو یہ یہ سہولیات دی ہیں۔ ان ملاقاتوں کا خلاصہ اخبار بدر مورخہ ۵/۵۸ امیں شائع ہو چکا ہے۔ احمدیہ ایریا میں مکانات کی قیمت کے متعلق پنڈت جی کے الفاظ Nominal Reserve Price کے تھے یعنی برائے نام ریزرو قیمت مگر قیمت کا جائزہ لینے کے لئے محکمہ کے انجینئرز اور اوورسیر کا ایک گروپ قادیان آیا انہوں نے تمام ایریا کے مکانات کا جائزہ لیا۔ رقبہ کی پیمائش اور اس کی ریزرو قیمت ۶۷۳۰۰۰ لگائی اور اس پر مزید ۱۰۰۰۰/- روپے گذشتہ دس سالوں کا کرایہ لگا کر ہم سے کل -/۷۸۳۰۰۰ روپے کی رقم کا مطالبہ کیا گیا جو اس وقت کی جائیداد کی قیمت کے لحاظ سے اور ہمارے مالی حالات کے مدنظر بہت زیادہ تھا چنانچہ ہم نے قادیان کے بعض مکانوں کی ریزرو قیمت اور نیلامی کی قیمت جسے حکومت منظور کر چکی تھی کا جائزہ لیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہاں کی جائیدادوں کی مارکیٹ قیمت محکمہ کی ریزرو قیمت سے کم و بیش ۴۰ فی صدی ہے اور ہم نے جو گذشتہ دس سالوں میں احمدیہ ایریا کے ان مکانوں کے ہاؤس ٹیکس کی رقم بطور مالک کے ادا کی ہے اور جو غیر

معمولی مرمتوں پر خرچ کیا ہے اس کو محسوب کرتے ہوئے قابلِ ادا مطالبہ بہت کم باقی رہ جاتا ہے اور اسکے مقابل پر صدر انجمن احمدیہ قادیان کی جو قیمتی جائیدادیں مثلاً کالج بلڈنگ دو سکولوں کی وسیع عمارت، نور ہسپتال اور زرعی اراضیات ان کا عرصہ دس سالوں کا کرایہ ہی واجب الادا قیمت احمدیہ ایریا سے بہت زیادہ بنتا ہے چنانچہ ہماری طرف سے قابل ادا اور قابل وصول رقم کا جب حساب پیش کر کے حکومت سے مطالبہ کیا گیا تو محکمہ بحالیات نے یہ عذر کیا کہ انہوں نے جب کرایہ وصول ہی نہیں کیا تو اپنے خزانہ سے کس طرح ادا کر سکتی ہے البتہ وہ احمدیہ ایریا کے کرایہ کا مطالبہ بھی ختم کرتی ہے۔ اسی طرح اداشدہ ہاؤس ٹیکس کی رقم بھی کم کر دی گئی اور مرمتوں کے حساب میں ہمیں کچھ چھوٹ دی گئی اور پنجاب کے چیف سیٹلمنٹ کمشنر شری آر. ایس ھلکا آئی. اے. ایس کی رپورٹ پر حکومت کو جائیدادوں کی ریزرو قیمت کا ۴۲ فیصد زیادہ سے زیادہ مارکیٹ پرائیس بھی تسلیم کرنا پڑا۔ اس طرح ایک لمبی خط و کتابت اور کئی مرتبہ محکمہ کے اعلیٰ افسران سے تبادلہ خیال اور حساب فہمی کے بعد حکومت کا اصل مطالبہ قیمت احمدیہ ایریا مبلغ -/۲۲۴۷۰۰ روپے باقی رہ گئی جسے پانچ مساوی اقساط میں ادا کرنا تسلیم کر لیا گیا۔ اور ۱۹۶۳ء سے ۱۹۶۸ء تک کل رقم ادا کرنے کے بعد احمدیہ ایریا کی جائیدادوں کا ملکیتی سرٹیفکیٹ حاصل کر کے اسے باقاعدہ رجسٹری کروا لیا گیا۔ اب احمدیہ ایریا کی جملہ جائیدادیں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں۔ بلکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ملکیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے محض اپنے فضل سے ہم ناتجربہ کاروں کو اس اہم معاملہ میں کامیابی بخشی۔ ۱۹۵۸ء میں وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان کی اپنی ملکیتی جائیدادیں بھی قسط وار واگذار ہونی شروع ہو گئی۔ ان جائیدادوں کو واگذار کرانے کے لئے ہر جائیداد کی ملکیت کا قانونی ثبوت مہیا کر کے پیش کرنا ایک لمبی محنت اور لگاتار کاوش چاہتا تھا جس کے لئے ہمارے ہر طبقہ کے درویش بھائیوں نے حسب ضرورت تعاون کیا۔ اس تعلق میں مکرم ومحترم برادرم ملک صلاح الدین صاحب، مکرم فضل الٰہی خان صاحب، مکرم چوہدری محمد طفیل صاحب مرحوم، مکرم چوہدری عبدالحق صاحب پٹواری مرحوم اور مکرم محمود احمد صاحب عارف اور چوہدری محمود احمد صاحب مبشؔر کی اَن تھک خدمات خاص طور پر احباب جماعت کے شکریہ اور دُعاؤں کی مستحق ہیں۔ اس طویل کاروائی میں قدم قدم پر روکیں پیدا ہوتی رہیں۔ اور مشکلات سامنے آئیں مگر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جماعت کے شاملِ حال رہی اور بالآخر انجمن کی ملکیتی جملہ جائیدادیں جن کا ثبوت فراہم ہو سکا ہم کو مل گئیں۔ جائیدادیں واگذار ہو جانے کے بعد بھی بعض جائیدادوں کا قبضہ حاصل کرنے میں روکیں پیدا ہوئیں۔ قادیان میں اراضی ریتی چھلہ میں ہم نے دو بنک

کی بلڈنگ، گودام اور متعدد دکانیں تعمیر کروائیں جس کے نتیجہ میں اسوقت سالانہ چار لاکھ روپے سے زائد سکنی اور زرعی جائیدادوں کی آمد ہو رہی ہے۔

یہاں ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے وہ یہ کہ پناہ گزینوں میں سے جو لوگ بھی جماعت کے خلاف کھڑے ہوئے تھے اُن میں سے اکثر جماعت کے حسنِ سلوک اور بھائی چارے کو دیکھتے ہوئے مخالفت چھوڑ گئے اور جماعت کے مداح بن گئے اور بعض نے تو بعد میں بڑی وفا کی اور جماعت کے ساتھ شیر وشکر کی طرح رہنے لگے۔

داستانِ درویشی کچھ یوں بھی ہے

سمندر کے کنارے رہنے والے یا مختلف وقتوں میں سمندروں کا نظارہ کرنے والے جانتے ہیں کہ سمندر کبھی تو بالکل خاموش رہتا ہے اور کبھی اس میں تلاطم اس قدر ہوتا ہے کہ پاس کھڑے آدمی کی آواز سُننا بھی ممکن نہیں ہوتا اور اس کی لہریں بڑے بڑے جہازوں کو اپنی لہروں میں چھپا لیتی ہیں۔ ساٹھ سالہ درویشی دور بھی کوئی یوں ہی نہیں گزر گیا ایک ایک درویش اپنے سینہ میں زندگی کے شیریں اور تلخ تجربات کی لمبی داستانیں چھپائے ہوئے ہے۔ ہر درویش ایک ایسے ساز کی طرح ہے جس کو اگر حرکت نہ دی جائے تو کوئی آواز نہیں۔ اپنی داستان اپنے دل میں دہراتا ہے لیکن کبھی حرکت دے دو تو پھر کچھ نہ پوچھو کہ اُسمیں کیا کچھ بھرا ہے۔ میں اس جگہ چند نمونے پیش کرونگا۔

قادیان میں کسی درویش کا کوئی کاروبار تو تھا نہیں معاشی لحاظ سے کمزور عیش و عشرت کے نہ سامان اور نہ ہی پیسہ درویش اکیلے تھے تو کام چلتا تھا لیکن جب بچے ہو گئے عیالداری بڑھ گئی تو ہاتھوں کو اور پیچھے کی طرف کھینچا۔ کبھی کبھی حیرت ہوتی ہے کہ ان درویشوں کے بچوں نے کیسے زندگی گزاری ہو گی۔ رشتہ داری تو یہاں تھی نہیں لیکن ایسی رشتے داری قائم کی کہ ہر مرد چاچا اور ہر عورت خالہ کا مقام رکھتی۔ دو افراد ان میں ایسے بھی تھے جن کو تایا بھی کہا جاتا اگرچہ عمر کے لحاظ سے بہت سے درویشوں سے چھوٹے تھے اور اُن کی اہلیہ تائی جی۔ محترم نذیر احمد صاحب ننگلی سب کے تایا تھے اور پھر تایا شاد صاحب سب کے تایا تھے بعض درویش بھی ان کو تایا کہہ کر ہی پکارتے تھے۔ اس طرح کوئی تمیز نہیں تھی کہ وہ والد سے بڑا ہے یا چھوٹا۔ پس چاچا جی اور اس چاچا کا بچوں سے پیار اُن کی زندگی کو خوراک مہیا کرتا تھا۔

گندم کی کٹائی کا موسم آتا تو درویشوں کے بچے سٹے چُنتے نظر آتے کچھ تو اُن سے نکلی گندم کو آگے کے لئے ذخیرہ کرتے اور کچھ ایسے بھی ہوتے جو اسکول کی ضرورت کی چیزوں کی خاطر اس گندم کو فروخت کر کاپی قلم پنسل کتاب حاصل کرتے تا اس کے ذریعہ وہ ایسا خزانہ حاصل کریں جس کو خرچ کرنے پر کم نہ ہو اور چور چوری نہ کر سکے۔ آلو کی فصل تیار ہوتی تو درویشوں کے بچے ہاتھ میں چھوٹی چھوٹی کُھرپیاں لئے اُس مٹی کو الٹ پلٹ کرتے نظر آتے جس میں سے کھیت کے مالک نے آلو نکال لئے تھے۔ یا پھر چھوٹے چھوٹے دیکھ کر چھوڑ دیئے تھے لیکن ان بچوں کے لئے تو وہی مالِ غنیمت ہوتا گھر آ کر آلو چھانٹی کئے جاتے کٹے ہوئے ایک طرف جو جلد پکانے کے لئے الگ ہوتے۔ چھوٹے چھوٹے بھٹی پر بھننے کے لئے چلے جاتے جو جیبوں میں بھر کر نمک کے ساتھ شکم بھرنے کے کام آتے۔ اچھے آلو تو اماں کے مہربان ہاتھوں میں ہوتے تا وقتاً فوقتاً

اسکو سالن کے لئے استعمال کیا جائے۔

بہشتی مقبرہ کے ساتھ ابھی بڑا باغ کٹا نہ تھا رات بھر کی ہوا خوب پتے گراتی بچے صبح صبح نماز کے بعد ہی ہاتھوں میں جھاڑو لئے بہشتی مقبرہ کا قصد کرتے دُعا تو کرتے ہی لیکن ساتھ ہی بڑے باغ سے آم کے پتے بچے بوریوں میں بھر کر گھروں کو لوٹتے یہی ایندھن تھا جس سے اکثر گھروں میں کھانا تیار ہوتا۔ یا پھر کھیتوں سے سوکھی گھاس جمع کی جاتی یا اگر کسی نے گنے کے کھیت میں حل چلایا ہوتا تو اس کی جڑیں جمع کر گھر میں ذخیرہ کر لیا جاتا تا مشکل وقت میں کام آئے۔

قادیان میں گھوم جاؤ تو صرف ہمارا محلّہ ہی ایسا تھا جہاں گلی کوچوں میں مرغیاں ہی مرغیاں نظر آتیں اور تالاب میں بطخیں۔ شاید ہی کبھی کوئی اُن مرغیوں بطخوں کا انڈا کھاتا ہوگا۔ مرغیاں بطخیں تو پالی ہی اس غرض سے جاتی تھیں کہ اُن کے انڈے فروخت کر گھر کا گزارہ چلے گا۔ جب بھی کبھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہاتھ میں پیسہ نہ ہوتا تھا تو پھر کیا فوراً دھیان انڈے کی طرف جاتا بازار میں فروخت کر ضرورت پوری کر لی جاتی۔ مرغی کھانے کو اس وقت ملتی جب اُن پر بیماری کا حملہ ہوتا ورنہ وہ تو آمد کا ایک ذریعہ تھی اس کو یوں ہی کھانا کیسے ممکن تھا جبکہ محاورہ عام ہے کہ گھر کی مرغی دال برابر۔

بعض لوگوں نے اپنے گھروں میں بھینسیں رکھی ہوئی تھیں وہ بھی دودھ پینے کے لئے نہیں بلکہ اُن لوگوں کو دودھ کی غذا بہم پہنچانے کے لئے جو پیسے والے تھے وہاں سے پیسے آتے تو گھروں کے گزارے چلتے۔ اور ساتھ ساتھ اپنا بھی کام چلتا رہتا۔ لیکن اس کے لئے جو محنت کرنی پڑتی تھی وہ خدا جانتا ہے۔ یا بھینسیں رکھنے والے۔ ہمارے گھر بھی بھینسیں تھیں اسکول سے آکر سارا سارا دِن کھیتوں سے، بہشتی مقبرہ سے گھاس کاٹ کر لاتے۔ خرید کر چارہ دینا تو ممکن ہی نہ تھا اکثر کا یہی حال تھا۔

لباس

پہلے زمانوں میں بھی لوگ لباس کی طرف کوئی خاص دھیان نہ دیتے تھے اس کی وجہ یہ ہوگی کہ لباس آسانی سے ملتا نہ ہوگا۔ زمانہ درویشی میں ایسی بات تو نہ تھی دوکانوں پر ہر قسم کا کپڑا موجود تھا لیکن جیب خالی کیا کریں۔ بھری دوکانوں کے سامنے سے گزر کر سوائے خالی تمناؤں کا خون کرنے کے اور ہو بھی کیا سکتا تھا۔ درویشوں کے بچے اکثر سستا اور سادہ کپڑا پہنتے کالج میں پڑھنے والے بچے بھی پاجامہ پہنا کرتے (جبکہ کالجوں میں پینٹوں کا رواج عام ہو چکا تھا وہ بھی کسی اچھے کپڑے کا نہیں۔ دھاری دار کپڑا جس کے عام طور پر

گدے بنائے جاتے ہیں یہ کپڑا ہی اُن دنوں سستا ہوا کرتا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک مرتبہ قادیان میں ایک کارپوریشن سوسائیٹی قائم ہوئی۔ اس میں دس بیس روپے میں کوئی بھی ممبر بن سکتا تھا اس میں ایک کپڑا جالی والا آیا جس پر دھاگے کے ہی پھمن لگے ہوئے تھے کپڑا سستا تھا وافر مقدار میں مل جاتا تھا بس پھر عید کا منظر درویش کا ہر بچہ وہ کپڑا زیب تن کئے نظر آتا۔

کپڑے بھی کوئی ہر روز تھوڑی بنتے ہیں عام طور پر عید پر یا پھر جلسہ پر ایک دو جوڑے بن جایا کرتے اور سارا سال اُسی کو پیوند لگا کر گھسیٹا جاتا۔ کپڑے دیکھو تو کسی کی بازو پر جوڑ ہے تو کسی کے گھٹنے پر یہ حال سوائے چند کے سب کا ہی ہوتا اس لئے اسکو کوئی برا بھی خیال نہ کرتا تھا۔ پھر خدا کی رحمت کچھ اس طرح سے نازل ہوئی کہ باہر سے درویشوں کے لئے کپڑے آنے شروع ہوئے جو حسبِ حالات لوگوں میں تقسیم کر دیئے جاتے جوان درویشوں کے کام آجاتے۔

قادیان میں سردی بھی بلا کی پڑتی ہے اس سے بچنے کے لئے گرم کپڑوں کی ضرورت بھی ہوتی درویش کے لئے ایک رضائی بنانا بھی بڑا کام تھا اس کا خدا نے یوں انتظام کیا کہ دفتر حالات کا جائزہ لیکر جن لوگوں کو دفتر ضرورت مند خیال کرتا اُن کو گرم کپڑے رضائی کمبل وغیرہ دے دیئے جاتے۔

اسکول میں جاتے وقت سر پر ٹوپی کا ہونا لازمی تھا۔ بازاری ٹوپی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کپڑے کی چنٹیں ڈال کر گول ٹوپی بنائی جاتی بچے شوق سے اس میں ناریل کے پتے کا تنکا ڈال لیا کرتے جو عام طور پر ہمارے ہاں جھاڑو میں استعمال ہوتا ہے۔ تاکہ ٹوپی اکڑی ہوئی خوبصورت نظر آئے۔ اس ٹوپی کا نام ہی درویشی ٹوپی پڑ گیا۔ ہر بچہ بوڑھا سوائے چند ایک کے یہی ٹوپی استعمال کرتا۔

سبزی سستی ہوتی تھی لیکن کرنا کیا ہے جیب اجازت بھی تو دے درویش بازار جاتے سستی سے سستی سبزی تلاش کر کے خرید کرتے بعض درویش ایسے بھی تھے کہ اُن کا یہ معمول تھا کہ وہ سبزی شام کے وقت خرید کرتے سارا دن اُس میں سے اچھی سبزی چھانٹی ہوتی رہتی شام کو ایک تو وہ باسی ہو جاتی پھر کچھ چھٹ بھی چکی ہوتی اب دکاندار نے سوائے پھینکنے کے اس سے اور کوئی کام نہ لینا ہوتا تو یہ درویش اس دوکاندار کے لئے رحمت کا فرشتہ بنا اُسکی دوکان پر آدھمکتا اور اَونے پَونے میں اس سبزی کا سودا ہو جاتا۔ آخر ایسا کیوں نہ کرتے گزارہ تو کرنا ہے نا۔

بعض گھر ایسے بھی تھے کہ بچے زیادہ ہیں سبزی اس قدر آئی کہ بمشکل دو افراد اس سے گزارہ کر سکتے ہیں بیوی نے غصہ میں کہا کہ آپ اتنی کم سبزی لائے ہیں میں یہ کس کس کی ناسوں (ناک) میں دونگی۔ مگر درویش

تھا کہ غصہ کا سوال ہی نہیں بس بڑی آہستگی اور نرمی سے کہ ہوں تم تو پاگل ہو تھوڑی مرچ زیادہ ڈال لینا خود ہی بچے لگا لگا کر روٹی کھالیں گے۔ اکثر درویشوں کے بچوں کی عمدہ صحت کا راز بھی شاید یہی بات تھی۔ پھر بڑوں کے غصے تو سننے ہی پڑتے کہ جب ہم تمہاری طرح تھے تو یہ کرتے اور وہ کرتے تھے تم لوگوں سے تو کچھ ہوتا ہی نہیں لیکن اپنے زمانہ اور اس درویشی دور کی خوراک کا مقابلہ بہت کم ہی ہوتا۔

تعلیم

جماعت کے اپنے دو اسکول عام پڑھائی کے لئے موجود تھے ایک تعلیم الاسلام ہائی اسکول اور دوسرا نصرت گرلز ہائی اسکول۔ اس کے علاوہ مدرسہ احمدیہ مبلغین تیار کرنے کے لئے بھی تھا۔ اسکول کی پڑھائی میں فیس کی تو کوئی پریشانی تھی نہیں البتہ ہر سال نئی کتب اور کاپیاں ضرور جان کا ہی کا سبب بنیں تاہم گزارہ تو ہوتا ہی تھا استاد بھی مہربان تھے وہ بھی درویشی حالات کو جانتے ہوئے بہت سے معاملات میں صرف نظر کرتے۔ لیکن کالج تو اپنا نہیں تھا وہاں کے لئے خرچ کہاں سے آئے۔ یہی وجہ ہے کہ درویشوں کے اکثر بچوں نے کمر توڑ دینے والے تعلیمی بوجھ کا خیال کر کے دسویں کلاس پہ ہی انحصار کیا۔ اور معاشی پریشانیوں سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے والدین نے بھی یہ خیال کیا کہ بچہ دفتر میں لگ گیا تو گزارے کا سامان پیدا ہوگا۔ اس بات کا احساس درویش اور درویش کی اولادوں کو ضرور رہا اور ہوتا رہے گا۔

بعض حقیقتیں ایسی ہوتی ہیں جو چھپائی نہیں جاسکتیں۔ اور اُن کو چھپانا بھی قربانیوں کا خون کرنا ہے۔ بعض بچے ایسے تھے جو باہمت تھے اُنکے عزمِ صمیم میں کوئی لغزش نہیں آئی اُنہوں نے ہاتھ پیر مارے والدین کے سامنے روئے دھوئے اُنکو بھی خیال آیا اور اپنے بچے کی تعلیم کی خاطر قرض کے بھاری بوجھوں میں دبنا قبول کرلیا۔ پھر خدا نے اُن کے لئے سلطانِ نصیر بھی پیدا کیے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیابی حاصل کی۔ یہ بات میں نے یوں ہی نہیں لکھی بلکہ اپنے اندر بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ دو نمونے پیش کرتا ہوں واقعات تو اس قدر ہیں کہ لکھتے ختم نہ ہوں۔

ایک درویش کا بچہ جب میٹرک میں درجہ اول میں کامیاب ہوا تو اسنے خواہش کی کہ وہ آگے تعلیم حاصل کرے۔ عہدیدار کو درخواست کی گئی کہ آگے کی پڑھائی کے بارے میں کچھ امداد کی جائے تو انکار ہوا قرض کی درخواست پر کہا جب استطاعت نہیں تو آگے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے جتنی استطاعت ہے اُتنا پڑھو۔ بات درست ہے کہ جتنی چادر ہے اتنے پاؤں پساریں لیکن وہ بھی ایک نیک بخت درویش کا بچہ تھا۔ خدا کے سوائے

کون سنتا خدا نے ان درویشوں میں سے ہی ایک کے دل میں ڈال دیا اور اس نے اپنے بھائی کے بچے کی تعلیم کی خاطر قرض کا انتظام کر دیا۔

اسی طرح ایک درویش کے بچے کا واقعہ ہے کہ وہ تعلیمی وظیفہ کی خاطر زار و قطار روتا تھا۔ والدہ نے دل چھوڑ دیا لیکن بچہ ارادہ کا پکا تھا۔ خدا نے بھی اُسکی سُنی اور اس کو اسکالرشپ حاصل ہوئی کچھ بوجھ اس سے ہلکا ہوا پھر قرض نے اس کی تعلیم کو سہارا دیا۔ درویشی دور میں تعلیم حاصل کرنا بھی کوئی آسان کام نہ تھا بلکہ جاں جوکھوں کا کام تھا۔ اس معاملہ میں دفتر کی بھی بعض مجبوریاں ہوسکتی ہیں مگر وہ کیا ہونگی اس بات کو کہنا مشکل ہے۔

درویشوں کا من سلویٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم جب جنگلوں میں چلی گئی تو خدا نے اُن کے لئے بٹیروں اور ترنجبین کا انتظام فرمایا۔ درویش بھی قادیان میں قیدیوں کی سی زندگی گزار رہے تھے۔ بائیکاٹ بھی ہوتے باہر نکلنا بھی مشکل پھر جب باہر نکلنے کی صورت پیدا ہوئی مالی تنگدستی آڑے آئی۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ نے درویشوں کے لئے من سلویٰ کا انتظام فرمایا۔ محلّہ احمدیہ سے لگ کر تالاب ہے اس میں بے شمار مچھلی پیدا ہو گئی۔ جس زمانہ میں عیال داری نہ تھی اس وقت بھی درویش تالاب میں مٹکے دبا دیتے اور وقتاً فوقتاً اُن کو نکال کر مچھلی پکڑا کرتے جو اُن کے شکم پُری کا ذریعہ بنتی۔ جب درویشوں کے گھر آباد ہو گئے تو پھر اس تالاب کی مچھلی نے بچوں کی پرورش کا ذمہ بھی اُٹھایا۔

بعض درویش ایسے تھے کہ اُن کا سارے سال کا معمول ہی یہ تھا کہ صبح نماز کے بعد مچھلی شکار کرنے کی چھڑی کانٹا ہاتھ میں لینا اور تالاب پر جا کر بیٹھ جانا دفتر کھلنے سے پہلے پہلے اس قدر مچھلی شکار کر لیتے جو اُن کے گزارے کے لئے کافی ہوتی۔ پھر دفتر کے بعد جو مچھلی شکار کرتے بازار میں فروخت کرتے جو آٹے چاول کا کام دیتی۔ صبح شام یہ دونوں وقت ایسے ہوتے تھے کہ تالاب پر ہر طرف درویش اور درویشوں کے بچے ہی مچھلی کا شکار کرتے نظر آتے اور مچھلی بھی اس قدر تھی کہ حیرت ہوتی۔ واقعی درویشوں کے لئے یہ تالاب باعث رحمت تھا اور اس میں پائی جانے والی مچھلی من اور سلویٰ سے کم نہ تھی۔ ایک درویش محترم شیر خاں صاحب ہوا کرتے تھے اُن کا کیا کہنا ہمیشہ مچھلی اُن کے گھر ہی مل جاتی اور بچے وہی کھاتے۔ ماہر شکاریوں میں مکرم چوہدری عبدالسلام صاحب۔ مکرم محمد یوسف گجراتی صاحب، طیّب علی صاحب بنگالی کا خاص طور پر نام لیا جا

سکتا ہے۔

پھر تالاب میونسپلٹی کی طرف سے ٹھیکہ پر نیلام ہونے لگا۔ اس کو ایک مرتبہ ہمارے مقامی لوگوں نے ہی مل کر خرید کیا اس پر جن لوگوں نے اسے خرید اعوام کو مچھلی پکڑنے سے روک دیا۔ جبکہ اس سے پہلے جو بھی تالاب ٹھیکہ پر لیتا وہ کانٹے سے مچھلی شکار کرنے سے منع نہ کرتا تھا۔ لیکن اب پابندی لگادی گئی شاید خدا کو اس تالاب کو ٹھیکہ پر لینے والوں کی یہ ادا پسند نہ آئی جبکہ اکثر لوگوں کے اس پر گزارے چلتے تھے تو خدا کا کرنا یوں ہوا کہ اس میں بوٹی پڑ گئی اور ابھی اُن کے ٹھیکہ کا وقت بھی ختم نہ ہوا تھا کہ سارا تالاب بوٹی سے بھر گیا اور اب یہ جنگل کی صورت بن چکا ہے اس طرح مچھلی کی موجیں ختم ہوگئیں۔ قادیان کے گرد اگرد جنگل کافی تھا گوشت کی کمی تھی۔ اوّل تو بکرے کا گوشت کوئی خرید کر نہ کھا سکتا تھا اور اگر کبھی کوئی بکر بھی ذبح بھیکرتا ہو تو پہلے گاہک بنانے پڑتے تھے اور جب اس کے وزن کے برابر گاہک بن جاتے تو بکرا ذبح ہوتا۔ ان دنوں قادیان کے مشرقی جانب بہت جنگل ہوتا تھا جس میں بہت شکار تھا۔ اُن دنوں شکار کی اجازت بھی تھی کیونکہ جانور بہت تھے اور فصلوں کا نقصان کرتے تھے۔ پھر بعض درویش شکار کر لاتے تو درویشوں کو سستا گوشت مل جاتا جس سے گوشت کی ضرورت پوری ہو جاتی۔

قارئین ان باتوں سے آج کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اس وقت بھی وہی حالت ہے جو پہلے تھی بلکہ پہلے بھی خدا کے فضل شاملِ حال تھے اور اب تو اس سے ہزار گنا بڑھ کر ہیں اور درویشوں کی حالت بفضلہٖ تعالیٰ بہت بدل چکی ہے۔ یہ باتیں میں نے اس لئے لکھی ہیں کہ تا آج کی نسل اپنے بزرگوں کی قربانیوں کو جان سکے کہ اُنہوں نے کن مشکل وقتوں میں کس طرح وفا کا دامن تھامے رکھا اور اپنے پائے ثبات میں کبھی لغزش نہیں آنے دی آج جب ہم ہزاروں نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہیں ہمیں کس قدر وفا دکھانی چاہئے۔ اُس سلسلہ کے صدقے جس سے ہمیں یہ نعمتیں حاصل ہوئیں ہمیں اُن بزرگوں سے بڑھ کر قربانیاں پیش کرنی چاہئیں خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

درویشان قادیان کا وہ حسین کردار ہی تھا جس نے سارے علاقہ میں جماعت کی عزت کو بڑھا دیا خود تکلیف برداشت کرتے لیکن دوسروں کا خیال رکھتے یہی وجہ تھی کہ قادیان کے نواحی علاقوں میں جب بھی کوئی درویش جاتا تو لوگ اس کی بڑی ہی عزت اور تکریم کرتے بس ایک ہی لفظ بڑی ہی عزت کے ساتھ ہر درویش کی خاطر عام طور پر استعمال ہوتا۔ آؤ جی مولوی جی' سب درویش علاقہ کے لوگوں کے لئے مولوی تھے خواہ وہ پڑھے لکھے تھے یا پھر نا خواندہ بس تھے مولوی جی ہی۔ یہ بھی اس خدا کے فضلوں اور احسانوں کا حصہ تھا

اور ہے جو خدا نے ان درویشوں پر نازل کئے تھے اور ہر آن کر رہا ہے الــلهـم زد فـزد۔اس وقت بہت سے درویشوں کے بچے امریکہ،کینیڈا، جرمنی سعودی عرب، برطانیہ تک پہنچے ہوئے ہیں بعض ڈاکٹر اور انجینئر ہیں ایک درویش کے بچے کو سعودی عرب میں احمدی ہونے کی وجہ سے شہید بھی کیا گیا۔غیر مما لک میں درویشوں کے بچے بہت خوشحال ہیں اور خدمت دین میں حصہ لیتے ہیں اور احمدیت کا ایک چلتا پھرتا نمونہ ہیں۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

درویشان قادیان کو غیروں کا خراج تحسین

تقسیم ملک کے وقت حالت یہ تھی کہ کوئی بھی احمدی کسی کو بھلا نظر نہ آتا تھا علاقہ میں آنے والے لوگ نئے تھے وہ ان پیار و محبت بکھیرنے والوں سے واقف نہ تھے لیکن جماعت کی بے غرضانہ خدمت ایثار و قربانی نے جلد ہی غیروں کو اپنا گرویدہ بنالیا پھر جماعت احمدیہ قادیان اور درویشوں کی ان قربانیوں کی سراہنا بھی کی۔ایسے ہی خراجِ تحسین کے چند نمونے حسب ذیل ہیں:

''قادیان جو احمدی فرقہ کے مسلمانوں کا مقدس مذہبی مرکز ہے آئندہ کرسمس کے ہفتہ میں مذہبی تقاریر سے گونجے گا۔اس موقعہ پر تقریباً آٹھ سو زائرین جن میں ایک صد کے قریب پاکستانی ہونگے اور بقیہ ہندوستان کے تمام حصوں سے آئیں گے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے قادیان میں جمع ہوں گے۔اس قسم کا جلسہ آج سے ساٹھ سال پیشتر ہوا جس کی ابتداء (حضرت) مرزا غلام احمد (صاحب) بانی سلسلہ احمدیہ نے کی۔ملک کی تقسیم سے پہلے اس مقام میں دنیا کے تمام علاقوں سے زائرین جمع ہوتے تھے۔لیکن تقسیم کے بعد ان کی تعداد چند سو رہ گئی۔

....احمدیہ جماعت بین الاقوامی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اس کی شاخیں یورپ اور ایشیا کے مختلف مما لک، افریقہ اور شمالی اور جنوبی امریکہ کے متفرق حصوں اور آسٹریلیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر جگہ اس کے ماننے والے اپنی مخصوص تعلیم اور تبلیغی سرگرمی کے لئے ممتاز اور نمایاں ہیں۔احمدیوں کی تعداد کا اندازہ دس لاکھ کے قریب ہے۔ پرانے خیالات کے مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف مسلمانوں کی یہ جماعت ان اختلافات کو جو مختلف قوموں اور مذاہب میں پائے جاتے ہیں تسلیم کر کے یہ مناسب سمجھتی ہے کہ ان اختلافات کو جبر اور طاقت سے نہ مٹایا جائے بلکہ وعظ اور نصیحت اور باہمی مفاہمت سے دور کیا جائے۔احمدیہ جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ تمام مذاہب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے کے مدعی ہیں اور ایک لمبے عرصہ سے دنیا میں قائم ہیں وہ یقیناً سچے اور خدا کی طرف سے ہیں۔ گو یہ ہوسکتا ہے کہ لمبا زمانہ گزرنے کی وجہ سے ان کی تعلیم میں بگاڑ پیدا ہو گیا ہو۔اور ان کی روحانی طاقت کمزور ہوگئی ہو۔

احمدیت کی تعلیم کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ مذہبی معاملات میں طاقت اور جبر کا استعمال کیا جائے۔ عقیدہ، ضمیر اور عمل کی آزادی احمدیوں کے نزدیک ہر مذہب کا بنیادی حق ہے اور جہاد کا خیال جس رنگ میں پُرانے خیالات کے دوسرے مسلمانوں میں رائج ہے جس کے رو سے مذہب کے نام پر جبر اور طاقت کا استعمال جائز ہے احمدیت اس کو نہیں مانتی۔

سیاسی لحاظ سے احمدیہ جماعت کا یہ اصول اور طریق ہے کہ احمدی جس ملک یا علاقہ میں بھی رہتے ہیں وہاں کی قائم شدہ حکومت کے وفادار ہوتے ہیں اور ہر رنگ میں ملک کے قانون اور دستور کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے بنیادی اصولوں اور مذہبی عقائد میں شامل ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ تعاون کریں اور کسی صورت میں بھی سٹرائیک (ہڑتال) تحریک عدم تعاون یا کسی بغاوت یا غیر قانونی کاروائی میں شامل نہ ہوں۔ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران میں (حضرت) مرزا البشیر الدین محمود احمد (صاحب) اپنے ایک ہزار سے زائد پیروؤں کے ساتھ پاکستان ہجرت کر گئے۔ آپ اپنے پیچھے تین صد کے قریب اپنے مخلص پیرو مذہبی مرکز کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے۔ پاکستان میں آپ نے عارضی مرکز پہلے لاہور میں قائم کیا اور پھر ربوہ میں۔ اب تک بھی قادیان اہم مرکز ہے اور یہیں سے صدر انجمن احمدیہ قادیان اپنی ۱۲۵ شاخوں کی جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہیں دیکھ بھال اور نگرانی کرتی ہے... موعود نبی کی ایک پیشگوئی کے مطابق احمدیہ جماعت اس بات پر پورا یقین رکھتی ہے کہ قادیان دوبارہ جماعت کا ایک زندہ فعّال اور معمور مرکز بن جائے گا۔'' (ہندوستان ٹائمز (کلکتہ) ۲۵ر دسمبر ۱۹۵۱ء)

۲۔ ''قادیان (حضرت مرزا) غلام احمد صاحب کی جائے پیدائش ہے جنہوں نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ آپ نے اس بات کا اظہار کیا کہ آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی صفات اور خوبو لے کر آئے ہیں۔ قادیان لاکھوں مسلمانوں کا جو احمدیہ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں مقدس مقام ہے۔ اس کی چپہ چپہ زمین احمدیوں کو محبوب ہے یہ قصبہ احمدیہ جماعت کا مرکز رہا ہے اور اس میں مسیح موعود علیہ السلام کے خلفاء کی رہائش رہی ہے۔

قادیان میں مقیم ۳۱۳ مومنین باوجود سرکاری افسران کی ابتدائی مخالفت اور غیر مسلم پناہ گزینوں کی عداوت کے قادیان میں قائم رہے۔ اس کی وجہ اپنی جماعت کے اصولوں میں ان کا غیر متزلزل ایمان حکومتِ وقت کے ساتھ وفاداری اور تمام مذاہب کے ساتھ ان کی رواداری کی تعلیم ہے۔

احمدیہ جماعت کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ جملہ مذاہب سے یکساں سلوک کیا جائے۔ اسی اصول کی بناء پر وہ قادیان کے ہندو اور سکھ یتیموں کی مدد کرتے رہے ہیں۔ اور اب بھی جب کہ جماعت کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی ہے ان یتیموں کی ایک تعداد اپنے وظائف احمدیہ جماعت سے حاصل کر رہی ہے۔''

(اخبار سٹیٹسمین نئی دہلی مورخہ ۱۷-۱۸ نومبر ۱۹۴۸ء)

۳۔ ''جماعت احمدیہ قادیان ایک مستعد اور باعمل جماعت ہے اور دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی

ہے۔اس کی تنظیم بہت مضبوط اور متحد ہے...جماعت احمدیہ کے مرد سو فیصدی تعلیم یافتہ ہیں اور اُن کی عورتیں پچھتر ۷۵ فیصدی پڑھی ہوئی ہیں جو پردہ دار سکولوں میں تعلیم حاصل کرتی ہیں۔ جماعت میں باہمی تعاون اور ایک پروگرام ہے جس پر اُن کی طاقتیں خرچ ہوتی ہیں۔ باوجود اسکے کہ سماجی طور پر ان کے اصول پرانے ہیں لیکن وہ جدید طریقوں کو بھی اپنائے ہوئے ہیں۔ اور وہ قادیان میں پُرانی یادگاروں کو اب بھی زندگی کے احساس سے دیکھتے ہیں۔سب احمدی پرجوش مبلغ ہیں۔

سیاسی لحاظ سے قادیان کے احمدی خالص طور پر غیر جانبدار اور غیر فرقہ وارانہ ہیں۔ اور وہ ہر ایسی گورنمنٹ کی امداد اور اس سے تعاون کرتے ہیں جس کے ماتحت وہ رہیں۔“

(اخبار ”دی پروگرس اسلامک“ ماریشس مورخہ ۱۵/مارچ ۱۹۵۸ء)

۴-”جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے گوردوارہ (بوڑی صاحب) کے لئے دو ہزار اینٹوں کی پیش کش کی گئی جتھیدار ہزارہ سنگھ اور سردار پریتم سنگھ نے جماعت احمدیہ کی اس پیش کش کی بہت تعریف اور سراہنا کی اور بیان کیا کہ احمدیہ جماعت سنگھوں کے ساتھ ہمیشہ محبت، پیار اور رواداری سے پیش آتی رہی ہے۔ابھی چند دن پہلے قادیان کے اکھنڈ پاٹھوں میں بہت سی رقوم گرو کے لنگر کے لئے دے چکی ہے۔ بہت سی بیڑیں گورو گرنتھ صاحب کی پاکستان سے منگوا کر بھینٹ کر چکی ہے۔ اور اپنے ایک جلسہ پر ننکانہ صاحب سے جل صاحب اور چرن دھوڑ بھی لا کر سنگھ سبھا کو پیش کر چکی ہے۔ہم سب سنگھ جماعت احمدیہ کے شکر گزار ہیں اور اس محبت بھری کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“(اخبار شیر پنجاب دہلی مورخہ ۲۳/مارچ ۱۹۵۸ء)

۵-شری بلدیو متر صاحب ایڈیٹر راہی دہلی کے تاثرات: ”دنیائے جہان میں کچھ شخصیتیں ایسی اُترتی ہیں جو ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے نقش عوام کی راہنمائی کے لئے چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ قادیان بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا نقش ہے جس سے لوگ ایسا درس حاصل کر سکتے ہیں جو انہیں اس حقیقی منزل کی طرف لے جا سکے جہاں محبت، اخوت و رواداری ہے۔ کاش میرے ملک کے لوگ اس منارہ سے جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ کر ان کو سچی روشنی عطا کرتا ہے وہ روشنی حاصل کرتے جس سے اُن کی دلی کدورتیں مٹ جاتیں اور وہ باہم مل جل کر زندگی بسر کرنا سیکھتے خیر میرا یقین ہے کہ قادیان میں تعمیر شدہ منار صلح و آشتی کا پیغام دیتا رہے گا۔ میری یہاں آمد بالکل اتفاقیہ ہے۔ کافی برسوں سے اس مقام کی زیارت کا شوق رہا لیکن وقت کا انتظار لازمی ہے۔ مدت کے بعد یہ آرزو بر آئی...میری تمنا ہے کہ اس خزاں رسیدہ چمن میں پھر پہلی سی بہار و شگفتگی جلد آئے۔“(اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۸/مارچ ۱۸۵۵ء)

۶- ''ہمیں خوشی ہے کہ اسوقت جماعت احمدیہ قادیان کے معزز افراد ان تعلقات محبت کو مضبوط کرنے کے لئے پے در پے سکھ بھائیوں کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا سلوک کر رہے ہیں اس سے پہلے بھی انہوں نے کئی دفعہ اپنے تعاون اور محبت کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ ان کے اچھے سلوک سے ہم ان تلخ باتوں کو جو تقسیم ملک کے وقت ہمارے سامنے آئیں بھولتے جاتے ہیں۔

کچھ عرصہ پیشتر چند شرارت پسند لوگوں نے ہمیں احمدیہ جماعت کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کی تھی اور ہم حقیقتاً اس روادار اور صلح کل جماعت سے بدظن رہے لیکن اب اس جماعت کو قریب سے دیکھنے سے اور اس سے پریم بڑھانے سے معلوم ہوا ہے کہ اس جماعت کے لوگ بہت ہی با اخلاق اور روادار ہیں اور بہت بلند خیالات کے مالک ہیں۔ امید ہے کہ ایسے لوگوں سے ہی دوبارہ محبت اور سلوک پیدا ہوگا اور آپس میں جھگڑا اور فساد مٹ جائے گا۔'' (روزنامہ ''اجیت'' جالندھر مورخہ ۲۱ رمئی ۱۹۵۳ء)

۷- مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار ''ریاست'' لکھتے ہیں:

''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ جب مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل تلافی جرم تھا۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر بھی کوئی مسلمان باقی نہ رہا اور یا تو پاکستان چلے گئے اور یا قتل کر دیئے گئے تو..... قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے... جنہوں نے اپنے مقدس مذہبی مقامات کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور انہوں نے ننگ شرافت لوگوں کے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے اور جن کو بلاخوف تردید مرد مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ امن اور آرام کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔

ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دیا جانا چاہیئے جو اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔ اب بھی... قادیان کے درویشوں کے اُسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو عزت واحترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہیئے۔'' (اخبار ریاست ۲ ردسمبر ۱۹۵۷ء)

ماہ اکتوبر ۵۴ء میں شریمان ماسٹر سورن ناتھ صاحب ہائی اسکول اٹاری قادیان میں جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے متعلق جن پوتر خیالات کا اظہار فرمایا وہ انہیں کے الفاظ میں حسب ذیل ہیں:

جناب ماسٹر سورن ناتھ صاحب نے لکھا:

''میرے دل میں عرصہ سے یہ خواہش تھی کہ میں اس مقدس مقام کی زیارت کروں۔ چنانچہ ایشور نے میری اس تمنا کو پورا کیا۔ مجھے یہاں زیارت کرنے سے جو کچھ میسر ہوا ان سے مجھے اطمینان میسر ہوا۔ اگر انسان انسان ہے تو اس لئے اس کے دل میں کافی سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔ ورنہ لاپرواہی سے تو انسان حیوان سے بھی بدتر ہے۔ میں یہاں سے جو کچھ سیکھ چلا ہوں۔ وہ مجھے تا زیست نہیں بھول سکے گا۔ اور جہاں تک ہو سکے گا میں الٰہی اموراتِ پر عمل پیرا ہوں گا۔ گو میرے دل میں پہلے بھی ایسے خیالات تھے تاہم اس کے بعد یہاں آنے سے ان میں گونا اضافہ ہوا ہے۔ میں اُن صاحبان کا جنہوں نے میری راہنمائی فرمائی ہے میں اُن کا اس معاملہ میں مرہونِ منت ہوں میرے دل میں یہ خواہش عود کر رہی ہے کہ میں پھر جلدی آکر بقایا چیزیں اور مقدس مقامات کی زیارت حاصل کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کروں۔''

شری بلدیو متر صاحب ایڈیٹر ''راہی'' دہلی نے لکھا:

''دُنیائے جہاں میں کچھ شخصیتیں ایسی اُترتی ہیں جو ہمیشہ ہمیش کے لئے اپنے نقش عوام کی راہنمائی کے لئے چھوڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ قادیان بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا نقش ہے۔ جس سے لوگ ایسا درس حاصل کر سکتے ہیں جو انہیں حقیقی منزل کی طرف لیجا سکے۔ جہاں محبت و اخوت و رواداری ہے۔ کاش میرے ملک کے لوگ اس منارے سے جو آسمان کی بلندیوں تک پہنچ کر اپنی سچی روشنی عطا کرتا ہے وہ روشنی حاصل کرتے جس سے اُن کی دلی کدورتیں مٹ جاتیں۔ اور باہم مل جُل کر زندگی بسر کرنا سیکھتے۔ خیر میرا یقین ہے کہ قادیان میں تعمیر شدہ منار صلح و آشتی کا پیغام دیتا رہے گا۔ میری یہاں آمد بالکل اتفاقیہ ہے۔ کافی برسوں سے اس مقام کی زیارت کا شوق رہا لیکن وقت کا انتظار لازمی ہے۔ مدت کے بعد یہ آرزو بر آئی۔ مجھے اُن اصحاب سے ملکر نہایت خوشی ہوئی جنہوں نے نہایت تپاک سے مجھے مقدس مقامات کی زیارت کروائی۔ میں اُنکے اس پُر تپاک کا ہمیشہ مشکور رہونگا۔ میری تمنا ہے کہ اس خزاں رسیدہ چمن میں پھر پہلی سی بہار شگفتگی جلد آئے۔''

(بحوالہ اخبار بدر قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ ۷ کالم ۳ و ۴)

تصویر کا دوسرا رخ

ایک جانب درویشان قادیان قومی ملی اور ملکی مفاد کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر رہے تھے رات دن محبت و پیار کی فضا پیدا کرنے میں مصروف تھے جن کا تذکرہ آپ پڑھ چکے ہیں حکومت سے تعاون و وفاداری ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لیکن دوسری جانب بعض اوقات کچھ نا اندیش لوگوں کی باتوں میں آ کر حکومت ان درویشوں کے جذبات اور احساسات کو کچلتی تھی۔ ۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ لاہور میں ایک کرکٹ میچ ہوا جس میں ہندوستان سے بیس ہزار افراد نے پرمٹ لیکر اس میں شرکت کی اس صورت میں کہ اس کرکٹ میچ میں شامل ہونے کے لئے کوئی بڑی تگ و دو کی ضرورت نہ تھی صرف ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دفتر سے فارم لیکر اُسے پر کر کے بغیر کسی دقت کے لاہور جایا جا سکتا تھا۔ یہی فارم ہمارے درویشوں میں سے بھی چند نے بھر کر دیا لیکن انہیں کرکٹ میچ دیکھنے کی غرض سے لاہور جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ اس واقعہ کو اخبارات نے بڑے افسوس کے ساتھ درج کیا اخبار پرتاپ جالندھر مورخہ ۱۲؍فروری ۱۹۵۵ء نے لکھا:

''بٹالہ ۱۱؍فروری معلوم ہوا ہے کہ قادیان کے احمدیوں کی طرف سے پنجاب سرکار اور ہند سرکار کو ایک میمورنڈم ارسال کیا گیا ہے کہ لاہور کے کرکٹ میچ کے لئے اُن کی جماعت کے نو۹ ممبران کو پاسپورٹ ویزا کی سہولیتیں نہیں دی گئیں۔ جس میں حضرت خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کے سپتر مرزا وسیم اور ملک صلاح الدین ایڈیٹر اخبار ''بدر'' قادیان کے نام بھی شامل ہیں۔''

(بحوالہ اخبار بدر قادیان ۲۱؍فروری ۱۹۵۵ء صفحہ:۱)

اسی طرح ہفت روزہ اخبار ''ریاست'' دہلی نے لکھا:

قادیان کے احمدی شرفا گیارہ نمبریوں میں

کے عنوان کے تحت لکھا:

''پچھلے کرکٹ میچ کے موقعہ پر ہندوستان سے بیس ہزار کے قریب ہندوستانی مختلف صوبہ جات سے لاہور گئے۔ دونوں حکومتوں کے فیصلہ کے مطابق کوئی شخص بھی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دفتر سے فارم لے کر اور اس کو بھر کر بغیر کسی دقّت کے لاہور جا سکتا تھا۔ اور کسی شخص کے مستحق یا غیر مستحق ہونے کے متعلق سوال نہ کیا گیا۔ چنانچہ اس موقعہ پر وہ لوگ بھی ہندوستان سے پاکستان جا کر لاہور کی سیر کر آئے جو پولیس کے رجسٹر نمبر دس میں بطور بدمعاش درج تھے یا جن کو کرکٹ سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اور جو صرف اپنے دوستوں سے ملنے

کے لئے وہاں گئے مگر یہ واقعہ بیحد دلچسپ ہے کہ قادیان کے ذیل کے معزز اصحاب جو احمدیہ جماعت میں انتہائی عزّت واحترام کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں اور جو مذہبی اعتبار سے بہت ہی بلند ہیں کو کرکٹ کا میچ دیکھنے کے لئے بھی عارضی پرمٹ نہ دیا گیا۔

۱- حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان

۲- حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب (حضرت امام جماعت احمدیہ کے صاحبزادہ)

۳- ملک صلاح الدین ایم.اے.ایڈیٹر اخبار ''بدر'' قادیان

گویا کہ جس صورت میں دس نمبری بدمعاشوں کو بھی کرکٹ میچ دیکھنے کا عارضی پرمٹ دے دیا گیا۔ان تین نیک دل اور بلند مذہبی بزرگوں کو حکومت نے گیارہ نمبریئے سمجھ کر پرمٹ دینے سے انکار کر دیا اور حکومت کی کتابوں میں دس نمبر کے بعد ایک گیارہ نمبر رجسٹر میں موجود ہے جس میں کہ صرف مذہبی لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔اور پرمٹ دینے والے افسران کے خیال میں یہ گیارہ نمبریئے دس نمبریوں سے بھی زیادہ بڑے اور خطرناک بدمعاش ہیں۔

قادیان کے احمدی جماعت کے ممبروں کے متعلق ہمارا پرانا تجربہ ہے کہ یہ لوگ اخلاق اور کیریکٹر کے لحاظ سے بہت بلند ہیں۔اور ایڈیٹر ''ریاست'' نے آج تک کسی احمدی کو بھی نہیں دیکھا جو کہ دیانتدار نہ ہو، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ اگر دوسرے نیک لوگ گناہ کرتے ہوئے خدا سے ڈرتے ہیں تو احمدی گناہ کرتے ہوئے خدا سے اُس طرح ہی بدکتے ہیں جیسے گھوڑا صرف سایہ سے بدکتا ہے۔یعنی گناہ کے خیال سے ہی خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔احمدیوں کی اس پوزیشن میں ان کو قادیان سے لاہور جانے کا عارضی پرمٹ نہ دیا جانا ایسا واقعہ نہیں جسکو نظر انداز کیا جاسکے۔ہم چاہتے ہیں کہ مرکزی گورنمنٹ کا ایکسٹرنل ڈیپارٹمنٹ ان افسروں کی باز پُرس کرے جو افسرانِ بزرگوں کو پرمٹ نہ دینے کی حماقت کے ذمہ دار ہیں۔''

(اخبار بدر قادیان ۲۸ رفروری ۱۹۵۵ء صفحہ:۱)

درویشانِ قادیان کو پاسپورٹوں کی مشکلات

حکومت ہند اور حکومت پاکستان نے آپسی معاہدہ کرکے پرمٹ سسٹم جاری کیا ہوا تھا جس کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے ملک آنا جانا کرتے تھے۔لیکن کچھ وقت گزر جانے کے بعد باقاعدہ پاسپورٹ سسٹم جاری ہوا۔پاسپورٹ حاصل کرنے کا طریق کار عام لوگوں کے لئے بہت آسان تھا لیکن درویشانِ قادیان کو وہ

آسانی میسّر نہ تھی بلکہ حکومت مختلف حیلوں اور بہانوں سے پاسپورٹ اور پرمٹ جاری کرنے سے انکار کرتی رہی۔ اس پر جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے اخبار بدر میں ایک احتجاجی مضمون شائع ہوا جس میں لکھا ہے کہ:

''یہ ایک حقیقت ہے کہ ۴۷ء کے فسادات میں پنجاب ہی پیش پیش تھا۔ اور اسی کے باشندے سرغنہ تھے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ سات سال کے قلیل عرصہ میں یہاں کی ذہنیت کامل طور پر تبدیل ہو چکی ہو۔ اس ذہنیت کی پرورش اور بقا کا یہ سامان بھی ہوا کہ یہی پنجاب پناہ گزین غیر مسلموں کی اکثریت کی جائے پناہ بنا۔ اگر مشرقی پنجاب فرقہ واریت کے تعصب کے زہر سے پاک ہوتا تو پنڈت نہرو انتخابات کے موقعہ پر پنجاب کے متعدد مقامات پر اس کے خلاف تقریریں کیوں کرتے۔ اور حال میں گورنر اور وزیر اعلیٰ پنجاب یہ کیوں کہتے کہ کسی قیمت پر بھی فرقہ واریت کو اس صوبہ میں پنپنے نہ دیا جائیگا۔ جہاں حکومت کو خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کا نظام باطل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے وہاں وہ اسے حرف غلط کی طرح محو کرنے کے لئے جوش و خروش دکھاتی ہے۔ لیکن تعجب کہ جہاں کسی اقلیّت پر یہ اثر انداز ہو وہاں اعلیٰ سے اعلیٰ حکام پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ اور تمام احتجاجات اور قوی دلائل بہرے کانوں پر پڑتے ہیں۔

ہم نے حکام ضلع اور حکام پنجاب کو کئی دفعہ یہ امر گوش گزار کیا ہے کہ ہم پنجاب میں اقلیت میں ہیں۔ اور حکومت اپنے طریق کار کے مطابق اپنے رپورٹروں کی رپورٹوں پر انحصار کرتی ہے۔ جو عام حالات میں تو درست طریق ہے لیکن جبکہ فرقہ واریت اور تعصب کے جرثوموں سے رپورٹروں کی ذہنیت چاک نہ ہو محض ان کی رپورٹوں پر انحصار موجودہ حالات میں ظلم کے مترادف ہے۔ لیکن حکومت ہے کہ اپنی ڈگر پر چل رہی ہے۔ اور ہمارے جائز بلکہ واجب مطالبات کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیتی ہے۔ اور کسی احتجاج سے اُس کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کون نہیں جانتا کہ پنجاب اور بالخصوص قادیان کے مسلمانوں کے خلاف ایک خاص رو چلائی جارہی ہے۔

ایک معین مثال دیکر ہم اپنے مدعا کو واضح کرتے ہیں جنوری کے آخر پر لاہور میں ہونے والے کرکٹ ٹیسٹ میچ کے موقعہ پر ہر کس و ناکس کو بھارت سے لاہور جانے کی اجازت تھی اور اس خاطر کہ لوگ کثرت سے جائیں پاسپورٹ اور ویزا کا طریق کار نہایت سہل کر دیا گیا تھا۔ اور اس موقعہ پر شرفا کے علاوہ ذیل کی قسم کے لوگ بھی لاہور گئے۔

(۱) جنہوں نے تقسیم ملک کے موقعہ پر قتل و غارت کی۔

(۲) جو آوارہ گرد بلکہ ان کے سرغنہ شمار ہوتے ہیں۔

(۳) جو بے راہ روی کو عیب کیا بلکہ اُسے مقصد حیات سمجھتے ہیں اور شراب کباب سے الفت ہے۔

(۴) جو جیلوں سے مانوس ہیں گویا کہ Jail bisas ہیں۔

(۵) جو کانگرس کے مخالف یا حکومت کے خلاف پارٹیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۶) جنکا پاکستانیوں کے ساتھ مذہبی جوڑ بھی نہیں تھا۔

(۷) جن کے ماں باپ، بہن بھائی، رشتہ دار پاکستان میں نہیں تھے۔

لیکن افسوس صد افسوس کہ قادیان کے احمدی معززین کو اس موقعہ پر لاہور جانے سے حکومت نے روک دیا بلکہ اس کے لئے خاص سرگرمی عمل میں لائی گئی۔ اور جب ہم حصول پرمٹ کے لئے گورداسپور وغیرہ گئے تو گھروں پر سے رپورٹروں نے دریافت کیا۔ اور امرتسر اور جالندھر جہاں پرمٹ ملتے تھے وہاں انتظامی اعلیٰ احکام بھجوانے کے علاوہ بارڈر پر بھی اطلاع بھیجی گئی پھر جن معززین کو پرمٹ نہیں دیئے گئے۔ (۱) وہ اعلیٰ شریف طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور اس امر کا غیر مسلم طبقہ پر گہرا اثر ہے۔

(۲) وہ آوارہ گردی سے کوسوں دور ہیں۔

(۳) خدمت خلق اور نیک اخلاق پیدا کرنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔

(۴) حکومت کے نظام کی تخریب کے لئے انہوں نے کوئی کام نہیں کیا۔ بلکہ ان کا دستِ تعاون ہمیشہ دراز رہتا ہے۔

(۵) لاہور کی مسلم آبادی ان کی ہم مذہب ہے۔

(۶) ان کے اقارب لاہور میں مقیم ہیں اور بعض ملاقات کے لئے وہاں بآسانی آسکتے تھے۔ بعد سات سال کی عدم ملاقات کی تلخی ایک حد تک قائم ہوسکتی تھی۔

صحبت امروز میں ہم اس ناانصافی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں کہ حضرت امام جماعت احمدیہ کے صاحبزادہ حضرت پر ناروا ظلم کیا گیا ہے کہ ان کو پاکستان جانے سے نہ صرف کرکٹ میچ کے موقعہ پر بلکہ پہلے بھی اور بعد میں بھی روکا گیا۔ کیا ان کا پاکستان جانا اور اپنے والدین سے ملاقات کرنا خطرناک ہے؟ حضرت امام جماعت احمدیہ کے ایک صاحبزادہ جاوا میں قیام رکھتے ہیں۔ گو وہ بھی والدین سے جدا ہیں۔ لیکن ان کو یہ امید تو ہے کہ جب وہ آنا چاہیں ان کے آنے میں کوئی روک نہیں۔ لیکن یہاں یہ حال ہے کہ گزشتہ سال حضور پر قاتلانہ حملہ ہوا تو بصد تگ ودو صرف چند ہفتوں کے لئے آپ کے صاحبزادہ صاحب کو

ان کی ملاقات کی اجازت دی گئی۔حضرت امام جماعت احمدیہ کی صحت اس قدر کمزور تھی کہ اب فالج کا حملہ ہو گیا لیکن صاحبزادہ صاحب محترم کو پھر ملاقات کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا۔اب فالج کے حملہ کے بعد بھی بہت کوشش کے بعد صرف چند ہفتوں کے لئے اجازت دی گئی ہے جن کے بعد ان کو پھر جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

ہم پنڈت نہرو سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کیا جب ان کی بیٹیاں اور نواسیاں تکلیف میں ہوتی ہیں تو ان کا دل درد سے نہیں بھر جاتا؟ کیا وہ حضرت امام جماعت احمدیہ اور ان کی بیویوں اور اولاد کو انسانی جذبات سے بالا سمجھتے ہیں؟ کیا پنڈت نہرو ان کو دیوتا سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے جذبات سے بالا ہوں۔ان کے دل میں اپنے گویا مقیّد بچہ کو دیکھنے کی خواہش ہی نہ پیدا ہوتی ہو؟ حکومت کا یہ رویہ یہ سمجھنے پر مجبور کر رہا ہے کہ اگر صاحبزادہ صاحب محترم کے والدین کا وقت قریب آ گیا تو ان کو قانون والدین کی آخری زیارت و ملاقات بھی کرنے نہیں دے گا۔حکومت کا یہ رویہ آئینِ ہند، بین الاقوامی قانون اور آئینِ اخلاق سب کے منافی ہے۔اور تعجب کہ کمیونسٹ ممالک کی آمد و رفت پر تو کوئی پابندی عائد نہیں کی جاتی اور حضرت امام جماعت احمدیہ کے صاحبزادہ کو والدین کی ملاقات سے روکا جاتا ہے۔آئندہ اشاعت میں ہم اس پر مزید روشنی ڈالیں گے۔‘‘(اخبار بدر ۲۸/ مارچ ۱۹۵۵ء صفحہ:۵)

قادیان میں سیلاب

۱۹۵۵ء کی بات ہے کہ پنجاب میں شدید بارش کی وجہ سے قادیان کے گرد و نواح کا ایک بڑا علاقہ زیر آب آگیا۔ اور اس علاقہ کی مخلوقِ خدا سخت قسم کی پریشانی میں گھر گئی۔ جب بھی کبھی ایسا واقعہ پیش آیا اس وقت درویشانِ قادیان نے مخلوق خدا کی خدمت کا خوب موقعہ پایا۔

قادیان کے گرد اگرد کا علاقہ جب طوفانی بارش کے پانی سے بھرا ہوا تھا تو گاؤں میں رہنے والوں کا کوئی پُرسانِ حال نہ تھا۔ ایسے موقعہ پر لوگوں کو طبی امداد پہنچانا اور خوراک کا مہیا کرنا انتہائی درجہ ضروری ہوا کرتا ہے۔ درویشانِ قادیان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دور دراز علاقوں میں طبی امداد دینے اور خوراک مہیا کرنے جاتے رہے۔ اِن لوگوں نے پھیرو چیچی اور بیاس کے علاقوں میں طبی کیمپ لگائے جہاں پر حکومت کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ آپ کی ان خدمات کا تذکرہ مختلف اخبارات اور تنظیموں نے کیا۔

۱۹۵۵ء میں آنے والا طوفان۔ طوفانِ نوح سے کم نہ تھا۔ اس طوفان کی آمد سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ:

''نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ: ۲۵۷)

اس طوفان عظیم کا ذکر کرتے ہوئے اس وقت کے اخبارات نے لکھا:

''طوفان نوح کے بعد سے اتنے وسیع و عریض خطہ پر اس قدر تباہ کن سیلاب ہندوستان میں کبھی نہیں آیا۔ عام طور پر سادہ لوح ذہنیتیں اور اس ملک کے وہ لوگ جو اہل مغرب سے بھی زیادہ مادیت پر یقین کرنے لگے ہیں ان سیلابوں کو ایک اتفاقی ہنگامے سے زیادہ اور کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ لیکن بصیرت کی آنکھ رکھنے والا خداترس انسان اور ایک ایسا شخص جس کی نظر واقعاتِ عالم پر وسیع اور گہری ہو ہندوستان کی معلوم تاریخ کے اس عظیم ترین سیلاب پر سے سرسری طور سے نہیں گزر سکتا۔ سیلابوں کی یہ پے در پے یورش ہر معتدل فہم رکھنے والے آدمی کو جھنجھوڑ کر ایسے مقام پر لا کھڑا کرتی ہے جہاں سے وہ اُن کے دوررس نتائج و اثرات پر غور کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔''

(اخبار دعوت دہلی ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۵ء بحوالہ ہفت روزہ بدر قادیان ۲۱ر اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ: ۱)

''قرآن مجید میں طوفانِ نوح کا ذکر پڑھتے تو عقل کوتاہ اندیش کو حیرت ہوتی لیکن پنجاب کو طغیانی کے جن تھپیڑوں نے ہلاک کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طوفان کیا تھا۔ لاہور کے طوفانِ نوح کو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔'' (اخبار چٹان ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۵ء صفحہ: ۴)

اس طوفانی بارش سے جو ساٹھ گھنٹہ مسلسل رہی قادیان اور اس کے مضافات میں حشر برپا ہو گیا۔ قادیان میں سب سے زیادہ نقصان احمدیہ محلّہ کو ہوا جو شہر میں ہونے والے نقصانات کا نصف تھا پچاس مکان تو زمین بوس ہو گئے اور ۴۰ کو سخت نقصان پہنچا۔ کئی لاکھ کا نقصان ہوا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ قادیان اور اس کے نواح کا سارا پانی اس ایریا سے بہہ نکلا جس میں درویش رہتے تھے۔ اس تعلق سے اخبار بدر کے حوالہ سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

''سب سے زیادہ متأثر حلقہ ناصر آباد ہوا۔ جو نسبتاً نشیبی حصہ پر تھا بارش اور سیلاب کا پانی جب اس محلّہ میں داخل ہونے لگا تو اس کے مکین اندرونی محلہ میں منتقل ہونے لگے۔ پانی کی سطح اتنی بلند ہو گئی تھی کہ ضروری سامان کو اندرونی حصہ میں لانے کے لئے کشتیاں استعمال کرنا پڑیں اور درویشوں نے بمشکل مساجد میں پناہ لی۔ اسی اثنا میں قریشی عطاء الرحمٰن صاحب ناظر بیت المال دوسرے بھائیوں کے لئے بھاگ دوڑ کرتے ہوئے گر پڑے اور ان کے بائیں بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس نشیبی حصہ میں جو درویش مقیم تھے اُن کا غلّہ اور سرمائی سامان سب غارت ہو گیا اور کھیتی باڑی کر کے اپنا بوجھ اُٹھانے والے درویش اپنی فصلوں سے ہاتھ دھو بیٹھے بہشتی مقبرہ کی طرف جانے والی سڑک سیلاب میں بہہ گئی اور رستہ پانی کے دباؤ کے باعث ناقابلِ عبور ہو گیا۔ اور اگر بعض درویش اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر مدد کو نہ پہنچتے تو بعض غیر مسلموں کا ڈوب جانا یقینی تھا۔ قادیان میں ۴؍اکتوبر سے ۸؍اکتوبر تک بجلی اور ریل کی آمد و رفت اور تار اور ٹیلی فون کا سلسلہ بند رہا اور قادیان کی بستی کئی دن تک باقی دُنیا سے منقطع رہی۔

بارش کی اس شدت کے دوران نہ صرف درویشانِ قادیان کے حوصلے نہایت بلند رہے بلکہ انہوں نے اپنے غیر مسلم بھائیوں کی خدمت و اعانت کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا کئی بھائیوں کو اپنے محلّہ کے اندرونی حصہ میں پناہ دی اور کئی ہمسایہ دوستوں کو فراخدلانہ پیشکش کی کہ جب بھی وہ اپنے یہاں زیادہ خطرہ محسوس کریں احمدیہ محلّہ میں تشریف لے آئیں جب بارش پر مسلسل چالیس گھنٹے گذر چکے تو بعض غیر مسلم احباب نے خواہش ظاہر کی کہ فوری طور پر حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں بذریعہ تار درخواستِ دُعا کی جائے چنانچہ جب انہیں بتایا گیا کہ جماعت احمدیہ قادیان کی طرف سے تار دی جا چکی ہے تو وہ بھی مطمئن ہو گئے اور درویشوں کے دلوں کو بھی سکینت حاصل ہوئی۔''

(تاریخ احمدیت جلد سترہ صفحہ: ۳۷)

ایک جواں ہمت درویش

قادیان پوری طرح پانی میں گھرا ہوا تھا باہر جانے کے تمام راستے مسدود تھے اس موقعہ پر قادیان کے ایک جواں ہمت درویش مرزا محمود احمد صاحب کو یہ خیال آیا کہ اس تعلق سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ذاتی طور پر درخواست دُعا کی جائے۔ آپ اس طوفان عظیم کی پرواہ کئے بغیر قادیان سے روانہ ہو گئے۔ اس تعلق سے لکھا ہے کہ:

''۵/اکتوبر تک قادیان میں بارش ہوتی رہی اور ذرائع آمد ورفت بالکل مسدود ہو چکے تھے مگر یہ نوجوان ۷/اکتوبر کو اس نیک جذبہ کو لے کر قادیان سے پیدل روانہ ہو گئے۔ یہ ایسا وقت تھا جبکہ قادیان سے واہگہ سرحد تک جس طرف نظر جاتی پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔ رستہ میں گاؤں کے گاؤں زیر آب تھے خشکی کا نشان نہ ملتا تھا لوگ اونچی جگہوں پر پناہ لئے ہوئے تھے۔ متعدد مقامات سے ریلوے لائن ٹوٹ گئی۔ سڑکیں بہہ گئیں۔ چنانچہ بعض جگہ انہیں تیرنا بھی پڑا۔ اکثر راستہ میں گلے گلے تک پانی بہہ رہا تھا۔ بٹالہ تحصیل اور ذیل گھر کے آس پاس سات سات فٹ پانی بڑی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ الغرض صبح سات بجے چل کر ساڑھے پانچ بجے شام بڑی مشکل سے وہ امرتسر پہنچ گئے اگلی صبح واہگہ کی سرحد سے گزر کر لاہور آئے لیکن آگے راوی کے شدید سیلاب نے رستہ بالکل مسدود کر رکھا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان کو ناچار ۱۱/اکتوبر تک لاہور ہی میں ٹھہرنا پڑا۔ آخر ۱۲/اکتوبر کو حالات قدرے ساز گار ہوئے تو یہ لاہور سے کالا شاہ کاکو تک پانی میں پیدل چل کر پہنچے۔ یہ رستہ بھی سیلاب کے باعث حد درجہ خستہ اور خراب ہو چکا تھا۔ پھر گوجرانوالہ کے رستہ اسی روز بخیریت ربوہ پہنچ گئے۔ اگلے روز ۱۳/اکتوبر کو انہیں بعد نماز ظہر سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور درخواستِ دُعا کا بھی موقعہ ملا۔ حضور نے ان کے حالاتِ سفر سُنکر اظہار خوشنودی فرمایا جس کی اطلاع پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کی طرف سے انہیں حسب ذیل الفاظ میں دی گئی:

آپ جس ہمت اور کوشش سے قادیان سے لاہور اور پھر ربوہ پہنچے ہیں ان حالات کی اطلاع حضور کی خدمت میں دی گئی۔ حضور نے آپ کو جزاکم اللہ احسن الجزا فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ قادیان کے سب درویشوں کو تیرنا سیکھنا چاہئے کیونکہ خطرے کے وقت آتے ہی رہتے ہیں۔ ایسے موقعہ پر ایک نہیں آنا چاہئے بلکہ دو تین ہوں اور باہمی رسہ پکڑا ہوا ہو، سکھوں اور ہندوؤں کی مدد بھی کرنی چاہئے۔'' (ہفت روزہ بدر ۲۸/اکتوبر ۱۹۵۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ: ۳۸-۳۹)

مکرم مرزا محمود احمد صاحب کو محمود پہاڑی کے نام سے اُن کی پھرتی تیزی اور جواں ہمتی کی وجہ سے کہا

جا تا تھا۔ آپ کبڈی کے بہترین کھلاڑی تھے ہمت اس قدر تھی کہ کسی بھی کام کو بے دریغ ہاتھ ڈال دیتے۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ کے کنویں کی صفائی کرر ہے تھے سارا دن پانی میں رہنے کے باعث آپ کا جسم ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ عصر کے وقت رسہ پکڑ کر کنویں سے باہر آر ہے تھے کہ اوپر آ کر ہاتھ سے رسہ چھوٹ گیا اور آپ اوپر سے کنویں میں گر پڑے کنویں کے اندر منارۃ المسیح پر لگے مقناطیس سے لگی بڑی بڑی پلیٹیں تھیں جو کہ بجلی کے ارتھ کے لئے ڈالی گئی ہیں اُن میں سے ایک آپ کی ران میں لگی جس سے ران کے گوشت کا ایک بڑا لوتھڑا کٹ کر لٹک گیا۔ آپ کے جسم سے خون بڑی تیزی سے جاری تھا کمزور دل والے کے لئے وہ خون دیکھ کر بیہوش ہو جانا لازمی تھا۔ لیکن آپ بنا کسی کو آواز دیئے واپس اس رسہ کے سہارے کنویں سے باہر آئے۔ تب لوگوں کو اس حادثہ کا علم ہوا اور آپ کو فوراً ہسپتال لیجایا گیا۔ آپ کو چار پائی پر لٹا کر ڈاکٹر کیدار ناتھ کے ہسپتال لیجار ہے تھے خون سے لت پت تھے میں بھی اس وقت ساتھ تھا تو راستہ میں لوگ پوچھتے کیا ہوا تو آپ فوراً چار پائی پر جو کہ لوگوں نے اُٹھائی ہوئی تھی بیٹھ جاتے اور لوگوں کو کہتے کچھ نہیں ہوا کچھ نہیں ہوا ایسے ہی ذرا سی چوٹ لگ گئی ہے۔ واقعی آپ بڑی ہمت والے اور اولوالعزم انسان تھے۔

درویشان قادیان کی مضافات میں رفاہی خدمات

سیلاب زدگان کی خدمت کے سلسلہ میں درویشان قادیان نے جو کام کئے اس تعلق سے لکھا ہے کہ:

''درویشانِ قادیان نے حضرت مصلح موعودؓ کے اس ارشاد مبارک پر جس والہانہ انداز میں لبّیک کہا اُسے ہمیشہ سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ اگر چہ طوفانی بارش اور سیلاب سے پیدا شُدہ تشویشناک صورتِ حال نے سب سے زیادہ انہی کو متاثر کیا تھا اور اپنے مکانوں کی از سر نو تعمیر اور مرمت کے لئے انہیں بھاری اخراجات درکار تھے مگر گزشتہ شاندار جماعتی روایات کے عین مطابق انہوں نے نہ صرف قادیان کے متعدد مستحق اور ضرورت مند غیر مسلم اصحاب کو نقد امداد دی اور ان میں کپڑے اور اناج تقسیم کیا۔ بلکہ فوری طور پر چوہدری بدر الدین صاحب عامل معتمد مجلس خدام الاحمدیہ کے زیر قیادت بیٹ کے علاقہ میں امدادی سرگرمیاں جاری کر دیں۔ یکم نومبر ۱۹۵۵ء کو قادیان سے ایک وفد سیلاب سے متاثر علاقہ کے حالات اور فوری ضروریات کا جائزہ لینے کے لئے اس علاقہ کی طرف روانہ ہوا، وفد مندرجہ ذیل اصحاب پر مشتمل تھا۔ شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر امور عامہ، ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے۔ مؤلف ''اصحاب احمد'' مولوی برکت علی صاحب جنرل سیکرٹری لوکل کمیٹی، چوہدری غلام ربانی صاحب انچارج احمدیہ شفاخانہ، چوہدری

منظور احمد صاحب چیمہ اور مرزا محمود احمد صاحب۔

یہ وفد اس علاقہ کے دورہ سے اس نتیجہ پر پہنچا کہ سیلاب زدہ علاقہ کی فوری امداد کے لئے باقاعدہ امدادی کیمپ کھولنا ضروری ہے۔ اس فیصلہ پر اگلے روز ۲ر نومبر ۱۹۵۵ء کو پھیرو چیچی کے مقام پر ایک طبی اور امدادی کیمپ قائم کر دیا گیا۔ جس نے ہر ممکن ذریعہ سے مصیبت زدگان کی خدمت کا فریضہ انجام دیا۔ یہ کیمپ ۱۶ر نومبر ۱۹۵۵ء تک جاری رہا۔ تیس سے زیادہ دیہات کے ہزار ہا ضرورت مندوں نے اس سے استفادہ کیا۔ کیمپ کے حلقہ میں جو دیہات تھے اُن میں گھوڑے واں، نینو وال، پھیرو چیچی، بھینی کھنڈہ، راج پورہ، راج گڑھ، ملاں وال، بسوال، خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اس امدادی وطبی کیمپ سے امدادی پارٹیاں صبح مختلف دیہات میں کام کرنے کے لئے نکل جاتیں اور خدمتِ خلق کے جذبہ سے سرشار ہو کر سارا دن علاج معالجہ اور امدادی کام میں مصروف رہتیں۔ اس امدادی کیمپ میں پانچ درویش ہمہ وقت مصروفِ کار رہتے اور اُن کا ہاتھ بٹانے کے لئے روزانہ ہی تین چار تازہ دم نوجوان قادیان سے پہنچ جاتے۔ کیمپ کے انچارج مکرم بشیر احمد صاحب انچارج احمدیہ ڈسپنسری تھے اور محمود احمد صاحب مبشر، چوہدری بشیر احمد صاحب مہار، چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ اور مرزا محمود احمد صاحب اُن کے ساتھ کام میں سرگرم عمل رہتے۔ چونکہ گندم اور چنے وغیرہ کی فصلیں بونے کا وقت آ چکا تھا اس لئے ایک طرف ضلع اور صوبہ کے حکام کو بیج اور مویشیوں کی ضرورت کی طرف توجہ دلائی گئی، دوسری طرف قادیان سے مستری منظور احمد صاحب امدادی کیمپ میں ہل وغیرہ کی مرمت کے لئے پہنچ گئے۔ اس امدادی کیمپ کو کامیاب اور مؤثر بنانے کے لئے صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نائب صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ قادیان نے خاص طور پر گہری دلچسپی لی۔ چنانچہ آپ ۳ر نومبر ۱۹۵۵ء کی شام کو (یعنی کیمپ کے قائم ہونے کے اگلے دن) امدادی کاموں میں شرکت اور ریلیف کام کا معائنہ کرنے کے لئے خود تشریف لے گئے۔ آپ کے ساتھ چوہدری عبدالقدیر صاحب، چوہدری غلام ربانی صاحب انچارج احمدیہ شفاخانہ اور یونس احمد صاحب اسلم مصروف عمل رہے۔ صاحبزادہ صاحب نے خدام الاحمدیہ کی طرف سے خدام الاحمدیہ کے فنڈ سے مبلغ دوسو روپے اور اپنی طرف سے بہت سے پارچات بھی عنایت فرمائے اسی طرح آپ کی بیگم صاحبہ نے لجنہ اماء اللہ کی طرف سے اور سید محمد شریف صاحب نے مجلس انصار اللہ کی طرف سے ایک ایک سو روپیہ اس فنڈ میں دیا۔ اسی طرح صدر انجمن احمدیہ قادیان نے (جس کی نگرانی میں یہ ریلیف کیمپ کھولا گیا تھا) پانچ سو روپے کا عطیہ دیا۔ اُن دنوں درویشوں کے گھر خدمت خلق کے مراکز بنے ہوئے تھے۔ جماعت کی طرف سے کپڑوں کے تھان خرید کر بچوں عورتوں

اور مردوں کے لئے کپڑے تیار کروائے گئے۔ سلائی کا کام احمدی درزیوں نے بلا اُجرت کیا اور رات دن اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کے لئے پارچات تیار کرنے میں مصروف رہے۔ احمدی مستورات نے پارچات اور غلہ جمع کیا جو ضرورت مندوں میں تقسیم کیا گیا۔

پھیروچیچی کیمپ کے ذریعہ سے ایسا شاندار امدادی کام ہوا کہ اکثر دیہات کے سرپنچوں اور پنچایت کے ممبروں نے تحریری طور پر جماعتِ احمدیہ کی خدمات پر شکر گزاری کے پیغامات نظارت امور عامہ قادیان کو بھجوائے۔ ان معزز غیر مسلم دوستوں کے نام یہ ہیں:۔

(۱) سردار منگل سنگھ صاحب ایم ۔ایس۔ سی۔ ایل ایل بی نمبردار و پنچ موضع بھینی میاں خان۔

(۲) ٹھاکر ترلوک سنگھ صاحب سرپنچ و سردار امر سنگھ صاحب نمبردار موضع بھاگڑیاں۔

(۳) سردار خزاں سنگھ صاحب نمبردار سردار بہادر سنگھ صاحب سرپنچ موضع ملاں وال۔

(۴) سردار نرنجن سنگھ صاحب ولد روڑ سنگھ صاحب نمبردار موضع راجپورہ۔

(۵) سردار رچھو سنگھ صاحب نمبردار موضع کوٹ خان محمد۔

(۶) پنڈت دیوان صاحب سرپنچ و سردار بلدیو سنگھ صاحب ممبر پنچایت موضع خان محمد کھوجکی پورو کھڑ۔

(۷) سردار سنت سنگھ صاحب ممبر پنچایت و سردار سنتوک سنگھ صاحب سرپنچ موضع نانو والی۔

(۸) سردار بلدیو سنگھ صاحب سرپنچ و سردار سنسار سنگھ صاحب ممبر پنچایت موضع عالماں۔

(۹) سردار دیوان سنگھ صاحب ممبر پنچایت و سردار جگت سنگھ صاحب موضع چھجرا۔

(۱۰) سردار سنگھ صاحب ولا بھ سنگھ صاحب ممبر پنچایت و سردار مان سنگھ صاحب سرپنچ پھروچیچی۔

(۱۱) سردار گبل سنگھ صاحب ممبر پنچایت بھلوال۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۷ صفحہ: ۳۹-۴۰)

امدادی کاموں پر درویشانِ قادیان کو خراجِ تحسین

درویشانِ قادیان نے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے جو رفاہی کام کئے اس کی اطلاع جب ضلع اور صوبہ کے افسران کو ہوئی تو سرکاری اور کانگریسی حلقوں میں اس بات کا بڑا چرچا ہوا۔ جس پر اُنہوں نے قادیان کے درویشوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے شکریہ کے خط اور پیغامات ارسال کئے اُن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

(۱) ''جو قیمتی خدمات آپ کی جماعت سیلاب سے متاثر مصیبت زدہ لوگوں کی کر رہی ہے وہ بہت

زیادہ تعریف اور قدر کے قابل ہیں۔ ہم ان سرگرمیوں کے لئے آپ کے شکر گزار ہیں۔''

(ترجمہ چٹھی مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۵۵ء جنرل سیکرٹری صاحب کانگریس صوبہ پنجاب)

(۲) ''جناب ہوم منسٹر صاحب کے پاس آپ کی چٹھی اور اخبار بدر مورخہ ۷-۱۱-۵۵ کا پرچہ پہنچا ہے جس میں سیلاب زدگان کی امداد کے متعلق جماعتِ احمدیہ کی سرگرمیوں کا ذکر ہے۔ جناب ہوم منسٹر صاحب نے ان خدمات کے لئے مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنے کی ہدایت کی ہے۔ (ترجمہ مراسلہ مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۵۵ء از طرف شری اے۔ڈی۔ پانڈے، آئی۔اے۔ایس پرائیویٹ سیکرٹری آنریبل ہوم منسٹر صاحب نئی دہلی)۔

(۳) ''سیلاب کی شکل میں اس قدرتی قہر کا مقابلہ کرتے ہوئے جہاں باقی سیلاب زدہ حلقوں میں مختلف سبھا، سوسائٹیوں کے ذریعہ ریلیف کا کام ہوا وہاں یہ بات کافی سراہنے کے قابل ہے کہ جماعت احمدیہ نے بھی اپنی گذشتہ روایات کے مطابق علاقہ بیٹ بیاس موضع پھیروچچی میں اپنا ریلیف کیمپ قائم کر کے گردونواح کے سیلاب زدہ لوگوں کو محنت اور ہمدردی سے امداد بہم پہنچائی ہے۔ جماعت کی طرف سے نیشنل سپرٹ کے ساتھ جہاں دیہات میں آٹا، کپڑے اور ادویہ سے لوگوں کی مدد کی گئی ہے وہاں قادیان خاص میں بھی مستحقین کو نقد مالی امداد دی گئی اور ایک مشنری سپرٹ اور خدمتِ خلق کے جذبہ کے ماتحت بعض بے آسرا اور نحیف سجنوں کے مکانوں کی مرمت اپنے ذمہ لے رہے ہیں۔

جماعتِ احمدیہ کا یہ کام جہاں قابل ستائش ہے وہاں میں باقی جماعتوں سے بھی توقع رکھتا ہوں کہ وہ ایسے آڑے وقت میں مصیبت زدگان کی تکالیف کو دور کرنے میں کوشش کر کے اپنا فرض ادا کریں گی۔''

(پنڈت گورکھ ناتھ صاحب شرما ایم۔ایل۔اے۔ صدر کانگریس کمیٹی گورداسپور، کا تحریری بیان)

(۴) ''مجھے اس بات کے علم سے خوشی ہوئی ہے کہ آپ کی جماعت نے علاقہ کے سیلاب زدگان کی امداد کے لئے ریلیف کیمپ کھول کر مفادِ عامہ کا ایک اعلیٰ کام کیا ہے۔''

(چٹھی مورخہ ۸ر نومبر ۱۹۵۵ء جناب سردار پرتاب سنگھ صاحب کیروں وزیر ترقیات حکومتِ پنجاب)

(۵) ''مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے ریلیف کیمپ نے سیلاب زدہ لوگوں کو ریلیف پہنچانے کے لئے بہت عمدہ خدمات سرانجام دی ہیں۔''

(چٹھی مورخہ ۱۵ر نومبر ۱۹۵۵ء جناب سردار اجل سنگھ صاحب وزیر مال حکومتِ پنجاب)

(۶) ''جناب منسٹر صاحب نے جماعت کی اس قابل قدر خدمت کے کام کی تعریف فرماتے ہوئے

مجھے ہدایت دی ہے کہ آپ کوشکریہ کا پیغام پہنچادوں۔''
(شری سرنا گت سنگھ صاحب پرائیویٹ سیکرٹری پبلک ورکس منسٹر چندی گڑھ مورخہ ۱۸رنومبر ۱۹۵۵ء)

(۷)''ہمارے نزدیک سیلاب زدہ علاقہ میں آپ کی ریلیف کی قیمتی خدمات قدر اور تعریف کے قابل ہیں۔''(جنرل سیکرٹری پنجاب کانگریس کمیٹی جالندھر، مورخہ ۲۶رنومبر ۱۹۵۵ء)

(۸)''مجھے یہ دیکھ کرخوشی ہوئی ہے کہ جماعت احمدیہ قادیان کے سجن کئی دنوں سے ان دیہاتیوں میں طبی اور دیگر امداد کا کام بڑی سرگرمی اور شوق سے کررہے ہیں۔ جماعت کی طرف سے موضع پھیروچچی میں ایک ریلیف کیمپ بھی کھلا ہے۔ جہاں بیماروں اور مصیبت زدگان کی ہر طرح سے امداد کی جاتی ہے۔ احمدی نوجوانوں کی امدادی پارٹیاں ادویات، پرہیزی راشن اور کپڑے وغیرہ لے کرخود مختلف سیلاب زدہ دیہاتوں میں امداد کررہی ہیں مجھے اس بات کے اظہار سے خوشی ہے کہ جو ملک سیوا کا کام قادیان کے احمدی دوست پوری ہمدردی اور خدمت کے جذبہ کے ساتھ سرانجام دے رہے ہیں اس سے علاقہ بیٹ کی مصیبت زدہ جنتا کو بہت آرام پہنچا ہے۔''(سردار بشن سنگھ صاحب نائب تحصیلدار علاقہ بیٹ)

(۹)''خدمت کے بےلوث جذبہ، بے پناہ جوش اور خلوص کے ساتھ جماعت احمدیہ قادیان کی امدادی پارٹی نے علاقہ بیٹ کے تمام دیہات میں پھر کر مصیبت زدہ افراد کی امداد اور مریضوں کے علاج کا کام کیا۔ میں جس کا اظہار الفاظ میں مشکل سے کرسکتا ہوں۔ ان لوگوں کی بےغرض خدمت اور سیوا کا کام بے حد شکریہ اور مبارک بادی کا مستحق ہے۔''(شری پیارے لال صاحب نائب تحصیلدار کاہنوان)

اسی طرح ان امدادی کاموں اور درویشانِ قادیان کی ناقابل فراموش خدمات کا چرچا اخبارات میں بھی ہوا اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار ہفت روزہ ''ریاست'' دہلی نے لکھا:

''اس سال سیلاب کے باعث پنجاب میں جو تباہی نازل ہوئی۔ اس کی مثال پچھلی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ امرتسر اور گورداسپور وغیرہ اضلاع میں گھروں کے اندر چھ چھ فٹ تک پانی پہنچ گیا۔ جس کے باعث نوے فیصدی مکانات کونقصان پہنچا۔ اور قادیان ضلع گورداسپور سے جو اطلاعات آئی ہیں۔ ان کے مطابق وہاں کی احمدی جماعت کے ۷۰، ۷۵ فیصدی کے قریب مکانات کونقصان پہنچا ہے۔ اور مکانات میں جو سامان تھا وہ الگ تباہ ہوا۔ اور یہ واقعہ دلچسپ ہے کہ قادیان کے احمدی حضرات نے جب قریب کے دیہات کی تباہی کی خبریں سُنیں تو یہ اپنی تباہی کو بھول گئے اور انہوں نے دیہات میں جاکر ان لوگوں کو بچایا۔ جو دیہات بالکل ہی تباہ ہو چکے تھے۔ اور اب بھی یہ لوگ ان دیہات کے لوگوں کے لئے غلہ

اور کپڑے پہنچانے میں مصروف ہیں۔ ایک درویش کا شعار ہے کہ وہ اپنی ذاتی ضرورت کے مقابلہ میں دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دے۔ اگر کوئی دوسرا شخص بھوکا ہو تو خود بھوکا رہتے ہوئے بھی اپنا کھانا دوسروں کو دے۔ درویشانہ زندگی کے اس اصول کے مطابق قادیان کے ان احمدی حضرات کو یقیناً درویش قرار دیا جا سکتا ہے۔ جو سیلاب کی تباہی کے دنوں اپنی مصیبت کو بھول گئے۔ اور جنہوں نے اپنے گر چکے یا گر رہے مکانات کی پروانہ کرتے ہوئے دیہات میں پہنچ کر دیہاتیوں کو سیلاب کی تباہی سے بچانے کی کوشش کی۔ اور خدا تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کو اپنا فرض قرار دیا۔ احمدی جماعت ایک مذہبی جماعت ہے۔ اور ہمارا یہ پچھلا تجربہ ہے کہ اس جماعت میں نیک اور بلند لوگ دوسرے مذاہب کے مقابلہ پر اوسطاً زیادہ ہیں۔ چاہے اس کی وجہ اس جماعت کے حلقہ کا محدود ہونا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ ہر مذہب جب تک محدود رہا۔ اس میں اچھے لوگوں کی کثرت رہی۔ اور جب اس نے وسعت اختیار کی تو اس میں غلاظت بھی بڑھتی چلی گئی چنانچہ فسادات کے زمانہ میں زندگی اور موت کی کشمکش سے بے نیاز ہو کر قادیان کے کئی سو احمدی حضرات کا قادیان میں موجود رہنا اور اپنی مذہبی عبادت گاہوں اور بزرگوں کے مقبروں کو نہ چھوڑنا ان کی بلندی کا بہت بڑا ثبوت تھا۔ اور اب ان لوگوں نے سیلاب کے زمانہ میں ضلع گورداسپور کے دیہاتیوں کی جو خدمت سرانجام دی اسے بھی ان کے مذہبی شعار کی بلندی قرار دیا جا سکتا ہے۔ جس کی ہر شخص سے توقع نہیں کی جا سکتی۔ ہماری خواہش ہے کہ یہ حضرات آئندہ بھی اس طرح ہی خدا کی مخلوق کی خدمت کو ایک فرض سمجھ کر انجام دیں۔ اور جہاں تک بھی ممکن ہو اس خدمت اور فرض کو پروپگنڈا سے دور رکھا جائے۔ کیونکہ اگر خدمت فرض یا سروس کے ساتھ پروپگنڈا کی آلائش بھی شامل ہو تو اس کا اثر فرض شناسی اور خدمت گذاری پر اچھا نہیں پڑتا۔''

(اخبار ''ریاست'' دہلی ۱۱ر نومبر ۱۹۵۵ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۷ اصفحہ ۴۵ و ۴۶)

سیلاب زدگان کی شب و روز خدمت کی رپورٹ اخبار بدر قادیان میں شائع ہوئی جس میں تمام تر تفصیلات درج ہیں۔ قادیان کے گردو پیش کئی دن تک امدادی اور طبی سرگرمیاں جاری رہیں اور ایک عرصہ تک ضرورت مند افراد قادیان آتے رہے جن کی امداد کی جاتی رہی۔ ایسے سینکڑوں افراد جو قادیان نہیں آسکتے تھے اُن کو طبی امداد اُنکے گھر تک پہنچائی گئی۔ مکرم چوہدری غلام ربانی صاحب اور ملک بشیر احمد صاحب ناصر باری باری دیہات کا دورہ کرتے اس طرح ایک ہزار مریضوں کا تسلی بخش طور پر علاج کیا گیا۔ بعض منہدم مکانات بھی از سرنو تعمیر کر کے دیئے یا اُن کی تعمیر میں حصہ لیا۔ مکرم شیخ عبدالحمید صاحب عاجز ناظر صاحب امور عامہ نے بیان کیا کہ:

''خاص قادیان میں ہمارے دس خدام نے مکرم مولوی برکت علی صاحب انچارج تعمیرات کی نگرانی میں تین چار روز کی بڑی محنت اور ہمت سے محلّہ دارالرحمت میں سردار جیون سنگھ صاحب کے رہائشی مکان ...کی تعمیر مکمل کر دی ہے۔اور ہماری پیشکش کے مطابق قادیان کی کانگریس کی طرف سے ہمیں کسی اور حقیقی مستحق اور ضرورت مند غیر مسلم کے مکان میں تعمیر کی امداد کے لئے اطلاع دی گئی تو ہم خوشی سے ایسی خدمت کے کام کو سرانجام دینے کو تیار ہونگے۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۷ اصفحہ:۴۵)

۱۹۷۴-۷۵ءکی بات ہے اُن دنوں خاکسار مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتا تھا۔مدرسہ جاری تھا کہ مولوی برکت علی صاحب انعام درویش مدرسہ احمدیہ میں تشریف لائے اور کہا کہ بڈھا مل بلڈنگ میں آگ لگ گئی ہے۔فوراً آگ بجھانے کے لئے چلے جائیں۔سب طالب علم اوّل لنگر خانہ گئے جہاں سے جلسہ سالانہ کی بالٹیاں حاصل کی گئیں اور بڑے بازار پہنچ کر آگ بجھانے میں مصروف ہو گئے۔اس وقت تک آگ کافی پھیل چکی تھی اردگرد کے نلکوں سے پانی لا کر آگ بجھانے کا کام بڑی تیزی سے ہونے لگا مکرم منیر احمد صاحب حافظ آبادی نائب ناظر امور عامہ نے جماعت کی طرف سے ہی بٹالہ سے فائر بریگیڈ کو بلایا وہ بھی خالی ٹینکر آیا پھر اس ٹینکر کو بھرا جانے لگا فائر بریگیڈ نے طلباء اور درویشانِ قادیان کی مدد سے جلد آگ پر قابو پا لیا۔غیر مسلم دوست جن کی دوکانوں اور مکان کو آگ لگی تھی یا پھر اُن کے پڑوسی صرف اپنا سامان سمیٹنے میں مصروف تھے۔یا پھر تماش بین تھے اور بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اس افراتفری کا ناجائز فائدہ بھی اُٹھایا اس وقت اگر کوئی مصروف عمل نظر آتا تھا تو صرف جماعت کے افراد ہی تھے۔اس بات کا اقرار خود اُن لوگوں نے کیا جنکی دوکانوں اور مکانوں کو آگ لگی تھی۔

اس واقعہ کے چند دن بعد ہی ریتی چھلہ کی دوکانیں گرانے کا واقعہ ہوا اسکے چند دن بعد ایک جلسہ غیروں کی طرف سے ریتی چھلہ کے قریب پوسٹ آفس کے سامنے ہوا۔اس جلسہ میں ایک صاحب عدل نے برملا طور پر جماعت کی تعریف کی اور مخالفین کو لتاڑا کہ جب تمہارے گھروں کو آگ لگی تو تمہارے لوگ نہیں احمدی اسکو بجھانے آتے ہیں اور جہاں جماعت کو نقصان پہنچانے کی بات ہوتی ہے تو اس محسن جماعت کو نقصان پہنچاتے ہو۔

۱۹۹۳ءمیں قادیان کا علاقہ ایک مرتبہ پھر سیلاب کی زد میں آ گیا۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوراً توجہ فرمائی اور آپ کی ہدایت پر قادیان کے درویشوں نے لنگر خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جاری کر کے علاقہ کے لوگوں کو خوراک پہنچائی۔طبی امداد دینے کے علاوہ اُن کو محفوظ مقامات پر پہنچایا۔

جن لوگوں کا بہت زیادہ نقصان ہوا اُنکی مالی مدد کرنے کے ساتھ ساتھ مکان بھی تعمیر کروا کر دیئے۔ غیر مسلموں کی امداد اور احمدیوں کی امداد برابر کی جو کئی لاکھ روپے پر مشتمل تھی۔ جماعت احمدیہ قادیان کے محدود وسائل اور اس پر بنی نوع انسان کے ساتھ یہ ہمدردی اور اُنکی خدمت اپنے اندر بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان قربانیوں کو قبول فرمائے۔ آمین

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قاتلانہ حملہ

دشمنان احمدیت ہمیشہ ہی یہ چاہتے رہے کہ جماعتی تنظیم کو کسی نہ کسی طرح سے نقصان پہنچایا جائے اس شر پسندی میں کبھی تنظیموں کا ہاتھ ہوتا تو کبھی کوئی فرد واحد کی حیثیت سے افراد جماعت پر حملے کرتا۔ ۱۹۵۴ء کا سال تاریخ احمدیت میں ایک المناک سانحہ کی خبر دیتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصر کی نماز مسجد مبارک سے پڑھ کر گھر کی طرف تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ پر قاتلانہ حملہ کر دیا۔ وار آپ کی گردن پر کیا گیا تھا جو کافی گہرا تھا۔ حملہ آور کو پکڑنے کی کوشش میں دو اور احمدی افراد بھی زخمی ہو گئے تھے۔ یہ خبر قادیان میں ریڈیو کے ذریعہ سُنی گئی تھی جس کے ساتھ ہی درویشوں کے حلقہ میں کہرام مچ گیا۔ اس تعلق سے تاریخ احمدیت میں درج ہے کہ:

''اس المناک سانحہ کی خبر قادیان میں دوسرے دن ۱۱/ مارچ ۱۹۵۴ء کو صبح آٹھ بجے بذریعہ ریڈیو پاکستان سُنی گئی۔ یہ خبر کیا تھی، ایک صاعقہ تھی ایک بجلی تھی جو آناً فاناً گری اور اس نے درویشوں کے حلقہ میں کہرام مچا دیا اور اُن کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ جوں جوں یہ خبر اُن کے کانوں میں پہنچی وہ سب یکے بعد دیگرے دیوانہ وار مسجد مبارک اور دار المسیح کی طرف دوڑے ہر درویش سخت پریشان تھا کہ کیا ہوا۔ اب کیا کیا جائے، ہر شخص چاہتا تھا کہ کاش اس کو قوت پرواز نصیب ہو تو وہ اُڑ کر اپنے پیارے امام کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور حضور کے درد و کرب میں شریک ہو کر اپنے آپ کو اپنے پیارے امام پر قربان کر سکے۔ بیت الدعا اور دالان حضرت ام المؤمنینؓ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے اشکبار آنکھوں اور غمزدہ دل کے ساتھ نہایت سوز و گداز سے اجتماعی دعا کرائی۔ دُعا کے وقت حشر سا بپا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اکثر درویشوں کی آہ و بُکا عرش الٰہی تک پہنچ رہی ہے۔

اس رقت انگیز دعا کے بعد حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی اور صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کے مشورہ سے چوہدری عبدالقدیر صاحب واقفِ زندگی (کارکن نظارت امور عامہ قادیان) کو تفصیلی حالات

معلوم کرنے کے لئے دس بجے گاڑی سے ربوہ بھیجا گیا۔ چوہدری صاحب اس سانحے سے متعلق تفاصیل معلوم کرکے ۱۳ مارچ کو ساڑھے چار بجے سہ پہر قادیان واپس پہنچے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی مندرجہ ذیل اطلاع بھی بذریعہ تار موصول ہوئی کہ:

''سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز پر ایک نوجوان نے مسجد میں چاقو سے عین اس وقت حملہ کیا جب کہ حضور بعد نماز عصر مسجد سے باہر تشریف لے جارہے تھے۔ زخم تین انچ لمبا اور پون انچ گہرا ہے جس پر مرہم پٹی کر دی گئی ہے۔ حضور ہوش میں ہیں۔ حضور اقدس کے علاوہ دو اور احمدی بھی حضور کو بچانے کی کوشش میں زخمی ہو گئے۔ حملہ آور گرفتار کر لیا گیا ہے احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔''

جملہ درویشوں کو ساڑھے نو بجے مسجد مبارک میں جمع ہو کر نمازِ نوافل پڑھنے اور دُعا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ چنانچہ تمام درویش وضو کر کے بروقت مسجد مبارک میں پہنچ گئے اور مستورات بیت الذکر میں جمع ہو گئیں۔ مسجد میں سب سے پہلے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا تار تین بار پڑھ کر سُنایا گیا۔ پھر حضرت بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی نے دو نوافل با جماعت پڑھائے جس میں بہت طویل قیام، رکوع اور سجود کئے۔ اجتماعی دُعا کی طرح یہ نوافل بھی رقّت اور الحاح اور تضرع کا ایک خاص رنگ لئے ہوئے تھے۔ یہ نماز تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی جس میں نہایت خشوع اور خضوع سے سیدنا المصلح الموعود کی صحت و عافیت، کامل و عاجل شفایابی اور درازیٔ عمر کے لئے دعائیں کی گئیں۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب ؓ جٹ ناظر اعلیٰ و امیر جماعت قادیان کے الفاظ میں اس وقت درویشوں کے... دُکھ درد کی چیخیں اور آہ و بکا کی آوازیں اس طرح ان کے سینہ سے بلند ہو رہی تھیں جس طرح آتش فشاں پہاڑ کے شعلے۔ یہ رقّت آمیز نظارہ الفاظ میں قلمبند نہیں کیا جا سکتا صرف دیکھنے سے ہی تعلق رکھتا تھا۔

نماز کے بعد صدقہ کی تحریک کی گئی جس پر قریباً ایک سو روپیہ جمع ہوا دو بکرے بطور صدقہ ذبح کئے گئے اور بقیہ رقم بیوگان اور مساکین میں تقسیم کر دی گئی۔

ہندوستان کی بیرونی احمدی جماعتوں کو اطلاع پہنچانے کے دو۲ ذرائع اختیار کئے گئے۔ نظارت علیا نے بذریعہ تار تمام بڑی بڑی جماعتوں کو اس حادثہ سے مطلع کیا۔ ۲۔ اخبار ''بدر'' کی طرف سے ۱۶ مارچ ۱۹۵۴ء کو ایک غیر معمولی نمبر شائع کیا گیا جس میں نہ صرف حملہ کی تفصیلات، حضور کا پیغام اور حضور کی صحت سے متعلق

تاریخ وار تازہ اطلاعات درج تھیں۔ بلکہ حضرت مصلح موعود کی مثالی شان آپ کی نسبت خدائی وعدے اور آپ کے عظیم الشان کارنامے اور جماعتی فرائض پر مشتمل نہایت پر اثر مضامین بھی شامل اشاعت کئے گئے تھے۔'' (تاریخ احمدیت جلد سترہ صفحہ ۲۴۰-۲۴۱)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زخم بڑا کاری لگا تھا باوجود اس کے کہ وہ زخم مندمل ہو گیا لیکن اس میں تکلیف جاری رہی جس پر یہ تشخیص ہوئی کہ چاقو کا ایک چھوٹا ٹکڑا گردن میں ٹوٹ کر رہ گیا ہے۔ اس کے آپریشن کی ضرورت پیش آئی۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یورپ کا سفر اختیار کیا۔ آپ کو افرادِ جماعت نے بڑی پرسوز دُعاؤں کے ساتھ رخصت کیا اور آپ جب تک یورپ میں رہے ساری جماعت ہی دعاؤں میں مصروف عمل رہی قادیان کے درویش بھی دن رات آپ کی شفاء کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کرتے رہے۔ جب آپ علاج سے فارغ ہو کر واپس پاکستان تشریف لائے تو آپ کی بخیریت مراجعت پر قادیان میں بھی جشن مسرت منایا گیا۔ اس کی روئیداد اخبار بدر میں شائع ہوئی جس کو تاریخ احمدیت میں یوں محفوظ کیا گیا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کی سفرِ یورپ سے واپسی اور قادیان میں جشن تشکّر

''احمدیت کے دائمی مرکز قادیان میں بھی سیدنا حضرت مصلح موعود کی سفر یورپ سے کراچی میں کامیاب اور باعافیت مراجعت کی خبر ۶ ستمبر کو پہنچ گئی جس سے دیارِ حبیب کے تمام درویشوں میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور سب نے خدا کی حمد وثنا کرتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق اس روز عصر کی نماز کے بعد مقبرہ بہشتی میں تمام درویشوں نے لمبی پرسوز اجتماعی دعا کی۔ اسی روز رات کے وقت منارۃ المسیح کے آٹھوں بجلی کے بڑے بڑے لیمپ روشن کئے گئے جن کی روشنی سارے قادیان کو بقعہ نور بنا رہی تھی۔ اور تصویری زبان میں ہر دیکھنے والے کو اس امر کی دعوت دے رہی تھی کہ باوجود انقلاب زمانہ کے قادیان کا نور بدستور اکنافِ عالم میں پھیل رہا ہے۔ اور احمدیت کے دائمی مرکز سے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے سامان ہو رہے ہیں۔ منارۃ المسیح پر رنگا رنگ کی جھنڈیاں الگ اپنی بہار دکھا رہی تھیں۔ سلسلہ کی مرکزی عمارات کے علاوہ درویشان کرام نے خاص طور پر اپنے اپنے گھروں پر چراغاں کا انتظام کر رکھا تھا کہ احمدیہ محلّہ کے بازار گلی کوچے ننھے ننھے چراغوں سے جگمگا رہے تھے۔

اگلے روز یعنی ۷ ستمبر کو اس خوشی میں تمام دفاتر صدر انجمن احمدیہ میں تعطیل تھی اور حسبِ اعلان ٹھیک

ساڑھے آٹھ بجے صبح مسجد اقصیٰ میں زیر صدارت حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ امیر مقامی جلسہ تشکر وتہنیت منعقد ہوا جس میں تلاوت قرآن کریم کے بعد چوہدری محمود احمد صاحب مبشر کی تیار کردہ نظم ملک بشیر احمد صاحب ناصؔر نے خوش الحانی سے سُنائی جس میں مبشر صاحب نے درویشانِ قادیان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے حضور کی باصحت وسلامتی کامیاب مراجعت پر مبارکباد پیش کی۔

پہلی تقریر جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے. نے فرمائی جس میں آپ نے بیان کیا کہ ہم لوگ کیوں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی سے محبت رکھتے ہیں اور کیوں محبت رکھنی چاہئے۔ اور پھر اس محبت کا کیا تقاضا ہے اور کس طرح پورا کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے درویشانِ کرام کو مقامات مقدسہ میں قیام کی غرض وغایت کماحقہٗ پورا کرنے اور اپنے تئیں پہلے سے بڑھ چڑھ کر خدمات دینیہ میں منہمک کرنے کی تلقین فرمائی کہ یہی اصل ذرائع ہیں جن سے حضور کی خوشنودی اور نتیجۃً حضور کی بحالی صحت موقوف ہے۔

دوسری تقریر محترم حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم وتربیت نے فرمائی۔ آپ نے اپنی تقریر کے پہلے حصّے میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر یورپ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے الہامات اور رؤیا وکشف اور بڑودہ کے بزرگ کی رؤیا جو چالیس سال قبل رسالہ صوفی میں شائع ہوئی تھی کا ذکر کر کے بتایا کہ کس طرح یہ تمام باتیں پوری ہوئیں۔ تقریر کے دوسرے حصّے میں محترم حکیم صاحب نے آیت قرآنی فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً اور اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ کی لطیف تفسیر فرماتے ہوئے ان مخالفتوں کا ذکر فرمایا جو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد وقتاً فوقتاً اُٹھتی رہیں۔ اور ہر موقعہ پر خدا کا کام اَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً نہایت شان کے ساتھ پورا ہوتا رہا آپ کی یہ تقریر نہایت مؤثر و مدلل تھی۔

بعدۂ صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے وہ سپاسنامہ پڑھ کر سنایا جو درویشان قادیان اور جماعتہائے ہندوستان کی طرف سے سفرِ یورپ سے کامیاب مراجعت پر بطور تہنیت و درخواستِ دُعا تیار کیا گیا تھا۔ حاضرین نے اسے سُنکر اس سے اتفاق کیا۔

اسی قسم کا ایک اور سپاسنامہ مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے تیار کردہ مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری نے پڑھ کر سُنایا اور اراکین مجلس خدام الاحمدیہ نے اس سے اتفاق کیا۔

بعدۂ محترم امیر صاحب مقامی نے صدارتی تقریر میں حضور کے لئے مزید دُعاؤں کی تحریک فرمائی اور

بالآخر یونس احمد صاحب اسلم نے درثمین سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنی اولاد کے حق میں دُعائیہ منظوم کلام سُنایا اور بعدہٗ جلسہ برخواست ہوا۔

پروگرام کے مطابق اس روز شام کو تمام درویشان نے مل کر کھانا تھا۔ چنانچہ نصرت گرلز سکول (یعنی مرزا گل محمد صاحب کے مکان) جو بعد عصر مستورات کے اجتماعی کھانے کا انتظام کیا گیا جس میں حلقہ درویشان کی جملہ مستورات اور چھوٹی عمر کے بچے شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر محترمہ سیدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ نے وہ سپاسنامہ بھی پڑھ کر سُنایا جو لجنہ کی طرف سے حضور کی خدمت میں پیش کیا جانے والا تھا۔ بعد میں اجتماعی دُعا ہوئی۔ مغرب کی نماز کے بعد صحن بورڈنگ مدرسہ احمدیہ میں جملہ درویشان بھی اجتماعی کھانے میں شریک ہوئے اس موقعہ پر شہر کے بعض غیر مسلم معززین بھی مدعو تھے۔

کھانے کے بعد اجتماعی دُعا ہوئی اور ۷ر ستمبر کو بھی منارۃ المسیح کے آٹھوں بجلی کے لیمپ روشن کئے گئے اور اس طرح جشن مسرت کی یہ تقریب بفضلہٖ تعالیٰ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوئی۔''

(تاریخ احمدیت جلد سترہ صفحہ: ۵۵۵تا۵۵۷)

قادیان کے درویشوں نے اس موقعہ پر ایک سپاسنامہ بھی پیش کیا جو درویشوں کے جذباتِ عقیدت کی عکاسی کرتا ہے اس تاریخی سپاسنامہ کا متن یہ تھا:

''بحضور امام ہمام فضل عمر حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز برموقع واپسی سفر یورپ

سیدنا و امامنا و مرشدنا ایدکم اللہ بنصرہ العزیز۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہم درویشان قادیان حضور پرنور کی خدمت عالیہ میں سفر یورپ سے مع اہل بیت و خدام واپس تشریف آوری پر مبارکباد عرض کرتے ہیں جب حضور علاج اور صحت کی درستی کے لئے عازم یورپ ہوئے اس وقت حضور کے درویش خدام بوجہ حالات کی مجبوری کے خود حاضر خدمت ہو کر حضور کو رخصت نہ کر سکے۔ لیکن حضور کی تشویشناک بیماری اور دور دراز سفر کی وجہ سے ہمارے سب کے دل غم اور فکر سے بھرے ہوئے تھے اور اس دوران میں ہم محسن حقیقی اور شافی مطلق خدا کے حضور آپ کے لئے دردمندانہ دُعاؤں میں مصروف رہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل واحسان ہے کہ اس نے جماعت پر جو بھی کمزور اور ناتواں ہے۔ بالخصوص اور بنی نوع انسان پر بالعموم رحم فرماتے ہوئے حضور کو صحت عطا فرما کر جلد واپس تشریف لانے کی توفیق بخشی۔ الحمد للہ۔

سیدنا! حضور کا یہ سفر جہاں اور بہت سے فیوض و برکات کا موجب ہوا ہے وہاں اس سفر میں حضور کے

دوبارہ ورودِ دمشق سے ایک دفعہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ نیز علاوہ اور پیشگوئیوں کے نواب سید صدرالدین رئیس ریاست بڑودہ کا آج سے چالیس بیالیس سال پیشتر کا خواب لفظی طور پر پورا ہوا ہے جو رسالہ ''صوفی'' میں شائع شدہ ہے۔ جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ:

''ایک صاحب سفر جہاز کی تیاری میں مصروف ہیں اور فرماتے ہیں کہ یورپ جاتا ہوں۔ علاج کرنا ہے۔ اور میرا نام عمر بن الخطاب ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے جس طرح حضور کے پہلے سفروں کو بابرکت کیا اور ان کو اسلام اور احمدیت کی ترقی کا باعث بنایا اسی طرح باوجود علالت طبع کے حضور کا یہ سفر بھی ہر طرح سے مفید اور بابرکت ثابت ہوا جس میں حضور کو علاوہ یورپ کے ماہر ڈاکٹروں سے اپنی علالت کے متعلق طبی مشورہ حاصل کرنے کے مغرب کے تثلیث کدوں میں اسلامی توحید و رسالت کی تبلیغ کو وسیع کرنے کے لئے انتظام کا موقعہ ملا۔ اور اہل یورپ کے کانوں میں ایک دفعہ پھر حضور کی آواز گونجی

میری طرف چلے آئیں طبیب روحانی
کہ ان کے دردوں دکھوں کے لئے طبیب ہوں میں

اما منا! حضور نے اس سفر میں روانہ ہوتے وقت اعلان فرمایا تھا کہ میں یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کو وسیع کرنیکے لئے برموقع تجاویز وانتظامات کروں گا۔ اور ''قصہ زمین برسر زمین'' طے کروں گا حضور کے اس اعلان کو ہندوستان اور پاکستان کے کئی اخبارات و رسائل نے نقل کیا۔ اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ کاش! آپ کے سوا کسی اور مسلمان لیڈر کو ایسے پاکیزہ خیالات اور ہمدردی اسلام کے جذبہ کے اظہار کا موقع ملتا۔ خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ باوجود ناسازی طبع کے حضور نے لنڈن میں مبلغین اسلام کی کانفرنس اپنی صدارت میں منعقد فرما کر تبلیغ واشاعتِ اسلام کے متعلق مفید اور کار آمد مشورے دیئے اور یورپ کے موجودہ حالات کو خود مشاہدہ کر کے یورپ و امریکہ میں اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لئے اہم فیصلے فرمائے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضور کو اپنے نیک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق بخشی۔

ہم یقین رکھتے ہیں کہ حضور کا جہادِ عظیم عنقریب اپنے شیریں پھل لائے گا۔ اور دُنیا جلدی ہی مغرب سے آفتابِ اسلام کو پوری آب و تاب سے طلوع ہوتے دیکھ لے گی۔ وَاللّٰہُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْد۔

سیدنا! حضور کے سفرِ یورپ سے پاکستان میں بخیر و عافیت واپسی جہاں ہمارے دلوں میں مسرت و شادمانی کے جذبات موجزن کرنے کا باعث بنی ہے وہاں ہم مہجور درویشان کی یہ تمنا بھی شدت اختیار کر گئی

ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے لَرَآدُکَ اِلٰی مَعَادٍ کا وعدہ جلد پورا کرے اور حضور پرنور اپنی عظمت اور جلالت شان کے ساتھ تخت گاہِ رسول میں واپس تشریف لا کر رونق افروز ہوں اور الدّار مسیح موعود علیہ السلام پھر ''امن است در مکانِ محبت سرائے ما۔'' کا منظر پیش کرے وَمَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

آخر میں ہم خاکساران حضور کی خدمت عالیہ میں مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ حضور ہمارے لئے دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کے ماتحت قادیان میں رہنے اور خدمت دین اور حفاظت مقاماتِ مقدسہ بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں ایسا بیج بنائے جس کے ذریعہ سے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ تمام دنیا میں اسلام اور احمدیت کے شاندار درخت پیدا ہوں اور ہمیں ہر قسم کی سُستیوں کوتاہیوں اور گناہوں سے بچائے اور مقاماتِ مقدسہ کی اور ہماری ہر طرح سے حفاظت فرمائے۔ آمین

حضور کی خدمتِ اقدس میں یہ بھی گذارش ہے کہ اگرچہ یہ ایڈریس درویشانِ قادیان کی طرف سے ہے اور بوجہ وقت کی قلت کے دوسری ہندوستانی جماعتوں کو اس میں باقاعدہ شمولیت کے لئے اطلاع نہیں دی جا سکی لیکن مرکز قادیان سے وابستہ جملہ احبابِ جماعت احمدیہ ہندوستان حضور کے ساتھ اپنی عقیدت و محبت میں کسی طرح ہم سے کم نہیں اور وہ ان جذبات کے اظہار میں ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہیں۔ والسلام

حضور کے ادنیٰ درویشانِ قادیان مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۵ء''

(تاریخ احمدیت جلد سترہ صفحہ ۵۵۷ تا ۵۶۰)

دورِ درویشی کے اخبارات ورسائل

۱۔''رسالہ درویش''اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے دورِ درویشی میں سب سے پہلے یہ رسالہ جاری ہوا تھا جو جلد ہی بند ہو گیا۔

۲۔اخبار''بدر''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی یہ اخبار البدر کے نام سے جاری ہوا اس کے پہلے ایڈیٹر مکرم منشی محمد افضل صاحب تھے۔آپکی وفات پر یہ اخبار بند ہو گیا۔بعد میں ۱۹۰۵ء میں مکرم مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر ہوئے اور آپ نے اس کو بدر کے نام سے دوبارہ جاری فرمایا۔اس کے بعد یہ اخبار ۱۹۱۳ء تک جاری رہا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الحکم اور بدر کو اپنے دو باز و قرار دیا ہے۔اس میں الہامات اور سلسلہ کی تاریخ محفوظ ہے۔

دورِ درویشی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادیان والوں کو توجہ دلائی کہ ہندوستان کی جماعتوں کی تعلیم وتربیت کی خاطر اور جماعتوں میں نئی روح پیدا کرنے کی خاطر قادیان سے ایک اخبار جاری کیا جائے تو حضور کے اس ارشاد پر ۷/مارچ ۱۹۵۲ء کو یہ اخبار قادیان سے جاری ہوا اس کے پہلے ایڈیٹر مکرم مولوی برکات احمد صاحب راجیکی مقرر ہوئے۔بفضلہٖ تعالیٰ یہ اخبار اب تک جاری ہے۔

۳۔رسالہ''اصحابِ احمد''۲۶/مئی ۱۹۵۵ء کو مکرم ملک صلاح الدین صاحب ایم.اے.مؤلف اصحاب احمد نے قادیان سے''اصحابِ احمد''کے نام سے ایک دو ماہی رسالہ جاری کیا جو جولائی ۱۹۵۶ء تک جاری رہا۔حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ) کی دُعا کے بعد یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا جس وقت آپ ۱۰/اپریل ۱۹۵۵ء کو ربوہ سے قادیان تشریف لائے تھے۔اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کے ایمان افروز واقعات کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ،حضرت مصلح موعودؓ،حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی مبارک تحریرات کے عکس اور چربے اور تاریخ سلسلہ سے متعلق نہایت قیمتی اور نایاب تصاویر بھی محفوظ کی گئیں ہیں۔

۴۔رسالہ''مشکوٰۃ''،مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت اکتوبر ۱۹۸۱ء میں ایک رسالہ''فاتح''کے نام سے شائع ہوا لیکن نام کی رجسٹریشن کی مشکل کے باعث اس کا نام مشکوٰۃ کر دیا گیا۔اسکے پہلے ایڈیٹر مولوی منیر احمد صاحب خادم مقرر ہوئے۔دورِ درویشی میں مجلس کی طرف سے شائع ہونے والا یہ پہلا رسالہ ہے۔اس میں مجالس کی رپورٹیں،بچوں کے لئے دینی معلومات،لطائف شائع ہوتے ہیں۔پہلے تین ماہ میں ایک مرتبہ شائع ہوتا تھا پھر دو ماہی ہوا اب ماہانہ شائع ہوتا ہے۔

۵- راہِ ایمان: حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں نو مبائعین کی تعلیم و تربیت کے لئے ہندی زبان میں ایک رسالہ ''راہ ایمان'' کے نام سے ۱۹۹۹ء میں جاری ہوا اگرچہ یہ رسالہ مرکزی گرانٹ سے شائع ہوتا ہے لیکن اس کی نگرانی مجلس خدام الاحمدیہ بھارت کرتی ہے۔ یہ رسالہ بھی ماہانہ ہے جو کہ بہت اچھا کام کر رہا ہے۔ اس کے پہلے ایڈیٹر محترم مولوی مجاہد احمد صاحب شاستری ہیں۔

۶- انصار اللہ: مجلس انصار اللہ بھارت نے بھی اپنی مجلس میں تعلیم و تربیت کے لئے ایک رسالہ ''انصار اللہ'' کے نام سے جاری ہوا یہ رسالہ دو ماہی ہے آئندہ سے اس رسالہ کو بھی جلد ہی ماہانہ کیا جائے گا۔ اس کے پہلے ایڈیٹر محترم مولوی عبد الوکیل صاحب نیاز ہیں۔

۷- اشاعت کتب: صدر انجمن احمدیہ قادیان کا شعبہ نشر و اشاعت پہلے دعوت و تبلیغ کے تحت تقسیم ملک کے بعد سے ہی خدا کے فضل سے اسلام اور احمدیت کی حقانیت و صداقت ثابت کرنے کے لئے ہزاروں کی تعداد میں کتب شائع کرتا رہا ہے اور کر رہا ہے۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ کی طرف سے بھی ہر سال بہت سی کتب شائع ہوتی ہیں پھر مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس انصار اللہ بھی کچھ نہ کچھ ہر سال شائع کرتے ہیں۔ نیز ہر سال لائحہ عمل شائع ہوتے۔ بچوں کی تربیت کے لئے کتب اور سالانہ رپورٹ وغیرہ کی اشاعت بھی ہوتی ہے۔

لجنہ اماء اللہ قادیان

جیسے ہی درویشوں کے کچھ اہل وعیال قادیان پہنچ گئے اس کے ساتھ ہی یہاں عورتوں کی تنظیم لجنہ اماء اللہ قائم ہوگئی۔عورتوں کو اس بات کا شکوہ رہتا ہے کہ جب بھی قادیان کے درویشوں کا ذکر ہو تو عورتوں کو یوں بھلا دیا جاتا ہے جیسا کہ وہ یہاں تھیں ہی نہیں اور نہ ہی اُنہوں نے قربانیوں میں حصہ لیا۔حالانکہ ایسی بات نہیں حقیقت یہ ہے کہ جب بھی درویشوں کی کسی قربانی کا ذکر کیا جائے تو اُن درویشوں کی بیویاں اُس قربانی میں برابر کی شریک ہیں۔ بلکہ بعض مواقع ایسے بھی آئے اور ایسے بھی واقعات دیکھنے میں آئے کہ اگر کسی درویش کو زیادہ مشکل پریشانی سے دوچار ہونا پڑا اور سخت مشکل پیش آئی تو فوراً اس کی بیوی نے اس کو ہمت اور سہارا دیا اور اُن کو اُن کا مقام یاد دلاتے ہوئے اُن کا کماحقہ ساتھ دیا۔قادیان کی عورتیں بھی درویشوں کی قربانیوں میں برابر کی شریک رہی ہیں۔اگر کسی درویش نے کوئی تکلیف اُٹھائی تو اس کی بیوی بھی برابر کی اس کے ساتھ تکلیف میں شامل تھی اور ان عورتوں نے کبھی بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

بعض معاملات میں تو میں کہونگا کہ درویشوں کی بیویاں درویشوں سے بھی کہیں آگے نکل گئی ہیں خاص طور پر مالی قربانی کے میدان میں عورتوں کا معیار مردوں سے کہیں زیادہ بلند ہے اور پھر بچوں کی صحیح تربیت اور اچھے اخلاق سکھانے کا تمام تر سہرا عورتوں ہی کو جاتا ہے۔خدا تعالیٰ ضائع نہیں کریگا بلکہ ان قربانیوں کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

جب قادیان میں چند عورتیں جمع ہوگئیں تو محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر بشیر احمد صاحب نے سب سے پہلے بطور صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ قادیان کی لجنہ کا کام سنبھالا۔ اور ہندوستان میں بعض دوسری جگہوں پر لجنہ قائم کرنے کے لئے لکھا۔سنہ ۱۹۵۳ء وسنہ ۱۹۵۴ء میں ان کی کوششوں سے قادیان کے علاوہ دیگر آٹھ مقامات پر لجنہ کا کام شروع ہوا۔

اوائل سنہ ۱۹۵۵ء میں محترمہ مبارکہ بیگم صاحبہ مستقل رہائش کے لئے ربوہ تشریف لے گئیں۔جس پر مئی سنہ ۱۹۵۵ء میں صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ اہلیہ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ منتخب ہوئیں۔جس کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عنایت فرمائی۔

شروع میں لجنہ کا کام گھر پر ہی ہوتا تھا اس کے لئے کوئی علیحدہ دفتر موجود نہ تھا۔لیکن جیسے ہی کام میں وسعت پیدا ہوئی تو اس کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔اس کے پیش نظر سنہ ۱۹۵۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نصرت گرلز اسکول کا ایک کمرہ دیئے جانے کی درخواست کی جسے حضورؓ نے ازراہ

شفقت منظور فرمایا۔شروع میں ہفتہ میں تین دن ایک ایک گھنٹہ کے لئے دفتر کھلنا شروع ہوا۔

۱۹۷۷ء اور سنہ ۱۹۸۲ء و ۱۹۸۷ء کے انتخاب میں بھی محترمہ سیّدہ امۃ القدوس بیگم صاحبہ ہی صدر لجنہ منتخب ہوتی رہیں اور خلیفۃ المسیح اس کی منظوری عنایت فرماتے رہے۔ خلافت ثانیہ کے زمانہ میں نصرت گرلز اسکول کا جو ایک کمرہ دفتر لجنہ اماء اللہ بھارت کے لئے حاصل کیا تھا وہ خلافت رابعہ کے زمانہ میں کام کی زیادتی کی بناء پر چھوٹا پڑنے لگا اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس دفتر کے ساتھ والا کمرہ (جس میں دفتر محاسب کا ریکارڈ رکھا ہوا تھا) دیئے جانے کی درخواست کی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کمرہ کو باقاعدہ ٹھیک کروا کر لجنہ اماء اللہ بھارت کو عنایت فرمایا۔ جس میں لجنہ اماء اللہ بھارت اور لوکل لجنہ قادیان کی تمام عہدیداران کام کرتی رہیں۔ اب اللہ کے فضل سے بیت النصرت لائبریری اور دفتر لجنہ اماء اللہ کی بلڈنگ الگ سے قائم ہے۔

سنہ ۵۱-۱۹۵۲ء میں جب لجنہ کا کام شروع ہوا اس وقت لجنہ اماء اللہ بھارت کا کل بجٹ مبلغ ۱۹۰ روپئے کا تھا سنہ ۹۱-۱۹۹۲ء میں بڑھ کر خدا تعالیٰ کے فضل سے -/60,000 (ساٹھ ہزار) روپئے ہو گیا۔ اس وقت ۰۷-۲۰۰۶ء کا بجٹ خدا تعالیٰ کے فضل سے مبلغ -/5,93,126 روپے کا ہے۔ سنہ ۵۳-۱۹۵۴ء میں جب لجنہ کا کام شروع ہوا تھا اس وقت صرف آٹھ مجالس تھیں۔ جن کی تعداد اس وقت 483 ہو چکی ہے۔

قادیان میں سنہ ۱۹۶۶ء میں لوکل ناصرات کے اجتماع ہونے شروع ہوئے۔ اور سنہ ۱۹۸۶ء میں حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت سے لجنہ اماء اللہ بھارت نے ماہ اکتوبر میں اپنا پہلا اجتماع منعقد کیا جس میں قادیان سے باہر کی مجالس کی ۸۵ ممبرات نے شرکت کی جبکہ ۶ رناصرات بھی شامل ہوئیں۔

اس کے بعد سے ہر سال خدا تعالیٰ کے فضل سے لجنہ کے اجتماعات ہوتے رہے۔ اور ہر سال ہی خدا کے فضل سے مجالس میں اضافہ ہوتا ہے۔ لجنہ اماء اللہ بھارت کے علاوہ قادیان کی لوکل لجنات کی تنظیم بھی بفضلہٖ تعالیٰ بڑی سرگرم عمل رہی ہے گذشتہ چند سالوں سے لجنہ اماء اللہ قادیان کے زیر اہتمام کئی تبلیغی وفود بھی قادیان کے گردونواح میں روانہ ہوئے پھر دیگر رفاہی کاموں میں بھی لجنہ بھرپور حصہ لیتی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کی قربانیوں کو بھی قبول فرمائے۔ آمین۔ محترمہ امۃ القدوس صاحبہ کے بعد مکرمہ بشریٰ طیبہ صاحبہ منتخب ہوئیں۔ اس وقت محترمہ بشریٰ پاشا صاحبہ صدر لجنہ کے فرائض سرانجام دے رہی ہیں۔

مجلس خدام الاحمدیہ

مجلس خدام الاحمدیہ تنظیمی لحاظ سے قائم تھی آغازِ درویشی میں مکرم صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب بطور نمائندہ مجلس خدام الاحمدیہ صدر انجمن احمدیہ کے ممبر رہے۔آپ کی حیثیت نائب صدر کی تھی آپ کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ۱۹۶۰ء تک بطور نائب صدر کے کام کرتے رہے بعد میں ۱۹۶۱ء میں آپ کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ نامزد کیا گیا۔ ۱۹۸۱ء میں مجلس کا باقاعدہ انتخاب عمل میں آیا جس میں محترم مولوی محمد انعام صاحب غوری صدر منتخب ہوئے بعد ازاں محترم مولوی خورشید احمد صاحب انور، محترم مولوی منیر احمد صاحب خادم، محترم ڈاکٹر محمد عارف صاحب ننگلی، محترم مبشر احمد صاحب بٹ، محترم مولوی محمد نسیم خان صاحب محترم شعیب احمد صاحب یکے بعد دیگر صدر منتخب ہوئے اس وقت محترم محمد اسمٰعیل صاحب طاہر بحیثیت صدر مجلس کام کر رہے ہیں۔

قادیان کی مقامی مجلس بھی قائم ہے۔خدا تعالیٰ کے فضل سے مجلس کا اپنا دفتر موجود ہے۔ہر سال سالانہ اجتماعات ہوتے ہیں۔رفاہی کاموں میں مجلس بفضلہٖ تعالیٰ سب تنظیموں سے آگے ہے۔

مجلس انصار اللہ

دورِ درویشی میں مکرم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب سب سے پہلے صدر مجلس انصار اللہ نامزد ہوئے تھے جب مجلس کا ۱۹۷۹ء میں انتخاب عمل میں آیا تو مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم صدر مجلس انصار اللہ منتخب ہوئے ان کی زیر صدارت ہی پہلی مرتبہ قادیان میں مجلس انصار اللہ کا سالانہ اجتماع ہوا۔آپ کے زیر صدارت ہندوستان کی مجالس تیزی سے کام کرنے لگیں۔آپ کے بعد مکرم مولوی محمد انعام صاحب غوری بعدہٗ مولوی حکیم محمد دین صاحب ومکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب شاہد یکے بعد دیگرے اس عہدے پر فائز ہوئے اس وقت مجلس انصار اللہ بھارت مکرم مولوی منیر احمد صاحب خادم کے زیر صدارت کام کر رہی ہے۔مرکزی صدر کے علاوہ قادیان کی لوکل مجلس انصار اللہ بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑی مستعدی کے ساتھ کام کرتی ہے۔مجلس کی جانب سے جماعتوں کی تربیت کے عمدہ عمدہ پروگرام بنائے جاتے اور جاری کئے جاتے ہیں۔

لوکل انجمن احمدیہ قادیان

شروع درویشی سے ہی لوکل انجمن قائم ہے۔حضرت مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ اپنی وفات تک امیر کے عہدہ پر سرفراز رہے۔آپ کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ

امیر کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

قادیان کے لوکل انجمن کو چلانے کے لئے امیر کے بعد جنرل سیکریٹری اور دیگر سیکریٹریان ہوا کرتے تھے۔محترم چوہدری بدرالدین صاحب عامل مرحوم لمبا عرصہ تک اس عہدہ پر فائز رہے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے دورِ خلافت میں جنرل سکریٹری کی جگہ صدر عمومی کا عہدہ قائم ہوا اور اب تک قائم ہے۔محترم رشیدالدین صاحب پاشا اس وقت صدر عمومی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔قادیان کے محلّہ احمدیہ کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔جہاں کے الگ الگ صدر مقرر ہیں۔مثلاً حلقہ مسجد مبارک، حلقہ نور، حلقہ ناصر آباد، حلقہ دارالانوار، حلقہ ننگل، حلقہ کوٹھی دارالسلام۔لوکل انجمن کا اپنا الگ دفتر موجود ہے۔

دفترِ حفاظتِ مرکز و نظارت خدمتِ درویشان

تقسیم ملک کے وقت ہی مرکز کی حفاظت کا اہم سوال پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے لئے سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی طرف سے باقاعدہ دفتر حفاظتِ مرکز قائم کیا گیا۔ جس کی نگرانی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد تھی۔ بعد میں محترم مرزا عزیز احمد صاحب نگران حفاظتِ مرکز مقرر ہوئے۔

۱۹۶۴ء تک یہ دفتر حفاظتِ مرکز کے نام سے کام کرتا رہا ان کا کام قادیان کی حفاظت کے لئے ہدایات بھجوانا اور یہاں رہنے والے درویشان کی مشکلات کا حل کرنا تھا۔ بلفظِ دیگر قادیان کے معاملات کی کلی نگرانی اس دفتر کے سپرد ہوا کرتی تھی اور یہ دفتر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایات اور ارشادات پر عمل کیا کرتا تھا۔ بعد میں جب قادیان کے حالات بدل گئے اور حفاظتِ مرکز سے زیادہ ضروری درویشانِ قادیان کی نگرانی اور اُن کے معاملات کی نگہداشت کا مسئلہ آیا تو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں اس کا نام حفاظت مرکز سے بدل کر ۱۹۶۴ء میں نظارت خدمتِ درویشان ہو گیا۔ اس طرح سب سے پہلے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب بحثیت ناظر خدمت درویشان مقرر ہوئے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو حضرت میر داؤد احمد صاحب ناظر خدمتِ درویشان مقرر ہوئے آپ نے ایک لمبے عرصہ تک اس دفتر میں کام کیا اور درویشانِ قادیان کی بڑی خدمت سرانجام دی خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

آپ کی وفات کے بعد مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر خدمت درویشان مقرر ہوئے۔ آپ نے بھی بڑی خوش اسلوبی سے اپنے فریضہ کو ادا کرتے ہوئے درویشانِ قادیان کی ہر ممکن مدد کی نظارت خدمت درویشان ہی وہ صیغہ تھا جس کے توسط سے درویشان کی مشکلات خلیفہ وقت کے پاس پیش کی جاتی تھیں جب کوئی درویش قادیان سے ربوہ جاتا تو وہ سب سے پہلے اسی دفتر میں حاضری دیتا خود ناظر صاحبان بھی اور دفتر کا عملہ بھی درویشوں کی ہر ممکن خدمت کرتے۔

دفتر نظارت خدمتِ درویشان میں مکرم مختار احمد صاحب ہاشمی کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ ایک لمبا عرصہ تک اس دفتر میں کام کرنے کی وجہ سے ہر درویش کی طبیعت اور اُس کے حالات سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے۔ آپ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ جب بھی قادیان میں کوئی خوشی کی بات ہوتی تو فوراً خوشنودی کے خط محترم ناظر صاحب کے دستخط سے بھجواتے اور غمی پر تعزیت کے۔ آپ کی نظر میں پاکستان اور ہندوستان کے آٹے نمک کے بھاؤ کا خاکہ ہر وقت موجود رہتا اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے بوقت ضرورت



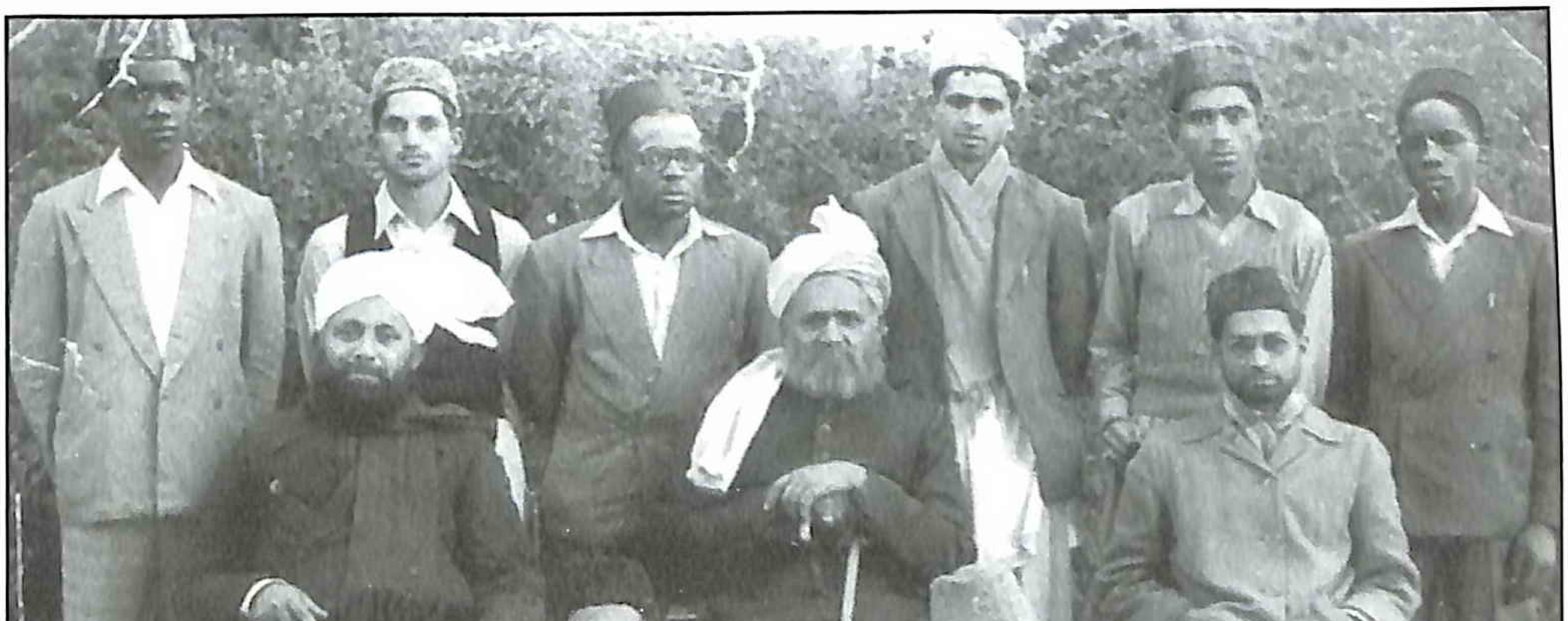
مولانا شریف احمد صاحب امینی کی صدارت میں مولوی برہان احمد ظفر جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے۔



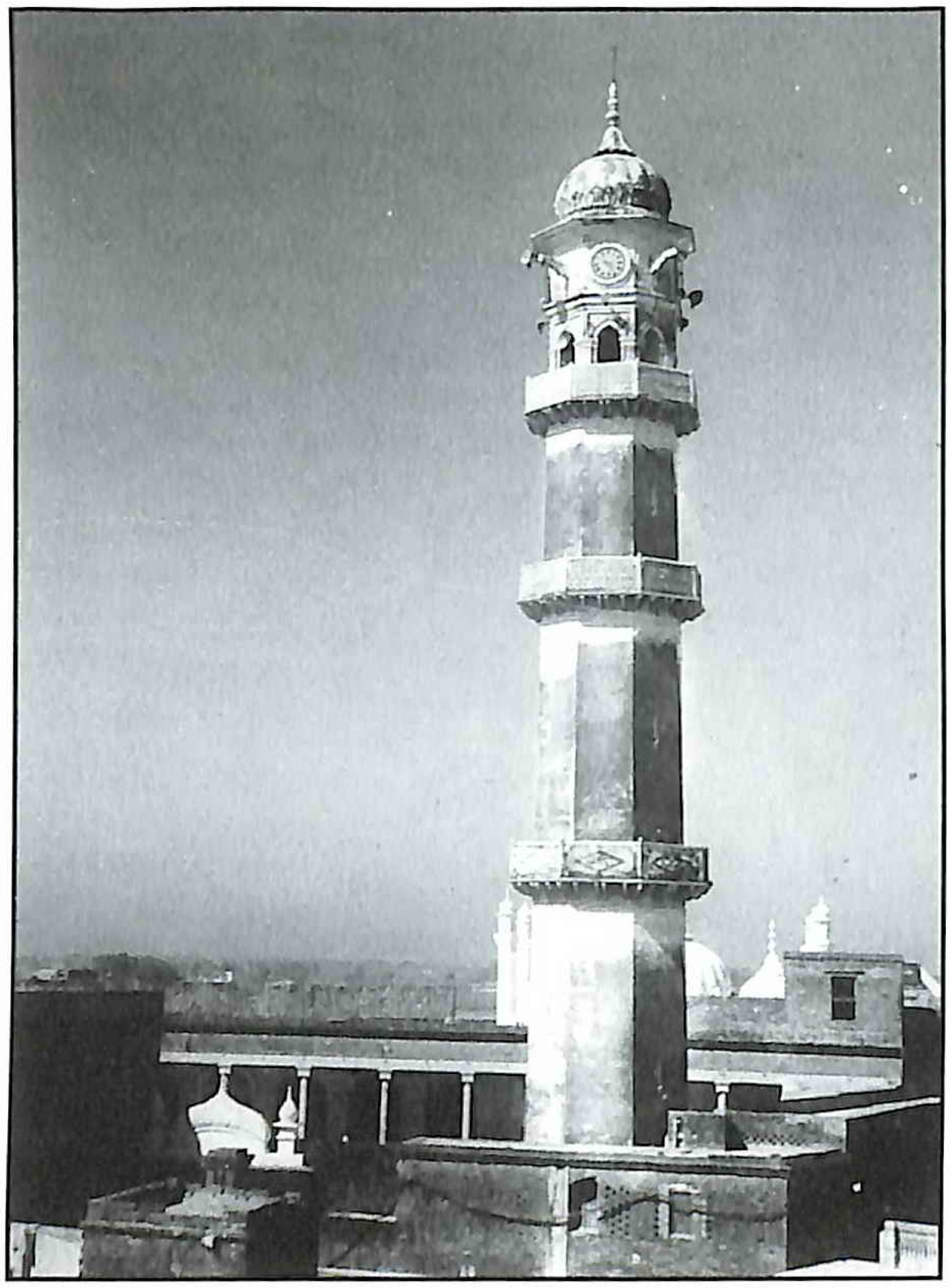
حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ جناب جنرل ٹی. این. رینا
کی خدمت میں قرآن کریم و لٹریچر کا تحفہ پیش کرتے ہوئے



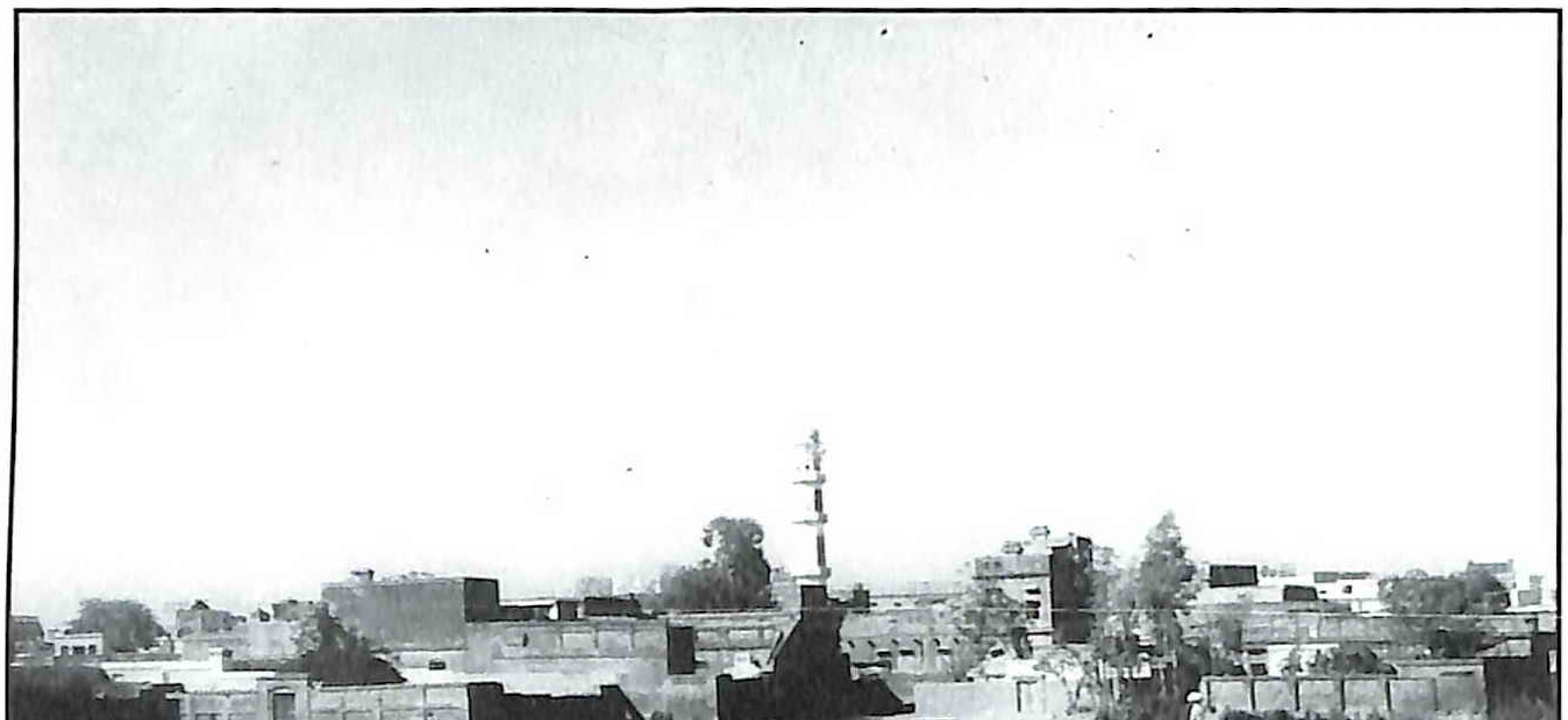
حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ؓ امیر جماعت قادیان وحضرت صاحبزادہ
مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ، جلسہ سالانہ قادیان پر آئے مہمانان کرام کے ساتھ



جامعہ احمدیہ کا ایک گروپ حضرت امیر صاحب مقامی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ ؓ کے ہمراہ



سنگ مرمر لگنے سے پہلے منارۃ المسیح کا ایک منظر



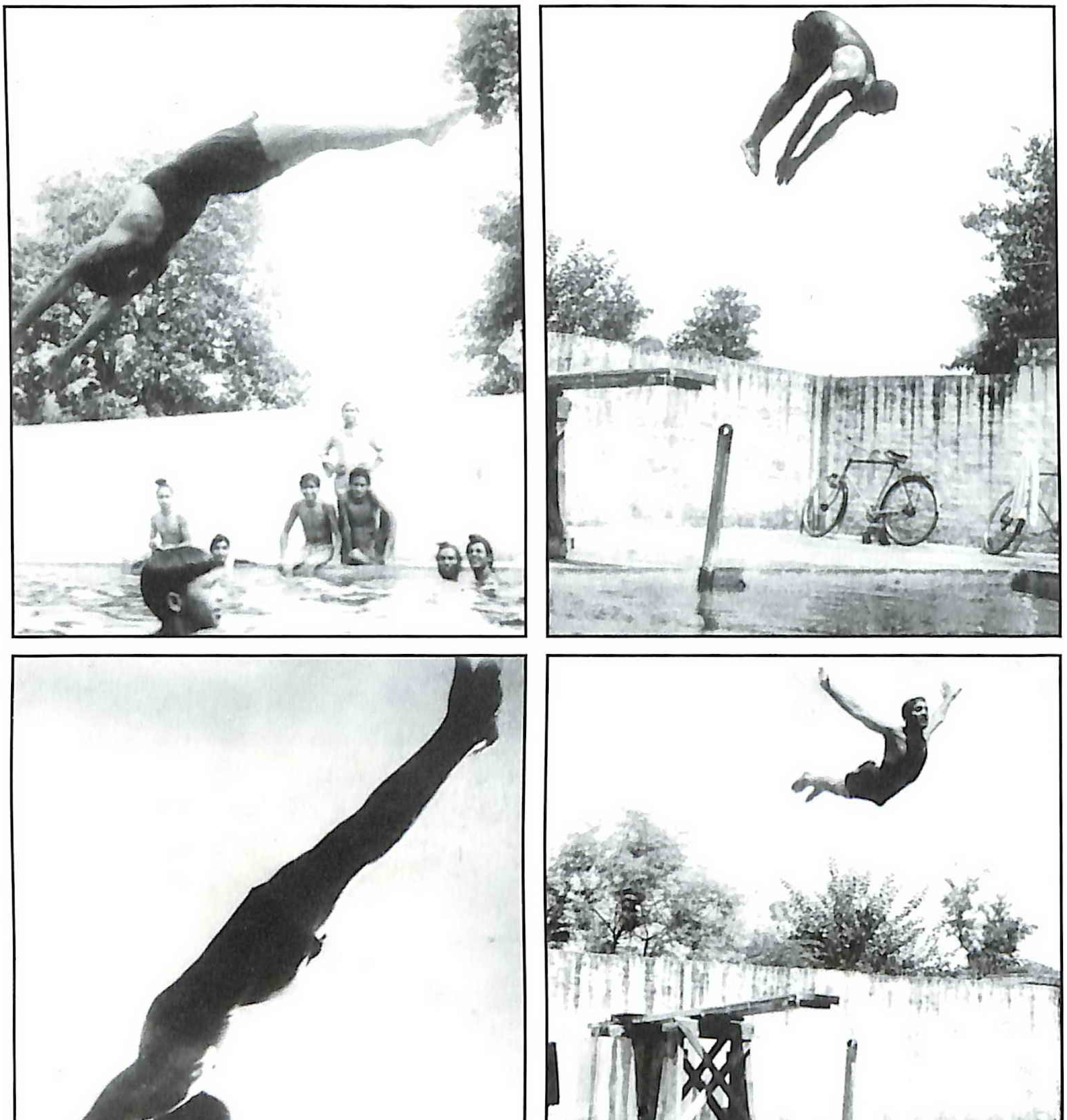
درویشی دور کے قادیان کا ایک منظر



حضرت سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے



عہدیداران صدر انجمن احمدیہ قادیان



مکرم مرزا محمد اقبال صاحب درویش قادیان والی بال۔ فٹبال۔ کبڈی اور تیراکی کے بہترین کھلاڑی۔

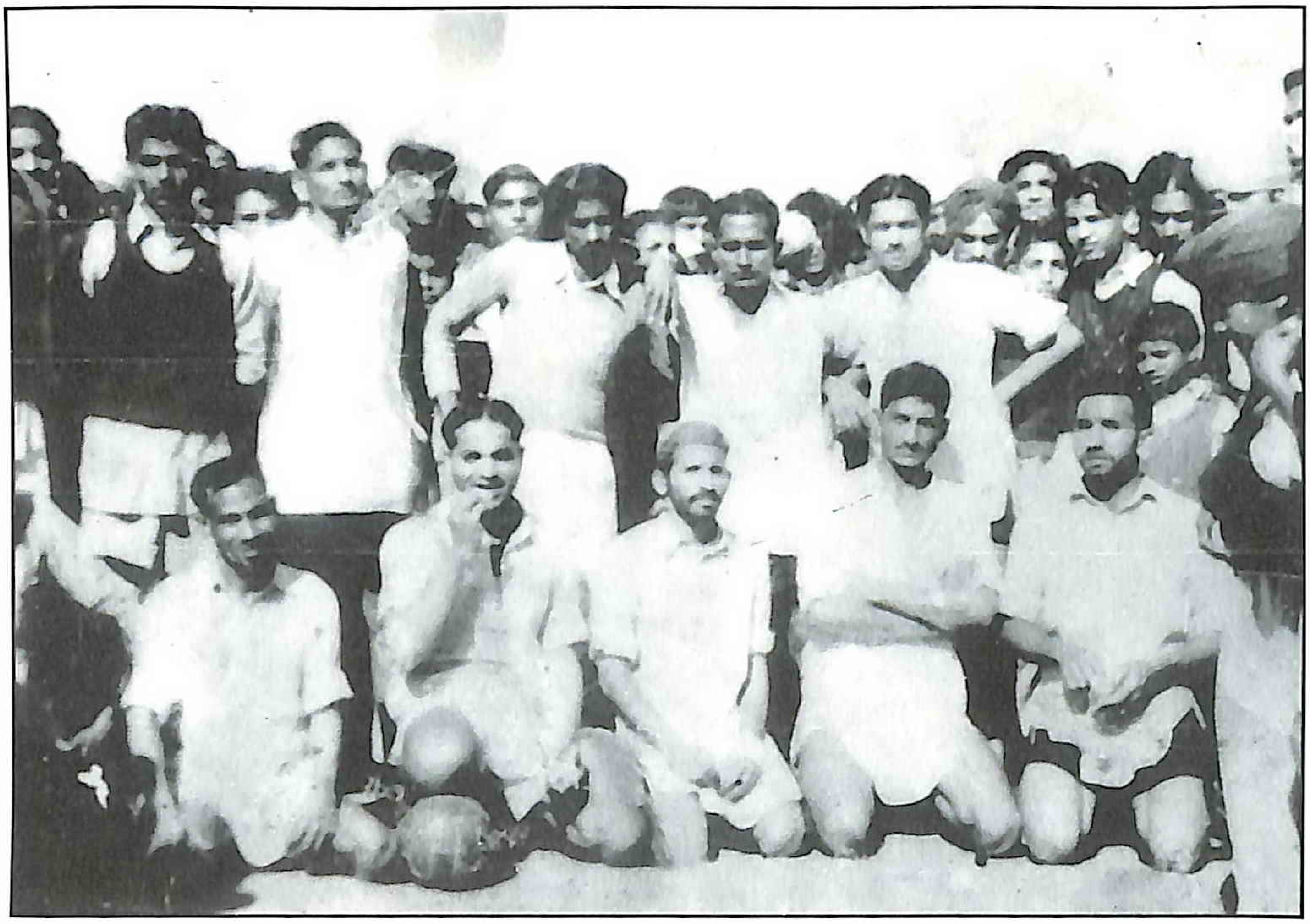
دورِ درویشی میں ان کی تیراکی کے کرتب کی تصاویر



جلسہ سالانہ ربوہ میں قادیان سے جانے والے وفد کا گروپ فوٹو



جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۶ء کے موقعہ پر مبلغین کرام کی لی گئی گروپ فوٹو



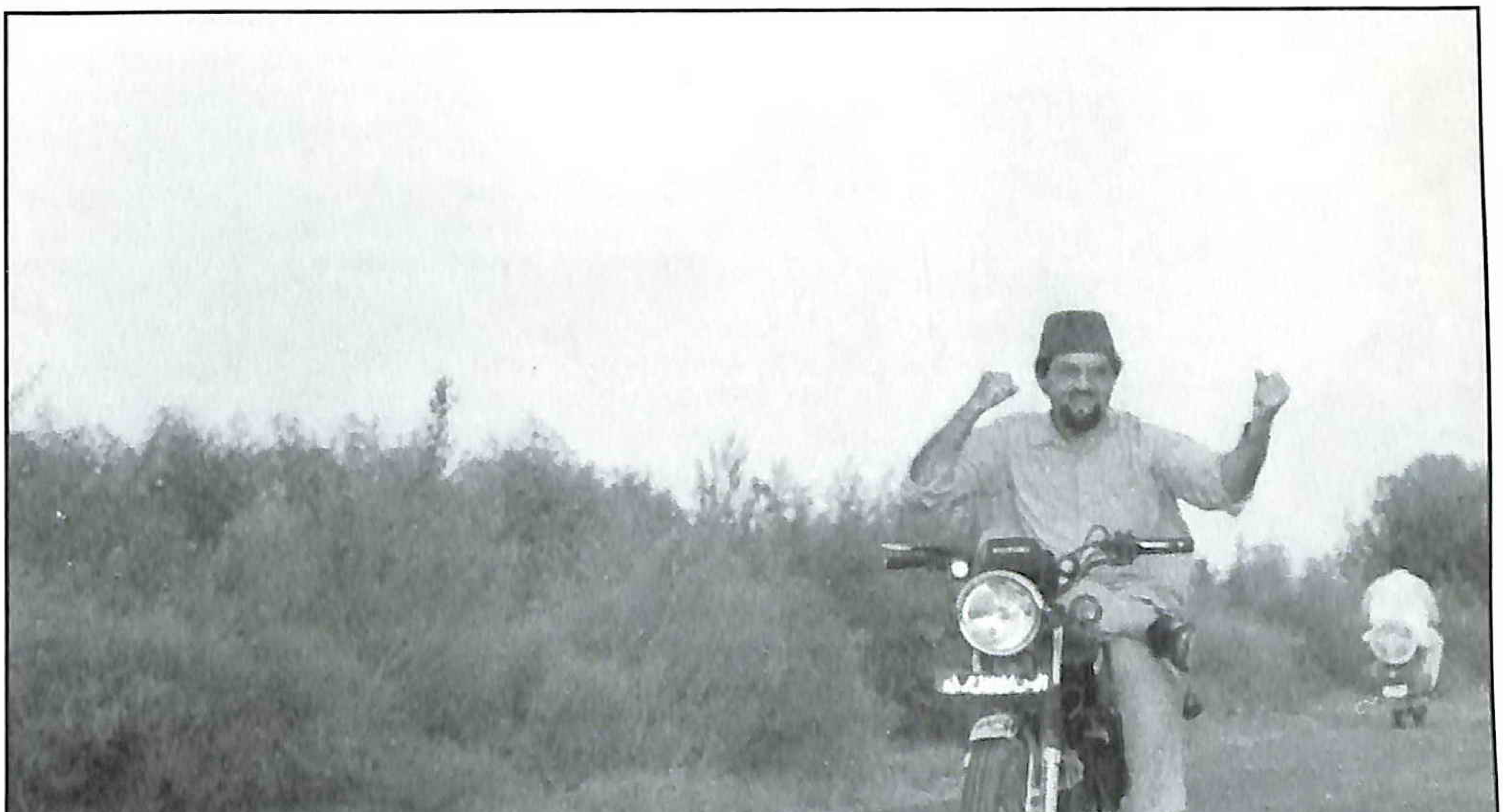
دورِ درویشی میں قادیان کی مشہور والی بال ٹیم



مکرم گیانی بشیر احمد صاحب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی اسکول و مکرم منظور شاہ صاحب عامل طلباء کے ہمراہ



حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ مکرم فوجا سنگھ صاحب کے ہمراہ



مکرم مرزا محمد اقبال صاحب درویش تیز رفتار موٹر سائیکل پر کرتب دکھاتے ہوئے

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں معاملہ پیش کر کے درویشوں کی مدد کی فکر میں رہتے۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب کے بعد محترم چوہدری اللہ بخش صاحب صادق نے بحیثیت ناظر صاحب خدمتِ درویشان کام کیا جبکہ آپ ناظم وقف جدید ربوہ بھی تھے۔ آپ ہر سال قادیان آتے اور درویشی زندگی کا خود جائزہ لیتے اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں درویشان قادیان کا خیال رکھتے۔ آپ کے بعد محترم صاحبزادہ قمر سلیمان صاحب اس عہدہ پر فائز ہوئے۔ اس وقت محترم مولانا سلطان محمود صاحب انور بطور ناظر خدمتِ درویشان خدمت بجالا رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ دفتر نظارت خدمت درویشان کے سب عملہ کو اس خدمت کا جو وہ ان درویشوں کے لئے بجالاتے ہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم

درویشی دور کے ذکر میں محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم آف کلکتہ کا ذکر نہ کرنا یہ حق اور انصاف کا گلا گھونٹنے کے مترادف ہے۔ درویشوں کی خدمت کرنے میں خلفاء کرام کے بعد اگر کسی فرد کا نام اوّل نمبر پر رکھا جائے تو وہ محترم سیٹھ صاحب مرحوم ہی ہونگے۔ محترم سیٹھ صاحب کا اصل وطن چنیوٹ ضلع جھنگ تھا لیکن آپ کلکتہ میں جا کر بس گئے تھے اس لئے عام طور پر آپ کا تعارف چنیوٹی کے نام سے کم اور آف کلکتہ کے نام سے زیادہ ہے۔ آپ اُن بندوں میں سے تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ خدا کی خاطر قربان کر رکھا تھا۔ آپ کسی قربانی میں بھی کسی سے پیچھے نہ تھے۔ جب بھی کوئی تحریک ہوتی آپ سب سے بڑھ کر قربانی کرنے والوں اور صفِ اوّل کے مجاہدین میں شامل ہوئے۔ آپ ہر وقت اس سوچ میں رہتے کہ کس طریق سے خدمت سلسلہ بجا لائی جائے۔ آپ کی عادت تھی کہ جماعتی خدمت کے لئے آپ بھی پلان بناتے پھر گھر والوں سے مشورہ بھی لیتے اُن کو مشورہ میں شامل کرنے میں حکمت یہ ہوتی کہ وہ بھی اس خدمت میں شامل ہوں اور آئندہ اُن کی طرف سے جماعت کی خدمت ان کے لئے ایک صدقہ جاریہ بن جائے۔ آپ کی زندگی کے چند واقعات یہاں پیش کرنا ضروری خیال کرتا ہوں تاکہ پڑھنے والے ان قربانیوں کو یاد رکھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں اور ساتھ ہی ان کے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اُن کی قربانیوں کو قبول فرمائے اور آئندہ اُن کی نسل میں بھی اور دیگر پڑھنے سننے والوں میں بھی یہ نیکیاں بدرجہ کمال داخل ہوں۔

محترم سیٹھ صاحب کی قربانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ''رسالہ الفرقان'' درویشانِ قادیان نمبر نے لکھا:

''خدا تعالیٰ کے فضل سے درویشوں کی ضروریات کا خیال رکھنے کا جذبہ بہت سے مخلصین جماعت میں ہے لیکن مواخات کا حق ادا کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ اور ان کی اہلیہ محترمہ زینب خاتون صاحبہ کو عطا فرمائی ہے جو درویشوں کی جملہ ضروریات کا خیال رکھتے ہیں اور درویشوں کے سکون و اطمینان کے لئے نت نئے رنگ میں اپنے اموال درویشوں پر بے دریغ خرچ فرماتے رہتے ہیں۔ جن کی تفصیلات تاریخ زمانۂ درویشی میں سنہری الفاظ میں لکھی جائیں گی۔ اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان کی خدمات کو عزّت سے یاد کریں گی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔''

(رسالہ الفرقان درویشان قادیان نمبر ۱۹۶۳ء صفحہ:۱۵۱)

ہر شخص کا ایک مطمح نظر ہوتا ہے محترم سیٹھ صاحب کی زندگی کا اصل نشانہ اوّل نمبر پر خدمت سلسلہ اور دوسرے نمبر پر درویشانِ قادیان کی ہر ممکن خدمت تھا۔ درویشانِ قادیان سے آپ کو بے پناہ محبت تھی اور آپ

ہرممکن طریق سے اُن کی خدمت کرنا اپنا فرضِ اوّلین سمجھتے تھے آپ نے درویشوں پر بے دریغ پیسہ خرچ کیا آپ جب بھی درویشوں کی خدمت کرتے تو اس سے ایک روحانی حظ پاتے۔ محترم منیر احمد صاحب بانی ابن مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی مرحوم نے لکھا ہے کہ:

(۱) ''تقسیم ملک کے بعد قادیان کے موجودہ محلّہ احمدیہ کے تمام مکانات کو حکومت نے متروکہ جائیداد قرار دے دیا تھا۔ اور اس کے بدلے میں صدر انجمن احمدیہ قادیان سے ایک خطیر رقم کا مطالبہ کیا۔ جو سات آٹھ لاکھ کے قریب تھی۔ اس زمانہ میں حالات ایسے تھے کہ اس قدر رقم کی ادائیگی انجمن کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ تمام مکانات مقاماتِ مقدسہ کے ماحول میں تھے۔ اور ان کا جماعت کے پاس رہنا ضروری تھا۔ حکومت کی مطلوبہ رقم کی عدم ادائیگی کی صورت میں خطرہ تھا کہ حکومت ان کو نیلام کر دے گی۔ اور انجمن کے لئے شدید ترین مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ والد صاحب کو جب یہ اطلاع پہنچی تو آپ بہت مغموم ہوئے لیکن یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ جماعت پر نا قابل برداشت پریشانیوں کا وقت نہیں آنے دیں گے۔ اور اپنی ساری جائیداد و املاک فروخت کر کے بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نیتوں کا جاننے والا ہے ایک طرف صدر انجمن احمدیہ پیش آمدہ حالات سے شدید پریشانی کے ساتھ نپٹ رہی تھی دوسری طرف والد صاحب مرحوم وہ عہد کر رہے تھے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن آسمان پر اللہ تعالیٰ کی ایک تقدیر بھی کارفرما تھی۔ چنانچہ چند ہی روز بعد حکومت نے سابقہ مطالبہ کو کم کر کے قریباً ڈھائی لاکھ روپے لے لینے پر رضامند ہو گئی۔ اور وہ بھی تین اقساط میں۔ اس فیصلہ میں آنجہانی پنڈت نہرو کی فراخدلی کا بہت زیادہ دخل تھا۔ اس فیصلہ کی اطلاع پا کر والد صاحب کو بے انداز مسرت ہوئی۔ اور حصول ثواب کی خاطر آپ نے نظارت بیت المال کو خط لکھ کر اس جائیداد کی قیمتوں کی فہرست منگوائی اور بہشتی مقبرہ اور اس سے ملحقہ جائیداد کی کل قیمت آپ نے ادا کر دی۔

اسی طرح آپ نے لکھا:

(۲) ۱۹۵۸ء میں والد صاحب مرحوم بمعہ والدہ صاحبہ اور ہماری ہمشیرہ عزیزہ شکیلہ اختر جلسہ سالانہ سے چند روز قبل ہی قادیان تشریف لے گئے۔ اور جب ذاتی طور پر جائزہ لیا۔ اور درویشانِ کرام کے گھروں رہن سہن اور ان کے شب و روز کو دیکھا تو انہیں اندازہ ہوا کہ درویشوں کے مسکراتے ہوئے چہروں کے عقب میں کس قدر زیادہ پریشانیاں جھانک رہی ہیں چنانچہ آپ اپنے ان تأثرات کو بیان کرتے ہوئے اکثر فرمایا کرتے تھے کہ گو علامہ اقبال کا یہ شعر ایک خاص عظیم الشان واقعہ کی نشاندہی کرتا ہے۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

لیکن قادیان کے درویشوں نے غیر معمولی حالات میں جو قربانی طویل عرصہ تک دی ہے اس پر بھی عقل محوِ حیرت رہ جاتی ہے۔" (اخبار بدر ۲۶؍فروری ۱۹۷۶ء صفحہ: ۶، ۷)

محترم سیٹھ صاحب ہر سال درویشوں کے لئے چار ماہ کی گندم دیا کرتے اور آج بھی اُن کے بچے اس نیت سے رقم دیتے ہیں جو محاصل خالص کا حصہ بنتی ہے۔ مساجد، اسکول اور مہمان خانہ میں دیکھو تو پنکھوں کی قطاریں یہ بھی محترم سیٹھ صاحب کی دین ہیں۔ درویشوں کے بچوں کو اوڑھنے بچھونے کے لئے کپڑے ہر سال سیٹھ صاحب کی طرف سے ہی آیا کرتے سردی کے دنوں میں درویشوں کے بچوں کو سوٹ پہننے کو ملتے تو وہ بھی سیٹھ صاحب ہی کی نوازش ہوتی۔ ہم چھوٹے چھوٹے تھے اسکول میں بچوں کو جوتے پہنائے جارہے تھے پہلے ناپ لئے پھر اس ناپ کا چمڑے کا بہترین جوتا پاؤں میں آ گیا۔ پوچھو تو سیٹھ صاحب نے دیئے ہیں۔ بچوں کے سروں پر مخملی ٹوپیاں وہ بھی سیٹھ صاحب نے ہی عنایت کی تھیں۔

بہشتی مقبرہ قادیان کی چار دیواری کے لئے ایک خطیر رقم آپ ہی نے فراہم کی۔ عورتوں کے لئے پارک کے تمام تر اخراجات آپ ہی نے برداشت کئے اسی طرح بہشتی مقبرہ میں روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا وہ بھی آپ ہی نے کیا۔ درویشانِ قادیان کے گھروں میں نلکے نہ تھے ہر گھر میں نلکہ آپ ہی نے لگوایا۔ جماعت کو گاڑی کی ضرورت پیش آئی تو آپ ہی نے حاضر کردی۔ پھر ہر سال اُسکے پُرزے بھی آپ ہی دیا کرتے ایک گاڑی ایکسیڈنٹ کے ذریعہ خراب ہوتی تو دوسری لا کھڑی کی الغرض آپ کی مالی قربانیوں کے کتنے واقعات ہیں جو گنے جانے مشکل ہیں۔ آپ درویشوں پر قربان تھے درویشی دور کی تاریخ آپ کی قربانیوں کو نظر انداز نہیں کرسکتی اگر آپ درویشوں پر قربان جاتے تھے تو ہر درویش کے ہر گوشہ دل میں آپ کی محبت جاگزیں تھی اور آج بھی ہے خدا تعالیٰ آپ کی ان قربانیوں کو ثمر آور کرے اور آپ کی اولاد در اولاد کو اجر عظیم سے نوازے آمین۔

دودھ دیتا بکرا

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بعض خارق عادت امور کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ اس بات کا ذکر فرمایا تھا کہ:

''مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا کہ جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا۔ جب اس کا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو مکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ ایک عجیب امر قانونِ قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا۔ چنانچہ وہ بکرا جب اُنکے روبرو دوہا گیا تو شاید قریب ڈیڑھ سیر دودھ کے اُس نے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم صاحب ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا۔ تب ایک شاعر نے اس پر ایک شعر بھی سُنایا اور وہ یہ ہے:

مظفر گڑھ جہاں پر ہے مکالف صاحب عالی
یہاں تک فضل باری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے''

(سرمہ چشم آریہ صفحہ:۱۵ روحانی خزائن جلد۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیش کردہ اس شہادت پر آریہ لوگ اکثر اعتراض کیا کرتے تھے کہ ایسا ممکن نہیں ہو سکتا اور یہ بات غلط ہے تو خدا تعالیٰ نے دورِ درویشی میں اس کی دوسری شہادت پیش کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بات پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ ہوا یہ کہ قادیان کے درویشوں میں سے مکرم مرزا محمود بیگ صاحب اور مستری محمد دین صاحب نے عید پر قربانی کے لئے جانور خرید کئے اُن میں ایک ایسا بکرا بھی تھا جس کے نر ہونے کے پورے اعضاء موجود تھے اور ساتھ ہی دو تھن بھی تھے جن میں سے دودھ بھی نکلتا تھا۔ اس بات کا مشاہدہ سب درویشوں نے کیا اور غیر مسلم بھی اس بات کے گواہ ٹھہرے کہ واقعی وہ بکرا دودھ دیتا تھا۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ شہادت کی خدا نے تصدیق کردی یہ بکرا ۱۳؍ستمبر ۱۹۵۱ء کو عید کے موقعہ پر ذبح کیا گیا اور سب درویشوں نے اس کا پلاؤ بھی کھایا۔ اس بکرے کو ذبح کرنے سے پہلے اُس کا ایک فوٹو بھی لیا گیا جس میں بعض غیر مسلم افراد بھی بطور گواہ کے موجود تھے جو رسالہ درویش میں شائع بھی ہو چکا ہے۔

ایک ابتلاء جو ٹل گیا

تاریخِ احمدیت ۵؍دسمبر ۱۹۷۱ء کے دن کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی ایک طرف ہندوستان اور پاکستان کی مشرقی اور مغربی سرحدوں پر توپوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے ہولناک جنگ کے سائے دونوں ملکوں کی فضا کو سیاہ کئے ہوئے تھے آبادیاں ویران اور شہر برباد کئے جارہے تھے ہر شخص کی طرف موت آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی خود قادیان کے درویش حفاظتی تدابیر اختیار کر رات دن گھروں کے اندر اور باہر مورچے بنائے بیٹھے تھے جنگی جہازوں کی پروازیں ہر جان کو کھینچ کر مورچے میں لے آتیں سب طرف اندھیرا بلیک آؤٹ کا زمانہ اندھیرے کے خوف ایک طرف گولیوں کی آوازیں دوسری طرف بموں کی آواز کانوں کو بہرا کرتی بار بار خطرے کے سائرن سُنائی دیتے کہ اچانک ۵؍دسمبر ۱۹۷۱ء کی صبح ایک پولیس افسر محلہ احمدیہ میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوا کہ حالات کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کو یہاں سے نکال کر باہر کیمپ میں رکھا جائے آپ کی حفاظت کے لئے کچھ پولیس والے دیئے جائیں گے۔ آپ اپنے آدمیوں کو کہہ دیں کہ وہ اپنے ساتھ بالکل مختصر سامان رکھ لیں جلد ہی اس پر عمل کیا جائے گا۔ یہ خبر شہر میں بجلی کوندنے کی طرح پھیل گئی۔ ہر درویش حیران پریشان تھا کہ یہ کیا ہوا یہ کیسا ابتلاء ہے جو اچانک آن پہنچا۔ لیکن یہ درویش تو پہلے سے ہی اپنا سب کچھ گنوا کر اس مقدس بستی میں بیٹھے تھے اُن کو اپنی جانوں اپنے مالوں اپنی عزتوں کی کچھ بھی پرواہ نہ تھی وہ تو صرف اور صرف اس مقدس بستی سے چپکے رہنا چاہتے تھے سب کچھ قربان کر دینے پر بھی اُن کا یہ کہنا تھا کہ

جاں دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس واقعہ کی اطلاع فوری طور پر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کی جماعتوں کو مختلف ذرائع سے دی گئی اور دُعا کی تحریک کی گئی۔ ۷؍دسمبر کی شام کو محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب نے سب درویشوں کو مسجد مبارک میں اکٹھا کیا اور ایک پُرسوز تقریر فرمائی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت ہر درویش کی حالت بڑی عجیب تھی قادیان سے جدا نہ ہونے کا ایک جوش اور عزم چہروں سے ظاہر ہوتا اور ساتھ ساتھ زبان دُعا کرتی آنکھیں آنسو بہاتی تھیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر میں درویشوں اور اُنکے بچوں کو نصیحت فرمائی کہ یہ ہمارا دائمی مرکز ہے ہم اس کو قطعاً نہیں چھوڑیں گے۔ آج کی ایک رات ہمارے پاس ہے اپنی دُعاؤں کے ذریعہ عرش الٰہی کو ہلا دیں۔ اگر حکومت کا ہمارے بارے میں یہی قطعی فیصلہ ہے تو یاد رکھو ایک بچہ بھی خود سے قادیان سے باہر نہ جائیگا۔ ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے لیکن مقامات مقدسہ اور قادیان سے

باہر نہیں نکلیں گے۔

آپ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ یاد رکھیں میں بھی یہاں سے خود باہر نہ جاؤ نگا اگر حکومت کے کارندے مجھے گھسیٹتے ہوئے باہر لے جائیں تو لیجائیں لیکن اپنے پیروں سے چل کر نہ جاؤ نگا آپ میں سے ہر درویش اور درویش کے بچے کی یہی پوزیشن ہونی چاہئے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ یہ بھی کہیں کہ ہم تمہارے میاں صاحب کو لے گئے ہیں اس لئے تم بھی چلو۔ وہ مجھے لے جاتے ہیں تو لے جائیں آپ نہیں جائیں گے اور ہر فرد جماعت کے منہ سے بس یہی آواز نکلنی چاہئے کہ ہم قادیان کو نہیں چھوڑیں گے۔ یہ واقعہ عشاء کے بعد کا ہے۔ میری عمر بھی زیادہ نہ تھی لیکن زندگی میں عبادت کا پہلا سرور اسی رات آیا تہجد کی نماز گھر پر ادا کی آستانہ الٰہی پر سر رکھ کر اس قدر رویا کہ ہچکی بندھ گئی اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی یہ میری زندگی کی پہلی رات اور سجدے تھے جو آنسوؤں سے تر ہوئے۔ اور عبادت کا بھی لطف آیا۔ یہ حالت صرف میری نہ تھی بلکہ قادیان کے بچے بچے کی یہ حالت تھی ہر شخص نے اس رات خدا کو جپھا مار رکھا تھا۔ آخر ایسا کیوں نہ ہوتا ہمارا تو سوائے خدا کے اور کوئی تھا ہی نہیں جس کے آگے فریاد کرتے مسجد مبارک کا گوشہ گوشہ مسجد اقصیٰ کا کونہ کونہ بہشتی مقبرہ کی قبر قبر مزار مبارک کا ہر ذرہ بیت الدعا کی در و دیواریں محلہ احمدیہ کے کوچے گلیاں گھروں کی دیواریں اس بات پر گواہ ہیں کہ درویشوں کے دلوں سے نکلی یہ آہیں اور چیخیں آستانہ الٰہی پر دستک دینے لگیں اُن کی سجدہ گاہیں تر ہوگئیں اُن کی جبینیں خدا کے آگے جھکی رہیں۔ سینکڑوں ہاتھ خدا کے حضور اٹھے رہے انہوں نے رات اور دن اسی حالت میں گزار دیئے۔ خدا نے ہماری دعاؤں اور تضرعات کو سُنا اور انہیں درجہ قبولیت عطا کیا۔

حکومت کی طرف سے کئے گئے اس فیصلہ کو سُن کر ہمارے مخالف بہت خوش تھے جس دن ہمارے قادیان میں رہنے یا پھر قادیان سے باہر جانے کا فیصلہ ہونا تھا وہ ۸/دسمبر ۱۹۴۷ء کا دن تھا ایک طرف گیٹ کے سامنے ہم خدا کے حضور دُعائیں کرتے کھڑے تھے تو دوسری طرف ہمارے مخالف بھی ہماری کسم پُرسی کو دیکھتے اس اعلان کے منتظر تھے کہ کب ان کے انخلاء کا فیصلہ ہو اور ہم ان کے مال و اسباب پر ٹوٹ پڑیں۔ اور اپنی دیرینہ تمناؤں کو شرمندۂ تعبیر کریں جو ایک عرصہ سے اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے تھے۔ ہمارے پاس اُن دنوں بڑی اچھی قسم کی بھینسیں ہوا کرتی تھیں۔ جس وقت یہ معاملہ ٹل گیا تو میرے والد صاحب کو ننگل کے ایک دوست نے بتایا کہ یقین جانو ہماری نظر تمہاری بھینسوں پر تھی۔

ایک شخص بہاری لال ہمارے محلّہ کے قریب ہی احمدیہ چوک میں دوکانداری کیا کرتا تھا اس نے تو مال و اسباب لوٹنے کی خاطر پوری تیاری کی ہوئی تھی لیکن خدا نے ہمیں یہ بھی جلوے دکھائے کہ ایسی نیتیں رکھنے

والے مالی لحاظ سے تباہ و برباد ہو گئے اچھی تجارتیں چھوڑ کر معمولی تاجر بن گئے اور دُنیا والوں کی نظروں میں اور خدا کی نظروں میں ذلیل ہوئے۔ قادیان کے قریب کاہلواں گاؤں میں ایک شخص سادھو مسیح ہوا کرتا تھا اُسنے تو باقاعدہ گھوڑوں کا انتظام کیا ہوا تھا کہ مال اکٹھا کرنا ہے۔ خدا کا کرنا یوں ہوا کہ اس واقعہ کے چند دن بعد ہی وہ کالج کی عمارت سے گرا اور ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوگئی پھر تو وہ ساری زندگی کبڑا کبڑا ہو کر ہی چلتا رہا۔ اس طرح خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی گرفت کی۔

اخبار بدر میں لکھا ہے کہ:

''۶ اور ۷ ردسمبر کو ہمارا وفد ضلع کے حکام ایس. ڈی. ایم. جناب گکڑ صاحب مع ایس. پی. جناب شرما صاحب اور جناب ڈی. سی. صاحب سے ملنے گیا۔ دوسرے روز جناب سردار ست نام سنگھ صاحب باجوہ سابق ایم. ایل. اے بھی احمدیہ وفد کے ہمراہ تھے۔ موصوف نے درویشان کی قادیان کے مقدس مقامات میں ٹھہرنے کی غرض و غایت اور زمانۂ درویشی میں ان کے اعلیٰ روحانی کردار پر جامع روشنی ڈالی۔ اور اس امر کو واضح کیا کہ یہ جماعت ہمیشہ ہی حکومتِ وقت کی وفادار رہی ہے۔ اور اگر جماعت کی حفاظت ہی مقصود ہے تو احمدیہ ایریا اور ان کے مقامات مقدسہ میں ہی ان کا ٹھہرا رہنا اُن کی حفاظت کا زیادہ بہتر ذریعہ ہے۔

جناب اے. ڈی. ایم. صاحب بٹالہ کی تجویز پر جناب ڈی. سی. صاحب گورداسپور نے اگلے روز خود قادیان تشریف لا کر موقعہ ملاحظہ فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ ۸ ردسمبر کو جناب ڈی. سی. صاحب ایس. پی. صاحب گورداسپور کے ہمراہ جناب اے. ڈی. ایم. صاحب بٹالہ بھی مع دیگر مقامی افسرانِ پولیس ۱۱ ربجے قادیان تشریف لائے۔ پہلے محلّہ کا تفصیلی معائنہ کیا۔ جماعت کے مقاماتِ مقدسہ میں سے منارۃ المسیح، مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک کو دیکھا بعدہٗ جماعت کے نمائندگان کے علاوہ بعض معززین شہر سمیت مہمان خانہ میں تشریف فرما ہوئے اور دیر تک تبادلہ خیالات فرماتے رہے۔

اس موقعہ پر سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ نے درویشان کے نقطہ نظر اور جماعت کی شاندار روایات کا محققانہ تذکرہ کرتے ہوئے ضلع کے حکام پر جماعت کی صحیح پوزیشن کو واضح کیا۔ سردار پریتم سنگھ صاحب بھاٹیہ پریزیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان اور مقامی جن سنگھ کے جنرل سیکرٹری جناب پربھاکر صاحب نے جماعت کی نسبت عمدہ خیالات کا اظہار کیا۔ اور کہا ہم جماعت کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ یہ لوگ اُسی طرح ہندوستان کے شہری ہیں جس طرح دوسرے۔ اس وقت ملکی دفاع کے سلسلہ میں یہ لوگ برابر ہمارا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ جناب پربھاکر صاحب نے اس موقعہ پر خصوصیت سے ریفیوجی کیمپ میں جماعت کی طرف سے نمایاں حصہ

لینے کا مؤثر انداز میں ذکر کیا۔ ناقدر شناسی ہوگی اگر ہم اس موقعہ پر ایس.ڈی.ایم بٹالہ جناب ککڑ صاحب کے اس حسنِ سلوک کا ذکر نہ کریں جو موصوف نے نہ صرف اس وقت فرمایا بلکہ ہر موقعہ پر ہمدردانہ سلوک کے ساتھ جماعت کے نمائندگان کو تسلی دیتے رہے۔

اس تمام وقت جناب ڈی.سی. صاحب گورداسپور کا انداز بڑا ہی مشفقانہ رہا۔ اور خوش اخلاقی سے محترم صاحبزادہ صاحب سے تبادلہ خیالات فرماتے رہے۔ اور بالآخر تسلی دی کہ درویشان کو یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائیگا۔'' (اخبار بدر ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۱ء)

اسی طرح اخبار بدر ۱۳ر جنوری ۱۹۷۲ء میں لکھا ہے کہ:

یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ:

احمدیوں کو محلّہ احمدیہ سے کسی دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ بدستور اپنے گھروں میں رہیں گے۔ البتہ ہم جماعت احمدیہ ہی کی حفاظت کے نقطۂ نگاہ سے پہرہ کا کچھ انتظام کر دیں گے۔ اور ایک ویلفیر آفیسر کو بھی بھجوا دیں گے تا کہ وہ آپ لوگوں کی کسی مشکل کے وقت آپ کی مدد کرے۔''

اس واقعہ میں سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ کا رول بڑا ہی قابل قدر رہے۔ بعض دوستوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ اُنہوں نے جہاں جماعت کی پوزیشن کو افسران کے سامنے بڑے عمدہ رنگ میں پیش کیا اس کے ساتھ ساتھ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ ان احمدیوں کو ان کے گھروں سے نکالنا ضروری خیال کرتے ہیں تو پہلے آپ مجھے میرے گھر سے اور قادیان سے نکالیں پھر ان کو نکالا جائے۔ اسی طرح افراد جماعت کے دلی جذبات کی حقیقی ترجمانی کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''یہ درویش بیچارے تو اپنا سب کچھ چھوڑ کر محض ان مسجدوں اور اپنے حضرت صاحب کے مکانات اور اس محلّہ کو آباد رکھنے کے لئے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں اور انہوں نے اس کے لئے مال جان اور رشتہ داروں کی بھاری قربانی دی ہے۔ اگر ان کو اس محلّہ سے نکالنا ہی ہے تو پھر ان کو کسی کیمپ میں رکھنے سے کہیں بہتر ہے کہ انہیں کسی دور دراز مقام پر بھجوا دیا جائے۔ کیونکہ قادیان کے محلّہ احمدیہ کے باہر کی تو ہر جگہ ان کے لئے برابر ہے۔'' (اخبار بدر ۱۳ر جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ:۶)

سردار ستنام سنگھ صاحب باجوہ نے کئی مرتبہ جماعت کے ساتھ تعاون کیا اور ہر مشکل کے وقت باجوہ صاحب نے جماعت کی مدد کی جماعت احمدیہ کی تاریخ ہمیشہ باجوہ صاحب کے احسانوں کو یاد کرتی جائے گی۔ ۱۹۶۵ء کی بات ہے جنگ کا ہی موقعہ تھا ایک شہید کی استھیاں اور راکھ بھینی گاؤں میں لائی گئی جو قادیان سے ملحق

ہے۔ وہاں ہمارے احمدیوں کو بھی بلایا گیا۔ اس موقعہ پر جناب گیانی لابھ سنگھ صاحب فخر نے ایک اشتعال انگیز تقریر شروع کردی جس وجہ سے احمدیوں کو جان کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ اس موقعہ پر بھی آپ ہی تھے اور آپ کے ساتھ جناب سردار آتما سنگھ صاحب جنہوں نے وہاں سے احمدیوں کو بحفاظت محلہ احمدیہ تک پہنچا دیا۔ آج یہ دونوں دوست ہمارے درمیان موجود نہیں لیکن ان کے کارناموں کی وجہ سے یہ نام ہر فرد جماعت کے دل میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اس وقت ان کے بیٹے بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے والد کی طرح جماعت کے ساتھ پورا پورا تعاون کرتے ہیں خدا تعالیٰ باجوہ صاحب کی اور آتما سنگھ صاحب کی روح کو شانتی دے نیز اُن کی اولاد کو بھی زیادہ سے زیادہ اپنے فضلوں سے نوازے اور خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قارئین ایسے واقعات کا ہونا بھی الٰہی منشاء کے مطابق ہوتا ہے۔ ایک طرف مومنوں کا امتحان ہوتا ہے تو دوسری طرف خدا کے پیاروں کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق۔ یہ واقعہ بھی اسی قسم کا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک رؤیا ہے کہ:

"دیکھا کہ ایک جماعتِ کثیر میرے پاس کھڑی ہے۔ ایک حاکم آیا اور اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیوں اس جماعت کو منتشر نہ کیا جائے؟ میں نے کہا کہ اس جماعت میں کوئی مخالفت نہیں۔ صرف تعلیم پاتے ہیں۔ پھر اس حاکم نے کہ گویا وہ ایک فرشتہ تھا آسمان کی طرف منہ کرکے ایک دو باتیں کیں جو سمجھ میں نہیں آئیں۔ پھر اسنے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ سلام اور چلا گیا۔ (رؤیا ۱۰ر فروری ۱۹۰۶ء تذکرہ صفحہ: ۵۸۹)

اوپر بیان کردہ واقعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رؤیا پوری ہوگئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

محترم چوہدری فیض احمد صاحب گجراتی مرحوم نے اخبار بدر میں اس رؤیا کو بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "اور ناچیز راقم جو افسران کی بات چیت کے موقعہ پر موجود تھا اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوا تھا۔" (اخبار بدر ۱۳ر جنوری ۱۹۷۲ء صفحہ: ۶)

خاکسار کو بھی بعض دوستوں نے بتایا کہ وہ افسران بات چیت کرنے کے بعد کچھ وقت کے لئے الگ ہوئے۔ آپس میں کوئی بات کی پھر کہا کہ آپکو یہاں سے نہیں نکالا جائے گا اس طرح اس واقعہ کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ رؤیا پوری ہوگئی۔ اور ایک ابتلاء جو قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا وہ ٹل گیا۔ ہم حکومت کے تمام افسران، باجوہ صاحب اور قادیان کے تمام شرفاء کے ممنونِ احسان ہیں جنہوں نے اس آڑے وقت میں جماعت کی مدد کی اور ہمارے ساتھ شریفانہ برتاؤ کیا۔ یہ واقعہ تمام درویشوں کے تقویت ایمان کا باعث بھی بنا۔

ابتدائی دور درویشی کے چند اہم واقعات

بہت سے واقعات مکرم قریشی فضل حق صاحب مرحوم کی ذاتی غیر مطبوعہ ڈائری میں موجود ہیں اُن میں سے بعض قارئین کے ازدیادِ علم کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ محترم قریشی فضل حق صاحب کو جنہوں نے یہ نادر واقعات تاریخ وسن وار نوٹ فرمائے ہیں اجرِ عظیم عطا فرمائے واقعی یہ ایک بیش قیمت سرمایہ ہے جو آپ چھوڑ کر گئے ہیں۔

(۱) یکم نومبر ۱۹۴۷ء کو صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تین تین ماہ تک قادیان میں ٹھہرنے کے لئے کارڈ دیا گیا تھا۔

(۲) ۲۸؍نومبر ۱۹۴۷ء کو بہشتی مقبرہ میں اجتماعی دُعا ہونی شروع ہوئی۔

(۳) حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ہر درویش کو ۵؍دسمبر ۱۹۴۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑے کا ایک ایک ٹکڑا تبرک کے طور پر دیا گیا جسے محترم بابا شیر ولی صاحب نے تقسیم کیا۔

(۴) ۳؍جنوری ۱۹۴۸ء کو ایک بٹالہ کے ہندو دوست نے سب درویشوں کا پہلی مرتبہ فوٹو لیا۔ (آپ لکھتے ہیں) (فوٹو) مسجد اقصیٰ میں غالباً (لیا گیا) مجھے یہی یاد پڑتا ہے۔

(۵) ۹؍جنوری ۱۹۴۸ء کو پہلی دفعہ درویشوں کی کبڈی بڑے باغ میں ہوئی۔

(۶) ۱۷؍جنوری ۱۹۴۸ء کو مکرم چاچا مولا بخش صاحب نے ٹین کا ڈبہ چھنکا چھنکا کر نمازِ تہجد کے لئے درویشوں کو جگانا شروع کیا۔

(۷) مدرسہ احمدیہ کی کلاس کھولی گئی (مسجد اقصیٰ میں) ابتدائی پڑھائی صرف ونحو کی مورخہ ۲؍فروری ۱۹۴۸ء۔

(۸) ۱۵؍اگست ۱۹۴۸ء کو آزادی کا جلسہ پہلی بار قادیان میں منایا گیا۔ اور سب درویش شامل ہوئے تھے۔

(۹) ۴؍اپریل ۱۹۴۹ء کو حضرت امیر صاحب (مولوی عبد الرحمٰن صاحب جٹؓ) اور حضرت بھائی قادیانیؓ صاحب پہلی بار بٹالہ کو گئے۔

(۱۰) ۱۰؍مارچ ۱۹۵۰ء کو مولوی عبد القادر صاحب دہلوی کا نکاح سب سے پہلے مہمان خانہ میں پڑھا گیا۔

(۱۱) درویشوں کا پہلا ٹورنامنٹ ۳۰؍مارچ سے ۲؍اپریل ۱۹۵۰ء کو ہوا۔

(۱۲) بٹالہ میں ایک ٹورنامنٹ ۲۲/مارچ ۱۹۵۱ء کو ہوا جس میں درویشوں نے شرکت کی۔

(۱۳) ۱۵/اپریل ۱۹۵۳ء کو نصرت گرلز سکول (مکرم قریشی فضل حق صاحب کے ذریعہ) جاری ہوا۔

(۱۴) ہمارے درویشوں کا فٹ بال میچ بٹالہ والوں سے پہلی مرتبہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۵۲ء میں ہوا۔

(۱۵) مورخہ ۲۵/اگست ۱۹۴۹ء کو بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے بہشتی مقبرہ میں گول دائرہ باغ میں نشان دہی کی۔

دورِ درویشی کا ایک ناخوشگوار واقعہ

کہتے ہیں کہ جہاں بھی چار برتن ہوں وہ کبھی نہ کبھی آپس میں ٹکرا جاتے ہیں۔ اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ دو بھائی آپس میں کسی بات پر متفق نہیں ہوتے جس پر تکرار ہو جاتی ہے ایسا ہی دو درویش بھائیوں کا جھگڑا ایک معمولی سی بات پر ۹ /جولائی ۱۹۶۲ء کو ہوا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ مکرم فتح محمد صاحب نانبائی اپنی دوکان پر حجامت بنا رہے تھے کہ مکرم فضل الٰہی صاحب گجراتی کے لڑکے عبد الرحمٰن نے اُن سے پوچھا فتح محمد کیا حال ہے۔ اس پر اُنہوں نے غصہ کرتے ہوئے کچھ تلخی سے جواب دیا یہ اُن کی طبیعت میں تھا کہ غصّہ بھی کرتے اور مذاق بھی۔ جس کا علم فضل الٰہی صاحب کو انکے بیٹے اور بیوی سے ہوا۔ اس پر فضل الٰہی صاحب نے فتح محمد صاحب سے بات کی اور دست درازی ہوگئی۔ فضل الٰہی صاحب کبڈی کے کھلاڑی تھے لیکن فتح محمد صاحب کمزور۔ مار کھانے کے بعد فتح محمد صاحب نے عہدیداران سے شکایت کی۔ اس تعلق سے بات کرتے ہوئے مکرم عمر الدین صاحب ٹی. اسٹال کی دوکان کے سامنے ہی فتح محمد صاحب کھڑے تھے کہ فضل الٰہی صاحب اس طرف آگئے اُنہیں دیکھ کر فتح محمد صاحب کو پھر غصہ آگیا اور تلخ کلامی شروع ہوگئی۔ جس پر فضل الٰہی صاحب نے فتح محمد صاحب کو نیچے گرا لیا۔

اس واقعہ کو دیکھنے والوں نے بتایا کہ فتح محمد صاحب نیچے پڑے چیخ رہے تھے کہ مجھے بچاؤ لیکن فضل الٰہی صاحب کی اُن پر گرفت بڑی سخت تھی اس پر اُنہوں نے بچنے کی خاطر حجامت بنانے والی قینچی جو اُن کی جیب میں پڑی تھی فضل الٰہی صاحب کو ماری خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اس کا وار سیدھا دل پر لگا اور مکرم فضل الٰہی صاحب گجراتی درویش نے چند سیکنڈ میں جان دے دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس خبر سے قادیان کے ماحول میں افسردگی چھا گئی۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ جو ہونا تھا ہو چکا مکرم چوہدری عمر دین صاحب درویش حال امریکہ نے مجھے بتایا کہ اِس جھگڑے کے بعد مکرم فتح محمد صاحب نانبائی کو گیٹ کے اندر دفتر محاسب کے سامنے لایا گیا تھا اور اُن کو اِس بات کا علم نہ تھا کہ مکرم فضل الٰہی صاحب جاں بحق ہو گئے ہیں۔ جب اُنہیں بتایا گیا تو افسوس سے اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ یہ مجھ سے کیا ہو گیا۔ مکرم فتح محمد صاحب نانبائی پر مقدمہ فوجداری ہوا نیت مارنے کی نہ تھی عدالت نے کچھ سال قید کی سزا سُنائی۔ وہاں سے رہائی کے بعد فتح محمد صاحب واپس قادیان آ گئے اور اپنی زندگی کے آخری دن یہیں قادیان میں درویشی کے ساتھ وفا کرتے ہوئے گزار دیئے۔

حضرت الحاج مولانا عبدالرحمٰن صاحب جٹ فاضلؓ

دُنیا میں بعض شخصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ دورِ درویشی میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؓ جٹ امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان انہیں شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ نوعمری میں ہی آپ حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو بعد میں آپ کے خُسر بھی ہوئے قادیان آ گئے تھے اور آپ وہ دوسرے خوش نصیب طالب علم تھے جو مدرسہ احمدیہ کی سب سے پہلی جماعت میں داخل ہوئے۔ آپ نے اس مدرسہ سے فارغ ہونے کے بعد اس میں ہی بطور مدرس کے کام شروع کیا جس قدر لمبا عرصہ تدریس کا کام آپ نے کیا شاید ہی اور کسی کو اتنا عرصہ کام کرنے کا موقعہ ملا ہو۔ آپ کے بہت سے شاگرد آپ ہی کا صدقہ جاریہ ہیں ساری دُنیا میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔

آپ کا تعارف امیر صاحب کے نام سے تھا۔ امیر صاحب کا نام لیتے ہی اس بلند پایہ شخصیت کی تصویر ذہن میں اُبھر آتی۔ آپ جفاکش، باہمت معاملہ فہم بارُعب اور عالم باعمل تھے۔ آپ اکثر لوگوں کو سورۃ صف کی آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کی روشنی میں تلقین کیا کرتے کہ جس بات پر تم عمل نہیں کرتے اس پر دوسرے کو چلنے کے لئے کس طرح کہہ سکتے ہو۔

تقسیم ملک کے بعد آپ قادیان کی مقامی جماعت کے امیر بنائے گئے آپ ساڑھے انتیس سال اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ کا دروازہ ہر فرد بشر کے لئے ہر وقت کھلا رہا کرتا تھا۔ جو بھی آپ کے پاس چلا جاتا آپ اُسکی بات بڑے صبر اور تحمل سے سُنا کرتے اور اس پر بہت جلد کاروائی فرماتے اور تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتے۔ آپ کی آواز بڑی ہی رُعب دار تھی کمزور دل آپ کی آواز سے ہی ڈر جایا کرتا... آپ تلاوت قرآن کریم اس قدر عمدہ آواز میں پڑھا کرتے کہ سننے والا وجد میں آجاتا۔ آپ مسجد اقصیٰ اور مسجد مبارک میں اکثر نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ نمازوں میں کرب کی حالت ہوا کرتی۔ عبادت کا مزا آتا بے اختیار نماز پڑھنے والوں کے آنسو جاری ہو جایا کرتے تھے۔ خاص کر فجر کی نماز میں یہی حالت ہوتی۔ جماعتی کاموں کے ساتھ ساتھ آپ رفاہِ عامہ کے بھی کام کیا کرتے آپ ایک عرصہ تک قادیان کی میونسپل کمیٹی کے صدر منتخب ہوتے رہے وہ آپ ہی کی شخصیت خاص تھی جو اس صدارت میں بلا مقابلہ چنے جاتے رہے۔ آپ پبلک جلسوں میں بھی بڑی ہی عمدگی کے ساتھ تقریریں کرتے تھے۔

ہر درویش کے دل میں آپ کی عزت تھی اور آپکی ہر بات پر لبیک کہنا ہر درویش کا خاصہ تھا۔ معاملات خواہ کتنے بھی اُلجھے ہوئے کیوں نہ ہوں آپ کے لئے اُن کا سلجھانا ایک چٹکی کا کام تھا۔ اپنے تو اپنے ہی تھے

غیروں میں بھی آپ کی بڑی عزت تھی۔ بڑی بڑی دور سے لوگ آپ سے ملاقات کرنے آیا کرتے اور آپ سے دُعا کی درخواستیں کیا کرتے۔ ہر شخص کے ساتھ ہمدردی آپ کا خاصہ تھا۔ آپ نیکی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے اگر کہیں بُرائی دیکھتے تو بڑی سختی سے اس کے خلاف کاروائی کرتے۔ حضرت امیر صاحب بیٹھے ہوئے ہوں اور آپ کے سامنے کوئی بڑا یا چھوٹا ننگے سر گزر جائے اس کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ اگر کوئی کسی شرارت میں قابو آجائے یا ننگے سر پکڑا جائے تو پیٹ میں زوردار چونٹی کاٹا کرتے۔ ایک مرتبہ کسی کی طرف سے ٹوپیاں تحفہ کے طور پر آئیں آپ نے بچوں میں خود اپنے ہاتھ سے تقسیم کیں۔ ٹوپیاں دیتے جاتے ساتھ ساتھ ٹوپی سر پر رکھنے کی تلقین کرتے جاتے۔ بعض بچے ایسے بھی تھے جو پتنگیں اُڑایا کرتے تھے اُن کو ٹوپی اس شرط پر دی کہ وہ آئندہ پتنگ نہ اُڑائیں گے گویا ہر بات میں لوگوں کے لئے نیکی کی راہ تلاش کرنا یہ آپ ہی کا کام تھا۔

آپ عصر کی نماز کے بعد اکثر لنگر خانہ کے راستے میں بیٹھا کرتے تھے ہر آنے جانے والے درویش ہندو سکھ کا حال دریافت کیا کرتے اگر کسی کو دیکھے دیر ہوگئی ہوتی تو اس کے کسی بچے یا پڑوسی سے اس کا حال معلوم کرتے۔ بچوں کے دل میں بھی اور بڑوں کے دل میں بھی اس قدر رُعب بیٹھا ہوا تھا کہ اگر امیر صاحب وہاں بیٹھے ہوں تو اکثر راستہ کاٹ لیتے کیونکہ اُن کا سامنا کرنا معمولی بات نہیں تھی۔ خوف ہوتا کہ حضرت امیر صاحب نے معلوم نہیں کس بات پر پکڑ کر لینی ہے۔ آپ زندہ دل انسان تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

حضرت امیر صاحب چند دن علیل رہ کر دل کا شدید دورہ پڑنے سے ۲۱/۲۰ جنوری ۱۹۷۷ء کی درمیانی شب پونے دو بجے قادیان کے سب درویشوں کو حزیں بنا کر اپنے مولا حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احمدیت کا یہ درخشندہ ستارہ ۸۵ سال چمکنے کے بعد غروب ہوگیا۔ آپ کی حسین یادیں تاریخ احمدیت اور دورِ درویشی میں ہمیشہ تازہ رہیں گی۔ یہ تو چند فقرات ہیں جو میں نے حضرت الحاج مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں کہے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مدظلہ العالی

قادیان کی حفاظت کے لئے مرکز میں رہنے والے لوگوں کا جب انتخاب ہونے لگا اس وقت حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ حفاظت مرکز کے لئے میرے بچوں اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ایک نمائندہ یہاں رہے گا۔ چونکہ یہاں قیام عارضی ہونا تھا۔ اس لئے پہلے سے ہی قرعے نکال لئے گئے تھے کہ پہلے کون رہے گا اور دوسرے نمبر پر کون آئے گا پھر تیسرے نمبر پر کون رہے گا۔ اس ترتیب کے لحاظ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے سب سے پہلا نام قرعہ اندازی میں حضرت صاحبزادہ مرزا خلیل احمد صاحب کا نکلا۔ ان کے بعد دوسرا نمبر حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا تھا۔

شروع شروع میں تو یہی خیال تھا کہ شاید ایسے حالات رہیں کہ پروگرام کے مطابق قادیان میں رہنے والوں کا تبادلہ ہوتا رہے گا نئے احباب آئیں گے اور قادیان سے باہر جانے والے جاتے رہیں گے۔ لیکن چند افراد کے تبادلوں کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا انہیں تبادلوں میں نمائندہ فرزندانِ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں صرف ایک کا تبادلہ عمل میں آیا کہ حضرت مرزا خلیل احمد صاحب کی جگہ حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مدظلہ قادیان آنے والے دوسرے قافلہ میں جو ۵/مارچ ۱۹۴۸ء کو قادیان تشریف لائے۔ اس کے بعد صرف ایک ہی اور قافلہ قادیان آسکا پھر یہ سلسلہ مستقل طور پر منقطع ہو گیا۔

آپ تفسیر میں آنریری ڈگری حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے تھے حضرت امان جانؓ کی وفات کی خبر آپ کو وہاں تعلیم کے دوران ہی ملی آپ شادی کے لئے ۱۴/اکتوبر ۱۹۵۲ء کو پاکستان تشریف لے گئے۔ ۱۶/اکتوبر کو شادی ہوئی ۱۸/اکتوبر کو ولیمہ اس عرصہ میں ۲۶/اکتوبر کی بات ہے کہ آپ چنیوٹ پنڈی بھٹیاں کے درمیانی راستہ میں سفر پر تھے کہ ایک کار ہارن بجاتی ہوئی بڑی تیزی سے آپ کی طرف آئی آپ نے بتایا کہ ہم اس کار کو دیکھ کر رک گئے۔ اس کار میں میری والدہ اور میرے بھائی بیٹھے تھے کار کے ڈرائیور جناب نذیر احمد صاحب نے مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خط دیا جس میں نوٹ تھا کہ ”فوراً انڈیا جانے کے لئے لاہور آجاؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ تمہیں واپس جانے میں کوئی روک نہ پڑ جائے۔ اگر سیٹ نہ ملے تو چارٹر جہاز کروا کر بھی جانا پڑے تو جاؤ۔“ نیز لکھا تھا کہ ”اگر تم رُک گئے تو قادیان میں کوئی نمائندہ نہ رہا تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں قادیان خالی نہ ہو جائے۔“

آپ کی شادی کو ابھی چند دن ہوئے تھے بیگم صاحبہ کے پاسپورٹ کی کوشش جاری تھی کہ آپ کو فوراً

قادیان واپس آنے کا حکم ہوا آپ لاہور پہنچے جہاں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے وہاں سے آپ واپس ہندوستان اکیلے ہی تشریف لائے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہی یہ دور اندیشی تھی کہ آپ نے آنے والے خطرہ کو فوراً بھانپ لیا اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو فوراً ہندوستان بھجوادیا۔ میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کا کوئی نمائندہ قادیان میں نہ ہوتا تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خیال کہ قادیان خالی ہو جائے گا ایک گونہ سچ ہو جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان کے نمائندہ کی برکت سے قادیان کے درویشان کو بڑے فائدے ہوئے۔ کون کسی کا حال پوچھتا ہے یہ آپ ہی کے نمائندہ کا وصف تھا کہ جب بھی کوئی درویش بیمار ہوتا تو آپ اس کی تیمارداری کے لئے تشریف لے جا کر اس کو حوصلہ دیتے۔ اس کے لئے بعض اوقات اپنے گھر سے دوائیاں بھجواتے۔ اگر کسی کے درمیان کوئی ناچاکی ہو جاتی تو آپ ہی اُن میں بھائی چارگی پیدا کرتے۔ کبھی کوئی کسی دوسرے کی بات کا انکار کر سکتا تھا لیکن آپ کی ہر بات پر درویش سر تسلیم خم کر دیتا۔ ہر بڑے چھوٹے سے شفقت آپ کا خاصہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر شخص آپ کی بڑی عزّت کرتا ہے۔ آپ عامل باعمل ہیں سلسلہ کے کاموں میں ہر وقت مصروف کوئی خدمت کا کام ہو آپ کو ہم نے سب سے آگے پایا۔ وقارِ عمل ہوتے ہیں تو آپ سب درویشوں کے ساتھ مل کر کام کرتے نظر آتے ہیں۔ ملاقات کے وقت آپ کا چہرہ ہنسی کے پھول گراتا ہے۔ کوئی بھی ملاقاتی آپ کی شخصیت سے متأثر ہوئے بنا نہیں رہتا۔ آپ ناظر اعلیٰ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹؓ کی وفات کے بعد سے ابتک قادیان کے امیر بھی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے تمام تر ارشادات پر آپ خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں خلیفۃ المسیح کی اطاعت واحترام کا عملی نمونہ ہیں۔ آج بھی قادیان آپ کی عدم موجودگی میں سُونا سُونا لگتا ہے۔ باوجود بہت کمزور ہو جانے کے قادیان کی روح ہیں۔ آپ کی پدرانہ شفقت روح کو تازگی بخشتی ہے۔ ان تمام امور میں آپ کی اہلیہ حضرت صاحبزادی امۃ القدوس بیگم صاحبہ مدّ ظلہا العالی آپ کے شانہ بشانہ ہیں خدا تعالیٰ انہیں بھی اور حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کو بھی اپنے فضلوں سے نوازے اور آپ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے۔ آمین ثم آمین

دورِ درویشی میں خلیفہ وقت کی قادیان آمد

دورِ درویشی کا سب سے خوش بخت لمحہ وہ تھا جب حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان دارالامان تشریف لائے۔ دورِ درویشی میں قادیان تشریف لانے والے آپ پہلے خلیفہ تھے۔ خلافت ثانیہ میں قادیان سے ہجرت ہوئی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قادیان کے چھوٹ جانے کا بڑا غم تھا آپ کی روح قادیان کے نام پر تڑپ جاتی تھی۔

۱۹۶۴ء کی بات ہے مجھے اپنی والدہ کے ساتھ ربوہ جانے کا موقعہ ملا۔ ہم تو چھوٹے چھوٹے تھے لیکن یہ واقعہ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہم حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملنے کے لئے گئے دو مرتبہ تو اس لئے واپس آنا پڑا کہ اُن دنوں حضور کی طبیعت ناساز تھی لیکن جب تیسری مرتبہ گئے اور حضور کی طبیعت بھی قدرِ بہتر تھی تو ہمیں کہا گیا کہ مصافحہ نہ ہوگا آپ لوگ دور سے سلام کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ قادیان سے آئے ہیں۔ کیونکہ آپ قادیان کا نام سُن کر تڑپ جاتے اور بے قرار ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا جب ہم حضورؓ کے کمرہ کے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ حضور دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹے ہوئے ہیں ہم نے السلام علیکم کہا تو حضور نے اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف پھیرا اور وعلیکم السلام کہہ کر پھر اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ اس وقت آپ بہت ضعیف ہو چکے تھے۔ قادیان کے لئے آپ کی تڑپ اس شعر سے عیاں ہوتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

خیال رہتا ہے ہمیشہ اس مقامِ پاک کا
سوتے سوتے بھی یہ کہہ اُٹھتا ہوں ہائے قادیاں

قادیان کے درویش بھی بڑی ہی بے قراری کے ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قادیان آمد کا انتظار کرتے رہے لیکن خدا کو یہ منظور نہ تھا۔

۱۹۷۹ء کی بات ہے اُن دنوں مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتا تھا خدا نے ربوہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی توفیق عطا فرمائی۔ درویشانِ قادیان کی ملاقات میں خاکسار بھی شامل تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک ایک درویش کا تعارف ہوا تمام درویش حضورؒ کے سامنے بیٹھ گئے حضور کچھ اونچی جگہ پر کرسی پر تشریف فرما تھے۔ قادیان کی بات چلی تو حضور نے بڑے اشتیاق کے ساتھ قادیان کے گرد بن چکی سڑکوں کے متعلق دریافت فرمانا شروع کیا جب تمام سڑکوں کی باتیں ہو چکیں تو حضور نے بڑے ہی اشتیاق سے فرمایا:
"قادیاں تے میں جاڑاں نہیں (یعنی جب تک خدا نہ لے جائے) پر میرا آپڑاں دل اے کردائے کہ

قادیاں دے دوالے جنیاں ویں نویاں سڑکاں بنیاں نے اونا تے میں آپنی کارتیزی نال دڑاواں۔'' (یعنی قادیان تو میں نے جانا نہیں (یعنی جب تک خدا نہ لے جائے) مگر میرا اپنا دِل یہ کرتا ہے کہ میں قادیان کے گرداگرد جتنی بھی سڑکیں بنی ہیں اُن پر اپنی کار تیزی سے دوڑاؤں)

درویشانِ قادیان کی نظریں ہمیشہ اس طرف اُٹھی رہیں کہ وہ کون سا دن ہوگا جب خلیفۂ وقت قادیان میں ہوں بڑے ہی خوش نصیب ہیں وہ درویش جنہوں نے یہ وقت مسعود پایا اور اپنے امام کو قادیان میں دیکھا اپنی پیاسی آنکھوں کی پیاس کو ان کے دیدار سے بجھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی آمدِ قادیان کا ذکر اخبار بدر میں یوں درج ہے کہ:

''بٹالہ سے یہ ٹرین روانہ ہوئی اور بلا تاخیر قادیان کی مقدس بستی کے قریب پہنچی تو حضور پُر نور کی خواہش کے مطابق اس جگہ پر روک دی گئی جس مقام سے منارۃ المسیح دکھائی دینے لگتا ہے۔''

چنانچہ حضور پرنور گاڑی کے دروازہ پر تشریف لے آئے اور فضا نعرہائے تکبیر سے گونج اٹھی چند لمحوں کے لئے حضور اقدس کی دیدار قادیان سے بیقرار نگاہیں منارۃ المسیح پر مرکوز ہوگئیں کچھ لمحے منارۃ المسیح جو کہ سرشام سے بقعۂ نور بنا ہوا اور انتہائی خوبصورت نظر آرہا تھا کو دیکھنے کے بعد حضور پُر نور نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے جس پر تمام شرکاء سفر بھی حضور کے ساتھ دعا میں شامل ہوگئے دعا کے بعد اراکین قافلہ اور شرکاء سفر نے پُر جوش نعرے لگانے شروع کئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے قادیان دارالامان اور ''درویشانِ قادیان'' کے نعرے لگانے کی ہدایت فرمائی جس پر فضا ان نعروں سے گونج اٹھی۔

چند لمحوں بعد تقریباً سات بجے شام ٹرین قادیان کے ریلوے اسٹیشن پر آرکی اور بالآخر چوالیس سال کے طویل انتظار کے بعد وہ تاریخی لمحات آن پہنچے جب قادیان دارالامان کی مقدس سرزمین پر خلیفۃ المسیح نے اپنے مبارک قدم رکھے۔

قادیان کے ریلوے اسٹیشن پر استقبال کے لئے ایک ہجوم اکٹھا تھا جسکی محبت اور روارفتگی قابل دید تھی سیدنا حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ ٹرین سے باہر تشریف لائے تو حسب ذیل افراد نے حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کیا۔

صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب ناظر اعلیٰ صدر انجمن احمدیہ ربوہ، چوہدری حمید اللہ صاحب وکیلِ اعلیٰ ربوہ، صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب، ملک صلاح الدین صاحب صدر وقفِ جدید قادیان، مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد ربوہ، جمیل الرحمٰن رفیق صاحب وکیل التصنیف ربوہ، نیز قادیان کی

انجمن احمدیہ کے دیگر ممبران و کارکنان وغیرہ۔

سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جونہی قدم ٹرین سے باہر رکھا قادیان کی فضا فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھی ایک ایسا سماں تھا جس کو الفاظ کا جامہ پہنانا مشکل ہے۔ ہر شخص فرطِ مسرت سے دیوانہ تھا سیدنا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان ریلوے اسٹیشن کے ہال میں تشریف لائے تو یہاں پرپُر جوش نعروں سے حضور اقدس کا استقبال کیا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کار میں تشریف رکھنے کے بعد کاروں کے ایک لمبے قافلہ کی صورت میں دارالمسیح کی جانب روانہ ہوئے قادیان دارالامان کو اہل قادیان نے حضور اقدس کی آمد کی خوشی میں دلہن کی طرح سجایا ہوا تھا۔ رنگ برنگی چمکدار خوبصورت جھنڈیوں اور قمقموں سے راستے مزین تھے۔ اور جا بجا استقبالیہ بینر لگے ہوئے تھے۔ حضور پرنور ایوانِ خدمت کے قریب کار سے اترے اور احباب جماعت جو ایک رَو میں ایستادہ تھے حضور کے استقبال کے لئے پہلے سے موجود تھے۔ قادیان میں استقبالیہ تقریب کے لئے ایک کمیٹی مکرم محمد کریم الدین شاہد صدر عمومی و صدر کمیٹی کی سرکردگی میں قائم کی گئی تھی جس کے ممبر مکرم محمد انعام صاحب غوری صدر مجلس انصار اللہ بھارت اور مکرم منیر احمد خادم صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت تھے۔ ان کے زیر انتظام حضور انور کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ پر ایک خاص خوشی کی کیفیت طاری تھی جسکا الفاظ میں بیان ممکن نہیں۔ حضور اقدس پیدل چلتے ہوئے دارالمسیح پہنچے اور اُمّ طاہر والے مکان میں مع اہلِ خانہ قیام پذیر ہوئے۔'' (اخبار بدر ۲، ۹، ۱۶ر جنوری ۱۹۹۲ صفحہ: ۳، ۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی قادیان تشریف آوری پر درویشان قادیان و ہر سہ انجمنوں اور ذیلی تنظیموں نیز احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت کی جانب سے ایک سپاس نامہ پیش کیا گیا اس کا مکمل متن تحریر کیا جاتا ہے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالنــــــــــاصر

سپاسنامہ

بحضور سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدکم اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

منجانب درویشانِ قادیان و ہر سہ مرکزی انجمنیں و ذیلی تنظیمیں و احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت

برموقعہ قدوم میمنت لزوم در قادیان دارالامان، مورخہ ۲۱ر فتح ۱۳۷۰ ہش مطابق ۲۱ر دسمبر ۱۹۹۱ء

الحمدللہ، الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ چوالیس سال کی طویل فُرقت کے بعد معظم امام جماعت احمدیہ سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے قدوم میمنت لُزوم سے قادیان اور سرزمینِ ہند مشرّف ہوئے۔

اے ہمارے رحیم و کریم خدا! جن کے دیدار کے لئے آنکھیں ترستی رہیں، ان کی دید سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کے جو سامان تو نے اپنے فضل وکرم سے فرمائے تیرے اس اِحسان اور اپنی خوش نصیبی پر ہم تیرے حضور سربسجود ہیں۔

اے ہمارے پیارے آقا! اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ نے مشرق و مغرب میں کئی ملکوں کے للّٰہی سفر اختیار فرمائے۔ لیکن اس تاریخی سفر کے موقعہ پر جو تقسیم ملک کے بعد آزاد ہندوستان میں خدا کے خلیفہ کا پہلا مبارک سفر ہے، ہم دل کی گہرائیوں سے حضور کی خدمت میں اَھْلًا وَّ سَھْلًا وَّ مَرْحَبًا کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں کہ حضور کے اِس سفر کو جماعتِ احمدیہ نیز ہندوستان کے لئے بے شمار خیر و برکت کا موجب بنائے اور تا اختتامِ سفر ہر گام پر فرشتوں کا نزول رہے اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حضور کے شاملِ حال رہے۔

اے کہ آمدنت باعثِ آبادئ ما

اے ہمارے محبوب آقا! اور اے قدرتِ ثانیہ کے مظہر رابع! ۱۰ر جون ۱۹۸۲ء کو اللہ تعالیٰ نے حضور کو مسندِ خلافت پر متمکن فرمایا اور آج جبکہ حضور کی مؤید من اللہ قیادت پر صرف ۹ سال کا عرصہ گزرا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور اس کی نصرتوں کی لہر در لہر موجوں پر سے گزرتے ہوئے جماعتِ

احمدیہ نے دہاکوں کا سفر طے کر لیا ہے۔ اے خلیفۂ برحق! اللہ تعالیٰ نے حضور کے دورِ خلافت کو بعض ممتاز خصوصیات سے نوازا ہے۔

☆۔ پہلی خصوصیت یہ عطا ہوئی کہ حضور کے عہد خلافت کے اس نو سالہ عرصہ میں ۱۹۸۲ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ ماموریت پر سو سال پورے ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں پیشگوئی مصلح موعودؓ پر سو سال پورے ہوئے۔ ۱۹۸۹ء میں جماعت کے قیام پر سو سال پورے ہوئے اور ساری دنیا میں عظیم الشان صد سالہ جشنِ تشکر منایا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود پر سو سال پورے ہوئے۔ نیز اسی سال ہجری سنہ کے لحاظ سے سورج چاند گرہن کے عظیم الشان نشان پر سو سال پورے ہوئے اور اب جلسہ سالانہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر جماعت احمدیہ اپنے محبوب امام کی قیادت میں دائمی مرکزِ سلسلہ قادیان میں سو سالہ جلسہ سالانہ کا انعقاد کرنے کی توفیق پا رہی ہے جس میں حضور کی خاص شفقت سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو صحابی اور ایک صحابیہ بھی رونق افروز ہیں فالحمدللہ، و ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یؤتیہ مَن یَّشَآءُ.

☆۔ دوسری خصوصیت یہ عطا ہوئی کہ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظِلّ کامل اور روحانی فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نیابت میں حضور نے اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق دُنیا بھر کے معاندین و مکفرین کو دعوتِ مباہلہ دی۔ اس کے نتیجہ میں دُنیا نے ایک بار پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام:

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَا نَتَکَ

کو کمال شان سے پورا ہوتے دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے سرکش دُشمنوں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا اور ہمارے پیارے امام ہمام ایدہ اللہ الودود کے اس قول کو پایہ قبولیت جگہ دی کہ:

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دعا
آج بھی اِذن ہوگا تو چل جائے گی

اس کے ساتھ جماعت احمدیہ کو ایسی نصرتوں سے نوازا جس کے شیریں ثمرات سے انشاء اللہ پوری صدی کے احمدی فیضیاب ہوتے رہیں گے۔!!

☆۔ حضور کے دور خلافت کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جب دُشمن نے یہ یقین کر لیا کہ وہ مونہہ کی پھونکوں سے چراغِ احمدیت کو بجھانے میں مسلسل ناکامیوں اور حسرتوں سے دو چار چلے آئے ہیں تو انتہائی

سفلہ پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۲۶ راپریل ۱۹۸۴ء کا آرڈیننس جاری کر دیا۔ ہاں اسی ظالمانہ کاروائی کا نتیجہ اس رنگ میں ظاہر ہوا کہ حضور کو ملک سے ہجرت کرنی پڑی۔ لیکن یہ ہجرت مشیت ایزدی سے کئی شیریں ثمرات پر منتج ہوئی۔ اندرونِ ملک اگرچہ احمدیوں پر شدید ظلم وستم روا رکھے گئے، شمعِ احمدیت کے پروانوں نے ان مصائب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دو درجن سے زائد فدائیوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ سینکڑوں فرزندانِ احمدیت جیلوں میں کوہ عزیمت بنے رہے۔ سینکڑوں احمدی مقدمات کی سختیاں خوشی خوشی جھیلتے آرہے ہیں۔

اور بیرونی دُنیا میں تبلیغ واشاعت اور جماعتوں کی تربیت کی سمت حیرت انگیز کارنامے ظہور پذیر ہوئے۔ خاص طور پر خدمتِ قرآن کی توفیق عطا ہوئی۔ چنانچہ اب تک چھیالیس زبانوں میں مکمل قرآن کریم کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ منتخب آیات، منتخب احادیث اور منتخب ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اشاعت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جملہ کتب، ملفوظات، مکتوبات اور تفسیر کبیر کی جلدوں پر مشتمل روحانی خزائن کی اشاعت وغیرہ اس کے علاوہ ہے۔ لندن، جرمنی اور کینیڈا میں جماعت کے بڑے بڑے کمپلکس قائم ہو چکے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں۔ آسٹریلیا کے پانچویں براعظم میں جدید پریس کا قیام، وقفِ نو کی آسمانی تحریک، حضور کے خطبات کو سٹیلائیٹ کے انتظام کے ذریعہ براہِ راست ہزاروں میل دور دیگر ممالک میں سُنائے جانے کا پروگرام یہ سب ہجرت کی برکتوں کے طور پر ظاہر ہوئے۔

پھر اسی ہجرت کے بعد حضور کے دوروں اور ذاتی توجہ کے نتیجہ میں یورپ، امریکہ، افریقہ، مشرق وسطی اور خود ہندوستان میں جماعت کی تبلیغ واشاعت، تربیتی اور مالی قربانیوں کا رجحان اس قدر بڑھ گیا کہ بعض ممالک میں ترقی کا گراف ہجرت سے قبل کے سالوں کی نسبت سو گنا سے بھی اوپر نکل چکا ہے۔ فالحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

☆ - چوتھی خصوصیت حضور انور کے مبارک دورِ خلافت کو یہ عطا ہوئی کہ نائیجیریا کے تین بادشاہوں کو قبولِ احمدیت کی توفیق ملی۔ اور متعدد ممالک کے وزراء، ممبرانِ پارلیمنٹ اور سرکردہ اہم شخصیتیں جماعت کے جلسہ سالانہ میں شرکت کرنے لگیں۔ اور جماعت کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔

☆ - پانچویں خصوصیت حضور کے دورِ درخشندہ کو یہ عطا ہوئی کہ دیوارِ برلن کے گرنے اور روس میں کمیونزم کے زوال کے بارے میں آسمانی پیشگوئیاں ہماری آنکھوں کے سامنے پوری ہوئیں۔ یہ عجیب تصرفِ الٰہی ہے کہ ان نئے میدانوں میں داخل ہونے بلکہ ان راستوں کے کھلنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے برحق

خلیفہ کی راہنمائی فرمائی جس کے نتیجہ میں روسی زبان میں قرآن کریم کا ترجمہ اور دیگر اسلامی لٹریچر کے ترجمہ کی اشاعت کی توفیق ملی اور خلیفہ رابع کی اس خدمت کی قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے یہ نشان دکھایا کہ جماعت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اس سال جلسہ سالانہ لندن پر ۱۲۰ افراد پر مشتمل روسی وفد نے شرکت کی۔ اور دو معزز ممبران نے حضور کی خدمت میں اپنی نیک خواہشات کا اظہار کرتے ہوئے روسی لباس کوٹ اور ٹوپی پہنائی۔ اور اپنے ممالک میں آنے کی دعوت دی۔

پس اے ہمارے دل و جان سے پیارے آقا! حضور کی بابرکت موجودگی میں ہم اللہ تعالیٰ کے ان افضال کی یادداشت تازہ کرتے ہیں اور ان کے نتیجہ میں جو شکر کا حق ہے اس کے ادا کرنے کی توفیق پانے اور جذبہ اطاعت۔ قوّتِ عمل اور وفا کے ساتھ تادمِ واپسیں خلافت کے دامن سے وابستہ و پیوستہ رہنے کے لئے حضور اقدس کی خدمت میں عاجزانہ دُعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے امام ہمام کو صحت و سلامتی والی لمبی عمر سے نوازے۔ ہمیشہ روح القدس کی تائید حضور کے شامل حال رہے اور ہماری طرف سے ہمیشہ حضور کی آنکھیں ٹھنڈی رکھے اور حضور کے اس ''نزول در قادیان'' کو فتحِ مبین کا پیش خیمہ بنادے۔ اور جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان کو اپنے فضل سے اس قابل بنادے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کے دائمی مرکز قادیان میں خلافت کی دائمی واپسی کے جلد سامان فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

آخر میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامی الفاظ میں یہی کہتے ہیں:

''خوش آمدی نیک آمدی''

(تم خوش آئے ہو اور اچھے آئے ہو) (تذکرہ صفحہ ۶۹۹)

والسلام

ہم ہیں حضور کے ادنیٰ غلام''

(اخبار بدر ۳۰ رجنوری ۱۹۹۲ء صفحہ ۱، ۲)

اہلِ قادیان اور اُن کی ذمہ داریاں

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ۱۹۹۳ء کے جلسہ سالانہ قادیان کے تیسرے دن ماریشس سے سیٹلائیٹ کے ذریعہ حاضرین جلسہ سے خطاب فرمایا۔ جس میں آپ نے قادیان اور اہل قادیان کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ آپ نے اہل قادیان کو صحابہ کے نیک نمونوں کی مثالیں دیتے ہوئے اُن کے نقش قدم پر

چلنے کی تلقین فرمائی نیز اس کردار کو دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کی طرف توجہ دلائی جس میں کمی واقع ہوئی ہے آپ نے فرمایا:

''اہل قادیان کو سب سے پہلے تو میں حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے الفاظ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ:

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدئ آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں ''حرم''
تم اس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو
خدا نے بخشی ہے ''الدّار'' کی نگہبانی
اُسی کے حفظ اُسی کی اماں میں رہتے ہو
فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اُس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

یہ بہت ہی ایک مبارک اعزاز ہے جو آپ کو نصیب ہوا ہے اس اعزاز کے ساتھ بہت سی دقتیں اور تکلیفیں بھی وابستہ تھیں اور آج بھی وابستہ ہیں۔ بہت سی مشقتیں آپ نے وہاں جھیلیں بہت دُکھ اُٹھائے۔ غربت کی ماریں بھی پڑیں طرح طرح کی آزمائشوں میں مبتلا ہوئے مگر ثابت قدمی کے ساتھ تمام دنیا کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ نے بڑی وفاداری کا اظہار فرمایا اور قادیان کی مقدس بستی کی آخری دم تک حفاظت کی اور حفاظت کرتے چلے جارہے ہیں لیکن درحقیقت آپ حفاظت نہیں کررہے خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ توفیق بخشی ہے کہ آپ کے نام تاریخ میں ہمیشہ ستاروں کی طرح چمکتے رہیں ورنہ فرشتے اللہ کی اس بستی کی حفاظت کرنے والے ہیں اور اللہ نے آپ کو جو یہ توفیق بخشی ہے تو یہ سعادت جو آپ نے پائی ہے مگر یادرکھیں قادیان کی بستی جو اینٹ پتھر کی بستی ہے یہ اینٹ پتھر کی بستی تو پہلے سے وہاں موجود تھی اس کی اینٹوں میں تو کوئی کیمیاوی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اس کی گلیوں میں تو کوئی ایسے تغیّر و تبدل کے آثار ہم نے نہیں دیکھے کہ جن سے معلوم ہو کہ نیک لوگوں کے گزرنے سے یہ اینٹیں بدل چکی ہیں۔ اصل میں اس بستی کے آثار وہ روحانیت اور تقویٰ ہے جنہوں نے ان گلیوں اور ان گھروں میں نشو نما پایا وہ تقویٰ جن سینوں میں نشو نما پاتا رہا اور ان کو رفعتیں بخشتا رہا وہی دراصل اس بستی کے آثار ہیں جس کی محبت میں لوگ کھینچے چلے آتے ہیں اور ہر سال قادیان کو دیکھنے کے لئے ترستی ہوئی نگاہیں وہاں پہنچتی ہیں اور سیراب ہوتی ہیں تو آپ نے دراصل جس کی حفاظت کرنی ہے، وہ یہ تقویٰ ہے۔

آپ نے قادیان کے تقویٰ کی حفاظت کرنی ہے

بستی کی حفاظت کے سامان تو خدا نے فرما دئے۔ اس کے فرشتے تو اس کی نگرانی اور حفاظت میں ہمیشہ مستعد رہے اور ہمیشہ مستعد رہیں گے آپ نے جس چیز کی حفاظت کرنی ہے وہ قادیان کا تقویٰ ہے میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سُناتا ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان کے پاگلوں میں بھی اتنا شعور ضرور تھا کہ قادیان کی رونق اس کی ظاہری اینٹوں اور مکانوں اور گلیوں سے نہیں بلکہ ان پاک لوگوں میں ہے جو یہاں بسا کرتے تھے جب میں غالباً ۱۹۶۴ء میں قادیان گیا تو حضرت مولانا ذوالفقار علی خان صاحب کے ایک صاحبزادے جو پاگل کہلاتے تھے کبھی کبھی بہت پتے کی بات بھی کر دیا کرتے تھے لیکن ایک پاگل کے طور پر بچے ان سے باتیں کیا کرتے اور انہیں چھیڑا کرتے تھے وہ بہت اپنی ذات میں ڈوبے ہوئے انسان تھے کسی کے مذاق کا بُرا نہیں مناتے تھے اپنے کام سے کام رکھتے تھے خاموشی سے پھرتے تھے۔ سب بچوں سے پیار سے باتیں کیا کرتے تھے ان کی چھیڑ کا بھی پیار سے جواب دیا کرتے تھے۔ جب میں قادیان گیا تو اس چوک میں جہاں اللہ دتا صاحب کبابی کی دوکان تھی وہاں وہ مجھے اس تھڑے پر بیٹھے دکھائی دئے جہاں اللہ دتا صاحب کسی زمانے میں کباب لگایا کرتے تھے ان سے میں نے آگے بڑھ کر مصافحہ کیا اور پوچھا کہ میاں عبد اللہ کیا حال ہے آپ کہنے لگے کیا حال پوچھتے ہو۔ قافلے چلتے رہے بستے رہے، گزرتے رہے۔ یعنی پارٹیشن کا نظارہ ان الفاظ میں بیان کیا۔ پھر میں نے کہا میاں عبداللہ کوئی شعر تو سنائیے انہیں شعروں کا بہت شوق تھا۔ شعر بھی ایسا مناسبِ حال پڑھا کہ میں حیران رہ گیا۔ کہنے لگے:

وفا تجھ سے میری شہرت نہیں بر عکس ہے قصہ
تیری ہستی تو مجھ سے ہے، نہ میں ہوتا نہ تو ہوتی

پیغام یہ دے رہے تھے کہ قادیان کی شہرت تو ان لوگوں سے تھی جو یہاں بسا کرتے تھے۔ ان مقدس وجودوں سے تھی جنہوں نے یہاں سانس لیا، جن کے قدم اس بستی نے چومے، وہ لوگ تو قافلہ قافلہ چلے گئے اب مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ یہاں کیا حال ہے۔ بہت ہی دردناک کیفیت تھی جس میں انہوں نے یہ شعر پڑھا اور اس شعر نے بہت ہی دردناک کیفیت میرے دل میں پیدا کر دی۔ واقعہ یہی ہے کہ دراصل اہل قادیان کے ذمہ جو بڑی ذمہ داری ہے وہ ان کے تقویٰ کے آثار کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اگر یہ مٹ گئے تو قادیان کی ظاہری بستی انہیں کچھ عطا نہیں کر سکے گی ان کو زندہ رکھنا ان کا فرض ہے کیونکہ اس سے تمام کائنات کی زندگی ہے۔ تقویٰ ہی کے بل پر کائنات زندہ ہے اگر تقویٰ کا وجود غائب ہو جائے تو اس کائنات کو باقی رکھنے

کی کوئی وجہ کوئی جواز باقی نہیں رہے گا۔

امراؤالقیس نے اپنے محبوب کے آثار کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

قِفْ بِالدِّیَارِ الَّتِیْ لَمْ یعفھا القدم

بَلٰی وَغیرھا الا رواح وَالدِّیَم

تو محبوب کی ان بستیوں کے پاس ذرا ٹھہر جا جنہیں زمانے نے مٹایا تو نہیں البتہ ہواؤں اور بارشوں نے ان کی حالت تبدیل کردی ہے۔قادیان کے متعلق مجھے یہی خوف ہے کہ کہیں وہ نشان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے متقی صحابہؓ نے پیچھے چھوڑے ہیں ان کی حفاظت میں اہلِ قادیان سے کوئی غفلت اور کوتاہی نہ ہو جائے اور کہیں یہ شعر ان پر صادق نہ آئے کہ آنے والے اس بستی میں ان لوگوں کو دیکھ کر بہ زبان حال کہنے لگیں کہ:

قِفْ بِالدِّیَارِ الَّتِیْ لَمْ یعفھا القدم

بَلٰی وَغیرھا الا رواح وَالدِّیَم

اس بستی میں تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر جاؤ اگرچہ زمانے نے ان کے نشانوں کو مٹایا تو نہیں مگر چلنے والی ہواؤں اور بارشوں نے ان کی حالت غیر کر رکھی ہے۔پس اس پہلو سے میں نے آج کے خطاب کے لئے یہ ذکر چنا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہؓ جن کی وجہ سے یہ بستی روشن ہوئی وہ کون تھے؟ کیا تھے؟...

...نیز فرمایا:

قادیان کے دوسرے دور میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ و ناظر اعلیٰ قادیان خود بھی بہت پاک نمونہ رکھنے والے تھے۔صحابہؓ کے تربیت یافتہ تھے۔آپ کا قادیان کے ہندو و سکھوں پر اتنا اثر تھا کہ باوجود اس کے کہ قادیان کی بستی میں احمدیوں کی تعداد بہت معمولی سی تھی۔پھر بھی ان پر اعتماد کی وجہ سے ان کو قادیان کی کونسل کا چیئرمین منتخب کرلیا گیا تھا۔بڑا وقار تھا۔بڑی عزت تھی۔اور حضرت شیخ عبدالرحمٰن صاحب جن کو جٹ کہا جاتا تھا، انکے نیک اثر کے نتیجے میں قادیان کی جو باقی آبادی تھی خدا کے فضل سے قادیان کے درویشوں کے بہت قریب آئی اور ان کی ہمیشہ عزت کرتی رہی۔خلفاء کے دور میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تربیّت یافتہ لوگ تھے، ان کا فیض براہِ راست بھی جاری رہا۔ان کی تربیت پانے والے تابعین پر بھی ان کے پاک اثرات نیک صفتوں کی صورت میں رونما ہوئے۔ان کے نتیجے میں بہت سے

حسنِ سیرت والے نئے وجود تراش دیئے۔ اور بڑی کثرت سے ہم نے وہاں اوّلین تابعین کو بھی صحابہ کے رنگ میں رنگین پایا۔ ایک لمبے عرصہ تک ایسا پاک نمونہ قادیان میں اپنے جلوے دکھاتا تھا۔ بعض دفعہ بعض غیر اور بعض متشدد مخالف بھی قادیان آکر حیرت کے ساتھ اس بستی کو دیکھتے تھے اور یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے کہ قرونِ اولیٰ کے رنگ کسی میں دیکھنے ہوں تو قادیان آکر دیکھے۔ حتی کہ علاّمہ اقبال نے بھی جنہوں نے بہت مخالفت کی ایک موقعہ پر یہ بیان دیا کہ اگر کسی نے اسلام کا ٹھیٹھ نمونہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ دیکھنا ہو تو وہ قادیان آکر دیکھے۔ ۱۹۱۳ء میں ایک جرنلسٹ وہاں تشریف لائے۔ ان کا نام محمد اسلم تھا۔ قادیان کچھ دن ٹھہر کر وہ واپس گئے۔ قادیان کے تأثرات لکھتے ہوئے وہ قلم طراز ہیں ''عام طور پر قادیان کے احمدی جماعت کے افراد کو دیکھا گیا تو انفرادی طور پر ہر ایک کو توحید کے نشے میں سرشار پایا اور قرآن مجید کے متعلق جس قدر صادقانہ محبت قادیان میں دیکھی۔ کہیں نہیں دیکھی۔ صبح کی نماز منہ اندھیرے چھوٹی مسجد میں پڑھنے کے بعد جسے مسجد مبارک کہا جاتا ہے۔ میں نے گشت کی تو تمام احمدیوں کو بلاتمیز بڑے، چھوٹے میں نے لیمپ کے آگے قرآن مجید پڑھتے دیکھا۔ دونوں احمدی مسجدوں میں دو بڑے گروہوں اور اسکول کے بورڈنگ میں سینکڑوں لڑکوں کی قرآن خوانی کا مؤثر نظارہ مجھے عمر بھر یاد رہے گا۔ حتی کہ احمدی تاجروں کا صبح سویرے اپنی دکانوں اور مسافروں کا مقیم مسافر خانوں کی قرآن خوانی بھی ایک نہایت پاکیزہ سین پیدا کر رہی تھی۔ گویا صبح کے وقت معلوم ہوتا تھا کہ قدّوسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر قرآن کریم کی تلاوت کر کے نوع انسان پر قرآن مجید کی عظمت کا سکہ بٹھانے آئے ہیں۔ غرض احمدی قادیان میں مجھے قرآن ہی قرآن نظر آیا'' کیسی بے اختیاری میں ان سے کیسی سچائی کی باتیں نکل آئی ہیں۔ ان کے قلم نے جو سچائی کے موتی بکھیرے ہیں یہ حقیقت میں بہت گہری باتیں ہیں۔ جن کا تعلق حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث سے بھی ہے۔ جن میں سے ایک حدیث میں نے گزشتہ جمعوں میں آپ کے سامنے پیش کی تھی کہ جہاں صدقِ دل کے ساتھ ذکر الٰہی ہوتا ہے۔ گروہ در گروہ طبق در طبق فرشتے نازل ہوتے ہیں اور جمگھٹا کر جاتے ہیں۔ پس ایسی کیفیّت جو انہوں نے وہاں محسوس کی ہے حالانکہ وہ احمدی نہیں تھے کہ قدوسیوں کے گروہ در گروہ آسمان سے اتر کر یوں معلوم ہوتا، قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔

درویشانِ قادیان کو نصیحت

پس اے درویشانِ قادیان! آج بھی ویسے نمونے دکھاؤ۔ آج بھی قادیان کی گلیوں میں صبح ایسی ہی

تلاوت کی آوازیں بلند ہوں۔ باہر سے آنے والے اگر اس نظارے سے متاثر نہ ہو سکتے ہوں تو نہ ہوں۔ آسمان سے فرشتے نازل ہوا کریں۔ ہر صبح بھی گواہی دیا کرے کہ خدا تعالیٰ کے قدّوسیوں کا ایک گروہ اس بستی میں آج بھی زندہ ہے اور ان پاک نشانات کی حفاظت کر رہا ہے جو ہمیشہ زندہ رکھنا جماعت احمدیہ کا فرض ہے۔ خدا کرے کہ اس کی آپ کو توفیق ملے جو حاضرین جلسہ آج وہاں تشریف لائے ہیں یا تشریف لا چکے ہیں۔ جب جلسہ کا اختتام ہوگا تو کچھ تو آج ہی شاید واپس چلے جائیں مگر ایک بڑی تعداد وہاں ٹھہرے گی۔ ان سے میں کہتا ہوں کہ وہ کل صبح کی نماز کے بعد انہی نظاروں کو دہرائیں۔ ان نظاروں کو دوبارہ زندہ کر دیں تا کہ قادیان کی گلی گلی زیادہ روشن اور منور ہو جائے۔ فرشتے آسمان سے اتر کر آپ پر سلام بھیجیں۔ اور ایسے پاک نظارے ہوں جن کو دیکھ کر وہ جو قرآن کے نور سے وابستہ نہیں ہیں ان کو بھی بینائی نصیب ہونے لگے۔ خدا انہیں بھی آنکھیں عطا کر دے۔ کہ وہ اس نور سے فیض یاب ہونے کی طاقت پا جائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ان نظاروں کے فیض سے اسلام کی طرف مائل کر دے۔ دیکھئے اسلام کی طرف مائل کرنا کچھ تو زبان سے ممکن ہوتا ہے اور کچھ عملِ صالح سے ہوا کرتا ہے اور جب تک عملِ صالح کی گواہی زبان کی گواہی کے ساتھ نہ ہو، کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ جتنا چاہے کوئی چرب زبانی سے کام لے۔ اگر عملِ صالح اس کا ساتھ نہ دے تو زبان کی گواہی کا کوئی اثر طبیعت پر نہیں پڑتا لیکن عملِ صالح ایک ایسی قوت رکھتا ہے کہ زبان اس کا ساتھ نہ بھی دے تب بھی وہ دلوں کو تبدیل کر دیتا ہے اور بہت سے ایسے خاموش خدا کے بندے ہیں بہت سے ایسے متقی ہیں جنہوں نے زبان کے ذریعے لوگوں کو نہیں بلایا۔ لیکن ان کا دل ان کا پاک وجود ایک غیر معمولی مقناطیسی قوت اپنے اندر رکھتا تھا اور لوگ خود بخود ان کی طرف کھینچے چلے آتے تھے۔ پس آج قادیان کی بستی کو ایسے صاحبِ جذب بزرگوں کی ضرورت ہے، ایسے متقیوں کی ضرورت ہے جن کی کشش ماحول کو اپنی طرف بڑی قوت کے ساتھ کھینچنے لگے۔ اور وہ چاہیں بھی کہ نہ آئیں تب بھی لوگ کشاں کشاں آپ کی طرف چلے آئیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق بخشے۔

قادیان میں ان اقدار کی حفاظت ہوتی رہی یہاں تک کہ تقسیم ہند کا وقت آیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اہلِ قادیان ان اعلیٰ قدروں کی حفاظت کرنے والے تھے۔ اس دور کی ایک گواہی ایک غیر احمدی ایڈیٹر کے قلم سے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ اخبار ''ریاست'' کے ایڈیٹر صاحب ۱۹۵۷ء میں ۲؍دسمبر کی اشاعت میں لکھتے ہیں۔ ''یہ واقعہ انتہائی دلچسپ ہے کہ مشرقی پنجاب میں خونریزی کا بازار گرم تھا۔ مسلمانوں کا مسلمان ہونا ہی ناقابل معافی جرم تھا۔ مشرقی پنجاب کے کسی ضلع کے کسی مقام پر کوئی بھی مسلمان باقی نہ تھا۔ وہ یا تو

پاکستان چلے گئے یا قتل کر دیئے گئے۔ قادیان میں چند درویش صفت احمدی تھے جنہوں نے تنگِ شرافت لوگوں سے ننگ انسانیت مظالم برداشت کئے۔ ان کو بلا خوف تردید مجاہد قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور جن پر آئندہ کی تاریخ فخر کرے گی۔ کیونکہ امن وامان کے زمانہ میں تو ساتھ دینے والی تمام دنیا ہوا کرتی ہے۔ ان لوگوں کو انسان نہیں فرشتہ قرار دینا چاہئے۔ جو جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے شعار پر قائم رہیں اور موت کی پرواہ نہ کریں۔

اب بھی قادیان کے درویشوں کے اسوۂ حسنہ کا خیال آتا ہے تو احترام کے جذبات کے ساتھ گردن جھک جاتی ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ایسی شخصیتیں ہیں جن کو آسمان سے نازل ہونے والے فرشتے قرار دینا چاہئے۔'' پس کل تک جو تم غیروں کی زبان پر بھی فرشتے کہلاتے تھے۔ آج اپنے اعمال میں ایسی تبدیلی روا نہ رکھی کہ جس کے نتیجے میں اپنے بھی تمہیں فرشتہ نہ کہہ سکیں۔ تقویٰ ایک ایسی نعمت ہے جو حاصل ہونے کے باوجود پھر بھی حفاظت چاہتی ہے۔ قدم قدم پر ہر قسم کے خزانوں پر ڈاکے بھی پڑا کرتے ہیں۔ جگہ جگہ سے دلوں میں بدنیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جہاں بھی دولت کو دیکھتے ہیں تو بعض بدنیتوں والے لوگ اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے یا حاسد لوگ اس دولت کو ضائع کرنے کے لئے کوشش ضرور کرتے ہیں۔ آپکو جو دولت نصیب ہے۔ اگر ایسے صاحب رشک لوگ پیدا ہوں جو آپ سے اس دولت کو لینا چاہیں تو اس میں قطعاً کسی کنجوسی کی ضرورت نہیں۔ یہ وہ دولت ہے جو ہزار بانٹو تو ختم نہیں ہوگی۔ اس لئے ضرور ان کو دیتے چلے جاؤ۔ لیکن اس دولت کی پہلے اپنے دلوں میں حفاظت کرو۔ پھر یہ برکت ایسی ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان حاسدوں سے بچو جو تمہارے سینوں میں ان دولتوں کو بھسم کر دینا چاہتے ہیں۔ خود ان کو اس دولت کی کوئی قدر نہیں ہے۔ ہیروں اور جواہرات کو مٹی اور کنکر پتھر سے زیادہ قیمتی نہیں سمجھتے لیکن پھر بھی ان کے دلوں کی گہرائیوں میں یہ احساس ضرور ہے کہ ہم جسے کنکر پتھر سے زیادہ عزت نہیں دیتے انہیں کنکر پتھروں میں غیر معمولی چمک ہے۔ ان میں غیر معمولی جذب اور کشش ہے اور اس احساس سے وہ ملتے ہیں اور آپ کی نیکی کی قوتوں کو بھی جلا کر خاکستر کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ ظاہری طور پر اس طرح حملہ آور نہ بھی ہوں، مختلف بیانوں سے آپ کو پھسلانے کی کوشش کرتے ہیں جیسے آدم کو شیطان نے پھسلانے کی کوشش کی تھی، نیکی کے لباس میں آیا تھا۔ نیک نصیحت کرتے ہوئے آدم کو بظاہر ایک ابدی زندگی کی راہ دکھائی تھی مگر حقیقت میں وہ ایک ازلی موت کی راہ تھی۔ پس ذرا سی ٹھوکر کے نتیجہ میں آدم خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد بنا اور اگر خدا تعالیٰ آدم کو خود استغفار نہ سکھاتا اور خود اسے قبول نہ فرماتا تو یہ ساری انسانیت جو آج آدم سے پیدا ہوئی ہے۔ یہ تمام کی تمام ہلاک ہو جاتی۔

پس قادیان کے نور کی حفاظت کریں۔ قادیان کے تقویٰ کی حفاظت کریں اور حاسدوں سے بچ کر رہیں۔ جو طرح طرح کے بھیس بدل کر آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ کو دوستی کی دعوت دیں گے۔ دنیا کی چمک دمک سے متاثر کرنے کی کوشش کریں گے۔ دنیا کے کاموں کی طرف کھینچیں گے اور کہیں گے کہ اے درویشو تم نے تو اپنی زندگیاں ضائع کر دیں۔ دیکھو باہر آزاد دنیا میں بسنے والے لوگ کیا کچھ کما بیٹھے ہیں۔ کہیں سے کہیں پہنچ گئے ہیں اور تم نے اپنی جانیں، اپنی دولتیں، اپنے بچے، قادیان کی اینٹوں پر فدا کر دیئے اور ہاتھ کچھ بھی نہیں آیا۔ یہ جاہل لوگ ہیں یہ جھوٹے ہیں۔ یہی ہیں جو شیطان ہیں۔ حقیقت میں جو سعادتیں آپ کو نصیب ہوئی ہیں اگر آپ ان کی قدر کرنے والے بنیں تو خدا آپ کو دنیا میں بھی بے شمار دے گا اور آخرت میں بھی بے شمار دے گا۔ اگر دنیا میں آپ خدا کے فضل اپنے پر اترتے ہوئے نہیں دیکھ رہے تو یہ خطرے کا مقام ہے۔ بعض دفعہ ایسا ضرور ہوتا ہے کہ اس دنیا میں خدا کے فضل کچھ عرصہ کے لئے نازل نہیں ہوتے۔ یعنی دنیاوی لحاظ سے خدا کے پاک بندے آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ جہاں تک میں نے پاک لوگوں کی سیرت کا مطالعہ کیا ہے، میں نے دیکھا ہے کہ ایسی آزمائشیں کچھ عرصہ تو چلتی ہیں ہمیشہ کے لئے ساتھ نہیں دیتیں۔ ضرور نیک لوگوں پر ایسے وقت آتے ہیں کہ جس دنیا کو وہ ٹھکرا دیتے ہیں۔ وہ دنیا ٹھوکریں کھانے کے باوجود ان کے پیچھے لگتی ہے۔ ہاتھ باندھ کر خدمت کے لئے حاضر ہوتی ہے اور یہ عرض کرتے ہوئے ان کے سامنے پہنچتی ہے کہ تم ہم سے جیسا چاہو سلوک کرو۔ جن نیک کاموں پر چاہو خرچ کرو۔ ہم تمہارے بندے بن کر تمہارے پاس رہیں گے۔ خدا اپنے نیک بندوں کی قربانیوں کو کبھی ضائع نہیں کیا کرتا۔ اگر ظاہری طور پر آپ دیکھیں کہ آپ سے وہ سلوک نہیں ہے تو خدا سے شکایت نہ کریں اور اپنے نفوس کو ٹٹولیں اور دیکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے قربانی کرنے کے بعد اس قربانی کو ضائع کر دیا ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ سوت کاتنے والی اس عورت کی طرح نہ بننا کہ جس نے سوت کاتا ہو اور جب وہ تکلا موٹا ہو جائے تو خود اسے چھوٹے چھوٹے دھاگوں میں کاٹ کر ضائع کر دے اور خود اسے بے کار بنا دے۔ بعض دفعہ ایک لمبی محنتوں کے کاتے ہوئے سوت بھی چھری کے ایک وار سے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی کوئی بھی قیمت باقی نہیں رہتی۔ پس اہلِ قادیان سے جن سے میں مخاطب ہوں بڑے درد کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ ان روشن نشانوں کی حفاظت کریں، جن کا ذکر میں نے صحابہؓ کی زندگی کی مثالوں کے طور پر آپ کے سامنے رکھا ہے جن کا ذکر صحابہؓ کی نسلوں میں ہی نہیں بلکہ ان کے بعد تابعین کی نسلوں میں بھی ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ خلفاء کے دور میں قادیان میں بسنے والے بزرگ جس طرح اپنے

فرائض ادا کیا کرتے تھے۔ ان کے میں نمونے آپ کے سامنے رکھتا ہوں تا قادیان میں رہنے والے قادیان کے درویش اپنے نفسوں پر غور کریں کہ آج بھی آپ میں ایسے پاک نمونے دکھانے والے موجود ہیں۔''

نیز فرمایا:

اے قادیان میں رہنے والو

پس اے قادیان میں رہنے والو آج بھی مسیح موعود کے دوست بن کر قادیان میں رہو۔ اسی میں تمہاری ابدی زندگی ہے۔ دوستی کا حق نبھانا کبھی نہ بھولنا۔ دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''میرے دوست جو میرے پاس قادیان میں رہتے ہیں میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے تمام انسانی قویٰ میں اعلیٰ نمونے دکھائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک جماعت میں کبھی کوئی ایسا آدمی مل کر رہے جس کے حالات مشتبہ ہوں یا جس کے چال چلن پر کسی قسم کا اعتراض ہو سکے۔ یا اس کی طبیعت میں کسی قسم کی مفسد پردازی ہو یا کسی اور قسم کی ناپاکی اس میں پائی جائے۔ لہذا ہم پر یہ واجب اور فرض ہوگا کہ اگر ہم کسی کی نسبت کوئی شکایت سنیں گے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرائض کو عمداً ضائع کرتا ہے یا کسی ٹھٹھے اور بے ہودگی کی مجلس میں بیٹھتا ہے یا کسی اور قسم کی بدچلنی اس میں ہے تو وہ فی الفور اپنی جماعت سے الگ کر دیا جائے گا اور پھر وہ ہمارے ساتھ اور ہمارے دوستوں کے ساتھ نہیں رہے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ کھیت جو محنت سے تیار کیا جاتا ہے اور پکایا جاتا ہے اس کے ساتھ خراب بوٹیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ جو کاٹنے اور جلانے کے لائق ہوتی ہیں۔ ایسا ہی قانونِ قدرت چلا آیا ہے جس سے ہماری جماعت باہر نہیں ہو سکتی جانتا ہوں کہ وہ لوگ جو حقیقی طور پر میری جماعت میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ایسے رکھے ہیں کہ وہ طبعاً بدی سے متنفر اور نیکی سے پیار کرتے ہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنی زندگی کا بہت اچھا نمونہ لوگوں کے لئے ظاہر کریں گے۔''

پھر فرماتے ہیں کہ ''ہم کیونکر خدا تعالیٰ کو راضی کریں اور کیونکر وہ ہمارے ساتھ ہو۔ اس کا اس نے بار بار مجھے یہی جواب دیا ہے کہ تقویٰ سے، سواے میرے بھائیو کوشش کرو تا متقی بن جاؤ۔''

قادیان میں مختلف لوگ دور دور سے آ کر بسے ہیں ان میں سے ایسے بھی ہونگے جو قادیان میں ذریعہ معاش کی تلاش کرتے ہوئے پہنچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔ لیکن قادیان جا کر بسنے والوں کو کس نیت سے وہاں جانا چاہئے، اس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ روایت میں آتا ہے ''ایک مرتبہ کسی نے کہا تجارت کے لئے یہاں آنا چاہتا ہوں یعنی قادیان میں رہ کر تجارت کروں۔

فرمایا یہ نیت ہی فاسد ہے۔اس سے توبہ کرنی چاہئے۔یہاں تو دین کے واسطے آنا چاہئے اور اصلاحِ عاقبت کے خیال سے یہاں رہنا چاہئے۔نیّت تو یہی ہو اور اگر پھر اسکے ساتھ کچھ تجارت وغیرہ یہاں رہنے کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے ہو تو حرج نہیں۔اصل مقصد دین ہو۔نہ دنیا کیا تجارتوں کے لئے شہر موزوں نہیں؟یعنی دنیا کے شہر زیادہ موزوں ہیں۔یہاں آنے کی اصل غرض کبھی دین کے سوا اور کچھ نہ ہو۔پھر جو کچھ حاصل ہو جاوے وہ خدا تعالیٰ کا فضل سمجھو۔''

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نصیحت پر میں اس خطاب کو ختم کرتا ہوں اور تمام اہل قادیان کو اس پاک مقدس بستی میں اس عالمی جلسے میں شرکت پر تمام دنیا کی جماعتوں کی طرف سے مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت کے ساتھ با مقصد، بامراد ہوتے ہوئے یہاں سے رخصت فرمائے۔اپنے قادیان میں حاضری کے اعلیٰ مقصد کو آپ پالیں۔''

(اخبار ''بدر'' ۲۴ر مارچ ۱۹۹۴ء صفحہ ۳ تا ۱۳)

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ درویشانِ قادیان نے بڑے ہی صدق و وفا کے ساتھ خدا کی حمد کے ترانے گاتے ہوئے اپنی زندگیوں کے دن گزارے ہیں اور گزار رہے ہیں لیکن بعض جاں فروش درویشوں کی اولادوں نے اپنے آباء کی قربانیوں سے بہت کم حصہ پایا ہے اُن کو چاہئے کہ وہ اپنے آباء کی قربانیوں کو یاد کرتے ہوئے اُن کو اپنے عمل میں زندہ کریں تا ہم سب اہل قادیان اس دُنیا میں بھی متقی شمار ہوں اور مرنے کے بعد بھی خدا کی رحمتیں ہم کو ڈھانپ لیں۔اور ہم آئندہ آنے والوں کے لئے اوّلین کی طرح نمونہ بنیں اور حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہشات کو پورا کرنے والے ہوں۔خدا کرے ایسا ہی ہو۔خدا کرے ایسا ہی ہو آمین ثم آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی قادیان آمد

سیدنا حضرت اقدس امیر المؤمنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا قادیان دارالامان میں ورود مسعود

الحمد للہ کہ خدا تعالیٰ قدرت ثانیہ کے پانچویں مظہر کو قادیان دارالامان لایا اور موجود درویشان کرام نے حضور انور کے دیدار سے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھائی۔ حضور انور کی قادیان آمد کا ذکر جو اخبار بدر میں شائع ہوا پیش کیا جاتا ہے:

''۱۵ر دسمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعرات صبح چھ بجکر دس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد بیت الہادی دہلی میں تشریف لاکر نماز فجر پڑھائی۔ نماز فجر کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ آج پروگرام کے مطابق قادیان دارالامان کے لئے دہلی سے بذریعہ ریل امرتسر روانگی ہوئی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ساڑھے چھ بجے اپنی رہائش گاہ سے باہر تشریف لائے اور دعا کروائی اور دہلی کے ریلوے اسٹیشن کے لئے روانگی ہوئی۔ سات بجے حضور انور دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر تشریف لائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو یہاں بھی وی.آئی.پی.کی تمام سہولیات مہیا کی گئیں۔ حضور انور کی گاڑی پلیٹ فارم کے اس حصہ کے قریب آکر کھڑی ہوئی جہاں سامنے ٹرین کا ایگزیکٹو کلاس کا وہ ڈبہ تھا جس میں جماعت نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، قافلہ کے ممبران اور جماعت کی انتظامیہ اور سیکیورٹی خدام کی سیٹیں ریزرو کروائی تھیں۔ قافلہ کا سارا سامان بھی اسی ڈبہ کے اندر رکھا گیا چونکہ سامان رکھنے کے لئے جگہ کی کمی تھی۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت خود ہدایات دیتے ہوئے مختلف جگہوں پر سامان رکھوایا۔ وزنی سامان نیچے علیحدہ جگہوں پر رکھوایا اور قدرے ہلکا سامان سیٹوں کے اوپر والے حصہ میں رکھوایا۔

ساڑھے سات بجے صبح شتابدی ایکسپریس دہلی اسٹیشن سے امرتسر کے لئے روانہ ہوئی دہلی سے امرتسر کا فاصلہ ۴۵۲ کلومیٹر ہے گاڑی راستہ میں مختلف اسٹیشنز پر رکتی ہوئی ساڑھے گیارہ بجے لدھیانہ کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ جہاں جماعت لدھیانہ کے احباب جماعت مرد وخواتین اور بچے اپنے پیارے آقا کے دیدار کے لئے ریلوے اسٹیشن پر آئے ہوئے تھے۔ حضور انور گاڑی کے ڈبہ کے دروازے پر تشریف لے آئے

صدر جماعت لدھیانہ نے حضور انور کی خدمت میں گلدستہ پیش کیا مرد احباب نے حضور انور سے شرفِ مصافحہ حاصل کیا اور خواتین نے شرف زیارت حاصل کیا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کچھ دیر کے لئے دروازہ میں کھڑے رہے حضور انور کا چہرہ مبارک دیکھتے ہوئے خواتین، بچیوں اور احباب نے رونا شروع کر دیا خواتین اور بچیاں سسکیاں لیکر رو رہی تھیں۔ حضور انور کچھ دیر بعد اپنی نشست پر واپس تشریف لے آئے اور گاڑی کے شیشہ سے انہیں مسلسل روتے ہوئے اور سسکیاں لیتے ہوئے دیکھا تو حضور انور اپنی سیٹ سے اٹھے اور پھر دروازہ پر تشریف لے گئے عشق و محبت کا سمندر دونوں طرف موجزن تھا۔ یہ لوگ حضور انور کو دیکھتے اور روتے جاتے یہ ایسا منظر تھا جو نا قابل بیان ہے اور تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔

لدھیانہ شہر وہ تاریخی شہر ہے جہاں حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۲۳؍ مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعت لینے کا آغاز فرمایا تھا اور جماعت احمدیہ کے قیام کا آغاز ہوا تھا۔

گاڑی آہستہ آہستہ لدھیانہ کو چھوڑتے ہوئے امرتسر کے لئے روانہ ہوئی راستہ میں ٹرین کے ایگزیکٹو کلاس کا سٹاف حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اپنی وزیٹر بک لے کر آیا اور حضور انور کی خدمت میں اپنے ریمارکس لکھنے کی درخواست کی۔

حضور انور نے وزیٹر بک پر لکھا ”بھارتی ریل شتابدی کے ذریعہ سفر کا یہ پہلا موقعہ ہے۔ اچھا سفر گزرا ہے۔ سروس اچھی ہے۔“

کچھ دیر کے بعد گاڑی بیاس شہر کے اسٹیشن پر رکی جہاں India TV کی ٹیم حضور انور سے انٹرویو لینے کے لئے گاڑی پر سوار ہوئی۔ حضور انور کی نشست کے پاس ہی میڈیا کے یہ ممبران اور جرنلسٹ آ گئے اور حضور انور سے انٹرویو لیا۔ ان کے ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ہمارا قادیان کا جو جلسہ سالانہ ہوتا ہے وہ احمدی احباب کی تربیت کے لئے ہوتا ہے ان کی روحانی تربیت کے لئے ہوتا ہے۔ خالصۃً جماعتی جلسہ ہے کوئی سیاسی جلسہ نہیں ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ہر شہری کو، ملک کے ہر باشندے کو یہی پیغام ہے کہ پیار سے محبت اور امن سے رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کا سلوک کریں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ہمارا اور اس جلسے کا مین مقصد یہ ہے کہ ہر انسان کو اس کے پیدا کرنے والے سے ملائیں اور اس پیغام کو دنیا میں پھیلائیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا اس وقت جماعت احمدیہ دنیا کے ۱۸۰ ممالک میں ہے اور بڑی تعداد میں ہے۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ ہم قادیان جارہے ہیں بہت اچھا محسوس ہو رہا ہے۔ قادیان جائیں گے وہاں سب سے ملیں گے قادیان سے ایک جذباتی لگاؤ بھی ہے۔ ایک تعلق ہے۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام پیدا ہوئے اور وہاں جماعت کی بنیاد پڑی اور جماعت قائم ہوئی۔

آخر پر ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ میرا پیغام یہی ہے کہ ہر ملک ہر ملک سے دوستی کرے۔ آپس میں قریبی تعلق پیدا ہو اور دنیا میں امن قائم ہو جائے۔

ایک بج کر چالیس منٹ پر شتابدی ایکسپریس امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔

امرتسر ریلوے اسٹیشن پر درج ذیل مرکزی عہدیداران نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا استقبال کیا۔ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی نمائندگی میں مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ناظر دیوان اور تحریک جدید پاکستان کی نمائندگی میں مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ نے حضور انور کو خوش آمدید کہا۔

اس کے علاوہ مکرم سید قاسم احمد صاحب ناظر امور عامہ و خارجہ، صدر انجمن احمدیہ قادیان سے مرکزی عہدیداران مولوی جلال الدین نیّر صاحب ناظر بیت المال آمد، چوہدری عبد الواسع صاحب نائب ناظر امور عامہ، محمد حمید کوثر صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد تعلیم القرآن و وقف عارضی، شعیب احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت، ڈاکٹر محمد عارف صاحب افسر جلسہ سالانہ قادیان اس کے علاوہ جماعت احمدیہ امرتسر کے احباب اور خدام الاحمدیہ کی سیکورٹی ٹیمیں بھی حضور انور کے استقبال کے لئے موجود تھیں۔

حکومتی انتظامیہ کی طرف سے درج ذیل شخصیات نے امرتسر ریلوے اسٹیشن پر آکر حضور انور کو خوش آمدید کہا۔

۱- ترپت راجندر سنگھ باجوہ ایم. ایل. اے، چیئرمین پنجاب پولوشن کنٹرول بورڈ۔

۲- ڈپٹی سپیکر پنجاب اسمبلی کے نمائندہ امرتسر بلدیہ کے کونسلر۔

۳- ڈپٹی ایڈووکیٹ جنرل پنجاب۔

۴- پریذیڈنٹ بلدیہ قادیان۔

ان شخصیات کے علاوہ امرتسر شہر کے کئی سیاسی اور سماجی عہدیدار استقبال کے لئے پہنچے۔ بعض کالجز کے پرنسپل صاحبان بھی استقبال کے لئے ریلوے اسٹیشن پر پہنچے، حضور انور کو پھولوں کے گلدستے پیش کئے گئے

اور پھولوں کے ہار پہنائے گئے۔

اس استقبالیہ پروگرام کے بعد حضور انور وی.آئی. پی. روم میں تشریف لے آئے۔ جہاں میڈیا اور پریس کے نمائندے جرنلسٹ پریس کانفرنس کے لئے پہلے سے ہی موجود تھے۔ جہاں حضور انور نے ان کے سوالات کے جوابات دیئے۔

درج ذیل الیکٹرانک میڈیا کے نمائندگان نے امرتسر ریلوے اسٹیشن پر حضور انور کی آمد کی کوریج دی اور پریس کانفرنس میں شامل ہوئے۔

۱-ذی.ٹی.وی.نیٹ ورک والفا نیوز

۲-انڈیا ٹی.وی.

۳-آج تک ٹی.وی چینل

۴-ببل سٹی کیبل قادیان

۵-سٹار نیوز

۶-سٹی کیبل امرتسر

۷-اے.وی.ایس نیوز ایجنسی

۸-پنجاب ٹوڈے

۹-آئی.این.بی.ویب سائٹ

۱۰-ای.ڈی.ٹی.وی.

ان ٹی.وی چینلز نے اپنی خبروں میں حضور انور کی آمد کا ذکر کیا۔اور مختلف عناوین سے امن وشانتی کا پیغام لیکر جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کے بھارت پہنچنے کی خبریں نشر کیں۔

امرتسر ریلوے اسٹیشن پر اور پھر وی.آئی.پی.روم میں پریس کانفرنس کے دوران درج ذیل پرنٹ میڈیا نے بھی حضور انور کی آمد کی خبریں شائع کیں۔

۱-ٹائمنر آف انڈیا،۲-ہندوستان ٹائمنر،۳-دی ٹربیون،۴-اکالی پتریکا،۵-جگ بانی،۶-پنجاب کیسری، ۷-دینک جاگرن، ۸-امر اُجالا، ۹-سپوکس مین، ۱۰-اے.ایف.پی. نیوز ایجنسی، ۱۱-پی.ٹی.آئی. نیوز ایجنسی،۱۲-دینک بھاسکر،۱۳-اجیت بٹالہ،۱۴-انڈین ایکسپریس،۱۵-نواں زمانہ،

۱۶-یو.این.آئی.نیوز ایجنسی،۱۷-اجیت سماچار،۱۸-اے.پی.اے.نیوز ایجنسی،۱۹-اجیت۔

اس پرنٹ میڈیا نے بھی حضور انور کی ہندوستان آمد کی خبریں شائع کیں۔اس پریس کانفرنس کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز امرتسر ریلوے اسٹیشن سے امرتسر سرکٹ ہاؤس تشریف لے گئے اور وہاں کھلے لان میں ظہر وعصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔

امرتسر میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا قیام سوا گھنٹے سے زائد رہا۔

یہ امرتسر کا شہر وہی شہر ہے جہاں جون ۱۸۹۳ء میں امرتسر کی عید گاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عبدالحق غزنوی سے ایک مباہلہ ہوا تھا۔جس میں حضورؑ نے بڑی دردناک دعائے مباہلہ کی تھی۔

اس مباہلہ کے چار سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباہلہ کے نتیجہ میں ہونے والے افضالِ الٰہیہ کا ذکر اپنی کتاب انجام آتھم میں فرمایا تھا۔اُن میں سے چھٹے نمبر پر درج فرمایا۔

’’عبدالحق نے مباہلہ کے بعد اشتہار دیا تھا کہ ایک فرزند اس کے گھر میں پیدا ہوگا اور میں نے بھی خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ اشتہار انوار الاسلام میں شائع کیا تھا کہ خدا تعالیٰ مجھے لڑکا عطا کرے گا۔سو خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرے گھر میں تو لڑکا پیدا ہو گیا جس کا نام شریف احمد ہے۔اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہئے کہ اس کا لڑکا کہاں گیا۔‘‘

آج امرتسر کی سرزمین نے ایک بار پھر اس مباہلہ کی سچائی دیکھی ہے حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس سرزمین پر تشریف لائے اور حکومتی انتظامیہ کی طرف سے حضور انور کو وی.آئی.پی.پروٹوکول دیا گیا اور اعلیٰ سرکاری افسران ریلوے اسٹیشن پر حضور انور کو خوش آمدید کہنے کے لئے تشریف لائے۔دوسری طرف عبدالحق غزنوی کا اس شہر میں کوئی نام ونشان نہیں۔کوئی اس کا نام لیوا نہیں۔

امرتسر سرکٹ ہاؤس میں ظہر وعصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز براستہ بٹالہ قادیان دارالامان کے لئے روانہ ہوئے اور چار بجے سہ پہر بٹالہ شہر پہنچے۔امرتسر سے ہی پولیس کی سیکورٹی گاڑیاں قافلہ کے آگے اور پیچھے ساتھ ساتھ رہیں۔

بٹالہ شہر میں ایس.ایس.پی.بٹالہ نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی آمد پر ایک استقبالیہ پروگرام بنایا تھا۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ایس.ایس.پی.کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جہاں حضور انور کو

خوش آمدید کہا گیا۔ حضور انور نے مختلف امور پر ایس.ایس. پی. سے گفتگو فرمائی۔ ایس.ایس. پی. نے چائے وغیرہ سے تواضع کی۔ اس موقع پر بعض دوسرے سرکاری افسران بھی موجود تھے۔

ایس.ایس. پی. صاحب کی درخواست پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایس.ایس. پی صاحب کی ایک نئی شائع ہونے والی کتاب ''نشوں سے دور نیا سویرا'' کی تقریب رونمائی میں شرکت فرمائی اور کتاب کی رونمائی فرمائی۔ حضور انور نے اس موقع پر فرمایا کہ اگر بچے اسکو پڑھ لیں اور سمجھ لیں تو اگلی نسل کو بچانے کے لئے ایک اہم کام ہوگا۔ ڈرگ اور نشہ آور چیزوں نے کئی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔

اس موقع پر میڈیا اور پریس کے نمائندے بھی موجود تھے۔ نمائندوں نے حضور انور کو کہا کہ ہم آپکو بھارت آنے پر خوش آمدید کہتے ہیں۔ حضور انور نے فرمایا میں بھی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ میرا بڑا اچھا استقبال ہوا ہے دہلی میں بھی اچھا استقبال ہوا ہے پولیس کی ڈیوٹی والے ہر جگہ ساتھ لے جاتے رہے ہیں اور سیر کرواتے رہے ہیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ میرا پیغام ایک ہی ہے کہ اللہ کی مخلوق اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانے اور آپس میں مل جل کر رہیں ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں اور ایک دوسرے سے ہمدردی خیر خواہی کریں تا کہ دنیا میں امن پھیلے حضور انور نے فرمایا کئی مذاہب کے لوگ ہیں لیکن ایک چیز مشترک ہے کہ پیدا کرنے والا ایک ہے سب اس پیدا کرنے والے کو پہچانیں۔

ایک سوال کے جواب میں حضور انور نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ دنیا کے ۱۸۰ ممالک میں ہے ہر ملک کی خواہش رہتی ہے کہ میں آؤں جب بھی بھارت کی دوبارہ باری آئے گی اور اللہ لیکر آئے گا تو میں آؤں گا۔

بٹالہ کے اس پروگرام میں ٹی.وی چینل، سٹی نیوز اور درج ذیل اخبارات کے نمائندے موجود تھے۔

دینک جاگرن، پنجاب کیسری، امر اُجالا، اجیت، اجیت سماچار، پنجاب ٹوڈے، ان سب نمائندگان نے بٹالہ میں مختصر قیام کے دوران اس پروگرام کی کوریج دی۔

یہ وہی بٹالہ شہر ہے جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک دشمن احمدیت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالفت میں سب سے آگے تھا۔ اور اپنی آخری عمر تک بٹالہ اسٹیشن پر قادیان آنے والوں کو روکا کرتا تھا۔ اور ایک روز قادیان آنے والے ایک احمدی دوست نے اسے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ مولوی صاحب قادیان جانے والوں کو روکتے روکتے آپ کی جوتیاں گھس گئی ہیں اور لوگوں کی قادیان جاتے جاتے جوتیاں گھس گئی ہیں۔ آج بٹالہ میں نہ تو اس مولوی کا کوئی نام ونشان ہے اور نہ ہی کوئی نام لیوا ہے۔ لیکن

ہزار ہا کی تعداد میں لوگ مسلسل بٹالہ سے گزرتے ہوئے قادیان آتے ہیں۔ آج اس شہر بٹالہ میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ورود مسعود ہوا۔ حضور انور کو حکومتی انتظامیہ نے خوش آمدید کہا اور بڑا والہانہ استقبال کیا اور وی. آئی. پی. گیسٹ کا اعزاز دیا گیا۔ پریس اینڈ میڈیا نے حضور انور کے وزٹ کو بھرپور کوریج دی اور پولیس نے سارے سفر میں سیکورٹی مہیا کی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک سفر قادیان قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت اور نشانات سے بھرپور ہے۔

چار بجکر پینتیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بٹالہ سے قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ چار بجکر پچاس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان دارالامان کی بستی میں داخل ہوئے۔ اور وہ تاریخ ساز لمحہ آپہنچا جب حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک قدم پہلی مرتبہ قادیان کی مبارک سرزمین پر پڑے۔ مینارۃ المسیح دور سے بجلی کے رنگ برنگے قمقموں میں جگمگاتا نظر آرہا تھا۔ قادیان کی پوری بستی دلہن کی طرح سجی ہوئی تھی ساری بستی ہی بقعہ نور بنی ہوئی تھی قادیان کے گلی کوچوں کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا تمام راستے محرابی دروازوں سے مزین تھے اور خوبصورتی سے سجائے گئے تھے۔ قادیان کے گھر رنگ برنگی روشنیوں سے جگمگا رہے تھے۔ جس طرح آج اس بستی کے گھر روشن تھے ان کے دل بھی روشن تھے اور اُن کے چہرے اپنے پیارے آقا کی آمد اور حضور انور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر خوشی و مسرت سے معمور تھے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز قادیان میں داخل ہوتے ہی سیدھے بہشتی مقبرہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر تشریف لے گئے اور پرسوز لمبی دعا کی۔ حضور انور احاطہ خاص میں بعض دوسری قبور پر بھی تشریف لے گئے۔ احاطہ خاص سے باہر حضور انور مرزا ایوب بیگ صاحبؓ کی قبر پر بھی تشریف لے گئے اور دعا کی۔

دعا کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بہشتی مقبرہ سے پیدل ہی قادیان کے گلی کوچوں سے گزرتے ہوئے دارالمسیح تشریف لے آئے۔ قادیان کے گلیوں میں دونوں طرف احباب جماعت مرد و خواتین بچے بچیاں بوڑھے اپنے پیارے آقا کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے بیتاب تھے حضور انور کو اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ اپنے سامنے اور درمیان سے گزرتا دیکھ کر جہاں احباب نے پرجوش اور والہانہ انداز میں نعرے بلند کئے وہاں ان سب کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ حضور انور اپنا ہاتھ بلند کر کے سب کے نعروں اور

سلام کا جواب دیتے رہے۔ خواتین تعلیم الاسلام ہائی سکول میں جمع تھیں۔ حضورانور خواتین کی طرف تشریف لے گئے اور سب کے سامنے سے گزرتے ہوئے ہاتھ ہلایا۔ ہر طرف سے السلام علیکم اور اھلاً وسھلاً ومرحبا کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہر چھوٹا بڑا ایک ناقابل بیان خوشی سے معمور تھا یہ سارا نظارہ اور منظر ایک ایسا پرسوز منظر تھا کہ قلم اس کے بیان کی طاقت نہیں پاتا۔ حضورانور اہالیان قادیان کے درمیان سے گزرتے ہوئے دار المسیح تشریف لائے اور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔

ساڑھے چھ بجے حضورانور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد مبارک میں تشریف لا کر مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھائیں۔ نمازوں کی ادائیگی کے بعد حضورانور اپنی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے مسجد مبارک اور اس کے سب بیرونی احاطے نمازیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ قادیان تشریف لانے کے بعد یہ پہلی نمازیں تھیں جو حضورانور نے پڑھائیں۔ لوگ نماز میں سسکیاں لیکر روتے تھے آج یہ لوگ کتنے خوش قسمت اور کتنے خوش نصیب تھے کہ انہیں خلیفۃ المسیح کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت مل رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ یہ سعادتیں یہ برکتیں ان کے لئے مبارک کرے۔ اور یہ برکتیں ان کی زندگیوں کا دائمی حصہ بن جائیں۔ آمین

آج اخبارات نے اپنی ۱۵؍دسمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں حضورانور کی آمد کو نمایاں کوریج دی۔

اخبار ہند سماچار نے اپنی ۱۵؍دسمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں لکھا "جماعت احمدیہ کے پانچویں روحانی خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کی آمد قادیان میں جگہ جگہ استقبالیہ دروازے جھنڈیاں اور بینرز لگائے گئے وہ ۲۶ سے ۲۸ دسمبر تک سالانہ اجلاس سے مخاطب ہوں گے۔

اخبار نے مزید لکھا "جماعت احمدیہ کے پانچویں روحانی خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب جن کی بھارت تشریف آوری پر ہر طبقہ کے لوگوں کو انتظار تھا وہ دہلی سے قادیان تشریف لا رہے ہیں۔ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی وفات کے بعد ۲۳؍اپریل ۲۰۰۳ء کو پانچویں روحانی خلیفہ بنے۔

ایگریکلچر یونیورسٹی فیصل آباد سے ایم.ایس.سی. (ایگریکلچر واکنامکس) پاس روحانی خلیفہ کی پیدائش ۱۵؍ستمبر ۱۹۵۰ء کو پاکستان میں ہوئی۔

بھارت پاکستان بٹوارے اور لندن ہجرت کے بعد ۱۹۹۱ء میں پہلی بار جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ بھارت آئے تھے اور ان کی وفات کے بعد ۱۴ سال بعد پہلی بار جماعت احمدیہ کے پانچویں روحانی خلیفہ بھارت تشریف لائے ہیں۔

روزنامہ پنجاب کیسری جالندھر نے ۱۵؍دسمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں درج ذیل عنوان کے تحت خبر شائع کی۔

''آنکھیں ترس رہی ہیں دیدار کے لئے'' اپنی اس خبر میں اخبار نے حضور انور کی ہندوستان آمد اور جلسہ میں شرکت کا ذکر کیا اور ''احمدیہ جماعت کا بڑھتا ہوا اثر اقوام عالم کے امن کے لئے فائدہ مند'' کے عنوان کے تحت بھی خبر شائع کی۔

اخبار دینک جاگرن نے بھی حضور انور کی آمد کی خبر شائع کی اور لکھا کہ جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ آج قادیان پہنچیں گے اور قادیان میں ہونے والے ۱۱۴ویں جلسہ سالانہ میں شرکت کریں گے۔

روزنامہ اجیت سماچار جالندھر نے اپنی ۱۵؍دسمبر کی اشاعت میں درج ذیل عنوان کے تحت خبر شائع کی۔

''جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد بھارت پہنچے علاقہ والوں نے ان کے استقبال میں پلکیں بچھائیں۔''

روزنامہ امر اُجالا جالندھر نے اپنی ۱۵؍دسمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں درج ذیل عنوان کے تحت خبر شائع کی۔

''پانچویں خلیفہ آج قادیان پہنچیں گے'' خبر میں حضور انور کی جلسہ سالانہ میں شرکت کا بھی ذکر کیا۔

روزنامہ جگ بانی جالندھر نے روحانی خلیفہ آج قادیان پہنچیں گے۔ کے عنوان سے حضور انور کی آمد اور جلسہ میں شمولیت کی خبر شائع کی۔ اس اخبار نے ''احمدیہ جماعت کا بڑھتا ہوا اثر اقوام عالم کے امن کے لئے فائدہ مند'' کے عنوان سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی تصویر کے ساتھ ایک آرٹیکل شائع کیا۔

روزنامہ نواں زمانہ جالندھر نے اپنی ۱۵؍دسمبر کی اشاعت میں درج ذیل عنوان کے تحت خبر شائع کی۔

''خلیفہ حضرت مرزا صاحب آج قادیان پہنچیں گے'' روزنامہ اجیت پنجابی نے اپنی ۱۵؍دسمبر ۲۰۰۵ء کی اشاعت میں لکھا ''جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد جلسہ میں شامل ہوں گے'' اس عنوان کے تحت تفصیلی خبر شائع کی۔

روزنامہ اجیت جالندھر نے اپنی ۱۵؍دسمبر کی اشاعت میں لکھا کہ ''خلیفہ صاحب کا بٹالہ میں خاص استقبال ہوگا'' اور ساتھ تفصیلی خبر شائع کی۔ اسی طرح اس اخبار نے احمدیہ جماعت اقوام عالم کے لئے امن چاہنے والی ہے کے عنوان سے ایک مضمون بھی شائع کیا اور ساتھ حضور انور کی تصویر بھی شائع کی۔

روزنامہ اکالی پتریکا جالندھر نے مسلم جگت کے پانچویں خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب بھارت پہنچے کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا۔

روزنامہ پنجابی ٹریبون چنڈی گڑھ نے احمدیہ جماعت کے پانچویں خلیفہ دہلی پہنچے۔ کے عنوان سے تفصیلی خبر شائع کی۔

روزنامہ ہند سماچار نے قادیان دارالامان میں حضور انور کی آمد اور عظیم الشان استقبال کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

۱۸۱ ممالک کے شاہ شاہاں حضرت مرزا مسرور احمد کی قادیان شریف آمد آمد'' کروڑوں احمدیوں کے روحانی پیشوا کا ہزاروں عقیدت مندوں نے استقبال کیا ہم سبھی کو محبت سب سے نفرت کسی سے نہیں کی تعلیم دیتے ہیں۔''

اخبار نے مزید لکھا:

جماعت احمدیہ کے پانچویں روحانی خلیفہ حضرت مرزا مسرور احمد جنہیں بادشاہوں کا بادشاہ بھی کہا جاتا ہے کے آج شام قادیان پہنچنے پر زبردست استقبال کیا گیا۔ سفید شلوار قمیص گہرے رنگ کی شیروانی اور سفید پگڑی پہنے حضور کا پرکشش روحانی چہرہ سب کے دلوں کو چھو رہا تھا قادیان جو کہ جماعت احمدیہ کا عالمی مرکز ہے کی سرزمین پر جیسے ہی روحانی خلیفہ صاحب نے اپنے قدم رکھے پورا ماحول نعرے تکبیر اللہ اکبر کی آواز سے گونج اٹھا۔ ۱۸۱ ممالک سے کروڑوں احمدی عقید تمندوں کے روحانی بادشاہ کے دیدار کے لئے موجود سبھی طبقہ کے لوگ اپنے جذبات کو بہتی آنکھوں سے بیان کر رہے تھے۔ سڑک کے دونوں جانب سینکڑوں افراد جھنڈیاں و ہاتھ ہلا رہے تھے۔ جس کا جواب حضور صاحب ہاتھ ہلا کر دے رہے تھے اس کے بعد آپ ٹی. آئی. ہائی. اسکول کے میدان میں گئے جہاں کھڑی احمدیہ مستورات نے ان کا استقبال نظمیں و ترانے سنا کر کیا۔ شام سات بجے آپ نے نماز ادا کروائی۔

اخباری نمائندگان سے بات چیت کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ میں بھارت میں امن شانتی و بھائی چارے کا پیغام لیکر آیا ہوں۔'' (اخبار بدر ۱۹ر جنوری ۲۰۰۶ء)

اہلِ قادیان کے نام پیغام

(از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ)

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدی آخر زماں میں رہتے ہو

قدم مسیح کے جس کو بنا چکے ہیں ''حرم''
تم اس زمینِ کرامت نشاں میں رہتے ہو

خدا نے بخشی ہے ''الدّار'' کی نگہبانی
اسی کے حفظ اسی کی اماں میں رہتے ہو

فرشتے ناز کریں جس کی پہرہ داری پر
ہم اس سے دور ہیں تم اس مکاں میں رہتے ہو

فضا ہے جس کی معطّر نفوسِ عیسیٰ سے
اسی مقامِ فلک آستاں میں رہتے ہو

نہ کیوں دلوں کو سکون وسرور ہو حاصل
کہ قربِ خطّۂ رشکِ جناں میں رہتے ہو

تمہیں سلام ودعا ہے نصیب صبح ومسا
جوارِ مرقدِ شاہِ زماں میں رہتے ہو

شبیں جہاں کی ''شبِ قدر'' اور دن عیدیں
جو ہم سے چھوٹ گیا اس جہاں میں رہتے ہو

کچھ ایسے گُل ہیں جو پژمردہ ہیں جدا ہو کر
انہیں بھی یاد رکھو ''گلستاں'' میں رہتے ہو

تمہارے دم سے ہمارے گھروں کی آبادی
تمہاری قید پہ صدقے ہزار آزادی

''بلبل ہوں باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر''

قادیاں اور درویشان قادیاں

(از حضرت مولانا غلام رسول صاحب (راجیکیؓ)

زہے قسمت کہ دنیا میں فدائے قادیاں تم ہو مسیحائے محمد (ﷺ) کے نشانوں میں نشاں تم ہو

تمہاری شانِ درویشی پہ قرباں تاجداری ہے کہ محبوبِ خدا کے آستاں کے پاسباں تم ہو

خدا رکھے تمہیں رہتے جہاں تک خرم و شاداں کہ اب دارالاماں میں یادگار عاشقاں تم ہو

یہی کہتا ہے روز وشب ہمارا دردِ مہجوری کہ کاش ہم بھی وہاں ہوتے جہاں پر شادماں تم ہو

وَاِنَّ الْوَصْلَ لِلْعُشَّاقِ رَاحَتُهُمْ فَرْحَتُهُمْ خوشا بختیکہ اس نعمت سے شادو کامراں تم ہو

نہ چھوڑا آستانِ دلربا کو ان حوادث میں جری اللہ کی جرأت کا ایک تازہ نشاں تم ہو

تمہارے دم سے وابستہ ہے رونق اس گلستاں کی زمیں پر ضو فشاں تم ہو فلک پر کہکشاں تم ہو

نہیں سمجھی تو آخر ایک دن دنیا یہ سمجھیگی کہ اک قطرہ نہیں ہو بلکہ بحر بیکراں تم ہو

بڑھاپے نے جنہیں حسرت کی صورت میں بدل ڈالا ہماری اُن تمناؤں کا عزم نوجواں تم ہو

جہاں تک بن پڑا ہم نے دکھائی راہ ہدایت کی مگر اب دیکھنا اہلِ جہاں کے پاسباں تم ہو

خدا نخواستہ جھکنے نہ پائے پرچمِ ایماں مصافِ زندگی میں اب خدا کے پہلواں تم ہو

وفائے عہد کو رسوا نہ کرنا پیٹھ دکھلا کر کہ میدانِ وفا میں یادگارِ رفتگاں تم ہو

کہیں دنیا کے بدلے میں نہ اپنا آپ کھودینا خدا کے ہاتھ جو بکتی ہے وہ جنسِ گراں تم ہو

کبھی یوسف نہیں بنتا جو زندانوں سے بچتا ہے ہوا کیا اس زمانہ میں جو وقفِ امتحاں تم ہو

مبارک ہو تمہیں اس منزلِ محبوب میں رہنا وہی ہے تخت گاہِ احمدِ مرسل جہاں تم ہو

قادیان کی یاد میں

(ہجرت کے بعد نامعلوم شاعر کے قلم سے)

میرا بچپن جہاں گزرا وہ بستی چھن گئی کیونکر ‏ مری بستی مری خوابوں کی بستی بن گئی کیونکر

وہ بستی جس کے ذرّوں نے مسیحا کے قدم چومے ‏ اور اس بستی کے کوچوں نے وہ پاؤں دم بدم چومے

زمینِ قادیاں کے واسطے آنکھیں ترستی ہیں ‏ اُمیدیں تلملاتی ہیں تمنائیں تڑپتی ہیں

زمینِ قادیاں! تو ہم سے چھوڑی جا نہیں سکتی ‏ قسم اک بار کھائی ہے جو توڑی جا نہیں سکتی

یہ سچ ہے میں نے چھوڑا تھا تجھے تو نہیں چھوڑا ‏ مگر پھر لوٹ کر آنے کا وعدہ بھی نہیں توڑا

تیری تاریخ کو قومیں ہمیشہ یاد رکھیں گی ‏ تجھے شاداب رکھیں گی تجھے آباد رکھیں گی